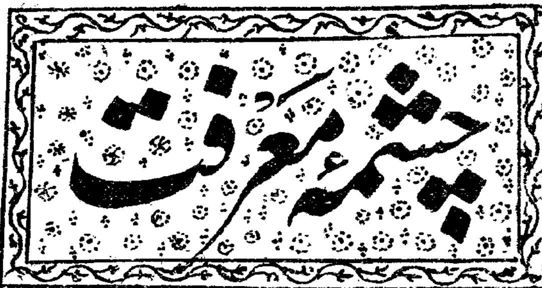
قد فرغنا من الرد علی قوم یسمّون آریہ فالحمد للہ رب العالمین
انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین

(ترجمہ)

ہم آریوں کا رد لکھنے سے فراغت کر چکے سو اس خدا کو سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے
ہم جب ایک قوم پر چڑھائی کرتے ہیں اور ان کے صحن میں اترتے ہیں تو وہ صبح انکی ایک بری
صبح ہوتی ہے جو تباہی کی خبر دیتی ہے۔

یہ کتاب آریہ صاحبان کے اس مضمون کے جواب میں ہے جسکو انہوں نے اپنے مذہبی جلسہ میں دسمبر ۱۹۰۷ء
میں بمقام لاہور بحضور چار سو معزز ہماری جماعت کے مسلمانوں کے خود انکو اپنے گھر میں بلا کر سنایا تھا جو ہمارے سید و مولیٰ
نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دشنام دہی سے پر تھا جس میں دین اسلام پر جابجا توہین
اور ہنسی اور ٹھٹھا کیا گیا تھا اور نہایت شوخی سے گندی گالیاں دیکر اور بیجا تہمتیں ہماری
مقدس ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا کر صدہا مسلمانوں کو خود مدعو کرکے نہایت دکھ
دیا تھا اور اس کتاب کا نام ہے



از مؤلفات حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود
جو ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان ضلع گورداسپور میں طبع ہوئی
باہتمام شیخ یعقوب علی تراب منیجر

دو ہزار جلد قیمت فی جلد ۱۲؍   تاریخ اشاعت ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء   اور قیمت مجلد تین روپیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ آمین

اے ہمارے خدا ہم مین اور ہماری قوم مین سچا فیصلہ کردے اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔

جب سے خدا نے مجھے مسیح موعود اور مہدی معہودؐ کا خطاب دیا ہے میری نسبت جوش اور غضب اُن لوگون کا جو اپنے تئین مسلمان قرار دیتے ہین اور مجھے کافر کہتے ہین انتہا تک پہنچگیا ہے پہلے مینے صاف صاف ادلّۂ کتاب اللہ اور حدیث سے اپنے دعوے کو ثابت کیا مگر قوم نے دانستہ ان دلایل سے مُنہ پھیر لیا اور پھر میرے خدا نے بہت سے آسمانی نشان میری تائید مین دکھلائے مگر قوم نے اُن سے بھی کچھہ فایدہ نہ اٹھایا اور پھر اُن مین سے کئی لوگ مباہلہ کیلیئے اوٹھے اور بعض نے علاوہ مباہلہ کے الہام کا دعویٰ کرکے یہ پیشگوئی کی کہ فلان سال یا کچھہ مدت تک انکی زندگی مین ہی یہ عاجز ہلاک ہوجائیگا مگر آخرکار وہ میری زندگی مین خود ہلاک ہوگئے مگر نہایت افسوس ہے کہ قوم کی پھر بھی آنکھہ نہ کھلی اور انہون نے یہ خیال نہ کیا کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو ہر ایک پہلو پر وہ مغلوب نہ ہوتے قرآن شریف اُن کو جھوٹا ٹھہراتا ہے معراج کی حدیث اور حدیث اماکم منکم انکو جھوٹا ٹھہراتی ہے۔ مباہلون کا انجام اُن کو جھوٹا ٹھہراتا ہے۔ پھر اُن کے ہاتھہ مین کیا ہے جو خدا کے اِس فرستادہ کی دلیری سے تکذیب کرتے ہین جو تقریباً چھبیس ۲۶ برس سے انکو حق اور راستی کیطرف بلا رہا ہے کیا ابتک انہون نے آیۂ کریمہ یُصِبْكُم بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ کا مزہ نہین چکھا۔ کہان ہے مولوی غلام دستگیر جس نے اپنی کتاب فیض رحمانی مین میری ہلاکت کیلیئے بددعا کی تھی اور مجھے مقابل پر رکھہ کر جھوٹے کی موت چاہی تھی؟ کہان ہے مولوی چراغدین جمون والا جس نے الہام کے دعوے سے میری موت کی خبر دی تھی اور مجھہ سے مباہلہ کیا تھا کہان ہے فقیر مرزا جو اپنے مریدون کی ایک بڑی جماعت رکھتا تھا جس نے بڑے زور شور سے میری موت کی خبر دی تھی اور کہا تھا کہ عرش پر سے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ شخص مفتری ہے آیندہ رمضان تک میری زندگی مین ہلاک ہو جائیگا۔ لیکن جب رمضان آیا تو پھر آپ ہی طاعون سے ہلاک ہوگیا۔

* حاشیہ۔ بعض کم سمجھہ لوگ جو کتاب اللہ اور حدیث نبوی مین تدبر نہین کرتے وہ میرے مہدی ہونیکو سنکر یہ کہا کرتے ہین کہ مہدی معہود تو سادات مین سے ہوگا۔ سو یاد رہے کہ باوجود اسقدر جوش مخالفت کی ان کو احادیث نبویہ پر بھی عبور نہین مہدی کی نسبت احادیث مین چار قول ہین۔ (۱) ایک یہ کہ مہدی سادات مین سے ہوگا۔ (۲) دوسرے یہ کہ قریش مین سے خواہ سادات ہون یا

کہان ہے سعد اللہ لودہانوی جس نے مجہہ سے مباہلہ کیا تہا اور میری موت کی خبر دی تہی۔ آخر میری زندگی مین ہی طاعون سے ہلاک ہوگیا کہان ہے مولوی محی الدین لکہوکے والا جس نے مجہے فرعون قرار دیکر اپنی زندگی مین ہی میری موت کی خبر دی تہی اور میری تباہی کی نسبت کئی اور الہام شایع کیے تہے آخر وہ بہی میری زندگی مین ہی دنیا سے گذر گیا۔ کہان ہے بابو الہی بخش صاحب مؤلف عصائے موسیٰ اکونٹنٹ لاہور جس نے اپنے تئین موسیٰ قرار دیکر مجہے فرعون قرار دیا تہا اور میری نسبت اپنی زندگی مین ہی طاعون سے ہلاک ہونیکی پیشگوئی کی تہی اور میری تباہی کی نسبت اور بہی بہت سی پیشگوئیان کی تہین آخر وہ بہی میری زندگی مین ہی اپنی کتاب عصائے موسیٰ پر جہوٹہ اور افترا کا داغ لگاکر طاعون کی موت سے بصد حسرت مرا۔ اور ان تمام لوگون نے چاہا کہ میں اس آیت کا مصداق ہوجاؤن کہ۔ اِنْ یَّکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ لیکن وہ آپ ہی اس آیت ممدوحہ کا مصداق ہوکر ہلاک ہوگئے۔ اور خدا نے اُن کو ہلاک کرکے مجہہ کو اِس آیت کا مصداق بنادیا وَاِنْ یَّکُ صَادِقًا یُّصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ کیا ان تمام دلایل سے خدا تعالیٰ کی حجت پوری نہین ہوئی مگر ضرور تہا کہ مخالف لوگ انکار سے پیش آتے کیونکہ پہلے سے یعنی آج سے چہبیس ۲۶ برس پہلے براہین احمدیہ مین خدا کی یہ پیشگوئی موجود ہے **دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُسکو قبول نکیا لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملون سے اُسکی سچائی ظاہر کردیگا**۔ سو ہم ایمان رکہتے ہین کہ خدا ایسے حملون کو نہین روکیگا اور نہ بس کریگا جبتک کہ دُنیا پر میری سچائی ظاہر نہ ہوجاے +

لیکن آج ۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے دل مین ایک خیال آیا ہے کہ ایک اور طریق فیصلہ کا ہے شاید کوئی خدا ترس اُس سے فایدہ اُٹہاوے اور انکار کے خطرناک گرداب سے نکل آوے اور وہ طریق یہ ہے۔ کہ میرے مخالف منکرون مین سے جو شخص اشد مخالف ہو اور مجہہ کو کافر اور کذاب سمجہتا ہو + وہ کم سے کم دس نامی مولوی صاحبون یا دس نامی رئیسون کی

+ حاشیہ۔ یہ بہی شرط ہے۔ کہ وہ شخص عام لوگون مین سے نہ ہو۔ بلکہ قوم مین خصوصیت اور علمیت اور عزت اور تقویٰ کے ساتہہ مشہور ہو۔ جس کا مغلوب ہونے کی حالت مین دوسرون پر اثر پڑ سکے۔ منہ

طرف سے منتخب ہوکر اس طور سے مجھ سے مقابلہ کرے جو دو سخت بیماروں پر ہم دونوں اپنے صدق و کذب کی آزمایش کریں یعنے اس طرح پر کہ دو خطرناک بیمار لیکر جو جدا جدا بیماری کی قسم میں مبتلا ہوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے دونوں بیماروں کو اپنی اپنی دعا کے لیئے تقسیم کرلیں - پھر جس فریق کا بیمار بکلی اچھا ہوجاوے یا دوسرے بیمار کے مقابل پر اسکی عمر زیادہ کیجاوے وہی فریق سچا سمجھا جاوے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور میں پہلے سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرکے یہ خبر دیتا ہوں کہ جو بیمار میرے حصہ میں آوے گا یا تو خدا اسکو بکلی صحت دیگا اور یا بہ نسبت دوسرے بیمار کے اُسکی عمر بڑہا دیگا - اور یہی امر میری سچائی کا گواہ ہوگا - اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر یہ سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کیطرف سے نہیں - لیکن یہ شرط ہوگی کہ فریق مخالف جو میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ خود اور ایسا ہی دنش اور مولوی یادر حسن جو انکے ہم عقیدہ ہوں یہ شایع کردیں کہ درصورت میرے غلبہ کے وہ میرے پر ایمان لائیں گے اور میری جماعت میں داخل ہونگے اور یہ اقرار تین نامی اخباروں میں شایع کرانا ہوگا - ایسا ہی میری طرف سے بھی یہی شرائط ہونگی . . . .

اس قسم کے مقابلہ سے فائدہ یہ ہوگا کہ کسی خطرناک بیمار کی جو اپنی زندگی سے نومید ہوچکا ہے خدا تعالیٰ جان بچائیگا - اور احیاء موتے کے رنگ میں ایک نشان ظاہر کریگا اور دوسرے یہ کہ اس طور سے یہ جھگڑا بڑے آرام اور سہولت سے فیصلہ ہوجائے گا -

والسلام علی من اتبع الہدٰے

المشتہر

میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود

۱۵ مئی ۱۹۰۸ء

ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولٰئک ما علیہم من سبیل

باعث تالیف کتاب ہذا

میری طرف سے اس کتاب کے ہر ایک پڑھنے والے کو خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے پہلے اس مضمون کو پڑھ لے

اگرچہ مَینے اپنی کئی کتابوں میں آریہ صاحبوں کے اُن تمام حملوں کا جواب دیا ہے جو اسلام پر وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ مینے اُس زمانہ میں ہی اُن کے شبہات کے رد میں اپنی کتاب براہین احمدیہ کو شایع کیا تھا جبکہ پنجاب میں آریہ مذہب کی ابھی تخم ریزی ہوئی تھی اور براہین احمدیہ کی تالیف کا یہ باعث ہوا تھا کہ پنڈت دیانند نے سر نکالتے ہی اسلام پر زبان کھولی اور اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بے ادبی کی اور قرآن شریف کا بہت توہین کے ساتھ ذکر کیا یہ وہ زمانہ تھا جس پر آج سے قریبًا اٹھائیس ۲۸ برس گذر گئے۔ امید تھی کہ آریہ لوگ بعد اس کتاب کے بعد اپنی زبان بند کر لیتے لیکن افسوس کہ آریہ صاحبوں کے ایسے دل ہیں کہ وہ اپنی عادت سے باز نہ آئے بلکہ دن بدن بڑھتے گئے اور جب اُنکی بدزبانی انتہا تک پہنچ گئی.... تو ان میں ایک شخص لیکھرام نام پیدا ہوا اور لیکھرام نے صرف بدزبانی پر بس نہ کی بلکہ اپنی موت کیلئے مجھ سے پیشگوئی چاہی چنانچہ مَینے اُسکے بار بار کے اصرار کیوجہ سے خدائے عز و جل سے اطلاع پاکر اُسکو خبر کردی کہ وہ چھ برس کے اندر مرجائیگا مگر اُس نے اُس پر کفایت نہ کرکے مجھ سے تحریری مباہلہ کیا اور ایسے وقت میں اُس نے مباہلہ کیا جبکہ خدا کے نزدیک اُسکی زندگی کا خاتمہ ہو چکا تھا اُس نے اپنی مباہلہ میں جو اُسکی کتاب خبط احمدیہ میں درج ہو کر اُسکے مرنے سے ایک مدت پہلے شایع ہو گیا تھا اس مضمون کی دعا کی جس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ اے پرمیشر میں جانتا ہوں

کہ چارون وید سچّے ہین اور قرآن شریف نعوذ باللہ جہوٹا ہے اور اسی بنا پر مین مرزا غلام احمد
قادیانی سے مباہلہ کرتا ہون پس اگر مین اس عقیدہ مین سچا نہین ہون تو اے پرمیشور میری مراد کے
مخالف فیصلہ کر اور جو شخص تیری نظر مین جہوٹا ہے سچّے کی زندگی مین ہی اُسکو سزا دے
اور اپنی قطعی فیصلہ سے سچائی کو ظاہر فرما۔ چنانچہ خدا نے اُس مباہلہ کے بعد فیصلہ کیا کہ لیکہرام کو میری
زندگی مین ہی ہلاک کر دیا اور اب اُسکی موت پر بارہوان سال گذر رہا ہے مگر افسوس ہے کہ آریون نے
خدا تعالیٰ کی اس صریح اور کہلے کہلے نشان سے کچہہ فایدہ نہین اٹہایا بلکہ انکی شوخی پہلے سے بہی زیادہ ہو گئی
بعد اُسکے ایسا اتفاق ہوا کہ دسمبر ۱۹۰۷ء کے مہینہ مین اُنکی طرف سے مذہبی جلسہ کے لیئے
ایک اشتہار نکلا اور وہ اشتہار خصوصیت سے میری طرف بہیجا گیا اور میری جماعت کے بہت سے
معزز لوگون مین تقسیم کیا گیا۔ جس کا حاصل مطلب یہ تہا کہ ایک مذہبی جلسہ ہوگا آپ صاحب تشریف لائین
اور اپنے مذہب کی تائید مین لکھ کر مضمون لاوین مضامین مین یہ شرط ہے کہ کسی فریق کا کوئی مضمون خلاف
تہذیب نہ ہو اور علاوہ اسکے میری طرف کئی انکساری کے خط لکھے کہ ہم لوگ آپکے درشن کے بہی مشتاق
ہین چونکہ مومن سادگی سے خالی نہین ہوتا مین اس اشتہار اور ان خطوط کو پڑہکر بہت خوش ہوا
اور دل مین سوچا کہ آریہ صاحبون نے آخر کار زمانہ کی ہوا دیکہہ کر اپنی بدکلامی اور بدتہذیبی سے توبہ
کر لی ہے اور یہ بہی خیال آیا کہ چونکہ بعض آریون کی بعض حرکات کیوجہ سے گورنمنٹ کو اس فرقہ کی نسبت
کو کچہہ شکوک و شبہات پیدا ہوگئے تہے اسلیئے غالباً یہ جلسہ ان شکوک کے ازالہ کیلیئے ہے تا گورنمنٹ
کو معلوم ہو کہ اب یہ آریہ قوم وہ آریہ نہین ہین جو پہلے تہے بلکہ اُنہون نے اس گوشمالی کے
بعد بڑی تبدیلی اپنے اندر حاصل کر لی ہے اور تہذیب کو اپنا پیرایہ بنا لیا ہے اور وہ
اس جلسہ سے گورنمنٹ عالیہ کو اپنی تہذیب کا نمونہ دکہانا چاہتے ہین سو اس خیال سے نہ صرف
مجہے خوشی ہوئی بلکہ ہر ایک فرد میری جماعت کا بہت خوش تہا اور میرے عزیز ڈاکٹر میرزا
یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور تو گویا قسم کہا نیکو اس بات کیلیئے تیار تہے کہ یہ جلسہ
بڑی تہذیب سے ہوگا اور اُنہون نے کئی مرتبہ مجہے کہا کہ آپ آریون کی پہلی حالت پر خیال نہ کرین

اب تو اُنکے اندر بڑی تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔ اور مینے اُن کو کہا بہی کہ عادت کا بدلنا مشکل ہے اور تجربہ ہو چکا ہے کہ ان کی قلمون سے بجز گند کے اور کچہہ نہین نکل سکتا اور وہ ضرور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مضمون مین توہین کرینگے اور قرآن شریف کا ذکر تکذیب اور ہتک کے الفاظ سے کرینگے۔ مگر ڈاکٹر صاحب موصوف مکار آریون کے ایسے دہوکہ مین آچکے تہے کہ وہ بار بار یہی کہتے تہے کہ وہ زمانہ گذر گیا اور اب مین دیکہتا ہون کہ انکی کلام مین بڑی تہذیب اور شرافت پائی جاتی ہے اور اُنہون نے وعدہ کیا ہے کہ بڑی تہذیب سے یہ جلسہ ہوگا درا صل مین تو نہ آریون کے ملمع اشتہار پر اعتماد کرسکتا تہا اور نہ اُن کے انکساری خطوط مجہے یہ تسلی دے سکتے تہے کہ وہ شرافت اور تہذیب سے مضمون سنائینگے لیکن سادہ طبع ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے بار بار کے بیان سے مین دہوکہ مین آگیا۔ بہرحال مینے خطوط کے ذریعہ سے کئی سو اپنے مریدکو اطلاع دیدی کہ وہ آریہ صاحبون کے جلسہ پر حاضر ہون اور انکو تسلی دی کہ آریہ صاحبان بڑی شرافت اور تہذیب سے مضمون سنائینگے چنانچہ تاریخ مقررہ پر کئی سو معزز میری جماعت کے دور دراز ملکون سے ہزارہا روپیہ خرچ کرکے اُس جلسہ مین شامل ہوئے اور فی کس ۴ کے حساب سے جلسہ کی مقررہ فیس بہی آریون کو دی اور بہت سے روپیہ کیساتہہ اُن کا کیسہ پُر کردیا۔ اور ہماری طرف سے جو مضمون پڑہا گیا وہ اِس کتاب کیساتہ شامل ہے اور پڑہنے والون کو معلوم ہوگا کہ وہ کس تہذیب سے لکہا گیا تہا اور عجیب تر یہ بات ہے کہ جب مین مضمون ختم کرچکا تہا تو ساتہہ ہی مجہہ کو یہ الہام خدا کی طرف سے ہوا تہا انھم ما صنعوا ھو کید ساحر۔ ولا یفلح الساحر حیث اتی۔ انت منی بمنزلۃ النجم الثاقب۔ ترجمہ۔ آریہ لوگون نے جو یہ جلسہ تجویز کیا ہے یہ مکار لوگون کی طرح ایک مکر ہے اور اسکے نیچے ایک شرارت اور بدنیتی مخفی ہے مگر فریب کرنیوالا میرے ہاتہہ سے کہان بہاگیگا؟ جہان جائیگا مین اُسکو پکڑونگا اور میرے ہاتہہ سے چہٹکارا نہین پائیگا۔ تو مجہہ سے ایسا ہے جیسا کہ وہ ستارہ جو شیطان پر گرتا ہے۔

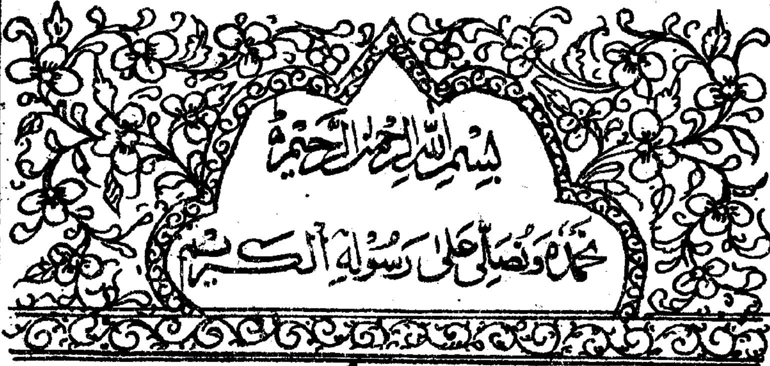
یہ وہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی ہے جو اُس مضمون کے ساتہہ ہی چہاپ کر اُسی جلسہ مین

سُنائی گئی تہی اگر آریون کے دلون مین کچہہ خدا کا خوف ہوتا اور کچہہ شرافت ہوتی تو اِس الہام الٰہی کو سنکر وہ توہین اور تکذیب سے باز آجاتے مگر دوسرے دن جو اُنکا مضمون تہا اسمین انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر توہین کی کہ سارا مضمون گالیون سے بہرا ہوا تہا اگر میری طرف سے اپنی جماعت کیلئے صبر کی نصیحت نہ ہوتی اور اگر مین پہلے سے اپنی جماعت کو اس طور سے تیار نہ کرتا کہ وہ ہمیشہ بدگوئی کے مقابل پر صبر کرین تو وہ جلسہ کا میدان خون سے بھر جاتا مگر یہ صبر کی تعلیم تھی کہ اس نے انکے جوشون کو روک لیا - آریون نے اُن معزز لوگون کے مُنہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیان دین اور اسلام کی سخت توہین کی لیکن وہ معزز مسلمان سب چپ رہے - وہ سخت طور پر دُکھ دیئے گئے مگر اُنہون نے دم نہ مارا صرف اِتنا کیا کہ آریون کے مضمون کے نوٹ بڑی احتیاط سے لکھ کر لے آئے اور مینے دیکہا کہ اُنکو آریون کے مضمون سے بڑا صدمہ پہنچا خاصکر اِس وجہ سے کہ گہر پر بلا کر گالیان دی گئین اگر اپنے طور پر کوئی کتاب شایع کرتے تو اور بات تھی انکے دل پاش پاش ہوگئے اور انکو جہوٹ بولکر دہوکہ دیا گیا نہ معلوم یہ آریہ لوگ کس فطرت کے انسان ہین ہر ایک شخص دوسرے کی حالت کو اپنے پر قیاس کرسکتا ہے کیا وہ توہین جو اُنہون نے مسلمانونکو گہر پر بلا کر اسلام کی کی کیا وہ بدزبانی جو اُنہون نے آنحضرت صلعم کی بالمواجہ کی وہ نہین سمجہہ سکتے تہے کہ ہمنے کیا کیا اگر ہم اپنے مضمون مین جو اُنکے جلسہ مین سنایا گیا ہے گالیان اُنکے رشیون کو دیتے جنکو بقول اُنکے پرمیشر کیطرف سے وید ملا تہا اور یا وید کی نسبت توہین سے پیش آتے تو کیا وہ ہمارے اِس مضمون سے خوش ہوتے یقیناً سمجہو کہ اُس انسان سے زیادہ تر خبیث اور ناپاک طبع کوئی نہین ہوتا کہ جو مہمانون کو گہر پر بلاوے اور پہر فیس کے طور پر بہت سا روپیہ بہی وصول کرے اور آخر گالیان دیکر اور دل دُکہا کر رخصت کرے بعض نے آریون مین سے مضمون سنا چکنے کے بعد یہ بہی کہا کہ بیشک یہ مضمون جو آریون کیطرف سے سنایا گیا ہے یہ گندہ ہے اور اُسمین توہین اور گالیان ہین مگر اسکی ہمین اطلاع نہین تہی مگر کوئی عقلمند اِس عذر کو باور نہین کریگا کہ یہ گندہ مضمون بغیر مشورہ اِن معزز ممبرون کے سنایا گیا تہا - غرض وہ نوٹ جو بڑی احتیاط سے لکہے گئے تہے انہین کی بنا پر یہ رسالہ لکہا گیا ہے جسمین آریون کے اعتراضات کا جواب ہے اگرچہ اُنکا رسالہ بہی مجہے پہنچگیا ہے مگر جن گندی باتون کو ہزارہا لوگون نے سنا تہا اسکا جواب اس رسالہ مین دیا گیا ہے ممکن ہے

کہ انہون نے اپنے مطبوعہ رسالہ مین کمی بیشی کی ہو اسکو خود ناظرین پڑھ لینگے غرض یہ رسالہ دو غرض سے لکہا ہے - (۱) ایک یہ کہ تا ان اعتراضون کا جواب پبلک کو معلوم ہو جائے (۲) دوسری یہ کہ تا مسلمانون

کے دلون مین جو آریہ لوگون کی سخت گوئی کی وجہ سے ایک جوش ہے وہ جوش جواب تحریری سنکر کم ہو جائے اور شاید آریہ لوگ آیندہ شرارتون سے باز آجائین - والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ - الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود - ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہجری موافق ۱۵ بیساکہ سمت ۱۹۶۵ بکرمی -



آریہ سماج کا جلسہ اور اُن کی شرافت کا نمونہ
اور
اُن کے وید کی تعلیم اور اُنکے وساوس کا ازالہ

آریہ سماج لاہور کا جلسہ ۴ دسمبر ۱۹۰۷ء کے بعد جو رات تھی اسمین ختم ہو گیا جو لوگ ہمارے مضمون کے پڑھے جانیکے وقت حاضر تھے ان کو معلوم ہوگا کہ کس تہذیب اور نرمی اور صلحکاری کا وہ مضمون تھا اور کس ادب سے ہمنے اُن کے رشیون اور اوتارون اور اُن لوگون کے نام لیئے جن کیطرف وید منسوب کئے جاتے ہین اور جو اُنکی قوم کے پیشوا اور رہبر خیال کئے جاتے ہین۔ لیکن بقول شخصے کہ ہر ایک برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُسکے اندر ہے۔ آریہ صاحبون نے اپنے مضمون مین وہ گند ظاہر کیا اور اس قدر توہین اور تحقیر انبیاء علیہم السلام کی کی جو اس سے بڑھ کر متصور نہین ہو سکتی بالخصوص ہمارے سید و مولےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہ دلآزار اور گندے لفظ اور توہین اور تحقیر کے کلمے اور سراسر دروغ اور جھوٹی تہمتین اور بیجا الزام جو سراسر گالیان تھین اس قدر

بار بار آواز بلند سے تمام مجمع کو سُنائین جو تین ہزار آدمی سے کم نہ تہا اور ایسے طور سے سمجہا سمجہا کر
اپنے ناپاک اور فتنہ انگیز بیان کو ادا کیا کہ اگر پاک طبع مسلمانون کو اپنی تہذیب کا خیال
نہ ہوتا اور بموجب قرآنی تعلیم کے صبر کے پابند نہ رہتے اور اپنے غصہ کو تہام نہ لیتے
تو بلاشبہ یہ بدنیت لوگ ایسی اشتعال دہی کے مرتکب ہوئے تہے کہ قریب تہا کہ وہ جلسہ کا
میدان خون سے بہر جاتا۔ مگر ہماری جماعت پر ہزار آفرین ہے کہ اُنہون نے بہت عمدہ
نمونہ صبر اور برداشت کا دکہایا اور وہ کلمات آریون کے جو گولی مارنے سے بدتر تہے
اُن کو سُن کر چُپ کے چپ رہ گئے۔ دراصل ہماری جماعت نے جو اُنکی دعوت جلسہ کو قبول
کیا تو وہ اپنی سادگی اور نیک ظنی سے اُن کے دہوکہ مین آگئی۔ پیچہے سے پتہ لگ گیا کہ اُنکا
اس جلسہ مین بلانے سے اور ہی ارادہ تہا۔ پر ان مہذب لوگون کے صبر اور برداشت نے
اس بدارادہ کو ظاہر نہین ہونے دیا۔ اگر آریہ لوگ بغیر انعقاد جلسہ کے اپنے طور سے کوئی کتاب لکہتے
اور یہ گالیان اُس کتاب مین چہاپتے جیسا کہ سفلہ طبع لیکہرام نے اسی کام مین اپنی عمر گذاری جبتک
کہ اسکی زبان کی چہری نے اس دنیا سے اُسکو اُٹہا لیا تو یہ اور صورت تہی لیکن ان لوگون نے
تو اپنے جلسہ مین مہمان کے طور پر ہمین مدعو کیا اور میری طرف چہٹیات انکساری خط لکہے
اور منافقانہ طور پر عجز و نیاز ظاہر کر کے یہ چاہا کہ ہم اس جلسہ مین شریک ہون اور وعدہ کیا کہ
کوئی بے تہذیبی نہین ہوگی اور ہر ایک کیلئے مہذبانہ طرز کو شرط ٹہرا دیا اور مجہے ترغیب دی
کہ جہانتک ممکن ہو سکے آپ کی جماعت سُننے کیلئے آوے۔ مَیں اُن کے خطون کے پڑہنے
سے جو سراسر نرمی سے لکہے گئے تہے بہت خوش ہُوا اور دل مین خیال کیا کہ اگرچہ آریہ صاحبون
کی حالت جس قدر آج تک تجربہ مین آچکی ہے وہ یہی ہے کہ بجز اپنے وید اور اُسکے چار رشیون
کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام کو نہایت سخت گالیان دیتے اور طرح طرح کی توہین کرتے ہین
اور اس طرح پر کروڑہا مسلمانون کے دل دکہاتے ہین۔ لیکن کیا تعجب کہ اب ایک تازہ تنبیہ
کی وجہ سے جو اُنکی بعض افراد کی شوخیون کی نسبت ضرورتاً گورنمنٹ کیطرف سے عمل مین آئی ہے

اُن کے دل کسی قدر درست ہو گئے ہوں اور اس تنبیہ سے کسی قدر اُنہوں نے سبق حاصل کر لیا ہو اور صلح پسندی کی خواہش ظاہر کی ہو۔ مگر پیچھے سے معلوم ہوا کہ یہ خیال ہمارا سراسر غلط تھا اور خدا تعالیٰ کے پاک نبیوں کی نسبت انکی بدزبانی اب پہلے سے بھی بہت بڑھکر ہے کیونکہ پہلے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی جلسۂ مذاہب میں جو اپنی طرف سے اُنہوں نے قائم کیا تھا مسلمانونکو مدعو کیا ہو اور پھر عین جلسہ کے وقت میں اُن کے بزرگ اور برگزیدہ پیغمبروں کو گالیاں دی ہوں۔ پس یہ **پہلا موقعہ** ہے جسمیں آریوں نے اپنے مکان پر ہمیں بلا کر اور اُس مجمع میں **پانسو** سے زیادہ مسلمان اکٹھے کر کے پھر گندی گالیوں کے ساتھ ان کا دل دُکھایا۔ یہ وہ واقعہ ہے جس کو وہ کسیطرح پوشیدہ نہیں کر سکتے۔

بارہا یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ لوگ تمام برگزیدہ نبیوں کے دشمن ہیں نہ حضرت آدم کو بدگوئی سے چھوڑتے ہیں نہ حضرت نوح کو نہ حضرت ابراہیم کو نہ حضرت یعقوب کو نہ حضرت موسیٰ کو نہ حضرت داؤد کو نہ حضرت عیسیٰ کو نہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کہ انکی کتابوں سے ظاہر ہے مگر افسوس کہ یہ بیباکی اور بدگوئی کا تخم بدقسمت دیانند اس ملک میں لایا اور دوسرے آریہ حسب مناسبت اس کے وارث ہوئے۔ خاص کر لیکھرام پشاوری جو محض نادان اور ابلہ تھا اُسکا خاص چیلا بنا۔ خیر وہ زمانہ تو گذر گیا مگر اس وقت مجھے بار بار افسوس آتا ہے کہ آریوں کے حال کے جلسہ میں کس قدر ہم نے نرمی اور ملائمت سے اُن کے بزرگوں کا ذکر کیا تھا جو سراسر صلحکاری سے بھرا ہوا تھا اگر ان لوگوں میں کچھ بھی حیا ہوتی اور کچھ بھی شرافت ہوتی تو مسلمانوں کے روبرو جو چار سَو کے قریب معزز اور شریف لوگ اُن کے مضمون کو سن رہے تھے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مسلمانوں کے ایک مجمع کثیر کے روبرو ایسی گندی گالیاں نہ دیتے کہ بجز نہایت خبیث آدمی کے کوئی شخص ایسے دلآزار اور سخت توہین الفاظ زبان پر نہیں لا سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آریوں کا تکبر اور آریوں کی شوخی اور آریوں کی شرارت انتہا تک پہنچ گئی ہے اور اب وہ خدا کی اصلاح اور اس کے آسمانی

کامون کے محتاج ہین - انسانی وعظ و نصیحت ہرگز اُن کو کچھہ کارگر نہ ہوگی - انکو سوچنا چاہئیے کہ اگر ہم بھی اپنے مضمون مین وہی طریق گالیون کا اختیار کرتے اور اُن کے دیوتا رشیون کی نسبت وہی گندے اور ناپاک لفظ اس مجمع مین استعمال مین لاتے تو کیا وہ خوش ہوتے اور مین خیال نہین کر سکتا کہ وہ لوگ ایسے احمق اور نادان ہین کہ اس بات کو محسوس نہین کر سکتے کہ وہ الفاظ جو استعمال کئے گئے نہایت درجہ رنج دہ اور جوش پیدا کرنیوالے اور خطرناک تھے نہین نہین بلکہ وہ ضرور محسوس کرتے ہین مگر عمداً چاہتے ہین کہ دُکھ دین اور فساد پیدا کرین - عجیب تر یہ کہ اُن کے جلسہ کے پُر رونق ہونیکے لئے ہماری جماعت کے بڑے بڑے معزز آدمی عشق ہوگئے تھے اور وہ اُنکی لاف و گزاف پر بھروسہ کرکے دور دور سے ریل اور یکون کے ہزارہا روپیہ کے اخراجات اُٹھا کر اور اپنے کامون کا حرج کرکے اُن کے جلسہ مین شریک ہوئے تھے اور ہر ایک نے چار چار آنہ چندہ بھی ادا کیا تھا اور چونکہ وہ چار سَو کے قریب آدمی تھے اس لئے اس جماعت کے چندون سے ہی آریون کو ایک سَو روپیہ نقد وصول ہوگیا تھا - یہ تمام خرچ اور حرج ہماری جماعت نے محض اسلئے کیا تھا کہ آریون نے اپنے ایک اشتہار کے ذریعہ سے جو ہندوستان سٹیم پریس لاہور مین چھاپا گیا تھا تمام فرقوں کو اپنے جلسہ مین بلایا تھا اور تسلی دی تھی کہ اس جلسہ مین کوئی مضمون خلاف تہذیب نہ پڑھا جائیگا - اور میری جماعت کے حاضر ہونے کیلئے خاص کر میری طرف چھہ سات خط لکھے تھے جنمین محض منافقانہ طور پر بہت انکسار ظاہر کیا گیا تھا مگر جب مہمانون کے طور پر یہ ہماری جماعت اُنکے جلسہ مین حاضر ہوئی تو آریون کیطرف سے یہ مہمان نوازی کیگئی کہ اُن کے پیارے اور بزرگ نبی علیہ السلام کی نسبت گندی گالیان سنائی گئین اور وہ لوگ آریون کی بدزبانی سے نہایت رنجیدہ اور زخمی دلون کے ساتھہ اپنے وطنون کیطرف روانہ ہوئے -

کیا یہی لوگ ہین جو آئے دن صلح صلح کرتے ہین - ہر ایک شخص جو اپنے تئین مسلمان سمجھتا ہے اور اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کچھہ غیرت رکھتا ہے اُسکو خوب یاد رہے کہ یہ

لوگ سناتیون سے بدتر ہین اُنکو مناسب تہا کہ اگر ہمارے انبیا علیہم السلام کی نسبت ایسا
ہی دشنام آمیز مضمون سنانا تہا تو وہ یہ کہکر مسلمانون کو رخصت کر دیتے کہ ہمارا مضمون
ایک گندہ مضمون ہے اسلئے ہم پسند نہین کرتے کہ آپ لوگ اس مضمون کو سُنین۔
بلکہ انہون نے تو اپنے مضمون کے سُنانے کیلئے بلند آواز سے سب کو کہا کہ کل آپ
لوگ ہمارا مضمون ضرور آکر سنین اور ضرور آدین۔ مگر اُنہون نے تہذیب کے وعدہ کو توڑ دیا بلکہ ۳ دسمبر
سنہ ۱۹۰۷ء کے مضمون کے بعد جو ہماری طرف سے تہا پہر جب ہماری جماعت جو چار سو کے
قریب آدمی تہے اُن کا مضمون سُننے کیلئے اُن کے جلسہ مین آئے تو اونہون نے نہایت
بلند آواز سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیا علیہم السلام کو وہ گالیان
دین جن سے قریب تہا کہ جگر پھٹ جاتے اُن مین سے کوئی نہین کہ سکتا کہ میری خلاف
مرضی وہ مضمون عام جلسہ مین سنایا گیا تہا بلکہ کچھہ شک نہین کہ اس بڑے درجہ کی فحش
اور بدگوئی مین وہ سب شریک تھے اور ان کے مشورہ سے یہ کام ہوا تھا اور یہی وجہ تہی
کہ ایسے مضمون کو اونہون نے فی الفور روک نہ دیا بلکہ اکثر اُن کے ہنستے اور اس گندہ مضمون
کے پڑھنے سے بہت خوش ہوتے اور کہتے تہے کہ بہت اچھا لکھا ہے اور خوب لکھا ہے
یہ ہے **آریہ** صاحبون کی توحید اور **وید کی ست وِدّیا**۔ جو شخص ہمارے
مضمون کو پڑھے گا جو آریون کے جلسہ مین ۳ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء کی رات مین سنایا گیا اور پھر
بمقابل اُسکے ان کے اس مضمون کو دیکھے گا جو اونہون نے ۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء کی رات کو پڑھا
تو اُس پر واضح ہو جائیگا کہ نیکی کرنیوالون کے ساتھ اگر دنیا مین کوئی بدی کرنیوالی قوم ہے
تو یہی قوم ہے۔ پادری صاحبان بہی اگرچہ خدا تعالی کے مقدس اور برگزیدہ نبی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے مین دن رات مشغول ہین لیکن اُنہون نے اب تک
کبہی ایسا نہین کیا کہ مسلمانون کو اپنے مکان مین مدعو کرکے اور مہذبانہ تقریرون کا وعدہ
دیکر پہر کوئی مضمون گندہ اور توہین آمیز سنایا ہو۔ اس قسم کی شوخ چشمی اور بدزبانی اور بیباکی

خاص آریون کے حصہ مین ہے مگر ہم تمام قوم کو بدنام نہین کرتے سناتن دھرم والے بھی تو قدیم آریہ ہین جن کی کثرت کے مقابل یہ چھوٹا سا گروہ نئے آریون کا کچھہ بھی چیز نہین مگر ہزارہا لوگ اُن مین ایسے ہین کہ جو شرافت سے کلام کرتے ہین اور کسی نبی کی توہین نہین کرتے اور بیحیائی اور بدزبانی سے پرہیز کرتے ہین۔ مگر ان لوگون کی نسبت کیا کہین اور کیا لکھین کہ بدزبانی مین حد سے بڑھ گئے ہین۔ اگر پاک باطنی اور رُوحانیت کا کچھہ حصہ نہین تو آخر شرافت اور تہذیب بھی کچھہ چیز ہے مسلمان ان کے قدیم ہمسایہ تھے ان کا دل کُھلے کھلے طور پر دُکھانا اور گالیون کے ساتھہ پیش آنا روا نہ تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ یون تو یہ لوگ وید وید کرتے ہین مگر سچی پاکیزگی اور روحانیت اور خداترسی ان کے دلون سے اُٹھہ گئی ہے اور اخلاق فاضلہ کے عوض کینہ اور شرارت اور بُغض اور بداندیشی اور دل آزاری نے جگہ لے لی ہے جس کا انجام اچھا نہین خدا کو پسند نہین کہ یہ بدزبانیان اسکے پاک رسولون کے ساتھہ کیجائین ان بدقسمت ظالمون کو ایک ذرہ حقیقت اسلام معلوم نہین اور نہ وہ پاک تعلیم معلوم ہے جس کو قرآن شریف لیکر آیا ہے صرف محض پادریون کی کاسہ لیسی سے جنکا دن رات تحریف و تبدیل کام ہے دشمن اسلام ہو گئے ہین ۔

قرآنی تعلیم وہ تعلیم ہے جسکی ایک بات بھی حق اور حکمت سے باہر نہین اور جو سراسر پاکیزگی سکھاتا ہے مگر افسوس کہ وہ لوگ اسکو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہین جو ایک ذرہ ذرہ کو غیر مخلوق ہونے مین خدا کے برابر کرتے ہین اور خدا کی نسبت یہ گمان کرتے ہین کہ وہ نعوذ باللہ کسی روح اور کسی ایک ذرہ کا بھی پیدا کرنیوالا نہین اور ایسا بخیل طبع ہے جو اپنے عاشقون اور سچے پرستارون کے گذشتہ گناہ نہین بخشتا۔ اور باوجودیکہ اسکی راہ مین کوئی جان بھی دیدے تب بھی پورا کینہ نکالتا ہے اور ضرور اسکو سزا دیتا ہے پس جن کے خیالات خدا تعالیٰ کی نسبت یہ ہین اور پھر انسانون کے لئے یہ تعلیم ہے کہ گویا وہ حکم دیتا ہے کہ اولاد پیدا کرنے کیلئے ایک آریہ اپنی منکوحہ بیوی کو عین اسحالت مین کہ اس کے

نکاح مین ہے دوسرے سے ہم بستر کراوے۔ بلکہ ایک مدت دراز تک دس[۱۰]
شخصون سے ہمبستر کرا سکتا ہے۔ ایسے لوگون سے افسوس ہی کیا ہے اگر وہ اپنی سخت
الفاظ سے ہمارا دل دکھاوین تو ہمین صبر کرنا چاہیئے جبتک کہ ہمارا اور اُن کا خداتعالیٰ فیصلہ
کرے اور اسی صبر کیلئے خداتعالیٰ کے قرآن شریف مین یہ تعلیم ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے
لَتُبْلَوُنَّ فِيْ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ
وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ
عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (آل عمران ع ۱۹) (ترجمہ) البتہ تم اپنے مالون اور جانون کے بارہ مین
آزمائے جاؤگے اور تم اہل الکتاب اور مشرکون سے بہت دل آزار باتین سنوگے اور اگر
تم صبر کروگے اور جوش اور اشتعال سے اپنے تئین بچاؤگے تو یہ بات ہمت کے کامون
سے ہے ؛

اور یاد رہے کہ آریہ صاحبون نے جو ہمارے مضمون سے اپنے مضمون کا
پڑھنا آخری دن پر رکھا تو اُن کی یہ غرض تہی کہ تا اپنے مضمون مین جہان تک بس چل سکے
ہماری کسی بات کا رد لکھ دین چنانچہ اُنہون نے اپنے مضمون مین ایسا کرنا چاہا مگر پھر
بھی اپنی پردہ دری کرائی۔ اگر وہ بیجا حملہ نہ کرتے تو ہمین کچھ ضرورت نہ تھا کہ ہم اُن کے
اس غلط بیان کا پردہ کھولتے جو اُنہون نے وید کی اعلیٰ تعلیم ہونے کے بارے مین
پیش کیا ہے مگر اب ہمین اُن کے جھوٹ کا پردہ کھولنے کے لیئے پبلک کے آگے
اس بات کو ظاہر کرنا پڑا کہ اُن کا بیان وید کی تعلیم کی نسبت کہان تک صحیح اور
رہت سے ہے اور بعد اس کے ہم اُن حملون کا **جواب** دین گے جو **نادان**
معترض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف اور اسلام پر کیئے ہین سو
ہم اپنی تحریر کو **دو حصون** پر منقسم کرتے ہین۔

حصّہ اوّل

اُس بیانِ فروغ کے ردّ مین جو وید کی حمایت مین اور اُسکی خوبیون کے اظہار کی غرض سے کیا گیا ہے۔

مضمون کے سنانیوالے نے وید کے حوالہ سے اپنے مضمون مین بڑے زور سے بیان کیا کہ پرمیشر روح اور مادّہ کا مالک ہے۔ ہم کہتے ہین کہ یہ تو سچ ہے کہ وہ صانع عالم جان اور اجسام کے ہر ایک ذرہ کا مالک ہے مگر آریہ صاحبون کے اصول کی رُو سے وہ مالک نہین ٹھیرتا کیونکہ پرمیشر نے نہ ارواح کو پیدا کیا اور نہ ذرّات عالم کو بلکہ وُہ یعنی روح اور مادّہ اپنی تمام قوتون کے ساتھ پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی اور اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہین تو پھر کیونکر پرمیشر انکا مالک ٹھیر سکتا ہے جن پر اُن کا کوئی بھی حق نہین۔ کیا پرمیشر نے روحون اور ذرّات عالم کو اپنے پاس سے قیمت دیکر کسی سے خرید ا تھا۔ کیونکہ وہ اُن کا خالق تو نہین۔ پس کوئی اور وجہ بیان کرنی چاہیئے جسکی وجہ سے وہ ایسی چیزون کا جو اُسکی طرح قدیم اور خود بخود ہین مالک سمجھا جائے کیونکہ بلاوجہ تو ہم کسیکی نسبت نہین کہہ سکتے کہ وُہ فلان چیز کا مالک ہے اگر کہو کہ ملکیت پورا نے قبضہ سے بھی پیدا ہو سکتی ہے جیسا کہ قانون انگریزی کا اصول ہے اور کبھی ملکیت اس طرح بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت سے جنگ کر کے اُس پر غالب آجاتی ہے تو اس کے جواب مین ہم کہین گے کہ کیا خدا کی ملکیت کا مفہوم انسانی ملکیت کے مفہوم سے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ چونکہ انسان ناقص ہے اسلئے انسان اُن تمام چیزون کو جو اپنی ملکیت ٹھیراتا ہے وہ لفظ ملکیت بھی ناقص معنون مین ہی لیا جاتا ہے مگر کسی چیز کو خدا تعالیٰ کی ملکیت اُن معنون کے رو سے قرار دینا جن معنون سے انسان کی ملکیت

قرار دی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا قرار واد ہے جسکی رُو سے خدا تعالیٰ انسان کے برابر ٹھیر جاتا ہے حالانکہ انسان اُسکی کسی صفت مین اُسکے برابر نہین ہو سکتا غرض آریون کے پاس اسبات کی کوئی وجہ نہین ہے کہ وہ کیون روح اور مادہ کو پرمیشر کی ملکیت ٹھیراتے ہین لیکن قرآن شریف نے وید کی طرح نے وجہ اور محض بردستی کے طور پر اللہ جلشانہ کو تمام ارواح اور ہر ایک ذرہ ذرہ اجسام کا مالک نہین ٹھیرایا بلکہ اسکی ایک وجہ بیان کی ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا۔ (ترجمہ) یعنی زمین اور آسمان اور جو کچھہ انمین ہے سب خدا تعالیٰ کی ملکیت ہے کیونکہ وہ سب چیزین اسی نے پیدا کی ہین اور پہر ہر ایک مخلوق کی طاقت اور کام کی ایک حد مقرر کر دی ہے تا محدود چیزین ایک محدد پر دلالت کرین جو خدا تعالیٰ ہے سو ہم دیکھتے ہین کہ جیساکہ اجسام اپنے اپنے حدود مین مقید ہین اور اس حد سے باہر نہین ہو سکتے اسی طرح ارواح بہی مقید ہین اور اپنی مقررہ طاقتون سے زیادہ کوئی طاقت پیدا نہین کر سکتے۔ اب پہلے ہم اجسام کے محدود ہونیکے بارہ مین بعض مثالین پیش کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ مثلاً چاند ایک مہینہ مین اپنا دورہ ختم کر لیتا ہے یعنی انتیس یا تیس دن تک مگر سورج تین سو چونسٹھ دن مین اپنے دورہ کو پورا کرتا ہے اور سورج کو یہ طاقت نہین ہے کہ اپنے دورہ کو اس قدر کم کر دے جیساکہ چاند کے دورہ کا مقدار ہے اور نہ چاند کی یہ طاقت ہے کہ اس قدر اپنے دورہ کے دن بڑہا دے کہ جس قدر سورج کیلئے دن مقرر ہین اور اگر تمام دنیا اس بات کیلئے اتفاق بہی کر لے کہ ان دونون نیرون کے دورون مین کچھہ کمی بیشی کردین تو یہ ہرگز ان کیلئے ممکن نہین ہوگا اور نہ خود سورج اور چاند مین یہ طاقت ہے کہ اپنے اپنے دورون مین کچھہ تغیر تبدل کر ڈالین۔

پس وہ ذات جس نے ان ستارون کو اپنی اپنی حد پر ٹھیرا رکھا ہے یعنی جو ان کا محدد اور حد باندھنے والا ہے وہی خدا ہے۔ ایسا ہی انسان کے جسم اور ہاتھی کے جسم

مین بڑا فرق ہے اگر تمام ڈاکٹر اس بات کے لئے اکھٹے ہون کہ انسان اپنی جسمانی طاقتون اور جسم کی ضخامت مین ہاتھی کے برابر ہو جاوے تو یہ ان کیلئے غیر ممکن ہے اور اگر یہ چاہین کہ ہاتھی محض انسان کے قد تک محدود رہے تو یہ بھی ان کیلئے غیر ممکن ہے پس اس جگہ بھی ایک تحدید ہے یعنی حد باندھنا جیسا کہ سورج اور چاند مین ایک تحدید ہے اور وہی تحدید ایک مُحدّد یعنی حد باندھنے والے پر دلالت کرتی ہے یعنی اُس ذات پر دلالت کرتی ہے جس نے ہاتھی کو وہ مقدار بخشا اور انسان کو وہ مقدار مقرر کیا۔ اور اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ان تمام جسمانی چیزون مین عجیب طور سے خدا تعالیٰ کا ایک پوشیدہ تصرّف نظر آتا ہے اور عجیب طور پر اسکی حدبندی مشاہدہ ہوتی ہے اُن کیڑون کی مقدار سے لیکر جو بغیر دوربین کے دکھائی نہین دے سکتے اُن بڑی بڑی مچھلیون کی مقدار تک جو ایک بڑے جہاز کو بھی چھوٹے سے لقمہ کی طرح نگل سکتی ہین حیوانی اجسام مین ایک عجیب نظارہ حدبندی کا نظر آتا ہے کوئی جانور اپنے جسم کی رو سے اپنی حد سے باہر نہین جا سکتا۔ ایسا ہی وہ تمام ستارے جو آسمان پر نظر آتے ہین اپنی اپنی حد سے باہر نہین جا سکتے۔ پس یہ حدبندی دلالت کر رہی ہے کہ درپردہ کوئی حد باندھنے والا ہے یہی معنی اس مذکورہ بالا کی آیت کے ہین کہ۔ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا ؕ

اب واضح ہو کہ جیسا کہ یہ حدبندی اجسام مین پائی جاتی ہے ایسا ہی یہ حدبندی ارواح مین بھی ثابت ہے تم سمجھ سکتے ہو کہ جس قدر انسانی روح اپنے کمالات ظاہر کر سکتا ہے یا یون کہو کہ جس قدر کمالات کیطرف ترقی کر سکتا ہے وہ کمالات ایک ہاتھی کے روح کو باوجود ضخیم اور جسیم ہونیکے حاصل نہین ہو سکتے اسی طرح ہر ایک حیوان کی روح بلحاظ اپنی قوتون اور طاقتون کے اپنے نوع کے دائرہ کے اندر محدود ہے اور وہی کمالات حاصل کر سکتے ہین کہ جو اسکے نوع کیلئے مقرر اور مقدر ہین۔ پس جس طرح اجسام کی حدبندی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اُن کا کوئی حد باندھنے والا اور خالق ہے اسی طرح ارواح کی طاقتون

کی حدبندی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اُن کا بھی کوئی خالق اور حد باندھنے والا ہے اور اس جگہ تناسخ کا لغو اور بیہودہ جھگڑا پیش کرنا خدا تعالے کے کاموں میں اختلاف ڈالنا ہے کیونکہ عقل صریح شہادت دیتی ہے کہ یہ دونوں حدبندیاں ایک ہی انتظام کے ماتحت ہیں اور ان دونوں حدبندیوں سے ایک ہی مقصود ہے اور وہ یہ کہ تا حدبندی سے حد باندھنے والے کا پتہ لگ جائے اور تا معلوم ہو جائے کہ جیسا کہ وہ اجسام کا خالق اور حد باندھنے والا ہے ایسا ہی وہ ارواح کا خالق اور حد باندھنے والا ہے۔

پس آریہ صاحبوں کی یہ عجیب چالاکی ہے کہ در اصل تو وہ پرمیشر کو مالک ہونے سے جواب دیتے ہیں اور ہر ایک روح اور ذرہ کو خود بخود سمجھتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے۔ مالک تو تب ہوتا کہ ہر ایک کی حدبندی کرنیوالا وہی ٹھیرتا۔ اور پھر ہم کہتے ہیں کہ حیوانات کی طاقتوں اور قوتوں کی تفاوت کا سبب تناسخ اور آواگون کو قرار دینا خدائے حکیم کے علم اور ست ودیا کو ضایع کرنا اور اسکی وحدت نظامی کو درہم برہم کرنا ہے جس حالت میں تم مثلاً ستاروں اور سورج اور چاند پر نظر ڈال کر اپنے مونہہ سے اقرار کرتے ہو کہ وہ تفاوت جو ان ستاروں کی قوت اور طاقت اور تمام لوازم میں واقع ہے وہ کسی تناسخ اور آواگون کا موجب نہیں بلکہ حکمت اور مصلحت الٰہیہ نے یہی چاہا تا ہر ایک چیز اپنی اپنی حدبندی کی رو سے حد باندھنے والے پر دلالت کرے اور اس طرح اُس غیب الغیب اور وراء الوراء پر ایک دلیل قایم ہو جائے تو پھر کیوں اُسی مونہہ سے وہ تفاوت جو حیوانات میں پایا جاتا ہے اسکو تم تناسخ اور آواگون کیطرف کھینچ کر لیجاتے ہو۔ یا تو یہ مان لو کہ کل تفاوت اور باہمی فرق طاقتوں اور قوتوں اور خاصیتوں کا جو آسمان کے ستاروں اور زمین کے جمادات نباتات حیوانات میں پایا جاتا ہے انکا سبب تناسخ اور آواگون ہے اور یا یہ مان لو کہ یہ تمام تفاوت اور مختلف قسم کی حدبندیاں تمام عالم کی چیزوں میں خواہ وہ حیوانات ہیں یا غیر حیوان یہ صرف اسی وجہ سے ہیں کہ تا ان حدبندیوں سے ایک ذات حد باندھنے

والیکا پتہ لگ جائے یہ کیا حماقت ہے کہ ان حدبندیون کی دلیل بیان کرنیکے وقت ایک جگہ کچھہ بیان ہے اور دوسری جگہ اُسکے مخالف بیان ہے - اس قسم کا تناقض خدا کے کلام مین نہین ہوسکتا - اور جو کلام اس تناقض کو پیش کرے اُسکی رد اور کھنڈن کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی وحدت نظامی کے برخلاف ہے - بھلا ہمین بتاؤ کہ کیا وید مین وحدت نظامی کی تعلیم پائی جاتی ہے یعنی یہ کہ وہ تمام تفاوت قوتون اور طاقتون اور خاصیتون کا جو ستارون اور دوسری نباتات اور روحون کی قوتون مین پایا جاتا ہے اور رگ وید کی تعلیم ہے وہ محض اسلئے ہے کہ تا وہ مختلف طور کی حدبندی کیجاوے تمام جیونکی قوتون اور طاقتون اور اجسام کی شکلون اور رنگون اور مقدارون مین پائی جاتی ہے ایک حدبست کرنیوالے پر پختہ اور کامل دلیل ہے یاد رہے کہ انسان کو صرف خدا کی شناخت کیلئے پیدا کیا گیا ہے پس اگر یہ نظام عالم کا اس طرح پر واقع ہو کہ خدا کے وجود پر دلالت نہ کرے تو تمام مصنوعات کا ایک فضول وجود ہوگا جس پر نظر ڈالنے سے ہم اپنے خدا کو شناخت نہین کرسکتے پس فقط اسی حالت مین خدا تعالیٰ کی شناخت کے لئے یہ نظام عالم مفید ہوسکتا ہے جبکہ اُسکی وحدت نظامی پر نظر کرکے خدا تعالیٰ کے وجود پر دلیل قایم ہوسکے اور وہ صورت صرف یہی صورت ہے کہ اجسام اور حیوانات مین جو جو تفاوت مقدار اور طاقت اور قوتون مین پایا جاتا ہے اعمال کا نتیجہ نہ سمجھا جائے بلکہ یہ تمام امور خدا کی ذات پر استدلال کرنیکے لئے اُسکے قدرتی کام سمجھے جائین اور یہہ تمام حدبندی اسکی محض اس ارادہ سے اور اس غرض سے سمجھی جائے کہ تا اُس قادر کے وجود پر جو حدباندھنے والا ہے ایک دلیل ہو اور تا اُسکی مخلوقات کو محض اُسکی صنایع قرار دیکر اس پہلو سے ہی اُس کے وجود پر دلیل قایم ہوسکے کہ اس نے نہ تناسخ کی مجبوری سے بلکہ خود عمداً ارادہ کیا ہے کہ انسان کی نسل زمین پر پھیلے اور جو کچھہ انسانی وجود کیلئے آرام اور راحت اور دوا اور غذا کے لئے ضرورتین ہین سب اُسکے لئے مہیا ہون اگر ایسا سمجھا جائے تو بلاشبہ یہ تمام چیزین اُسکے وجود پر دلالت کرتی ہین جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ، ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار

لیکن اگر یہ تمام چیزین جن سے انسان فایدہ اٹھاتا ہے یا جن پر بقائی نسل موقوف ہی محض اتفاقی طور پر تناسخ کے ذریعہ سے پیدا ہو گئی ہین۔ تو پھر یہ چیزین خدا کے وجود پر ہرگز دلالت نہین کرینگی کیونکہ وہ تناسخ کی مختلف ہواؤن سے اختلاف پذیر ہو کر ایک نظام کے شیرازہ مین منضبط نہین رہینگی اور اس صورت مین انسانی آرام اور آسایش کے لئے ان چیزون پر بھروسہ کرنا نہایت خطرناک ہو گا۔ مثلاً اگر یہ بات سچ ہے کہ نوع انسان مین سے جو بعض مرد ہین اور بعض عورت یہ اختلاف اواگون یعنی تناسخ کی شامت سے ہے تو اس صورت مین امان اٹھ جاتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ بعض زمانون مین انسانون کے ایسے اعمال واقع ہون کہ کوئی روح اعمال کی رو سے مرد بننے کے لایق ہی نہ ہو یا کوئی روح عورت بننے کے لایق نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ بعض ضروری چیزین کہ جو انسان کی خوراک یا آرام اور آسایش کیلئے ضروری ہین جیسے گائے بیل گھوڑے وغیرہ وہ بباعث نہ ہونے اعمال تناسخ کے زمین پر سے مفقود ہو جائین یعنے نوع انسان سے ایسے اعمال ہی ظہور مین نہ آئین جنکی وجہ سے اُن کو گائے یا بیل یا گھوڑا بننا پڑے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر یہ تمام چیزین جو انسانی زندگی کیلئے ضروری ہین انکا وجود محض اتفاقی ہوتا تو یہ سلسلہ کبھی نہ کبھی ٹوٹ جاتا اور نہ اس سلسلہ کو خدا کے وجود پر کوئی دلالت رہتی ۔

اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ آریون کے اصول کی رُو سے خدا تعالیٰ اُن تمام مختلف اشکال کے حیوانات کا حقیقی مالک نہین ہے اور نہ اُسکے اپنے ارادہ اور خواہش سے یہ مختلف اشکال کے حیوان زمین پر پیدا ہو گئے ہین اور نہ اُسکی مصلحت اور حکمت کی رو سے اُن کا وجود زمین پر ضروری ہے بلکہ اُن تمام حیوانات کا زمین پر ہونا یا نہ ہونا صرف اُن اعمال پر موقوف ہی جو تناسخ کے چکر مین ڈالتے ہین اور جبکہ ان چیزون مین سے کسی چیز کو اپنی ذات مین دوام نہین ہو سکتا بلکہ ہر ایک حیوان کا وجود وابستہ تناسخ ہے تو اس صورت مین ایسی چیزون کو جو محض تناسخ کی وجہ سے ظہور پذیر ہین کیونکر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت ہو سکتی ہے

اور کیونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ ہر ایک حیوان کی تناسخی صورت ہمیشہ دنیا میں رہیگی
اگر کہو کہ ان تمام حیوانات کا مجموعہ ابتدا سے چلا آتا ہے اور یہی دلیل انکی آیندہ کے بقا پر ہے۔ تو ہم
کہتے ہیں کہ یہ دلیل تو ہمارے لئے ہے نہ تمہارے لئے کیونکہ جبکہ بقول تمہارے
کروڑ ہا برسوں بلکہ کروڑ ہا اربوں سے گائیاں زمین پر چلی آتی ہیں اور ایسا ہی گھوڑے
اور ایسا ہی مرد اور عورتیں بھی پس اگر محض تناسخ کے اتفاقی اسباب سے ان چیزوں
کا وجود ہوتا تو کبھی نہ کبھی بہت سی چیزیں ان میں سے مفقود بھی ہو جاتیں اور کبھی ایسا
بھی اتفاق ہوتا کہ مرد ہی پیدا ہوتے یا محض عورتیں ہی پیدا ہوتیں۔ اب خلاصہ کلام
یہ کہ آریوں کے عقیدہ تناسخ کے رو سے اُن کا پرمیشر اس دنیا کا مالک نہیں ٹھہر سکتا
یاد رہے کہ کوئی آریہ اپنی وید کی تعلیم کے رو سے نہیں کہہ سکتا کہ ارواح
اور ذرات پرمیشر کی ملکیت ہیں اور وہ اُن کا مالک ہے بلکہ آریوں کا اقرار ہے کہ پرمیشر
روحوں کی طاقتوں اور قوتوں اور خواص میں دخل دینے سے بکلی قاصر اور عاجز ہے کیونکہ
پرمیشر اُنکا خالق نہیں اور روحوں کی تمام طاقتیں اور قوتیں قدیم سے خود بخود ہیں اور
ہر ایک روح اپنے وجود کا آپ ہی پرمیشر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ روحیں پرمیشر کے لئے
ایک پیدا کردہ ملکیت کیطرح ہیں اور نہ پرمیشر کا اُن پر مالکانہ اختیار نافذ ہے۔ ہاں
حاکمانہ اختیار ہے یعنی حکام کیطرح اُنکو اعمال کی جزا سزا دیتا رہتا ہے پس اگر پرمیشر کو
روحوں اور ذرات کی طرف کچھ نسبت ہے تو وہ صرف اس طور کی نسبت ہے جو ایک بادشاہ
کو اپنی رعیت کیطرف ہوتی ہے لیکن مالکانہ رنگ میں پرمیشر کو روحوں اور ذرات سے
کچھ بھی نسبت اور تعلق اور واسطہ نہیں ہے کیونکہ ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ پورے
طور پر مالک وہ ہوتا ہے جو اپنی ملکیت پر پورا پورا اختیار رکھتا ہو مثلاً کسی کے پاس
کسیقدر اپنی ملکیت کی زمین ہے تو وہ اختیار رکھتا ہے کہ چاہے تو اس زمین پر پاخانہ
بنا دے یا روٹی پکانے کی جگہ بنا دے۔ پس مالک کے مقابل پر وہ جو اُس کا مملوک ہے

یعنے بندہ ہے کوئی حق پیش نہین کر سکتا اور انصاف جوئی کی بنا پر کوئی اس سے مطالبہ نہین کر سکتا ۔

یاد رہے کہ مالک ایک ایسا لفظ ہے جس کے مقابل پر تمام حقوق مسلوب ہو جاتے ہین اور کامل طور پر اطلاق اس لفظ کا صرف خدا پر ہی آتا ہے کیونکہ کامل مالک وہی ہے ۔ جو شخص کسی کو اپنی جان وغیرہ کا مالک ٹھہراتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ اپنی جان اور مال وغیرہ پر میرا کوئی حق نہین اور میرا کچھ بھی نہین سب مالک کا ہے اس صورت مین اپنے مالک کو یہ کہنا اسکے لئے ناجائز ہوجاتا ہے کہ فلان مالی یا جانی معاملہ مین میرے ساتھ انصاف کر ۔ کیونکہ انصاف حق کو چاہتا ہے اور وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہو چکا ہے ۔ اسی طرح انسان نے جو اپنے مالک حقیقی کے مقابل پر اپنا نام بندہ رکھا اور إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ کا اقرار کیا یعنے ہمارا مال ۔ جان ۔ بدن ۔ اولاد سب خدا کی ملک ہے تو اس اقرار کے بعد اسکا کوئی حق نہ رہا جس کا وہ خدا سے مطالبہ کرے ۔ اسی وجہ سے وہ لوگ جو درحقیقت عارف ہین باوجود صدہا مجاہدات اور عبادات اور خیرات کے اپنے تئین خدا تعالیٰ کے رحم پر چھوڑتے ہین اور اپنے اعمال کو کچھ بھی چیز نہین سمجھتے اور کوئی دعوے نہین کرتے کہ ہمارا کوئی حق ہے یا ہم کوئی حق بجالائے ہین کیونکہ درحقیقت نیک وہی ہے جسکی توفیق سے کوئی انسان نیکی کرسکتا ہے اور وہ صرف خدا ہے پس انسان کسی اپنی ذاتی لیاقت اور ہنر کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے انصاف کا مطالبہ ہرگز نہین کرسکتا قرآن شریف کی رو سے خدا کے کام سب مالکانہ ہین جس طرح کبھی وہ گناہ کی سزا دیتا ہے ایسا ہی وہ کبھی گناہ کو بخش بھی دیتا ہے یعنی دونون پہلوؤن پر اسکی قدرت نافذ ہے جیسا کہ مقتضائے مالکیت ہونا چاہیئے اور اگر وہ ہمیشہ گناہ کی سزا دے تو پھر انسان کا کیا ٹھکانہ ہے بلکہ اکثر وہ گناہ بخش دیتا ہے اور تنبیہ کی غرض سے کسی گناہ کی سزا بھی دیتا ہے تا غافل انسان متنبہ ہو کر اسکی طرف متوجہ ہو جیسا کہ قرآن شریف مین یہ آیت ہے ۔ مَآ اَصَابَکُم

مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ دیکھو سورۃ الشعراء (ترجمہ)
اور جو کچھہ تمہین کچھہ مصیبت پہنچتی ہے پس تمہاری بداعمالی کے سبب سے ہے اور خدا بہت
سے گناہ بخش دیتا ہے اور کسی گناہ کی سزا دیتا ہے اور پہر اسی سورت مین یہ آیت بہی ہے

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ

یعنے تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنے بندون کی توبہ قبول کرتا ہے اور انکی بدیان انکو معاف کردیتا
ہے۔ کسی کو یہ دہوکا نہ لگے کہ قرآن شریف مین یہ آیت بہی ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
شَرًّا يَّرَهٗ ۔ یعنے جو شخص ایک ذرہ بہی شرارت کریگا وہ اسکی سزا پائیگا پس یاد رہے کہ
اسمین اور دوسری آیات مین کچھہ تناقض نہین۔ کیونکہ اس شر سے وہ شر مراد ہے جس پر انسان
اصرار کرے اور اس کے ارتکاب سے باز نہ آوے اور توبہ نہ کرے۔ اسی غرض سے اس جگہ
شر کا لفظ استعمال کیا ہے نہ ذنب کا تا معلوم ہو کہ اس جگہ کوئی شرارت کا فعل مراد ہی جس سے
شریر آدمی باز آنا نہین چاہتا۔ ورنہ سارا قرآن شریف اس بارہ مین بہرا پڑا ہے کہ ندامت
اور توبہ اور ترک اصرار اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہین بلکہ خدا تعالی توبہ کرنے
والون سے پیار کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے قرآن شریف مین فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

یعنی اللہ تعالی توبہ کرنیوالون سے پیار کرتا ہے اور نیز ان لوگون سے پیار کرتا ہے کہ جو اس بات
پر زور لگاتے ہین کہ کسی طرح گناہ سے پاک ہو جائین۔ غرض ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے
اخلاق عفو اور درگذر کے برخلاف ہی کیونکہ وہ مالک ہے نہ صرف ایک مجسٹریٹ کی طرح
جیسا کہ اس نے قرآن شریف کی پہلی سورت مین ہی اپنا نام مالک رکھا ہے اور فرمایا کہ

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

یعنے خدا جزا سزا دینے کا مالک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی مالک مالک نہین کہلا سکتا جبتک
دونون پہلوؤن پر اسکو اختیار نہ ہو یعنے چاہے تو پکڑے اور چاہے تو چھوڑ دے پہر ایک اور

جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ
یعنی عذاب تو میرا خاص صورتوں میں ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں مگر میری رحمت
ہر ایک چیز تک پہنچ رہی ہے۔ اور پھر سورۃ آل عمران میں خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو
یہ دعا سکھلائی ہے اور وہ یہ ہے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا
یعنی اے ہمارے خدا ہمارے گناہ بخش اور جو اپنے کاموں میں ہم حد سے گذر جاتے
ہیں وہ بھی معاف فرما پس ظاہر ہے کہ اگر خدا گناہ بخشنے والا نہ ہوتا تو ایسی دعا ہرگز نہ سکھلاتا
اور پھر سورۃ البقرہ کے آخر میں خدا تعالیٰ نے مندرجہ ذیل دعا سکھلائی ہے اور وہ یہ ہے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَیْنَا اِصْرًا كَمَا
حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ
عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا الخ

یعنی اے ہمارے خدا نیک باتوں کے نہ کرنے کی وجہ سے ہمیں مت پکڑ جن کو ہم بھول
گئے اور بوجہ نسیان ادا نہ کر سکے اور نہ ان بد کاموں پر ہم سے مواخذہ کر جن کا ارتکاب ہم نے
عمداً نہیں کیا بلکہ سمجھ کی غلطی واقع ہو گئی اور ہم سے وہ بوجھ مت اٹھوا جس کو ہم اٹھا نہیں
سکتے اور ہمیں معاف کر اور ہمارے گناہ بخش اور ہم پر رحم فرما۔ پس اس جگہ بھی خدا تعالیٰ
نے یہی دعا سکھلائی ہے کہ ہم اس سے گناہوں کی معافی مانگیں۔ پھر سورہ آل عمران میں فرماتا ہے

وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ
وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ۔
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ الخ

اور وہ لوگ کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کریں یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اور پھر اپنے ایسے حال

مین اللہ تعالیٰ کو یاد کرین اور اُس سے اپنے گناہون کی بخشش مانگین اور اپنے گناہ پر اصرار نہ کرین انکا خدا آمرزگار ہوگا اور گنہ بخش دیگا۔

پس ان تمام آیتون سے ظاہر ہے کہ جیسے خدا انسان کا اِس طور سے مالک ہے کہ اگر چاہے تو اُسکے گناہ پر اُسکو سزا دے ایسا ہی اِس طور سے بہی اُسکا مالک ہے کہ اگر چاہے تو اُسکا گناہ بخش دے کیونکہ ملکیت تبہی متحقق ہوتی ہے کہ جب مالک دونون پہلوؤن پر قادر ہو بلکہ ان تمام آیات سے بڑھکر ایک اور آیت ہے اور وہ یہہ ہے :-

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا۔ یعنی اے وہ لوگو جنہون نے اسراف کیا یعنے گناہ کیا تم خدا کی رحمت سے نا امید مت ہو وہ تمہارے سارے گناہ بخش دیگا۔ یعنی وہ اس بات سے مجبور اور عاجز نہین کہ گنہگار کو بغیر سزا دینے کے چہوڑ دے کیونکہ وہ اُسکا مالک ہے - اور مالک کو ہر ایک اختیار ہے یہ تو وہ قادر اور کریم خدا ہے جس کو قرآن شریف نے ہمپر ظاہر کیا اور اُس کے کرم اور عفو کی صفتین ہمین سنائین لیکن آریون کا پرمیشر اپنی حیثیت کی رُو سے ایک مجسٹریٹ سے زیادہ وقعت نہین رکہتا جو جرم اور عدم جرم کی بناء پر سزا دیتا یا بری کرتا ہے مالکانہ اختیار اُسکو کچھہ بہی حاصل نہین یہانتک کہ نعوذ باللہ وہ انسان سے بہی گیا گذرا ہے مثلاً ہم اپنے خطا کار نوکر کا گنہ بخش سکتے ہین مگر آریون کا پرمیشر اپنے کسی گنہگار کا گنہ بخش نہین سکتا۔ ایسا ہی ہم اپنے نوکر کی خدمات کے علاوہ جس قدر چاہین بطور جود و احسان اُسکو دے سکتے ہین مگر آریون کا پرمیشر اپنے پرستار کو اُسکے حق واجب سے زیادہ کچھہ بہی نہین دیسکتا۔ اِسی وجہ سے وہ دائمی مکتی نہین دے سکتا پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش اُردو کے صفحہ ۵۰۱ مین لکھا ہے کہ پرمیشر کسیکا گناہ بخش نہین سکتا ایسا کرے تو بے انصاف ٹہرتا ہے پس اُس نے مان لیا ہے کہ پرمیشر محض ایک جج کیطرح ہے مالکانہ حیثیت اُسکو حاصل نہین۔ ایسا ہی پنڈت

دیانند نے اپنی کتاب ترجمہ شدہ کے صفحہ ۱۰۵ مین لکھا ہے کہ ہمیشہ محدود افعال کا ثمرہ غیر محدود نہین دیسکتا پس ظاہر ہے کہ اگر وہ مالکانہ اختیار رکھتا ہے تو محدود خدمت کے عوض مین غیر محدود ثمرہ دینے میں اُسکا کیا حرج ہے کیونکہ مالک کے کامون کے ساتھہ انصاف کو کچھہ تعلق نہین - ہم ہی اگر کسی مال کے مالک ہوکر سوالیون کو کچھہ دینا چاہین توکسی سوالی کا حق نہین کہ یہ شکایت کرے کہ فلان شخص کو زیادہ دیا اور مجھے کم دیا- اِسی طرح کسی بندہ کا خدا تعالیٰ کے مقابل پر حق نہین کہ اُس سے انصاف کا مطالبہ کرے کیونکہ جس حالت مین جو کچھہ بندہ کا ہے وہ سب کچھہ خدا کا ہے تو نہ تو یہ بندہ کا حق ہے کہ انصاف کی رُو سے اُس سے فیصلہ چاہے اور نہ خدا کی یہ شان ہے کہ اپنی مخلوق کا یہ مرتبہ تسلیم کرے کہ وہ لوگ اُس سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لئے مجاز ہین پس درحقیقت جو کچھہ خدا تعالیٰ بندہ کو اُسکی اعمال کی جزا مین دیتا ہے وہ اسکا محض انعام اکرام ہے ورنہ اعمال کچھہ چیز نہین بغیر خدا کی تائید اور فضل کے اعمال کب ہوسکتے ہین - پھر ماسوا اسکے جب ہم خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کیطرف نظر ڈالتے ہین تو ہمین صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے جو کچھہ اپنے بندون کے لئے مہیا کیا ہے یا کرتا ہے وہ دو قسم کی بخشش ہے-

ایک تو اُس کے وہ انعام اکرام ہین جو انسانون کے وجود سے ہی پہلے ہین اور ایک ذرہ انسانون کے عمل کا اُن مین دخل نہین جیسا کہ اوس نے انسانون کے آرام کیلئے سُورج- چاند- ستارے- زمین- پانی- ہوا- آگ وغیرہ چیزین پیدا کی ہین اور کچھہ شک نہین کہ ان چیزون کو انسانون کے وجود اُنکی عملون پر تقدم ہے اور انسان کا وجود اِن کے وجود کے بعد ہے یہ خدا تعالیٰ کی وہ رحمت کی قسم ہے جسکو قرآنی اصطلاح کی رو سے رحمانیت کہتے ہین یعنی ایسی جود و عطا جو بندہ کے اعمال کی پاداش مین نہین بلکہ محض فضل کی راہ سے ہے دوسری قسم رحمت کی وہ ہے جسکو قرآنی اصطلاح مین رحیمیت کہتے ہیں یعنی

وہ انعام اکرام جو بنام نہاد پاداش اعمال حسنہ انسان کو عطا ہوتا ہے پس جس خدا نے اپنی فیاضانہ مالکیت کا وہ نمونہ دکھلایا کہ عاجز بندون کیلئے زمین و آسمان اور چاند سورج وغیرہ بنا دئیے اُس وقتمین جبکہ بندون اور اُنکے اعمال کا نام و نشان نہ تھا کیا اسکی نسبت یہ گمان کر سکتے ہین کہ وہ بندون کا مدیون ہو کر صرف اُن کے حقوق ادا کرتا ہے اس سے بڑھکر نہین؟ کیا بندون کا کوئی حق تھا کہ وہ اُن کیلئے زمین و آسمان بناتا اور ہزارون چمکتے ہوئے اجرام آسمان پر اور ہزارہا آرام اور راحت کی چیزین زمین پر مہیا کرتا۔ پس اس فیاض مطلق کو محض ایک جج کیطرح فقط انصاف کرنیوالا قرار دینا اور اُسکے مالکانہ مرتبہ اور شان سے انکار کرنا کس قدر کفران نعمت ہے۔ اور اگر کہو کہ ہم اُسکو مالک سمجھتے ہین تو اس کا یہی جواب ہے کہ تم جھوٹ بولتے ہو تم ہرگز اُسکو مالک نہین سمجھتے۔ یہ صرف دکھانے کے دانت ہین جو تم دکھلا رہے ہو۔ مالک اُسی کو کہتے ہین کہ دونون پہلوؤن سزا اور درگذر اور عطا اور ترک عطا پر قادر ہو پس کہان تم اپنے پرمیشر کو ایسا سمجھتے ہو بلکہ بقول تمہارے پرمیشر ان دونون پہلوؤن پر ہرگز قادر نہین اور اُسکی مخلوق اُس سے اپنے حقوق کا ایسا ہی مطالبہ کر سکتی ہے جیسا کہ ایک قرضخواہ اپنے قرضدار سے اور وہ کسی کا گناہ نہین بخش سکتا اور جب تم نے اسکا نام بمقابلہ مخلوقات کے منصف رکھا تو بتلاؤ کہ منصف کے مفہوم مین یہ بات داخل ہے یا نہین؟ کہ وہ لوگون کے حقوق اپنے ذمہ تسلیم کرے اور ہر ایک فرد بشر اپنے حق واجب کا اُس سے مطالبہ کر سکے اور پھر اگر حقوق کو ادا نہ کرے تو ظالم کہلاوے اور ظاہر ہے کہ جب یہ تسلیم کیا گیا کہ پرمیشر کو اپنے بندون کے مقابل پر منصف سے بڑھکر اور کوئی حیثیت نہین تو پھر پرمیشر مخلوقات کا مالک نہ ٹھہرا کیونکہ جیسا کہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہین مالک کے مقابل پر مملوک کا کوئی حق نہین ہوتا لیکن ابھی ہم بیان کر چکے ہین کہ خدا کا مالک ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو کچھ اُس نے ہزارہا قسم کی نعمتین انسان کو دی ہین یہان تک کہ زمین کی چیزین اور آسمان کے روشن اجرام اس کیلئے بنائے ہین یہ تمام

اُسکا جود و احسان ہے کسی حق کے ادا کرنے کے لئے نہین ۔

واضح ہو کہ وہ تعلیم جو وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے بڑی بھاری غلطی اُسکی یہی ہے کہ پرمیشر کو صرف ایک منصف تصور کرکے مخلوقات کے حقوق کا اُس کے سر پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور دوسری طرف خواہ نخواہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ مخلوقات بھی اپنے حق سے زیادہ کسی عطا اور جود کے مستحق نہین ہے یہ ہے **وید و دیا** جس پر آریون کو بڑا ناز ہے ایک قدیم زمانہ وید کا جو اُنکی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگر فرض بھی کرلین کہ وہ اتنا المبا زمانہ ہے جیسا کہ آریون نے بغیر کسی قطعی دلیل کے خیال کیا ہے تب بھی وید بموجب نمونہ پیش کردہ آریون کے ایک ایسے لمبے اور اونچے پہاڑ سے مشابہ ہوگا جس مین سے کوئی قسم جواہرات کی کبھی نہین نکلی اور بہت کھودنے کے بعد آخر نکلا تو **ایک چوہا** نکلا ۔

افسوس اگر وید خدا تعالیٰ کو درحقیقت ارواح کا خالق تسلیم کرتا تو یہ غلطی کبھی واقع نہ ہوتی کیونکہ اس صورت میں واقعی طور پر ماننا پڑتا ہے کہ پرمیشر روحون کا مالک ہے اور جبکہ مالک ہے تو اُسکے مقابل پر کسی کو دعوے نہین پہنچتا کہ اُس سے اپنے کسی حق کا مطالبہ کرے کیونکہ پیدا کردہ پیدا کنندہ کی ایک ملکیت ہے اور درحقیقت **مُکتی** کے مسئلہ مین یعنے نجات کے بارہ مین جو کچھ آریون نے غلطیان کھائی ہین وہ بھی اسی بنا پر ہین مثلاً وہ دایمی نجات کے قایل نہین ہین اور اُنکو سخت مجبوری کی وجہ سے ماننا پڑتا ہے کہ ایک مدت مقررہ کے بعد پرمیشر اپنے بندون کو گو وید ون کے رشی ہی کیون نہ ہون مکتی خانہ سے باہر نکال دیتا ہے اور ناکردہ گناہ طرح طرح کی جونون میں ڈال دیتا ہے اور ساتھ اسکے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ پرمیشر اس مجبوری سے کہ ایک مدت کے بعد رُوحون کو مُکتی خانہ سے باہر نکالنا ضروری ہے بہانہ جوئی کے طور پر ایک ذرہ گناہ اُن کا باقی رکھ لیتا ہے اور وہی الزام

اُن کے سر پر تھاپ کر مکتی خانہ سے باہر نکال دیتا ہے مگر اب سوچنے کا مقام ہے کہ اسی ذرہ سے گنہ کے عوض مین ایک تو انسان بنایا جاتا ہے اور دوسرا کتے کی جون مین ڈالا جاتا ہے اور تیسرے کو گھوڑا بناتے ہین اور اسی گنہ کے عوض مین کوئی گائے بنجاتا ہے اور کوئی بکری اور کوئی مرغی اور کوئی نجاست کا کیڑا اور کوئی مرد اور کوئی عورت - پس یہ پرمیشر کے نیاؤ یعنی انصاف کا نمونہ ہے کہ گناہ تو صرف ایک ذرہ کی مقدار تہا اسی گنہ کے عوض مین ایک تو وید کے رشی پیدا ہوئے جن کے دلون پر خدا نے الہام کا پرکاش کیا اور پھر اسی گناہ کے عوض مین بعض کتے اور سور اور بندر بنائے گئے - کیا یہی انصاف ہے یہی وید کا فلسفہ ہے اور یہی وید مقدس کی ودّیا ہے کوئی صاحب ہمین جواب دین -

اور میعادی مکتی یعنے نجات پر یہ دلیل لاتے ہین کہ محدود افعال کا ثمرہ غیر محدود نہین ہوسکتا گویا پرمیشر تو دائمی نجات دینے پر قادر تہا مگر کیا کرے اعمال محدود ہین دیکھو یہ کیسا مکر ہے کہ اس بات کو پرمیشر چھپاتا ہے کہ اس مین خود ہی یہ طاقت نہین کہ دائمی نجات دیسکے - دل مین کچھ اور زبان پر کچھ اور عجیب تر یہ کہ آریہ صاحبان اس بات کے قایل ہین کہ چند روزہ نیکی اور عبادت کے عوض مین کئی ارب تک پرمیشر مکتی خانہ مین رکھہ سکتا ہے پس وہ اپنے اس قول سے ملزم ہوسکتے ہین کیونکہ جس پرمیشر نے یہ گوارا کیا کہ تہوڑی مدت کے عوض مین اس قدر مدت پاداش عمل کی رکھی تو اگر وہ دائمی نجات عطا کردیتا تو کونسا الزام اس پر وارد ہوتا تہا جس سے وہ بچ گیا - انسانی گورنمنٹ بھی کسی کو پنشن دیکر اس بہانہ سے ضبط نہین کرسکتی کہ خدمت کے ایام سے پنشن کے ایام زیادہ ہوگئے ہین -

اور پھر مکتی دینے کے وقت ایک گنہ باقی رکھہ لینا اور آخر اسی گناہ کو مکتی یافتون کے ذمہ لگا کر مکتی خانہ سے باہر نکالنا اور پھر بعضون کی رعایت کرنا اور بعض

کورٹی بہی آدی جن مین ڈالنا اور بیجا پچش پات اور طرفداری کو استعمال مین لانا گیا ایسا مکروہ فریب اور مکر اُس بے عیب ذات کیطرف منسوب ہو سکتا ہے جو بے انتہا فیضون کا سرچشمہ ہے جس حالت مین درحقیقت پرمیشر دائمی نجات دینے پر قادر ہی نہین تو اس فضول عذر پیش کرنیکی ضرورت ہی کیا تہی کہ محدود اعمال کی غیر محدود جزا نہین ہو سکتی واقعی بات کو چھپانا اور محض اپنی پردہ پوشی کے طور پر اور اور عذرات پیش کرنا کیا وید مین یہی صفات پرمیشر کے لکہے ہین۔ **واقعی بات** تو یہہ تہی کہ بقول آریہ وید کے اصول کی رو سے پرمیشر کسی روح کو دائمی نجات دے ہی نہین سکتا کیونکہ جبکہ تمام ارواح غیر مخلوق ہین اور بموجب اصول وید کے یہ بہی ضروری کہ سلسلہ دنیا کا ہمیشہ جاری رہے تو اس صورت مین اگر پرمیشر روحون کو دائمی نجات دیتا تو اُسکا لازمی نتیجہ ہوتا کہ ہر ایک روح جو دائمی نجات پالیتی وہ ہمیشہ کے لئے پرمیشر کے ہاتھ سے نکل جاتی اور رفتہ رفتہ آخر وہ زمانہ آجاتا کہ ایک روح بہی پرمیشر کے ہاتھ مین نہ رہتی اور پھر مجبوراً پرمیشر خالی ہاتھ بیٹھ جاتا اور جیساکہ وید کی رو سے مانا گیا ہے آیندہ دنیا کا سلسلہ چل نہ سکتا کیونکہ پرمیشر کسی روح کے پیدا کرنے پر تو قادر نہ تہا تا نئی روحون سے دنیا کا سلسلہ چلاتا اور جبکہ پہلی روحین دائمی نجات پا کر آواگون کے سلسلہ سے ہمیشہ کے لئے مخلصی پا جاتین تو اس صورت مین پرمیشر اُس شخص کی مانند ہوتا جس کا دیوالہ نکل جاتا ہے ناچار اس مجبوری سے اُسکو آواگون کا سلسلہ ختم کرنا پڑتا اور ایسا کرنا وید کی رو سے اُس کے مقرر کردہ اصول کے مخالف تہا پس درحقیقت محدود مکتی کا یہ راز تہا مگر پرمیشر نے دُنیاداروں کے رنگ مین جو اپنا پول ظاہر کرنا نہین چاہتے اصل حقیقت کو چھپایا۔ بہلا کوئی ایسی **شُرتی** پیش تو کرو جس مین پرمیشر نے یہ کہا ہو کہ مین دائمی نجات دینے پر قادر تو تہا لیکن مینے نہ چاہا کہ محدود اعمال کا غیر محدود بدلہ دون۔ ہم ایسے کسی آریہ کو **ہزار روپیہ نقد دینے کو** تیار ہین کہ اپنے اصول کو ملحوظ رکھ کر پہر ایسی

شرتی وید مین سے نہین دکھلاوے۔

ناوان آریہ قرآن شریف پر ہمیشہ یہ اعتراض کرتے ہین کہ اللہ تعالی کا نام خَیْرُ الْمَاکِرِیْن رکھا ہے یعنی ایسا مکر کرنیوالا جسمین کوئی شر نہین مگر اس جگہ تو وید کا پرمیشر شرّ الماکرین ٹھہرتا ہے کیونکہ جھوٹے بہانون سے مکتی یافتون کو بار بار اواگون مین ڈالتا ہے اور پھر جونون کی تقسیم مین انصاف کا پابند نہین رہتا اور دائمی نجات نہ دینے کے بارے مین ایک جھوٹا عذر پیش کرتا ہے اور اپنی ناحق کی شیخی دکھلانے کے لئے اصل واقعہ کو چھپاتا ہے اور سچائی کی پابندی سے یہ نہین کہتا کہ دراصل مین دائمی مکتی دینے پر قادر ہی نہین اور یہ جھوٹا بہانہ پیش کرتا ہے کہ محدود اعمال کا پاداش صرف محدود چاہیئے کیونکہ مکر بموجب تشریح قرآن شریف کے دو قسم کے ہوتے ہین۔ نیک مکر اور بد مکر لیکن وید کا پرمیشر اپنی مذکورہ بالا کارروائی کی رو سے بد مکر کو استعمال کرتا ہے کیونکہ اپنی کمزوری چھپا کر لوگون کو دھوکہ دیتا ہے کہ محدود عمل کا ثمرہ کیونکر غیر محدود دیا جائے حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ نجات دینے پر قدرت ہی نہین رکھتا اور پھر یہ بھی سراسر دھوکہ دہی ہے کہ اعمال محدود ہین کیونکہ راستباز لوگ کسی محدود زمانہ تک خدا کو یاد کرنا نہین چاہتے بلکہ ہمیشہ کی اطاعت کیلئے دل مین عہد رکھتے ہین اور یہ تو ان کے اختیار مین نہین کہ موت آجائے موت کا بھیجنا تو خدا کا کام ہے انکا اسمین کیا قصور ہے؟

پھر ہم اصل بحث کی طرف رجوع کرکے لکھتے ہین کہ آریون کے اصول کی رو سے اُن کے پرمیشر کا نام مالک ٹھہر نہین سکتا کیونکہ جو کچھ اُسکے پاس ہے وہ قدرت نہین رکھتا کہ بغیر کسی کے حق واجب کے اُسکو بطور اکرام انعام کچھ دے سکے لیکن ہم دیکھتے ہین کہ جو شخص کسی مال کا مالک ہوتا ہے وہ اختیار رکھتا ہے کہ جس قدر اپنے پاس سے چاہے کسی کو دیدے۔ مگر پرمیشر کی نسبت آریون کا یہ اصول ہے کہ نہ وہ گناہ بخش سکتا ہے

اور نہ جود و عطا کے طور پر کسی کو وہ کچھہ دیسکتا ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو اس سے بےانصافی لازم آتی ہے لہذا تناسخ کے ماننے والے کسیطرح کہہ نہین سکتے کہ پرمیشر مخلوقات کا مالک ہے یہ تو ہم کئی دفعہ لکھہ چکے ہین کہ مالک کی نسبت انصاف کی پابندی کی شرط لگانا بالکل بیجا ہے ہان ہم مالک کی صفات حسنہ مین سے یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ رحیم ہے وہ جواد ہے وہ فیاض ہے وہ گنہ بخشنے والا ہے مگر یہ نہین کہہ سکتے کہ وہ اپنے زرخرید غلامون اور گھوڑون اور گائیون کی نسبت مُنصف مزاج ہے کیونکہ انصاف کا لفظ وہان بولا جاتا ہے جبکہ دونون طرف ایک ہی قسم کی آزادی حاصل ہو مثلاً ہم مجازی سلاطین کی نسبت کہہ سکتے ہین کہ وہ مُنصف ہین اور رعایا کے ساتھ انصاف کا سلوک کرتے ہین اور جبتک رعایا انکی اطاعت کرے اُن پر بھی انصاف کا قانون یہ واجب کرتا ہے کہ وہ بھی رعایا کی اطاعت اور خراج گذاری کے عوض مین اُن کے مال و جان کی پوری نگہبانی کرین اور ضرورتون کے وقت اپنے مال مین سے انکی مدد کرین پس ایک پہلو سے سلاطین رعایا پر حکم چلاتے ہین اور دوسرے پہلو سے رعیت سلاطین پر حکم چلاتی ہے اور جبتک یہ دونون پہلو اعتدال سے چلتے ہین تب تک اس ملک مین امن رہتا ہے اور جب کوئی بےاعتدالی رعایا کی طرف سے یا بادشاہون کی طرف سے ظہور مین آتی ہے تبھی ملک مین سے امن اُٹھ جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہم بادشاہون کو حقیقی طور پر مالک نہین کہہ سکتے کیونکہ اُن کو رعایا کے ساتھ اور رعایا کو اُن کے ساتھہ انصاف کا پابند رہنا پڑتا ہے مگر ہم خدا کو اسکی مالکیت کے لحاظ سے رحیم تو کہہ سکتے ہین مگر منصف نہین کہہ سکتے کوئی شخص مملوک ہو کر مالک سے انصاف کا مطالبہ نہین کر سکتا۔ ہان تضرع اور انکسار سے رحم کی درخواست کر سکتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے تمام قرآن شریف مین اپنا نام منصف نہین رکھا کیونکہ انصاف دو طرفہ برابری اور مساوات کو چاہتا ہے ہان اس طرح پر خدا تعالیٰ منصف ہے کہ بندون کے باہمی

حقوق مین انصاف کرتا ہے لیکن اس طرح منصف نہین کہ کوئی بندہ شریک کیطرح اس سے
کوئی حق طلب کر سکے کیونکہ بندہ خدا کی ملک ہے اور اُسکو اختیار ہے کہ اپنی ملک کے
ساتھ جس طرح چاہے معاملہ کرے جسکو چاہے بادشاہ بناوے اور جسکو چاہے فقیر بناوے
اور جسکو چاہے چھوٹی عمر مین وفات دے اور جس کو چاہے لمبی عمر عطا کرے اور ہم بھی
تو جب کسی مال کے مالک ہوتے ہین تو اسکی نسبت پوری آزادی رکھتے ہین ہان
خدا رحیم ہے بلکہ ارحم الراحمین ہے وہ اپنے رحم کے تقاضا سے نہ کسی انصاف کی
پابندی سے اپنی مخلوقات کی پرورش کرتا ہے کیونکہ ہم بار بار کہہ چکے ہین کہ مالک کا مفہوم
منصف کے مفہوم سے بالکل ضد پڑا ہوا ہے جبکہ ہم اسکے پیدا کردہ ہین تو ہمین کیا حق پہنچتا
ہے کہ ہم اس سے انصاف کا مطالبہ کرین ہان نہایت عاجزی سے اُس کے رحم کی
ضرور درخواست کرتے ہین اور اس بندہ کی نہایت بدذاتی ہے جو خدا سے اُس کے
کاروبار کے متعلق جو اس بندہ کی نسبت خدا تعالی کرتا ہے انصاف کا مطالبہ کرے
جبکہ انسانی فطرت کا سب تار و پود خدا تعالی کیطرف سے ہے اور تمام قوی روحانی جسمانی
اُسی کی عطا کردہ ہین اور اُسی کی توفیق اور تائید سے ہر ایک اچھا عمل ظہور مین آسکتا ہے
تو اپنے اعمال پر بھروسہ کرکے اس سے انصاف کا مطالبہ کرنا سخت بے ایمانی اور جہالت
ہے اور ایسی تعلیم کو ہم وید کی تعلیم نہین کہہ سکتے بلکہ یہ تعلیم سچے گیان سے بالکل محروم
اور سراسر حماقت سے بھری ہوئی تعلیم ہے سو ہمین خدا تعالے نے اپنی پاک کتاب مین
جو قرآن شریف ہے یہی سکھایا ہے کہ بندہ کے مقابل پر خدا کا نام منصف کہنا نہ صرف گناہ
بلکہ کفر صریح ہے ہان جب وہ خود ایک وعدہ کرتا ہے تو اس وعدہ کا پورا کرنا اپنے پر ایک حق
ٹھیرا لیتا ہے جیسا کہ وہ قرآن شریف مین فرماتا ہے:-

حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۞

یعنے ہم جو ابتدا سے مومنون کے لئے نصرت اور مدد کا وعدہ دے چکے ہین اسلئے ہم اپنے

پر یہ حق ٹھیراتے ہین کہ انکی مدد کرین ورنہ دوسرا شخص اُسپر کوئی حق نہین ٹھہرا سکتا۔

مبارک وہ جو اپنی کمزوریون کا اقرار کر کے خدا سے رحم چاہتا ہے اور نہایت شوخ اور شریر اور بدبخت وہ شخص ہے جو اپنے اعمال کو اپنی طاقتون کا ثمرہ سمجھ کر خدا سے انصاف چاہتا ہے اور ابھی مین بیان کر چکا ہون کہ آریہ صاحبون نے جو اپنے اعمال کے مقابل پر خدا کا نام منصف رکھا ہے۔ یہ غلطی محض اس وجہ سے واقع ہوئی ہے کہ انہون نے اپنے ارواح اور انکی تمام قوتون کو اور ایسا ہی اپنے اجسام اور انکی طاقتون کو خدا کی طرح قدیم اور انادی اور غیر مخلوق سمجھ لیا ہے جو پرمیشر کی طرف سے نہین بلکہ خود بخود ہین اور اگر وہ مخلوق کی نسبت قدامت نوعی کے قایل ہوتے نہ قدامت شخصی کے تو اس کفر مین نہ پڑتے مگر انہون نے قدامت شخصی کا اعتقاد رکھکر یعنے یہ کہکر کہ ارواح اور ذرات اجسام سب انادی ہین مخلوق نہین ہین ایک بھاری کفر اپنے لئے سہیڑ لیا۔

غرض وہ لوگ قدامت شخصی کے قایل ہو کر پرمیشر کے مقابل پر اُس کے شریکون کی طرح اپنے تئین تصور کرتے ہین یا مثلاً اس طرح تصور کرتے ہین جیسا کہ رعایا کو اپنے بادشاہ کے مقابل پر خیال ہوتا ہے اور جیسا کہ رعایا اپنے بادشاہ سے اپنے حقوق طلب کر سکتی ہے اور اگر کوئی ظالم بادشاہ اُنکے حقوق کو پامال کرنا چاہے تو اپنے حقوق پیش کر کے اس سے انصاف چاہتی ہے یا ناچار بغاوت کیلئے سر اُٹھاتی ہے اور آریہ صاحبون کے اصول کے رو سے یہ بات سچ بھی ٹھہرتی ہے کیونکہ جس حالت مین تمام روحین اور جسمون کے تمام ذرات پرمیشر کے پیدا کردہ نہین ہین تو کیون نہ اُس سے اپنے حقوق خدمت طلب کئے جائین اور کیون نہ اُسکو انصاف دینے کے لئے مجبور کیا جائے اس حالت مین وہ ہوتا کون ہے جو حقوق دبا کر بیٹھا رہے بلکہ اگر وہ واجب حقوق کو ادا نہ کرے تو اگر آسمان کے نیچے اُسکے اوپر کوئی دوسری عدالت ہوتی تو

اپیل کے وقت ضرور مع خرچہ اُس پر ڈگری ہوسکتی تھی۔ سبحان اللہ عمّا یصفون ٭

سوائے ہموطن پیارو! یہ ویدودیا کا ایک نمونہ ہے جو ہمنے اِس جگہ پیش کیا ہے اور آگے چلکر انشاء اللہ اور بھی کئی نمونے بیان کرینگے۔ تم خود سوچ لو کہ کیا یہ سچ نہین ہے کہ اول خدا کو مالک قرار دینا اور اقرار کرنا کہ وہ مالکانہ تصرفات اپنی مخلوق مین کرسکتا ہے اور پھر اُسی مُنہ سے یہ بھی کہنا کہ وہ مالک نہین ہے بلکہ وہ صرف ایک بادشاہ کے درجہ پر ہے اور اسکی مخلوقات محض رعایا کی مانند ہے اور جیسا کہ رعایا اپنے حقوق اپنے بادشاہ سے طلب کرسکتی ہے ایسا ہی اُس کے بندے حق رکھتے ہین کہ انصاف کرنے کے لئے اُسکو مجبور کرین کہ ہماری نسبت ایسا تونے کیون کیا اور ایسا کیون نہ کیا اور وہ مجبور ہو کر یہ جواب دیتا ہے کہ یہ کمی بیشی میری طرف سے نہین بلکہ تمہارے اعمال کی وجہ سے ہے۔ یہ امر واقعی ہے کہ ہر ایک شخص جو اپنی نسبت خدا کو منصف ٹھہراتا ہے وہ اپنے ذہن مین اپنا حق خدا پر ٹھہرالیتا ہے جو واجب الادا ہے اور دل مین خیال کرلیتا ہے کہ ہمنے خدا کی اس قدر جو اطاعت کی یہ میرا ایک حق خدمت ہے جسکا عوض ادا کرنا اُس کا فرض ہے اور اگر وہ حق کو ادا نکرے تو ناانصافی کے جرم کا مرتکب ہوگا لیکن قرآن شریف نے ہمین یہ سکھایا ہے کہ انسان مع اپنی روح اور تمام قوتون اور ذرہ ذرہ وجود کے خدا کی مخلوق ہے جس کو اُس نے پیدا کیا۔ لہذا قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے ہم خدا تعالیٰ کے خالص ملک ہین اور اس پر ہمارا کوئی بھی حق نہین ہے جس کا ہم اُس سے مطالبہ کرین یا جس کے ادا نکرنیکی وجہ سے وہ ملزم ٹھہر سکے اِسلئے ہم اپنے مقابل پر خدا کا نام منصف نہین رکھہ سکتے بلکہ ہم بالکل تہیدست ہونیکی وجہ سے اس کا نام رحیم رکھتے ہین۔ غرض منصف کہنے کے اندر یہ شرارت مخفی ہے کہ گویا ہم اُسکے مقابل پر کوئی حقوق رکھتے ہین اور اُس حق کے ادا نکرنیکی صورت مین اُسکو حق تلفی کیطرف منسوب کرسکتے ہین۔ سو قرآن کی تعلیم اس جگہ آریون کی تعلیم کے سراسر

برخلاف ہی اور یہی سچی تعلیم ہے تم دونون تعلیمون پر نظر ڈال کر خود سوچ لو اور پھر اُس تعلیم کو اختیار کرو جو سچے گیان اور سچی معرفت کی رو سے صحیح ٹھہرتی ہے - خدا تمہین ہدایت دے - امین

پھر آریہ صاحبون کی طرف سے جو مضمون سنایا گیا اسمین ایک یہ بھی فقرہ تھا کہ پرماتما یعنے پرمیشر سب مین ہے جاہلون سے دور عقلمندون سے نزدیک - اس عبارت مین جو تناقض ہے ہم اُسکے بیان کرنے کی ضرورت نہین - ایک فقرہ عبارت مین تو وید کی تعلیم یہ بیان کری ہے کہ پرماتما سب مین ہے اور پھر دوسرے فقرہ مین یہ بیان ہے کہ وہ جاہلون سے دور ہے علاوہ اسکے چونکہ بموجب اصول آریہ سماج کے کوئی روح یا کوئی اجسام کا ذرہ پرمیشر کا بنایا ہوا نہین اور پرمیشر کو قرب مخلوق کا وہ موقعہ بھی نہین ملا جو بنانے والے کو اُس چیز کیلئے ضروری ہوتا ہے جس کو وہ بناتا ہے تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہین کہ پرماتما سب مین ہے جبکہ اُس کو قدیم اور انادی چیزون سے کچھ بھی تعلق نہین اور نہ پرمیشر اُن کے اندر جا کر اُن کی قوتون کو اصل تعداد سے بڑہا سکتا ہے اور نہ اصل تعداد سے گہٹا سکتا ہے تو اس مداخلت بیجا کے کیا معنی ہوئے کہ پرماتما سب مین ہے ہر ایک شخص سوچ سکتا ہے کہ محض فضول طور پر پرمیشر کا اندر ہونا سراسر ایک لغو حرکت ہے جس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ پرمیشر نے مخلوق کے اندر داخل ہو کر اپنا محدود ہونا ثابت کر دیا ہے کیونکہ جو چیز کسی محدود چیز کے اندر سما سکتی ہے وہ بھی بلاشبہ محدود ہے آریہ صاحبون کی یہ عجیب عقل ہے کہ ایک طرف تو خدا تعالی کے عرش پر ہونیکے معنون کو نہ سمجھکر محض جہالت سے یہ اعتراض پیش کرتے ہین کہ مسلمانون کا خدا محدود اور عرش کا محتاج ہے اور دوسری طرف خود اپنے پرمیشر کی نسبت یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ وہ تمام مخلوق چیزون کے اندر ہے اور جبکہ وہ تمام چیزون کے اندر ہے تو کیا وہ اُن بتون اور مورتیون کے اندر نہین ہے جنکی بت پرست لوگ پرستش کرتے ہین بلکہ آریون کو تو چاہیئے کہ بت پرستون سے زیادہ مخلوق پرستی کرین کیونکہ بُت پرست تو پرمیشر کا مظہر صرف اُن بتون کو خیال کرتے ہین کہ جو اُن کی مذہبی رسم کے

موافق آیا ہین کے منتر کی رُو سے شُدّہ کئے جاتے ہین اور پہر بعد اس کے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اب پرمیشر اُن کے اندر داخل ہو گیا ہے مگر آریون کے اصول کے موافق پرمیشر ہر ایک چیز کے اندر ہے خواہ وہ چیز پاک ہے یا ناپاک اور کسی منتر کی ضرورت نہین - پہر اس جگہ یہ بہی اعتراض ہوتا ہے کہ اگر پرمیشر ہر ایک چیز مین پورے طور پر یعنی بتمام وکمال اندر ہے تو اس سے تعدد لازم آتا ہے یعنی ایک پرمیشر نہین بلکہ کروڑہا پرمیشر ہو گئے اور اگر پورے طور پر کسی کے اندر نہین تو اس سے پرمیشر ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے اور دونون امر باطل ؎

پہر اسی مضمون مین یہ فقرہ ہے کہ "پرمیشر عالم الغیب ہے" ہم کہتے ہین کہ بلاشبہ خدا تعالی عالم الغیب تو ہے مگر خدا کی کتاب کا یہ منصب نہین ہے کہ محض ایک قصہ گو کی طرح خدا تعالی کو عالم الغیب قرار دے بلکہ اس کا یہ منصب ہے کہ خدا کے عالم الغیب ہونیکے لئے اُسکا کوئی نمونہ پیش کر کے ثابت کرے یعنے ایسے ایسے آیندہ کے واقعات پیش گوئی کے طور پر بیان فرماوے جن سے یقین ہو جاوے کہ حقیقت مین خدا عالم الغیب ہے تا خدا تعالی کی کتاب پر ایمان لا کر ظنی ایمان یقین کے درجہ تک پہنچ جائے کیونکہ ظنی طور پر تو دنیا کے اکثر لوگ خدا کے وجود کے قائل ہین اور اُسکو عالم الغیب بہی خیال کرتے ہین تو پہر اُن کے علم اور اس علم مین جو وید پیش کرتا ہے فرق کیا ہوا پس اگر وید مین یقینی علم کی تعلیم دینے کیلئے کوئی پیشگوئی بیان کی گئی ہے اور وہ پوری ہو چکی ہے تو اس شرتی کو پیش کرنا چاہئے ورنہ وید کے بیان اور ایک گنوار نادان کے بیان مین کچھ فرق نہین اور یہ ضروری امر ہے کہ جو کتاب خدا کی کتاب کہلاتی ہے وہ خدا کا عالم الغیب ہونا صرف زبان سے بیان نہ کرے بلکہ اس کا ثبوت بہی دے کیونکہ بغیر ثبوت کے نرا یہ بیان کہ خدا عالم الغیب ہے انسان کے ایمان کو کوئی ترقی نہین دے سکتا اور ایسی کتاب کے نسبت شبہ ہو سکتا ہے کہ اوس نے صرف سُنی سُنائی باتین لکہی ہین - اسی وجہ سے قرآن شریف خدا تعالی کی ایسی صفات کے بیان کرنے کے وقت صرف قصہ گو کی طرح

بیان نہین فرماتا بلکہ نمونہ کے طور پر اپنا علم غیب ظاہر کرتا ہے اور اپنی ہر ایک صفت کا ثبوت دیتا ہے مگر وید صرف قصہ کے رنگ مین خدا کی صفات کا ذکر کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے قصّے اوس نے کسی دوسرے سے سُنے ہین اور اُن کی نقل کردی ہے ؞

پس ایسی کتاب کسی انسان کو تازہ گیان اور تازہ معرفت نہین بخش سکتی بلکہ اپنی مجبوری ظاہر کر کے رفتہ رفتہ ایسے لوگون کو جو اُس کے پیرو ہین دہریت کی طرف کھینچتی ہے اور انجام کار اپنا درماندہ ہونا دکھلا کر اُن کے معمولی ایمان کے لئے بھی سم قاتل ہو جاتی ہے کیونکہ آخر کار اُن کے ذہن اس طرف منتقل ہو جاتے ہین کہ اگر مثلاً پرمیشر عالم الغیب ہوتا تو اسکا بیان عالم الغیب ہونیکے بارہ مین صرف قصّہ کے طور پر نہ ہوتا بلکہ وہ اپنے علم غیب کا کوئی نمونہ پیش کرتا۔ کیا وید کا پرمیشر صرف قصون کے رنگ مین اپنی صفات پیش کر کے یا امید رکھتا ہے کہ اُسکی اُن بے ثبوت صفات کو مان لیا جاوے اور بغیر کسی پیش کردہ دلیل کے اُسکو عالم الغیب سمجھ لیا جاوے یا ایسا ہی دوسری صفات اسکی تسلیم کرلی جائین۔ خدا کی کتاب کا تو یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ انسان کے معمولی علم سے جو خدا تعالیٰ اور اُسکی صفات کی نسبت محض قصون کے رنگ مین ہی ترقی دیکر یقینی علم تک اُسکو پہنچاوے نہ کہ وہ علم ناقص جو انسانون کو پہلے ہی سے حاصل ہے وُہی اُنکے سامنے پیش کرے۔ خصوصاً اِس زمانہ مین جبکہ عام حالت اکثر انسانون کی دہریت تک پہنچ گئی ہے ایسی قصہ گوئی بجز اس کے کیا فایدہ دے سکتی ہے کہ دہریہ طبع لوگ اور بھی اُس پر ہنسی ٹھٹھا کرین۔ ہر ایک واقف کار جانتا ہے کہ آجکل خدا تعالیٰ کے وجود کے بارہ مین نہایت تیز مخالفت کی گئی ہے اور اُسکی ہستی کی نسبت ہزارہا اعتراض اُٹھائے گئے ہین پس اس زمانہ مین وہی خدا کی کتاب بگڑے ہوئی طبیعتون کو سیدھا کرسکتی ہے کہ اس بھڑکتی ہوئی آگ پر اپنے زبردست نشانون کی ساتھ پانی کا کام دے۔ جبکہ صرف قصّے

پہلے ہی سے دہریوں اور بے قید لوگوں کی نظر میں زیر موا خذہ ہیں تو کیا وید کا قصہ گوئی
سے یہ مطلب ہے کہ اسی زندان میں اپنے تئیں بھی ڈالدے جس میں دوسرے قصہ گو بھی
پڑے ہوئے ہیں -

اے ہموطن پیارو! یہ برا ماننے کی بات نہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسی
نقصان سے جو وید میں پایا جاتا ہے آریہ ورت کے لاکھوں ہندو جو جین مت وغیرہ
ناموں سے اپنے تئیں منسوب کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر ہو گئے کیونکہ
انہوں نے خدا کے وجود اور اسکی صفات کی نسبت وید کی تعلیم سے کوئی تسلی نہیں پائی -
بعض پنڈتوں سے ہمنے خود سنا ہے کہ ہمنے چاروں وید پڑھے مگر ہمیں اب تک یقینی
طور پر معلوم نہیں ہوا کہ کہیں وید میں خدا کا ذکر بھی ہے - بعض نے اس دعوی کی ذمہ داری
اس قدر اپنے ذمہ قبول کر لی ہے کہ اگر وید میں کوئی خدا کا ذکر ثابت کر کے دکھلاوے تو ہم اسکو
اپنی لڑکی دینے کو تیار ہیں اور یہ عذر پیش کرنا فضول ہے کہ وید ابتدائی زمانہ کی کتاب ہے لہذا اس
وقت وید نے یہ غیر ضروری سمجھا کہ خدا کی ہستی اور اسکی صفات کاملہ کا تازہ طور پر ثبوت دے
اور اس کے علم غیب اور دوسری صفات کے تازہ نمونہ دکھلاوے کیونکہ بلاشبہ جیسا
کہ انسان اس زمانہ میں اس بات کا محتاج ہے کہ خدا کی صفات کے تازہ نمونے دیکھے
اس وقت بھی محتاج تھا کیونکہ انسان محض تاریکی میں پیدا ہوتا ہے اور پھر خدا کی کلام کے ذریعہ
سے اسکو روشنی ملتی ہے - اور پھر اس دعوے کا ثبوت کہاں ہے کہ وید ابتدائی زمانہ کی کتاب
ہے بلکہ خود وید سے پتہ ملتا ہے کہ مختلف زمانوں میں اسکا مجموعہ تیار ہوا ہے اور وہ درحقیقت
بہت سی رشیوں کے اقوال ہیں نہ صرف چار کے چنانچہ سکتوں کے عنوان پر جا بجا یہ اشارہ
پایا جاتا ہے - ماسوا اسکے پارسیوں کو اپنی کتاب کی قدامت کی نسبت آریوں سے بڑھکر
دعوے ہیں پس ان غیر مثبت دعووں کو پیش کرنا جائے شرم ہے - اول آریوں کو یہ چاہیئے
کہ کسی عدالت میں پارسیوں پر نالش کر کے ویدوں کی قدامت کی نسبت اپنے حق میں ڈگری کرا لیں

اور پہر قدامت کا دعوے کرین اور بغیر ایسے فیصلہ کے جو ناطق ہو تمہین کیا معلوم ہی کہ قدامت کے دعوی مین تم سچے ہو یا پارسی سچے ہین -

علاوہ اسکے خدا کا کلام صرف ابتدائے زمانہ کیلئے نہین ہوتا بلکہ وہ تو حاجت کے وقت پر انسانی نسل کو درست کرنیکے لیئے آتا ہے پس یہ عذر بدتر از گناہ ہے اور ہرگز قبول کرنے کے لایق نہین بلکہ ہم کہتے ہین کہ اور تو اور ان رشیون کا ایمان بہی خدا کے وجود پر محض شکی اور ظنی درجہ پر ہو گا جن پر خدا کی ہستی اور اسکی صفات کے بارے مین کوئی یقینی حقیقت نہین کہولی گئی اور محض قصے اُن کے آگے رکھ دیئے گئے کہ پرمیشر عالم الغیب ہے اور پرمیشر سرب شکتی مان ہے اور پرمیشر دیالو ہے - ایک دانشمند جو سچی معرفت کا پیاسا ہی سمجھ سکتا ہی کہ بھلا ان قصون سے کیا بن سکتا ہے ؟

پہر مضمون خوان صاحب نے یہ سنایا کہ وہ پرمیشر سب پر حاکم انادی پرجا کو اپنی سناتن ودیا سے گیان دینے والا ہے " - مگر اسکی وجہ کوئی پیش نہین کی کہ کیون سب پر حاکم ہے کیا کسی جابرانہ قبضہ سے یہ حکومت اسکو میسر آئی ہے یا فتحیاب بادشاہ کی طرح روحون کی فوج پر اُس نے فتح پا کر اپنا مطیع اور منقاد اُن کو بنا لیا ہے کیونکہ وہ حکومت تو اُسکو میسر نہین جو پیدا کنندہ کو اپنی پیدا کردہ چیزون پر ہوتی ہے کوئی اور وجہ حکومت ہو گی اور جبتک اُسکی حکومت کی کوئی وجہ بیان نہ کی جائے تب تک یہ دعوے کہ پرمیشر اپنی پرجا یا رعیت پر حاکم ہے فضول اور بے معنی ہے - باقی رہا یہ کہ پرمیشر اپنی سناتن ودیا سے گیان دینے والا ہے اگر گیان سے یہی مراد ہے کہ وہ کسی روح یا روح کی کسی قوت کا پیدا کرنیوالا نہین اور سب روحین خود بخود ہین اور ایسا ہی ہر ایک ذرہ اجسام کا اور اُنکی قوتین خود بخود ہین اور پرمیشر کو نہ کبہی طاقت ہوئی اور نہ ہو گی کہ وہ ایک روح یا ایک ذرہ پیدا کر سکے تو خدا نہ کرے کہ ایسا گیان کسی ایماندار کو نصیب ہو بلکہ ایسی باتین تو وہ کریگا جو لوگون کو دہریہ بنانے کیلئے کوشش کرتا ہے - اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ پرمیشر نے وید مین نیک عملون کی ہدایت

کی ہے وہی وید کا گیان ہے تو تناسخ کے عقیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر پاکیزگی کی راہون پر چلانا نہین چاہتا کیونکہ تناسخی جنم کے ساتھہ کوئی فہرست پرمیشر نہین بھیجتا جس سے معلوم ہو کہ دوبارہ آنیوالی روح فلان شخص کی مان ہے اور فلان شخص کی دادی اور فلان شخص کی بہن اور اس طرح پر محض پرمیشر کی لاپروائی کیوجہ سے لوگ دہوکہ کہا کر حرام کاری مین پڑجاتے ہین کیونکہ جس مرد کی کسی عورت سے شادی ہوئی اور شادی سے ایک مدت دراز پہلے اسکی مان اور دادی اور ہمشیرہ مرچکی ہین تو اس بات کا کیا ثبوت ہو کہ جس عورت سے شادی کی گئی ہے شاید اسکی **ماں ہی ہو یا دادی ہو یا ہمشیرہ ہو** اور معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حرام کاری پہیلنے کی پرمیشر کو کچھہ پرواہ نہین بلکہ وہ عمداً چاہتا ہے کہ ناپاکی دنیا مین پہیلے ورنہ کیا اس بات کی قدرت نہ تہی کہ وہ ہر ایک نوزاد بچہ کے ساتھ ایک تحریر بہیجتا جسمین ظاہر کیا گیا ہوتا کہ اس بچہ کو فلان فلان شخص سے فلان فلان رشتہ ہے یا اس بچہ کو یہ قدرت بخشتا کہ وہ آپ ہی بتلا دیتا کہ مثلاً مین فلان فلان کی دادی یا مان ہون مگر چونکہ پرمیشر نے ایسا نہین کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آریون کے پرمیشر کے نزدیک **ہر ایک بدعملی جایز ہے**۔ اس پر ایک اور بہی دلیل ہے کہ وید صرف اسی قسم کی حرامکاری کو جایز نہین رکہتا بلکہ ایک اور قسم کی حرامکاری بہی **وید کی رو سے جایز قرار دی گئی ہے** اور وہ **عقیدہ نیوگ** ہے جو آریہ صاحبون کے نزدیک وید کے نہایت قیمتی **خیالات** ہین یا یون کہو کہ وید کے تمام گیان کی جڑ اور **سرچشمہ** وہی ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ وید کی تمام تعلیم کا **نفس مضمون** وہی ہے جس کے ذریعہ مکتی حاصل ہوتی ہے اور جسپر پوشیدہ طور پر آریہ قوم مین عمل ہو رہا ہے

اور خلاصہ تعلیم نیوگ یہ ہے

کہ جس آریہ کے گھر مین لڑکا پیدا نہ ہو یا صرف لڑکیان پیدا ہون تو اس کے لئے وید کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو کسی دوسرے سے ہم بستر کرا کر **اولاد حاصل کرے** بغیر

اِس کے اُس کو مکتی نہین ملیگی **سوچنے** کا مقام ہے کہ بازاری عورتین بہی اگرچہ ایسے گندے کام کرتی ہین مگر پہر بہی وہ ایسی عورتون سے ناپاکی مین کمتر ہین جو باوجود خاوندون کے ہونے کے دوسرون سے ہم بستر ہوتی ہین - اور اگر کوئی اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور وہ عورت قطع تعلق کے بعد دوسرے سے نکاح کرے تو اس پر عند العقل کوئی اعتراض نہین کیونکہ میان بیوی کا رشتہ نکاح ٹوٹنے کے بعد مطلقہ سے نکاح کرنا کوئی اعتراض کی جگہ نہین وجہ یہ کہ اس صورت مین وہ اس پہلے شخص کی بیوی نہین رہی مگر اس **بے غیرتی** کو دنیا کی کوئی قوم بجز آریون کے پسند نہین کرتی اور اس سے مرنا بہتر سمجھتے ہین کہ اپنی منکوحہ بیوی ہونے کی حالت مین دوسرے سے ہمبستر کراوین - اِس عقیدہ سے ظاہر ہے کہ ویدکی رو سے حرامکاری کا وقوع مین آنا کچھہ مضایقہ نہین ہان یہ ضروری ہے کہ کسی طرح لالہ صاحب کے گہر مین اولاد پیدا ہو جاوے -

پس جو لوگ **ویدکی تعلیم** کے پابند ہوکر اپنی عورتون کو دوسرون سے ہمبستر کراتے ہین اور بیرج **داتا** کی تلاش مین لگے رہتے ہین ایسے لوگ اگر خدا کے پاک نبیون کی توہین کرین تو کوئی محل شکایت نہین کیونکہ جبکہ اُن کی فطرت سے پاکیزگی کی حس ہی جاتی رہی ہے تو وہ تمام دنیا کو اپنے نفس پر خیال کر لیتے ہین اور عجیب تر یہ کہ اس ناپاک مراد کیلئے کوئی یقینی راہ کامیابی کی بہی نہین - بہتیری آریہ ایسی عورتین ہین کہ دس دس برس تک بہ بہانہ نیوگ حرامکاری کراتی رہتی ہین اور رات کو خاوندون کو چہوڑکر غیر مردون کے ساتہ جا سوتی ہین پہر بہی کوئی لڑکا پیدا نہین ہوتا - اور بجائے کوئی لڑکا پیدا ہونے کے ایک خراب عادت اُن مین پیدا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ ایک مدت دراز تک غیر مردون کے ساتھ وہ تعلق کرتی رہتی ہے اور دل مین جانتی ہین کہ وہ اُنکے خاوند نہین ہین مگر پہر بہی اُن سے ہمبستر ہو جاتی ہین آخر کار اس ہمیشہ کی مشق سے تمام شرم و حیا اُن کی اُٹہہ جاتی ہے ہم اس سے زیادہ اس جگہ کچھ

نہین لکھ سکتے ناظرین خود سوچ لین اور سمجھ لین کہ جس مذہب نے پرمیشر کی خدائی پر وہ داغ لگایا ہے کہ گویا اسکو پرمیشر ہونے سے ہی جواب دیدیا اور پھر انسانی پاکیزگی پر وہ داغ لگایا کہ آریہ ورت کی کروڑ ہا شریف عورتون کو غیر مردون سے ہمبستر کرادیا اور اُن کی عفت کو خاک مین ملادیا۔ کیا ایسے مذہب سے کوئی پاک گیان یا پاک ہدایت سکھلانے کی توقع ہوسکتی ہے؟ مگر پھر بھی ہم یہ الزام وید پر لگانا نہین چاہتے اصل بات یہ ہے کہ بعض جوگی یا سنیاسی جو بظاہر مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے اور اندر سے سخت ناپاک تھے اُنھون نے نامحرم عورتون کے ساتھ تعلق پیدا کرنیکے لئے نادان لوگون کو یہ باتین سکھائی نہین اور ظاہر کیا تھا کہ گویا وید کی یہی ہدایتین ہین اور تا اُن کیلئے بدکاری کا دروازہ کھل جائے اور اسطرح وہ اپنے نفسانی جذبات کو پورا کرلیں اس بارہ مین

ڈاکٹر برنیر نے

اپنی کتاب مین بہت کچھ لکھا ہے اور اُس نے بیان کیا ہے کہ مینے جگن ناتھ کے مقام مین ہزارون ہندو عورتین دیکھی ہین جنکی جوگیون اور سنیاسیون سے آشنائی تھی اور حماقت سے یہ سمجھتی تہین کہ وہ آشنائی اُن کے لئے مکتی کا موجب ہوگئی ہے۔

پھر مضمون خوان صاحب نے اپنے مضمون مین بیان کیا کہ پرماتما کی کوئی شکل اور صورت نہین حالانکہ وید نے اُسی پرماتما کے نام اگنی۔ وایو۔ جل۔ دھرتی۔ سورج چاند وغیرہ رکھے ہیں اور وہی محدود صفات آگ اور ہوا وغیرہ کے اُسمین قایم کئے ہین پھر کیونکر وہ کہہ سکتے ہین کہ اسکی کوئی شکل اور صورت نہین۔ کیا ہوا اپنے کرہ مین اور آگ اپنے کرہ مین اور ایسا ہی سورج اور چاند شکل اور صورت سے خالی ہین۔ جو شخص چند ورق **رگ وید** کے پڑھے گا اُسکو معلوم ہوجائیگا کہ وید کی تعلیم کی رو سے یہ سب عناصر اجرام فلکی خدا ہی ہین اور پھر مخلوق بھی ہین ہمنے اپنی کتاب براہین احمدیہ مین بڑا حصہ اُن شرتیون کا لکھدیا ہے جن مین یہ ذکر ہے اس لئے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین۔ اسمین کچھ شک نہین کہ وید کا خواہ کچھ مطلب تھا مگر آریہ ورت کے کروڑ ہا ہندؤن نے اور بڑے بڑے

پنڈتون نے یہی سمجھ لیا تھا کہ آگ اور جل اور چاند اور سورج وغیرہ سب خدا ہی ہین اسی وجہ سے یہ تمام فرقے آریہ ورت مین پیدا ہو گئے اگر وید جل کی پوجا کی ہدایت نہ کرتا تو **گنگا مائی** کے پوجنے والے کیون پیدا ہو جاتے - **ہردوار** وغیرہ مقامات کے بڑے بڑے میلون پر جا کر دیکھنا چاہیئے کہ کس صدق اور ارادت سے کئی لاکھ ہندو گنگا کی پوجا کرتے ہین اور گنگا کے لاکھون برہمنون کا اُن کے چڑھاوون پر گذارہ ہے اور گنگا سے انواع اقسام کی مرادین مانگی جاتی ہین اور یہ سب لوگ وید کے پیرو کہلاتے ہین اگر وہ وید کے ماننے والے نہ ہوتے تو ہندو مذہب مین شمار نہ کئے جاتے - بلاشبہ اب بھی ایک بڑا حصہ ہندؤن کا گنگا کو پرمیشر کر کے مانتا ہے یہان تک کہ یہ قدیم سے رسم ہے کہ پہلا بچہ اپنا گنگا مائی کی نذر کیا جاتا تھا جسکو جل پروا کہتے ہین اور اس طرح پر نہایت بیرحمی سے گنگا مین ڈالکر اُسکو ہلاک کر دیتے تھے مگر گورنمنٹ **انگریزی** نے اپنے خاص حکم سے اس بد رسم کو دور کر دیا اور لاکھون جانون کو ہلاکت سے بچایا -

اب ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ آریہ ورت کے ہندو جو درحقیقت ایک ہی قوم ہے کیون عناصر اور اجرام پرستی مین گرفتار ہو گئے - اسکی وجہ یہی ہے کہ ویدون میں انہون نے ایسا ہی لکھا پایا - ہم یہ نہین کہتے کہ درحقیقت یہی ویدون کی تعلیم ہے بلکہ ہر ایک جگہ جو ہم اس رسالہ مین ایسا ذکر کرین گے تو اُس سے مراد یہی ہے کہ غلطی سے یہی تعلیم ویدون کی سمجھی گئی ہے اور پھر رفتہ رفتہ اُس پر حاشیے چڑھائے گئے یہانتک کہ مخلوق پرستی اصل مذہب آریہ ورت کا قرار دیا گیا اور یہ فتنہ جو آریون مین مخلوق پرستی کا پیدا ہوا اصل تمام الزام اسکا وید کی تعلیم پر ہے کیونکہ جبکہ رگوید اور دوسرے ویدون میں صریح صریح اور کھلے طور پر آتش پرستی اور آب پرستی اور آفتاب پرستی اور ماہتاب پرستی وغیرہ مخلوق پرستیون کا ذکر ہے تو پھر جن لوگون نے یہی تعلیم وید کی سمجھ لی اُن کا کیا قصور ہے؟ اگر ویدون مین صاف اور صریح لفظون مین مخلوق پرستی کی ممانعت ہوتی تو ویدوان کے

ماننے والے اور پڑھنے پڑھانے والے پنڈت کیون مخلوق پرستی مین گرفتار ہوجاتے اور کیون بڑے بڑے پنڈت جن کو وید کنٹھ تھے اس بلا مین پھنس جاتے؟ اور کیون ہندو لوگ بت شکن بادشاہون کے جانی دشمن بن جاتے اور کیون وہ لڑائیان ہوتین جو سلطان **محمود غزنوی** کے مقابل **سومنات** کے بت کی حمایت کیلئے ہندو راجون نے کین اور باہمی لڑائیون سے خون کی ندیان بہ گئین؟ پس یہ تمام گمراہ فرقے اور بت پرستی کے حامی درحقیقت وید سے ہی پیدا ہوئے ہین۔

پھر اسی مضمون مین جو جلسہ مین پڑھا گیا مضمون کے پڑھنے والے نے یہ بیان کیا کہ پرمیشر غضب اور کینہ اور بغض اور حسد سے الگ ہے شاید اس تقریر سے اسکا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف مین خدا تعالیٰ کی نسبت غضب کا لفظ آیا ہے تو گویا وہ اپنے اس مضمون مین قرآن شریف کے مقابل پر وید کو اس تعلیم سے مبرّا کرتا ہے کہ خدا غضب بھی کیا کرتا ہے مگر یہ اسکی سراسر غلطی ہے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف مین کسی بیجا اور ظالمانہ غضب کی طرف خدا تعالیٰ کو منسوب نہین کیا گیا بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ بوجہ نہایت پاکیزگی اور تقدس کے خدا تعالیٰ مین ہمرنگ غضب ایک صفت ہے اور وہ صفت تقاضا کرتی ہے کہ نافرمان کو جو سرکشی سے باز نہین آتا اس کی سزا دی جائے اور ایک دوسری صفت ہمرنگ محبت ہے اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ فرمان بردار کو اسکی اطاعت کی جزا دی جائے* پس سمجھانے کے لئے پہلی صفت کا نام **غضب** اور دوسری صفت کا نام **محبت** رکھا گیا ہے لیکن نہ وہ غضب انسانی غضب کی طرح ہے اور نہ وہ محبت انسانی محبت کی طرح جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین فرمایا ہے

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ

یعنی خدا کی ذات اور صفات کی مانند کوئی چیز نہین۔ بھلا ہم پوچھتے ہین کہ آریون کے وید کی رو سے اُنکا پرمیشر کیون گنہ گارون کو سزا دیتا ہے یہان تک کہ انسانی جون سے

* حاشیہ۔ تیسری صفت خدا تعالیٰ میں ایک رحم بھی ہے اور وہ صفت تقاضا کرتی ہے کہ رجوع کرنیوالوں کا گناہ بخشا جائے پس یہ تین صفت ہیں غضب۔ محبت۔ رحم۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات میں موجود ہیں مگر نہ انسانی صفات کی طرح۔ بلکہ اُس طرح جو خدا کی شان کے لایق ہے۔ منہ

بہت نیچے پھینک کر کتا۔ سؤر۔ بندر۔ بلا بنا دیتا ہے آخر اس مین ایک ایسی صفت ماننی پڑتی ہے کہ جو اس فعل کیلئے وہ محرک ہو جاتی ہے اسی صفت کا نام قرآن شریف مین غضب ہے۔ چنانچہ رگوید بھی اس غضبی صفت سے جو پرمیشر مین پائی جاتی ہے بھرا پڑا ہے جیسا کہ رگوید مین مندرجہ ذیل شرتیان درج ہین۔

(۱) اے اندرا اور اگنی بجر گھمانے والو شہرون کے غارت کرنیوالو ہمین دولت عطا کرو۔ لڑائیون سے ہماری مدد کرو۔

(۲) اے اندر جو سب دیوتاؤن مین اول درجہ کا دیوتا ہے ہم تجھے بلاتے ہین۔ تو نے لڑائیون مین فتوحات حاصل کی ہین۔ ایسا ہو کہ اندر کارساز غضبناک جو تمام مانع چیزون کا جڑھ سے اکھاڑنے والا ہے۔ ہمارے رتھہ کو لڑائیون مین سب سے آگے رکھے۔

(۳) تو اے اندر فتح کرتا ہے لیکن لوٹ کو نہین روکتا۔ چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین اور بڑی سخت لڑائیون مین ہم تجھے اے میگواہن اپنی حفاظت کے لئے تیز کرتے ہین۔

(۴) اے اجیت اندر ایسی لڑائیون مین ہماری حفاظت کر جہان سے بہت لوٹ ہمارے ہاتھ آوے۔

(۵) اے اگنی ہمارے ٭ دشمنون کو جلا دے۔ تو بہتون کے فایدہ کیلئے پیدا کیگئی ہے

٭ حاشیہ: ان تمام شرتیون سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم سے آریہ لوگ ان عناصر وغیرہ کو اپنے زعم مین پرمیشر سمجھتے تھے اور غضب وغیرہ تمام صفات خدا تعالی کے انکی طرف منسوب کرتے تھے پھر معلوم کہ کیون اور کس وجہ سے مضمون سنانے والے نے ویدک تعلیم کے مخالف جلسہ مین یہ مضمون سنایا کہ پرمیشر مین **غضب نہین** اور جو گنہگارون کو سزا دیتا ہے اسکی بنا کسی ذاتی تقاضا پر نہین اور اس مین یہ صفت موجود ہی نہین کہ اسکی ذات تقاضا فرماوے کہ نافرمان کو سزا دے گویا نعوذ باللہ صرف مجانین اور دیوانون کی طرح اس سے یہ حرکت صادر ہوتی ہے

اور ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے کہ پرمیشر کا نام رُدّر ہے یعنی برے کام کرنیوالوں کو رولاتا ہے
ایسا ہی لکھا ہے کہ پرمیشر کا نام اریما بھی ہے یعنے جزا سزا دینے والا - اور ایسا ہی پرمیشر
کا نام انّ بھی لکھا ہے یعنے تمام دُنیا کو کہانے والا - پس ان ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ
پرمیشر میں ایک غضبی صفت ضرور ہے جس کے تقاضا سے وہ گنہ گاروں کو سزا دیتا ہے
اور جس کے تقاضا سے وہ قصور واروں کو کتا بلا بناتا ہے اگر اسمیں اس قسم کی صفت موجود

بقیہ حاشیہ کہ گنہ گاروں کو سزا دیتا ہے ورنہ در اصل اُسکی ذات میں کوئی ایسی صفت نہیں جو تقاضا فرماوے
کہ نافرمان کو سزا دی جاوے - یہ ہے آریہ لوگوں کی ویدودیا جو اندھوں کی طرح باتیں کرتے ہیں اور
یہ نہیں جانتے کہ اس صفت کے بیان کرنے میں محض قرآن شریف مخصوص نہیں بلکہ ویدوں کے
صدہا شرتیاں گواہی دے رہی ہیں کہ پرمیشر میں ضرور ایک صفت غضبی ہے - ہاں یہ بات سچ ہے
کہ ویدوں میں پرمیشر کا نام تک نہیں ہے اور تمام ویدوں میں بجائے پرمیشر کے اگنی اور وایو
اور جل اور چاند اور سورج وغیرہ مخلوقات کی اُستت و مہما و تعریف موجود ہے اور انہیں
چیزوں کی نسبت غضب کی صفات بیان کی گئی ہیں - پس اگر آریہ صاحبان یہ کہیں کہ ہم
ان تمام چیزوں کو جن کی پرستش ویدوں میں موجود ہے یعنے اگنی وغیرہ کو پرمیشر نہیں مانتے
لہذا ان چیزوں کا غضب اور کینہ وغیرہ جو ویدمیں لکھا ہے یہ قول ہم پر حجت نہیں یہ دکھلاؤ
کہ کہاں ویدمیں لکھا ہے کہ پرمیشر بھی غضب کرتا ہے ؟
پس اے ہموطن پیارو جبکہ تمام ویدوں میں پرمیشر کا نام تک نہیں تو ہم ویدوں میں سے پرمیشر کا
لفظ کہاں سے نکالیں - تمہارا پرمیشر ویدکی رو سے جو کچھ ہے وہ یہی چیزیں ہیں اور کوئی
پرمیشر نہیں - ہاں اس سے ہمیں بھی تو تعجب ہے کہ ویدوں میں ان چیزوں کے صفات
بیان کرنے میں عجیب تناقض سے کام لیا ہے - اگر ذرہ غور سے دیکھو تو ظاہر ہوگا کہ تمام بیان ویدکا
ایک مخبط الحواس انسان کیطرح ہے شرتیوں کا مضمون ایسا بےسروپا اور مہمل ہے کہ فقرہ فقرہ

نہین کہ وہ تقاضا کرتی ہے کہ پرمیشر گنہ گارون کو سزا دے تو پہر کیون پرمیشر کی طبیعت سزا دینے کیطرف متوجہ ہوتی ہے آخر اُس مین ایک صفت ہی جو بدلہ دینے کیلئے توجہ دلاتی ہے پس اُسی صفت کا نام غضب ہے لیکن وہ غضب نہ انسان کی غضب کی مانند ہے بلکہ خدا کی شان کی مانند۔ اِسی غضب کا ذکر قرآن شریف مین موجود ہے اور جیسا کہ قرآن شریف نے نافرمانون کے حق مین غضب کا لفظ فرمایا ہے ایسا ہی فرمان بردارون کے حق مین محبت کا لفظ فرمایا ہے اور ذکر کیا ہے کہ یہ دونون صفتین خدا مین موجود ہین لیکن نہ اسکی محبت انسان کی محبت کی طرح ہے اور نہ اس کا غضب انسان کے غضب کیطرح ہے بلکہ اسکی یہ دو پاک صفتین ہر ایک نقص سے مبرّا ہین جب وہ ایک اچھے عمل کرنے والے پر اپنا انعام اکرام وارد کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اس سے محبت کی اور جب وہ ایک بُرا عمل کرنے والے کو سزا دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس نے اُسپر غضب کیا غرض جیسا کہ ویدون مین غضب کا ذکر ہے ایسا ہی قرآن شریف مین بہی ذکر ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ویدون نے خدا کے غضب کو اس حد تک پُہنچا دیا کہ یہ تجویز کیا کہ وہ شدت غضب کی وجہ سے انسانون کو گنہ کی وجہ سے کیڑے مکوڑے بنا دیتا ہے مگر قرآن شریف نے خدا تعالےٰ کے غضب کو اِس حد تک نہین پُہنچایا بلکہ قرآن شریف مین لکہا ہے کہ خدا باوجود

مین باہمی تناقض پایا جاتا ہے مثلاً ایک فقرہ مین اگنی کو خدا بنایا گیا ہے اور اُسکی اُستت اور مہما گائی گئی ہے اور اس سے مرادین مانگی گئی ہین اور خدائی طاقت اُسکی طرف منسوب کیگئی ہے اور پہر دوسرے فقرہ مین اسی اگنی کو مخلوق قرار دیا گیا ہے اور بیان کیا گیا کہ اے اگنی تو مہنتون کے فایدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اسی طرح بعض مقامات مین اندر کیطرف خدائی صفات منسوب کیگئے ہین اور پہر بعض مقامات مین اسی اندر کو کسی رشی کا بیٹا قرار دیا گیا ہے گویا بیان کرنیوالے کی ہوش قایم نہین اور یا اسکی قوت حافظہ مفقود ہی کہ پہلے جو کچہہ کہتا ہی پہر دوسری دفعہ اپنے پہلے بیان کے مخالف بولتا ہے خدا کے کلام مین اختلاف نہین ہوسکتا اور نہ وہ چاہتا ہی کہ اُسکی جگہ مخلوق کی پرستش کیجائے۔ منہ

سزا دینے کے پہر بھی انسان کو انسان ہی رکھتا ہے کسی اور جون مین نہین ڈالتا اِس سے
ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی رو سے خدا تعالےٰ کی محبت اور رحمت اُس کے غضب سے
بڑہکر ہے اور وید کے رو سے گنہ گارون کی سزا نا پیدا کنار ہے اور پرمیشر مین غضب ہی
غضب ہے رحمت کا نام نشان نہین مگر قرآن شریف سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار دوزخیون پر
ایسا زمانہ آویگا کہ خدا سب پر رحم فرمائیگا۔ لیکن وید کی رو سے اگر پرمیشر کا ارادہ دیکہنا ہو تو
ایک نظر اُن حیوانات پر ڈالو جو جنگلون اور دریاؤن اور آسمان کے فضا اور آبادیون مین
موجود ہین اور اُن کیڑون پر نظر ڈالو جو ایک ایک قطرہ پانی مین جس سے سمندر اور دریا
بھرے پڑے ہین ہزار ہا موجود ہین تو کیا اس سے سمجھا جاتا ہے کہ مکتی دینے مین پرمیشر
کی نیت بخیر ہے - نہین ہرگز نہین۔ بلکہ اے آریہ صاحبان! خوب یاد رکھو کہ پرمیشر
ان تمام انسانون کے جونون کو انسان بنانے کا ہرگز ارادہ نہین رکھتا اگر ارادہ رکھتا
تو پرمیشر اُسی قدر زمین کو فراخ بناتا جس قدر تمام کیڑون مکوڑون کو انسان بنانے کی حالت
مین فراخ بنانے کی حاجت پیش آنیوالی تہی -

یہ بات یاد رکھنے کے لایق ہے کہ دُنیا کے تمام مذاہب مین سے صرف وید ہی
کا ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے پرمیشر کو پُر غضب اور کینہ ور قرار دیتا ہے اور اس بات کا
سخت مخالف ہے کہ خدا تعالےٰ توبہ اور استغفار سے اپنے بندون کا گناہ بخش دیتا ہے اور
عجیب تر یہ کہ اس مذہب مین یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ پرمیشر تمام مخلوقات کا مالک ہے
اور تمام مخلوق جانداروں کی قسمت اُس کے ہاتھ مین ہے اور وہی ایک ہے جس کے
سامنے تمام گنہ گار پیش کئے جاتے ہین۔ لیکن انسانون کی بدقسمتی کی وجہ سے اسمین یہ صفت غضب
تو موجود ہے جو گناہ کو دیکھ کر اسکی سخت سے سخت سزا دیتا ہے لیکن اسمین یہ دوسری صفت
موجود نہین کہ کسی گنہ گار کی توبہ اور تضرع سے اسکا گنہ بھی بخش سکتا ہے بلکہ جس سے ایک ذرہ
بھی قصور ہو گیا۔ پہر نہ اسکی توبہ قبول نہ تضرع عاجزی قابل التفات - حالانکہ یہ بات ظاہر ہے

کہ انسان ضعیف البنیان بوجہ اپنی فطرتی کمزوریون کے گناہ سے محفوظ نہین رہ سکتا اور قدم قدم پر ٹھوکر کھانا اسکی فطرت کا خاصہ ہے مگر وید نے انسان کی حالت پر رحم کر کے کوئی نجات کا طریق پیش نہین کیا بلکہ وید کو صرف ایک ہی نسخہ یاد ہے جو سراسر غضب اور کینہ سے بھرا ہوا ہے اور وہ یہ کہ ایک ذرہ سے گنہ کیلئے بھی ایک لمبا اور ناپیدا کنار سلسلہ جونون کا تیار کر رکھا ہے حالانکہ گنہگار اس وجہ سے بھی قابل رحم ہے کہ اُسکی کمزور قوتین جن سے گناہ صادر ہوتا ہے اسکی طرف سے نہین بلکہ اُسی خدا نے پیدا کی ہیں پس اس حالت مین عاجز بندے اس بات کے مستحق تھے کہ اس مجبوری کا بھی اُنکو فایدہ دیا جاتا مگر بقول آریہ صاحبان پرمیشر نے ایسا نہین کیا اور سزا دینے کے وقت یہ امر ملحوظ نہین رکھا کہ آخر گناہ کے ارتکاب مین اُسکا بھی تو کچھ دخل ہے اور وید نے مکتی دینے کے بارہ مین یہ شرط رکھی ہے کہ تب مکتی ملیگی کہ جب انسان گناہ سے بالکل پاک ہو جاوے مگر اس شرط کو جب قانون قدرت کی معیار کے ساتھ آزمایا جاوے تو ثابت ہو گا کہ اس شرط سے عہدہ برآ ہونا بالکل انسان کے لئے غیر ممکن ہے کیونکہ جبتک انسان خدا تعالےٰ کے تمام حقوق ادا نہ کرے تب تک نہین کہہ سکتا کہ اُس نے فرمان برداری کے تمام دقایق کو ادا کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ قانون قدرت صاف یہ شہادت دے رہا ہے اور انسان کا صحیفہ فطرت اس شہادت پر اپنے دستخط کر رہا ہے اور بزبان حال بیان کر رہا ہے کہ انسان کسی مرتبہ ترقی اور کمال مین اس قصور سے مبرا نہین ہو سکتا کہ وہ بمقابل خدا کی نعمتون اور اُسکے حقوق کے شکر نہین کر سکا اور اُسکے احکام کی کامل پیروی اور پوری بجا آوری مین بہت قاصر رہا۔ پس اگر انسان کی نجات صرف اسی صورت مین ہے کہ جیسا کہ چاہیے تمام حقوق خدا تعالیٰ کے اس سے ادا ہو جاوین اور کسی پہلو سے ایک ذرہ قصور باقی نہ رہے اور اطاعت کی راہ مین ایک ذرہ بھی لغزش اس سے صادر نہ ہو تو یہ طریق نجات تعلیق بالمحال ہے نہ اس درجہ کی عہدہ برآئی کسی کو حاصل ہوگی اور نہ وہ نجات پائیگا۔ پس ایسا

+ دنیا کے تفاوت مراتب اور دکھ سکھ کی حالت کو دیکھ کر اسکو آواگون یعنی تناسخ کی دلیل بتانا سراسر نادانی ہے کیونکہ جب دوسرا عالم آنیوالا ہے تو دکھ پانیوالے لیکو وہان انکے عوض مین سکھ ملجائیگا ایسے ہی تو لوگ ہین کہ جب تب سے اپنے لئے آپ ہی دکھ پیدا کرتے ہین [illegible]

حکم خدا کا حکم نہین ہو سکتا جو محال سے وابستہ اور صریح قانون قدرت کے برخلاف اور صحیفۂ فطرت کے منافی ہے بھلا تم تمام مشرق و مغرب مین تلاش کر کے کوئی آدمی پیش تو کرو جو صغایر و کبایر اور کسی قسم کی غفلت سے بکلی پاک اور مبرا ہوا اور جس نے تمام حقوق بندہ پروری ادا کر دیے ہین اور جسکا یہ دعوے ہو کہ وہ تمام دقایق فرمان برداری اور شکر گذاری کے بجا لا چکا ہے اور جب اس زمانہ مین کوئی موجود نہین تو یقیناً سمجھو کہ ایسا آدمی کبھی دنیا مین ظہور پذیر نہین ہوا اور نہ آیندہ اُسکے پیدا ہونے کی امید ہے اور جبکہ اپنے زور بازو سے تمام حقوق خدا تعالی کے ادا کرنا اور ہر ایک نہج سے شکر گذاری کے طریقون مین عہدہ برآ ہونا قانون قدرت اور صحیفہ فطرت کی رو سے غیر ممکن ہے اور خود تجربہ ہر ایک انسان کا اس پر گواہ ہے تو پھر مکتی کی بنا ایسے امر پر کہنا کہ خود وہ محال اور ناشدنی ہے کسی ایسی کتاب کے شان کے مناسب نہین ہے جو خدا تعالی کیطرف سے ہو مگر ممکن ہے کہ جیسا کہ اور کئی باتون مین وید مین خرابیان پیدا ہو گئی ہین یہ خرابی بھی کسی زمانہ مین پیدا ہو گئی ہو اور ممکن ہے کہ در اصل یہ وید کی تعلیم نہ ہو بلکہ محرف مبدل ہو ۔

اور پھر باوجود متذکرہ بالا خرابی کے جو قانون قدرت اور صحیفہ فطرت کے مخالف آریون کے مندرجہ بالا اصول مین پائی جاتی ہے جب مکتی کیطرف دیکھا جائے تو وہ بھی اپنے اندر ایک نفرتی طریق مخفی رکھتی ہے جو خدائے کریم کے شان کی شایان نہین اور وہ یہ کہ مکتی پانے والے انجام کار مکتی خانہ سے باہر نکالے جاتے ہین پس کس طرح قبول کیا جائے کہ یہ طریق اُس خدا کا مقرر کردہ ہے جو سرچشمہ تمام رحمتون کا ہے اور بخیل اور حاسد نہین ہے خدا کی شان اس سے بلند تر ہے کہ وہ اپنے سچے پرستارون کو ایک مرتبہ اپنی قرب اور محبت کی عزت دیکر پھر کتے بلے بنا دے اور کیڑون مکوڑون کی جونون مین ڈالے ۔

اور پھر ہم جب اس پہلو کو دیکھتے ہین کہ کیون اور کس وجہ سے ایک مدت کے بعد تمام لوگ مکتی خانہ سے نکالے جاتے ہین تو ہمین اور بھی وید کی تعلیم پر افسوس آتا ہے کہ وہ

کس قدر خلاف حق خدائے کریم کی ذات پر بخل اور بغض اور نادانی کی تہمت لگا رہی ہے یعنی یہ عذر بیان کیا جاتا ہے کہ پرمیشر جو مکتی دیکر پھر مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے تو وہ اس اخراج کیلئے پہلے سے مکتی یافتون کا ایک ذرہ سا گناہ باقی رکھ لیتا ہے اور آخر اسی گناہ پر دوبارہ مواخذہ کرکے سب کو مکتی خانہ سے باہر نکال دیتا ہے۔ اب خود سوچ لو کہ کیا یہ نہایت بد اور قابل نفرت مکر خداوند کریم کیطرف منسوب کر سکتے ہین۔ کیا اس کے اختیار مین نہ تہا کہ جہان اور گناہون کے دور کرنے کیلئے ایک مدت تک جونون مین رکہا تہا اس تہوڑے سے گناہ کیلئے بہی چند روز اواگون کے چکر مین رکہتا اور پہر دایمی مکتی دیتا اور پہر اس جگہ منصفین کیلئے یہ بات بہی سوچنے کے لایق ہے کہ گناہ تو صرف ایک ذرہ تہا پہر اسکی سزا مین انسانون کو بڑے بڑے گناہون کی سزا کے موافق کتنے بلیان بناتا اور مختلف طور کی جونون مین ڈالنا یہ کس قسم کا انصاف ہے اور پہر یہ بہی سوچو کہ وہ گناہ جو صرف ایک ذرہ کے مقدار تہا اسکی سزا مین بعض کیلئے بڑی سزائین اور بعض کیلئے چہوٹی سزائین کیونکر تجویز کی گئین یعنے اسی ایک ذرہ گناہ کی وجہ سے ایک گروہ کو تو مکتی خانہ سے نکال کر انسان کی جون مین ڈالا گیا۔ مگر پہر بہی بعض کو مرد اور بعض کو عورت بنایا اور پہر اسی ایک ذرہ گناہ کی وجہ سے دوسرے گروہ کو کتے اور تیسرے کو سؤر اور چوتہے کو بندر بنایا گیا۔ حالانکہ گناہ صرف ایک ذرہ تہا اول تو ایک ذرہ گناہ چیز ہی کیا تہا کہ اسکی وجہ سے انسان کو کسی جون مین ڈالا جاتا کیونکہ اگر پرمیشر کی نظر مین وہ گناہ قابل بیزاری ہوتا تو باوجود ایسے گناہ کے کیون پرمیشر لوگون کو مکتی خانہ مین داخل کرتا۔ کیا وہ گناہ بہی کچھہ وزن رکہتا ہے جو مکتی دینے کے وقت نظر انداز کیا گیا تہا اور اگر ایسی بے رحمی ہی منظور تہی تو صرف ایک ذرہ گناہ سے ایک ہی جون مین ڈالنا چاہیئے تہا تا کسی کی رعایت نہ ہو۔ مگر اس مین تو صریح پکشپات اور طرفداری ہے کہ تمام لوگ جو مکتی خانہ سے باہر نکالے جاتے ہین گناہ تو سب کا برابر ہوتا ہے کم و بیش نہین ہوتا یعنی صرف ایک ذرہ۔ مگر جونین برابر درجہ کی نہین ہوتین اسی گناہ سے مرد بنایا

جاتا ہے اور اسی سے عورت اور اسی سے بندر اور اسی گناہ سے نجاست کا کیڑا کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ وید کی یہ فلاسفی کس قسم کی ہے کیا اب بھی پرمیشر کا نام نیا کار اور منصف رکھے پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جونون کی مختلف صورتین چاہتی ہین کہ گناہ بھی مختلف صورتون کے ہون پس اس سے لازم آتا ہے کہ جس قدر دنیا مین جاندار کیڑے مکوڑے پائے جاتے ہین اسی قدر گناہ بھی ہون اور اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہین کہ تمام سطح زمین اور فضا اور سمندر مختلف جاندارون اور کیڑون مکوڑون سے بھرا ہوا ہے پس اگر یہ سچ ہے کہ اسی قدر گناہ بھی ہین جنکی وجہ سے یہ مختلف حالتون کے جاندار زمین پر نظر آتے ہین تو آریہ صاحبون کا یہ فرض ہے کہ وید مین سے نکال کر اُن گناہون کی ایک فہرست ہمین دیوین تا ہم مقابلہ کر کے دیکھ لین کہ جس قدر زمین پر اور سمندر مین اور آسمان کی فضا مین اور زمین کے اندر جانور اور کیڑے مکوڑے پائے جاتے ہین کیا اسی کے موافق ٹھیک ٹھیک تعداد گناہون کی وید مین لکھی گئی ہے کیونکہ اگر یہ فہرست گناہون کی اُن تمام جانورون کی تعداد کے برابر نہین ہو گی تو اس صورت مین ہمین تناسخ اور نیز وید کے باطل ٹھہرانیکے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہین ہو گی **سو یہ بار ثبوت** آریہ صاحبون پر ہے کہ **گناہون کی فہرست** اسی اندازہ اور تعداد کی پیش کرین جس قدر مختلف جانور زمین مین پائے جاتے ہین۔

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ جبکہ آریہ صاحبون کا پرمیشر ایسا سخت دل ہے کہ عفو اور درگذر اور رحم اور کرم کی اسمین عادت ہی نہین اور نیز اُسکی **مکتی** مین بھی ایک **مخفی دغا** ہے تو بلاشبہ یہی اخلاق آریہ صاحبون کے ہونگے اور ہونے چاہئین کیونکہ یہ سخت بدذاتی ہے کہ انسان وہ اخلاق اختیار کرے جو اُسکے خدا کے اخلاق کے برخلاف ہین اور ظاہر ہے کہ انسان کا کمال یہی ہے کہ صفت **تخلق باخلاق اللہ** سے متصف ہو۔ پس جبکہ وید اُن کو پرمیشر کے یہی اخلاق سکھاتا ہے کہ ہرگز ہرگز کسی گناہ **معاف**

نہین کرنا چاہیئے اور کرم اور جود اور احسان کسی کی نسبت ہرگز نہین کرنا چاہیئے تو اس صورت مین آریہ صاحبون کا یہ فرض ہے کہ جہان تک ممکن ہو اپنے دلون کو سخت رکہین اور درگذر اور معافی کا نام نہ لین اور جود و احسان کو حرام سمجہین لیکن ایک سچے مسلمان کے اخلاق اس کے برخلاف ہون گے اور وہ چونکہ قرآن شریف مین پڑہتا ہے کہ خدا تعالی توبہ قبول کرتا ہے گناہون کو معاف فرماتا ہے یہان تک کہ اس معافی کے لئے وہ اس بات کا محتاج نہین کہ کوئی ناکردہ گناہ سولی پر کہینچا جائے تا وہ گناہ معاف کرے بلکہ وہ صرف توبہ اور تضرّع اور استغفار سے گناہ معاف کر دیتا ہے اس لئے ایک صادق مسلمان بہی اپنے قصور وارون کے قصور اسی طرح معاف کرتا ہے اور اس معافی کے لئے کسی کو سولی پر چڑہانے کی شرط پیش نہین کرتا بلکہ ایک قصور وار کی توبہ اور رجوع کی حالت مین وہ تمام قصور بخش دیتا ہے کیونکہ اس کا خدا بہی اسی طرح قصورون کو بخشتا ہے اور وہ تمام لوگون سے مروت اور احسان سے پیش آتا ہے کیونکہ اس کا خدا بہی جوّاد اور کریم اور رحیم ہے۔ لیکن جن لوگون کا پرمیشر بجز غضب اور بخل اور بغض کے گنہگارون کے ساتہہ اور کوئی معاملہ نہین کر سکتا ان پر ہم کیسی توقع رکہہ سکتے ہین کہ وہ اخلاق فاضلہ اختیار کرینگے جو ان کے پرمیشر مین موجود نہین ہین۔

ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ ان کی دوستی سے پرہیز کرے ایسا نہ ہو کہ دوستی کے ایام مین اپنے پرمیشر والے اخلاق ظاہر کر دین کیونکہ بموجب وید کے جسکو آریہ صاحبان پیش کرتے ہین پرمیشر کے یہ اخلاق ہین کہ کسی کے ایک ذرہ گناہ پر بہی سخت مواخذہ کرتا ہے اور بیشمار برسون تک پلید اور گندی جونون مین ڈالتا رہتا ہے اور پہر اگر ایک گنہگار دلی درد اور پشیمانی سے اسکے آگے رووے چلاوے نہایت عاجزی سے ناک رگڑے اور نہایت درجہ رنج اور غم کے ساتہہ اپنے پر ایک موت وارد کر لے اور آیندہ کے لئے سچے دل سے

عہد کرے کہ پھر ایسا گناہ نہین کریگا مگر پھر بھی کیا ممکن کہ وہ گناہ جو خفیف سی خفیف ہی پرمیشر
چھوڑ دے اور چشم پوشی فرما دے اور اگر کروڑون اور کئی ارب کے بعد کبھی بھی دیگا
تو وہ بھی ایک زمانہ محدود تک ہوگی اور پھر بعد اس کے جونون کے عذاب مین ڈال دیگا
اور نہین چاہیگا کہ اُسکے بندے ہمیشہ کا آرام پاوین۔ شاید اسکا یہ سبب ہے کہ روحون اور پرمیشر
مین خالق اور مخلوق کا تعلق نہین - پرمیشر قدیم سے الگ اور روحین قدیم سے الگ ہین
لہذا پرمیشر صرف ایک مجسٹریٹ کی حیثیت سے اُن سے معاملہ کرتا ہے نہ مان باپ کی طرح-
اور یہ سچ ہے کہ رحم تعلق سے ہی پیدا ہوتا ہے - ایک مان بوجہ اس تعلق کے جو اپنے
بیٹے سے رکھتی ہے اور جانتی ہے کہ وہ بیٹا اس کے پیٹ سے نکلا ہے اور اُسکی چھاتیون
کا دودھ پیا ہے اس کیلئے ایک رحمت کا دریا ہوتی ہے پس جبکہ روحون اور پرمیشر مین
خالق اور مخلوق کا تعلق ہی نہین اور اُسکے ہاتھ سے روح پیدا ہی نہین ہوئی تو اُسکی بلا سے
اگر وہ ہمیشہ کے عذاب سے مرین تو بیشک مرین کونسا درمیان تعلق ہے جسکی وجہ سے اُسکا
رحم جوش مارے مگر قرآن شریف مین جو خدا نے یہ فرمایا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندو مجھ سے
نومید مت ہو مین رحیم وکریم اور ستار وغفار ہون اور سب سے زیادہ تم پر رحم کرنیوالا ہون
اور اس طرح کوئی بھی تم پر رحم نہین کریگا جو مین کرتا ہون اپنے باپون سے زیادہ میرے ساتھ
محبت کرو کہ درحقیقت مین محبت مین اُن سے زیادہ ہون اگر تم میری طرف آؤ تو مین سارے
گناہ بخش دون گا اور اگر تم توبہ کرو تو مین قبول کرون گا - اور اگر تم میری طرف آہستہ قدم سے
بھی آؤ تو مین دوڑ کر آؤن گا - جو شخص مجھے ڈھونڈے گا وہ مجھے پائیگا اور جو شخص میری طرف
رجوع کریگا وہ میرے دروازہ کو کھلا پائے گا مین توبہ کرنے والیکے گنہ بخشتا ہون خواہ پہاڑون
سے زیادہ گنہ ہون میرا رحم تم پر بہت زیادہ ہے اور غضب کم ہے کیونکہ تم میری مخلوق ہو مینے
تمہین پیدا کیا اس لئے میرا رحم تم سب پر محیط ہے-

✗ یہ ہے خلاصہ قرآن شریف کی تعلیم کا اور یاد رہے کہ درحقیقت رحم تعلق سے ہی پیدا

ہوتا ہے اور جبکہ یہ بات ہے کہ کہین کا پرمیشر اور کہین کی روحین نہ تعلق نہ واسطہ نہ جوڑ نہ رشتہ نہ اُسکے پیدا کردہ بندے۔ تابباعث اس تعلق کے محبت اور رحم جوش مارے اور یاد آوے کہ آخر یہ بیچارے میرے پیدا کردہ ہین تو پھر پرمیشر اُن پر کیون رحم کرے وہ لگتے کیا ہین۔ ×

خیال کرنا چاہیئے کہ اِس سختی اور غضب کی بہی کوئی حد ہے کہ بموجب اصول آریہ سماج کے اِس دُنیا کو کروڑ ہا برس گذر گئے مگر اب تک پرمیشر نے حیوانات اور کیڑون کو انسان بنانے مین کوئی قابل قدر کارروائی نہین کی تمام سطح زمین کا حیوانات اور کیڑون مکوڑون سے بہرا ہوا ہے اور پہر جب دیکھو کہ اُن کے مقابل پر انسان کتنے ہین تو اتنے بہی معلوم نہین ہوتے کہ جیسے سمندر مین سے ایک قطرہ بلکہ دیکہا جاتا ہے کہ انسانون کی توالد تناسل بہت ہی کم ہے اُس کے مقابل پر ایک رات مین اس قدر نئے کیڑے پیدا ہوسکتے ہین کہ ایک لاکھ برس مین اِس قدر انسان پیدا نہین ہوسکتے۔ معلوم پرمیشر کو کہان کا انسان سے یہ بغض ہے کہ اُس کے بارے مین نہایت سخت قواعد رکہے ہین اور انجام کار جو مکتی دی جاتی ہے وہ بہی دراصل ماتم کی جگہ ہے۔ خیر یہ تو پرمیشر کا حکم معلوم ہی ہوچکا ہے مگر ایک اور بے انصافی یہ ہے کہ پرمیشر سب کو ایک ہی مقررہ مدت گذرنے کے بعد مکتی خانہ سے باہر نکال دیتا ہے لیکن جیسا کہ ہم لکھ چکے ہین باہر نکالنے کے وقت ہی ناانصافی سے کام لیتا ہے اور باوجود اختلاف اعمال کے جو اختلاف زمانہ اجر کا موجب ہونا چاہیئے تہا سب کو ایک ہی دفعہ ایک ہی وقت مین مکتی خانہ سے باہر دفع کرتا ہے اور پہر بے انصافی یہ کہ گناہ تو صرف اسی قدر ہین جو وید مین لکھے گئے ہین مگر ان معدود اور محدود گناہون کے عوض مین جو وید کے ایک ورق پر آسکتے ہین تمام سطح زمین کا کروڑ ہا جانورون اور بیشمار کیڑون مکوڑون سے بھر رکہا ہے اور وید کی تعلیم تناسخ یعنے جونون کے متعلق یہ ہے کہ ہر ایک گناہ ایک خاص جون کو چاہتا ہے کیونکہ پرمیشر تو گناہون کی سزا مین اپنے ارادہ کا کچھ دخل ہی نہین دیتا اور ہر ایک گنہگار

جو اپنے گنہ کی وجہ سے کسی خاص جون کو چاہتا ہے وہی جون پرمیشر اوسکو دیدیتا ہے۔ پس اس صورت مین لازم آتا ہے کہ سطح زمین پر جس قدر پرند چرند درند حزندا اور کیڑے مکوڑے ہین اُسی قدر انسان کے گناہ بہی ہون مگر ویدنے کوئی اس قدر لمبی چوڑی فہرست گناہونکی پیش نہین کی اور عقل سلیم تو خود اس خیال کو سراسر لغو اور بیہودہ اور خلاف واقعہ سمجہتی ہے۔ پس یہ **وید ودّیا کے نمونے ہیں** جو ہم ظاہر کرتے جاتے ہین۔ سب سے زیادہ افسوس کی جگہ یہ ہے کہ پرمیشر باوجود مالک کہلانے کے کسی کا گناہ بخش نہین سکتا اپنے دربازہ سے کوئی نجات پاوے تو پاوے ورنہ آریون کو پرمیشر کے فضل اور رحم سے ہاتھ دہو لینا چاہیئے۔ ہم پرمیشر کی اس خصلت سے جس قدر تعجب مین ہین کسی دوسری خصلت سے ہمین تعجب نہین یعنی جب کہ وہ جانتا ہے کہ انسانی فطرت کمزور ہے اور انسانی فطرت اُسی کی ایک کل بنائی ہوئی ہے اور اس کل کے تمام پرزے پرچے اُسی کے طرف سے ہین تو اس قدر سخت دلی اُس کے تقدس کے برخلاف کیون ہے اگر وہ ایسا کمزور تہا کہ نہ تو گناہ بخش سکے نہ روحون کو پیدا کر سکے نہ جاودانی مکتی دے سکے تو کیون اُس نے یہ نازک کام خدائی کا اپنے ہاتھ مین لیلیا۔ کیا ایسا پرمیشر جو نیک اخلاق سے کچہہ بہی حصہ نہین رکہتا اور بات بات مین اُس کا غضب اور کینہ ظاہر ہے برداشت تو ذرہ نہین پہر کیونکر اُسکو کینہ اور غضب سے مبرّا سمجہہ سکتے ہین کیا غضب کرنیوالون اور کینہ ورون کے سر پر سینگ ہوتے ہین اور اگر وہ توبہ کرنے والون اور عجز و نیاز سے اسکی راہ مین گداز ہونے والون اور آتش محبت مین بہسم ہونے کے گنہ بخش نہین سکتا اور خواہ انسان تضرع کرتا کرتا موت تک پہنچ جائے اُسکا دل نرم ہی نہین ہوتا اور بدلہ لینے سے باز نہین آتا۔ تو اگر اُسکو غضب کرنیوالا اور کینہ ور نہین کہینگے تو اور کیا کہینگے اور اگر وہ دایمی مکتی باوجود قدرت کے ان بندون کو نہین دیسکتا جن کا ایمان چند روزہ نہ تہا بلکہ ہمیشہ کیلیئے تہا تو کیا اُس کے حق مین یہ کہنا بیجا ہوگا کہ وہ حاسدون کی طرح اپنے صادق پرستارون کا آرام نہین چاہتا کیا بار بار پاس کر کے پہر فیل کرنا اور عزت

دیگر پھر بے گناہ ذلیل کرنا اور رحم اور کرم سے معاملہ نہ کرنا کیا اس شخص کی عادت ہو سکتی ہے جسکی طبیعت غضب اور حسد اور کینہ اور بغض سے خالی ہے جبکہ مکتی پانے والے لوگ اپنے زور بازو سے مکتی حاصل کرتے ہین نہ پرمیشر کی کسی مروت اور احسان سے تو کیا روا تہا کہ انکو مکتی خانہ سے باہر نکالا جاوے اور کون کہتا ہے کہ اُن کے محدود اعمال ہین بلکہ موت تو ایک عارضہ تہا کہ پرمیشر کیطرف سے اُن کو لاحق ہو گیا ورنہ اُنکا ارادہ غیر محدود اعمال کا تہا پس چاہیئے تہا کہ پرمیشر انکی نیت کے موافق اُن کے ساتھہ عمل کرتا نہ کہ وہ وجہ پیش کرتا جو کہ خود اسکی اپنے فعل سے پیدا ہوئی ہے نہ انکی نیت اور اختیار سے ۔ افسوس وید نے ایک ایسا حلیہ پرمیشر کا دکہلایا ہے کہ گویا ہر ایک عیب اور غضب اور کینہ وری اور بیرحمی مین اُسکی کوئی نظیر نہین نہ قدرت کامل نہ رحم نہ اخلاق نہ اپنے وجود کا پتہ دلسکا کہ مین موجود ہون کیونکہ اُسکے وجود کا پتہ یا تو اُسکی خالقیت سے ملتا تا مصنوع کو دیکھہ کر صانع کو شناخت کیا جاتا مگر بموجب تعلیم وید کے وہ ارواح اور ذرات عالم کا پیدا کنندہ نہین اور یا اُسکے وجود کا پتہ اس کے تازہ نشانون اور معجزات سے ملتا سو وہ نشانون کے دکہلانے پر قادر نہین ۔ پس درحقیقت آریون کا ایسے پرمیشر پر احسان ہے کہ باوجودیکہ اُس نے کوئی ثبوت اپنی ہستی کا نہین دیا پہر بہی اُسکو مانتے ہین ۔

ہم آریہ صاحبون کو اس بات کیطرف نہایت تاکید سے توجہ دلاتے ہین کہ وہ صرف بیہودہ گو پنڈتون کی باتون پر اعتماد کر کے کسی ودیا کو وید کیطرف منسوب نہ کرین موجودہ وید مین کوئی ودیا نہین نہ دین کی نہ دُنیا کی جس وید نے خدا کے وجود پر ہی کوئی دلیل قایم نہین کی اور پہلا قدم ہی اُسکا غلط نکلا اس کے دوسرے علوم و فنون تلاش کرنا صرف وقت ضائع کرنا ہی کیونکہ بموجب تعلیم وید کے پرمیشر روحون اور اُن کی طاقتون کا پیدا کرنے والا نہین اور ایسا ہی ذرات اور اُنکی طاقتون کا پیدا کرنیوالا نہین تو پہر کیونکر شناخت کیا جائے کہ پرمیشر موجود بہی ہے اور یہ کہنا کہ پرمیشر روحون اور جسمون کو باہم ملاتا ہے یہ قول کوئی دلیل نہین جو روحین اور ذرات خود بخود ہین وہ خود بخود مل بہی سکتی ہین ۔ X

اور پھر جس وید نے یہ خیال اپنا ظاہر کیا کہ سطح زمین کے تمام حیوانات اور آسمان کی فضا اور زمین کے اندر کے جانور اور تمام بری بحری پرند چرند خزند اور پانی کے کیڑے جو سمندر اور دریاؤن کے ہر ایک قطرہ مین ہزارہا ہین یہ سب آدمی ہین اس وید کو حق اور حکمت سے کیا تعلق ہے کیونکہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان جانورون کا کروڑم حصہ بھی کسی وقت آدمی بنکر اس زمین پر آباد ہوگا تب بھی ایسا فرض کرنا سراسر محال اور بالکل محال ہے بلکہ اگر زمین پر سے تمام سمندر اور تمام دریا اٹھ جائین اور تمام پہاڑ زمین سے ہموار ہو جاوین اور تمام زمین ایک صاف میدان آبادی کے لائق ہو جاوے تب بھی اگر کروڑم حصہ زمین کے جاندارون اور کیڑون مکوڑون کا انسان بنجائے اور اُن کو زمین پر آباد کرنا چاہین اور زمین بھی اندازہ موجودہ سے دہ چند سے زیادہ ہو جائے پھر بھی ان جاندارون کی بصورت آدمی بن جانے کے زمین پر گنجایش نہین ہو سکتی - ہر ایک شخص جو ایک گروہ مہمانون کا کسی گھر میں بلانا چاہتا ہے تو اوّل وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ گھر اُن کیلئے گنجایش بھی رکھتا ہے یا نہین پس اگر پرمیشر کا فی الحقیقت یہ ارادہ تھا کہ ان تمام جاندارون کو انسان بنا کر زمین پر آباد کرے تو اس ارادہ کے مطابق زمین کو اس قدر فراخ بنانا چاہئے تھا جسمین ان تمام انسانون کی گنجایش ہو سکتی جو کیڑون مکوڑون کی جونون سے انسان کے جون مین آنیوالے تھے اور صاف ظاہر ہے کہ پرمیشر کا اس قدر چھوٹی زمین بنانا کہ جسمین ایک کوئین کے کیڑے بھی اگر آدمی بنائے جائین سما نہین سکتے - اسکا یہ فعل اسکے اس ارادہ پر دلالت کر رہا ہے کہ اُس کا منشا ہی نہین کہ یہ تمام کیڑے مکوڑے آدمی بنجائین - ہان اگر یہ کہو کہ پرمیشر سے غلطی ہوئی کہ وہ صحیح اندازہ زمین اور تمام جاندارون کا نہین کر سکا تو ایسے جواب سے نہ وید نہ وید کا پرمیشر اور نہ وید کا مذہب قایم رہ سکتا ہے -

ایک اور وید ودّیا کا نمونہ ہم پیش کرتے ہین اور وہ یہ کہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے زمین کی آبادی صرف ایک رُبع مسکون ہے جو نہایت قلیل

آبادی ہے ایسی صورت مین جبکہ وہ لوگ جو ایک مقررّہ مدّت کے بعد مکتی خانہ سے نکالے جاتے ہین اور شمار مین زمین سے ہزار ہا حصہ زیادہ ہوتے ہین اُنکی اس زمین پر کیونکر گنجایش ہوسکتی ہے کیونکہ جو لوگ مکتی خانہ سے باہر نکالے جاتے ہین وہ صرف ایک صدی کے لوگ نہین ہوتے بلکہ بموجب اصول قرارداده آریہ صاحبون کے کروڑہا صدیون کے آدمی ہوتے ہین پس وہ زمین جسکی سطح پر صرف ایک صدی کے آدمی بہ شکل آباد ہین اُس پر کروڑہا صدیون کے آدمی کیونکر سما سکتے ہین۔ کیا کوئی آریہ صاحب وید کے اس عجیب و غریب فلسفہ سے ہمین اطلاع دے سکتے ہین۔

یاد رہے کہ یہ اعتراض اسلام کے عقیدہ پر نہین ہوسکتا کیونکہ اسلام کے عقیدہ کے رو سے پہلے آدمی اور پچھلے آدمی زمین پر کبھی جمع نہین کئے گئے مگر وید کی رو سے تو تمام پہلی پچھلی روحین مکتی خانہ سے باہر نکالی جاتی ہین اور پھر وہ تمام روحین زمین پر طرح طرح کے حیوانون کی شکل مین آجاتی ہین۔ اب جب وہ تمام جاندار جو وقتاً فوقتاً زمین پر سے کوچ کر گئے تھے ایک ہی وقت مین زمین پر جمع ہوتے ہین تو کوئی ہمین سمجھائے کہ کیونکر اس زمین پر ان کی گنجایش ہوسکتی ہے* اور پھر تمام مکتی پانے والون کا ایک ہی وقت مین مکتی خانہ سے باہر نکالنا ایک عجیب بات ہے جو سمجھ نہین آتی کیونکہ جب مکتی پانے والے مختلف زمانون مین زمین سے انتقال کر کے مکتی خانہ مین داخل کئے جاتے ہین تو چونکہ مکتی کا زمانہ محدود ہے اسلئے یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ ان مختلف زمانون کے لوگون کو ایک ہی دفعہ مکتی خانہ سے باہر نکالنا بے انصافی ہوگی۔ بلکہ یہ لازم آتا ہے کہ جیل کے قیدیون کی طرح جس مکتی یافتہ کی میعاد پوری ہو جائے اور وہ اس لائق ٹھہرے کہ مکتی خانہ سے باہر نکال دیا جاوے اُسکو فی الفور نکال دیا جاوے اور وہ دوسرا جسکی ابھی میعاد پوری نہین ہوئی اُسکو میعاد کے پورے ہونے تک مکتی خانہ مین رکھا جاوے۔ غرض وید وِدّیا کے نمونے یہ ہین جو ہمنے بیان کئے ہین۔ اور اگر کوئی آریہ صاحب اپنے خوش **عقیدگی** کی وجہ سے زیادہ کے مشتاق ہون گے

* حاشیہ۔ اسلام میں جو حشر اجساد کی نسبت خبر دیگئی ہے یعنی یہ کہ قبروں میں سے مردے جی اُٹھیں گے ساتھ ہی یہ بھی خبر دیگئی ہے کہ اُسدن زمین اس قدر پھیلائی جائیگی کہ جو کروڑہا درجہ اس زمین سے بڑھکر ہوگی۔ منہ

توہم اور بھی لکھینگے انشاء اللہ تعالیٰ۔

آریون کی حالت پر بڑا افسوس ہے کہ وہ محض اپنی نادانی اور تعصب کی وجہ سے قرآن شریف پر جو **سرچشمۂ معارف** اور حقائق ہے اعتراض کرتے ہین اور اپنے وید کی خبر نہین لیتے کہ کس تاریکی مین پڑا ہوا ہے اور اسکی باتین ایسی خلاف عقل اور بیہودہ ہین جو یقیناً اس سے بڑھکر کسی قوم کی کتاب مین ایسی باتین نہین ہونگی۔ وید نے پرمیشر کو سراسر غضب اور کینہ وری کا پتلا ٹھہرا دیا ہے جو کسی حالت مین سزا کے ارادہ کو نہین چھوڑتا لیکن قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کے غضب کو اس طور سے بیان نہین کیا جو وید بیان کرتا ہے بلکہ وہ غضب ایک روحانی فلسفہ اپنے اندر رکہتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ سزا دہی کی کیفیت کے بارہ مین ایک جگہ قرآن شریف مین فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ یعنے دوزخ کیا چیز ہے دوزخ وہ آگ ہے جو دلون پر بھڑکائی جاتی ہے یعنی انسان جب فاسد خیال اپنے دل مین پیدا کرتا ہے اور وہ ایسا خیال ہوتا ہی کہ جس کمال کیلئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ اسکے مخالف ہوتا ہے تو جیسا کہ ایک بھوکھا یا پیاسا بوجہ نہ ملنے غذا اور پانی کے آخر مرجاتا ہے ایسا ہی وہ شخص بھی جو فساد مین مشغول رہا اور خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کی غذا اور پانی کو نہ پایا وہ بھی مرجاتا ہے پس بموجب تعلیم قرآن شریف کے بندہ ہلاکت کا سامان اپنے لئے آپ تیار کرتا ہے خدا اُس پر کوئی جبر نہین کرتا اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اپنے حجرہ کے تمام دروازے بند کردے اور روشنی داخل ہونیکے لئے کوئی کھڑکی کھلی نہ رہے تو اسمین شک نہین کہ اُسکے حجرہ کے اندر اندھیرا ہوجائے گا۔ سو کھڑکیون کا بند کرنا تو اس شخص کا فعل ہے مگر اندھیرا کردینا یہ خدا تعالیٰ کا فعل اسکے قانون قدرت کے موافق ہے۔ پس اسی طرح جب کوئی شخص خرابی اور گناہ کا کام کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے قانون قدرت کی رو سے اسکے اس فعل کے بعد کوئی اپنا فعل ظاہر کردیتا ہی جو اسکی سزا ہوجاتا ہے لیکن باایہمہ توبہ کا دروازہ بند نہین کرتا مثلاً جب ایک شخص نے اپنے

ایسے حجرہ کی کہڑکی کہول دے جس کو اُس نے بند کر دیا تہا تو معاً خدا تعالے اس گہر مین روشنی داخل کریگا پس قرآن شریف کی رو سے خدا کے غضب کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ انسان کی طرح اپنی حالت مین ایک مکروہ تغیر پیدا کر کے خشمناک ہو جاتا ہے کیونکہ انسان تو غضب کے وقت مین ایک رنج مین پڑ جاتا ہے اور اپنی حالت مین ایک دکھ محسوس کرتا ہے اور اس کا سرور جاتا رہتا ہے مگر خدا ہمیشہ سرور مین ہے اسکی ذات پر کوئی رنج نہین ہوتا۔ بلکہ اُسکے غضب کے یہ معنی ہین کہ وہ چونکہ پاک اور قدوس ہے اسلئے نہین چاہتا کہ لوگ اُسکے بندے ہو کر ناپاکی کی راہین اختیار کرین اور تقاضا فرماتا ہے کہ ناپاکی کو درمیان سے اٹھا دیا جاوے پس جو شخص ناپاکی پر اصرار کرتا ہے آخر کار وہ خدائے قدوس اپنے فیض کو جو مدار حیات اور راحت اور آرام ہے اس سے منقطع کر لیتا ہے اور یہی حالت اُس نافرمان کیلئے موجب عذاب ہو جاتی ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک باغ ہے جو ایک نہر کے پانی ہی سرسبز اور شاداب ہوتا تہا اور جب باغ والون نے نہر کے مالک کی اطاعت چہوڑ دی تو مالک نہر نے اُس باغ کو اپنے نہر کے پانی سے محروم کر دیا اور بند لگا دیا تب باغ خشک ہو گیا۔

* اب واضح ہو کہ ضرورت الہام کو بیان کرنا اُس قوم کا کام نہین ہے جو الہام کو کسی گذشتہ زمانہ تک محدود سمجہہ بیٹھی ہے۔ کیونکہ جو چیز واقعی طور پر ضروری ہے اُسکی ہمیشہ اور ہر وقت ہمین ضرورت ہی۔ اور اگر کہین کہ پہلے زمانون مین **الہام** کی ضرورت تھی اور اب نہین ہے تو گویا ہم خود ضرورت الہام کے **منکر ہین**۔ مثلاً ہمین زندگی کیلئے سانس لینے کی ضرورت ہی پس نہین کہ سکتے کہ کل وہ ضرورت تہی مگر آج نہین ہے اور آج ہم کسی دوسرے کو سانس لیتے دیکھ کر جی سکین گے بلکہ الہام ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو خدا کو نزدیک کر کے ہمین دکہلا دیتا ہے اور ہمارا رشتہ خدا سے محکم کر دیتا ہے اور ہم جیسے پہلے آسمان سے آئے تہے الہام دوبارہ ہمین آسمان کیطرف لیجاتا ہے۔ +

اب جاننا چاہئے کہ دلیل دو قسم کی ہوتی ہے ایک لِمّی اور لمّی دلیل اُسکو کہتے

ہین کہ دلیل سے مدلول کا پتہ لگا لین جیسا کہ ہمنے ایک جگہ دُہوان دیکہا تو اس سے ہم نے آگ کا پتہ لگا لیا اور دوسری دلیل کی قسم اِنّی ہے اور اِنّی اُسکو کہتے ہین کہ مدلول سے ہم دلیل کیطرف انتقال کرین جیسا کہ ہمنے ایک شخص کو شدید تپ مین مبتلا پایا تو ہمین یقین ہوا کہ اس مین ایک تیز صفرا موجود ہے جس سے تپ چڑہ گیا۔ سو اس جگہ ہم انشاء اللہ تعالے دونون قسم کی دلیلین پیش کرینگے۔

سپہلے ہم لمّی دلیل ضرورت الہام کیلئے پیش کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اسمین کچہہ شک نہین کہ انسان کے جسم کا جسمانی اور روحانی نظام ایک ہی قانون قدرت کے ماتحت ہے پس اگر ہم انسان کے جسمانی حالات پر نظر ڈال کر دیکہین تو ظاہر ہوگا کہ خداوند کریم نے جس قدر انسان کے جسم کو خواہشین لگا دی ہین اُن کے پورا کرنیکے لئے ہی سامان مہیا کئے ہین۔ چنانچہ انسان کا جسم بباعث بھوک کے اناج کا محتاج تہا سو اسکے لئے طرح طرح کی غذائین پیدا کی ہین۔ ایسا ہی انسان بباعث پیاس کے پانی کا محتاج تہا سو اس کیلئے کوئین اور چشمے اور نہرین پیدا کر دی ہین۔ اسی طرح انسان اپنی بصارت سے کام لینے کے لئے آفتاب یا کسی اور روشنی کا محتاج تہا سو اُس کے لئے خدا نے آسمان پر سورج اور زمین پہ دوسری اقسام کی روشنی پیدا کر دی ہے اور انسان اس ضرورت کیلئے کہ سانس لے اور نیز اس ضرورت کے لئے کہ کسی دوسرے کی آواز کو سُن سکے ہوا کا محتاج تہا سو اس کیلئے خدا نے ہوا پیدا کر دی ہے۔ ایسا ہی انسان بقائے نسل کیلئے اپنے جوڑے کا محتاج تہا سو خدا نے مرد کیلئے عورت اور عورت کیلئے مرد پیدا کر دیا ہے غرض خدا تعالے نے جو جو خواہشین انسانی جسم کو لگا دی ہین اُن کیلئے تمام سامان بہی پیدا کر دیا ہے پس اب سوچنا چاہیئے کہ جبکہ انسانی جسم کو باوجود اسکے فانی ہونے کے تمام اُسکی خواہشون کا سامان دیا گیا ہے تو انسان کی روح کو جو دائمی اور ابدی محبت اور معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کی گئی ہے کس قدر اُسکی پاک خواہشون کے سامان دیے گئے ہونگے سو وہی سامان خدا کی **وحی** ہے اور اُسکے تازہ نشان ہین جو ناقص العلم انسانکو یقین تام تک پہنچاتے ہین خدا نے جیسا کہ جسم کو

اسکی خواہشون کا سامان دیا ایسا ہی روح کو بھی اسکی خواہشون کا سامان دیا تا جسمانی اور روحانی نظام دونون باہم مطابق ہون +

جن کو روحانی حس دی گئی ہے وہ اس بات کو محسوس کرتے ہین کہ روح اپنی تکمیل کیلئے ایک روحانی غذا اور پانی کی محتاج ہے جس سے روحانی زندگی قایم رہ سکتی ہے **روحانی زندگی** کیا چیز ہے ؟ وہ اپنے محبوب حقیقی کی محبت اور اس سے قطع تعلق ہوجانے کا خوف ہے اور محبت سے مراد وہ حالت ہے کہ بلکلی دل اسی کیطرف کھنچا جائے اور اس کے مقابل پر کوئی دوسرا باقی نہ رہے اور روحانی خوف سے یہ مراد ہے کہ قطع تعلق کے اندیشہ سے گناہ کا مادہ جل جائے اور روح مین ایک پاک تبدیلی پیدا ہوجائے اور دنیا مین کوئی انسانی روح نہین جو روحانی زندگی کی طالب نہین - ہان جو لوگ محض دنیا کی کیڑے ہین ان کی روح کی بصارت قریبا مردار پڑجاتی ہے اور وہ خدا سے قطع تعلق کرلیتے ہین - اور خدا سے نہین ڈرتے اور صرف دنیا کو اپنی اصلی غرض سمجھنے لگتے ہین مگر تاہم کسی خوفناک نظارہ کے وقت جیسا کہ سخت زلزلہ یا کسی خطرناک بیماری کی وجہ سے ایک بجلی کیطرح اس مالک حقیقی کی ہیبت کی چمک ان کے سامنے بھی آجاتی ہے اور پھر غافل ہوجاتے ہین مگر یاد رہے کہ فقط یہ کہنا کہ جس خدا نے جسم کی حاجتون کے موافق اسکو سامان دئے ہین ایسا ہی روح کو اسکی حاجتون کے موافق سامان دیئے ہون گے جیسا کہ مضمون پڑھنیوالا آریہ نے بیان کیا یہ وجود الہام پر کامل دلیل نہین ہے کیونکہ مخالف کہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ انسان کو ایک چیز کی ضرورت تو ہو مگر وہ چیز اسکو حاصل نہ ہو پس سچ تو یہ ہے کہ یہ دلیل جو لی ہے پوری نہین ہوسکتی جبتک اس کے ساتھ اتنی دلیل نہ ہو یعنے جب تک تازہ نمونہ الہام نہ دیکھا جائے بلاشبہ ضرورت کا محسوس کرنا اور چیز ہے اور پھر اس ضرورت کو حاصل بھی کرلینا یہ اور امر ہے - پس آریون کے مضمون پڑھنے والے نے جو ضرورت الہام کیلئے صرف یہ چند فقرے بیان کئے کہ جس طرح خدا انسان کی جسمانی خواہشون کو پورا کرتا ہے مثلاً

پیاس کے وقت پانی عطا کرتا ہے اور بہوک کیوقت طرح طرح کی غذائین عنایت کرتا ہی اسی طرح خدا روحانی خواہشون کا بہی پورا کرنے والا ہے اور وہ الہام ہو۔ یہ کال دلیل نہین ہے اور اگر یہ کامل ہے تو تم جسمانی اور روحانی قانون قدرت ہہین مطابق کرکے دکہلاؤ جن کے واقعات مین ایک ذرہ تفاوت نہ ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ اس زمانہ مین تمہارے جسم کیلئے غذا اور پانی دونون موجود ہین یہ نہین کہ فقط کسی پہلے زمانہ مین تہین اور اب نہین ہین مگر جب الہام اور وحی کا ذکر آتا ہی تو پہر تم کسی ایسے پہلے زمانہ کا حوالہ دیتے ہو جس پر کروڑ ہا برس گذر چکے ہین مگر موجود کچہہ نہین دکہلا سکتے۔ پہر خدا کا جسمانی اور روحانی قانون قدرت باہم مطابق کیونکر ہوا۔ ذرا ٹہر کر سوچو یونہی جلدی سے جواب مت دو۔ تم اس سے انکار نہین کرسکتے کہ جسمانی خواہشون کے سامان تو تمہارے ہاتہون مین موجود ہین۔ مگر روحانی خواہشون کے سامان تمہارے ہاتہون مین موجود نہین بلکہ صرف قصے تمہارے ہاتہون مین ہین جو بودے اور باسی ہو چکے ہین تم جانتے ہو کہ اس زمانہ تک تمہارے جسمانی چشمے بند نہین ہوئے جن کا تم پانی پیکر پیاس کی جلن اور سوزش کو دور کرتے ہو اور نہ جسمانی کہیتون کی زمین ناقابل زراعت ہوگئی ہے جن کے اناج سے تم دو وقت پیٹ بہرتے ہو مگر وہ روحانی چشمے اب کہان ہین جو الہام آلہی کا تازہ پانی پلا کر پیاس کی سوزش کو دور کرتے تہے اور اب وہ روحانی اناج بہی تمہارے پاس نہین ہے جس کو کہا کر تمہاری روح زندہ رہ سکتی تہی۔ اب تم گویا ایک جنگل مین ہو جس مین نہ اناج ہے نہ پانی ہے تم سوچ کر دیکہو لو کہ کیا صرف اناج کے نام سے تمہارا پیٹ بھر سکتا ہے یا صرف پانی کے خیال سے تمہاری پیاس کی سوزش دور ہو سکتی ہے ہمنے قبول کیا کہ تمہارے رشی روحانی اناج کہاتے تہے اور روحانی پانی پیتے تہے مگر تم تو اس سے محروم ہو اور اب تو تمہاری وہ مثال ہے کہ کسی نے کسی شخص سے پوچہا تہا کہ کیا تو نے کبھی کنک کی روٹی کہائی ہے تو اس نے جواب دیا کہ مینے تو کبھی نہین کہائی۔ مگر میرے دادا صاحب بات کیا کرتے تہے کہ انہون نے ایک

شخص کو کہاتے دیکہا تہا۔

اسے غافلو تمہین اِن قصون سے کیا فایدہ کہ وید کے رشیون کو الہام ہوتا تہا اب تمہارے لئیے وہ سب قصے ہین اور تمہاری یہ حماقت ہے کہ ضرورت الہام کے مطالبہ کے وقت صرف قصے پیش کر دیتے ہو یا در کہو کہ الہام کا ثبوت طلب کرنے کے وقت صرف یہ بات پیش کرنا کہ ویدون کے رشیون کو الہام ہوتا تہا یہ الہام کے وجود کی کوئی دلیل نہین ہے بلکہ یہ تو ایک دوسرا دعوے ہے کسی کو کیا خبر کہ اُن کو الہام ہوتا تہا یا نہ ہوتا تہا **صاحبو!** جو کچہہ مین آپ کے سامنے پیش کرتا ہون اُس کے سمجہنے کیلئے کچہہ زیادہ عقل کی ضرورت نہین بلکہ مین آپ کی بات سچ ہی آپ کو ملزم کرتا ہون اور وہ یہ کہ **آپ کا یہ اصول** ہے کہ الہام چارون ویدون سے ہی خاص تہا اور بقول آپ کے الہام کا زمانہ آگے نہین بلکہ پیچہے رہ گیا ہے اور اسی وجہ سے آپ لوگ خدا تعالیٰ کے مقدس نبیون کو مفتری قرار دیتے ہین۔ مگر اب آپ اپنے اس اصول کی پروا نہ رکہہ کر بقول شخصے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد خدا کے روحانی انتظام کو جسمانی انتظام کے مطابق قرار دیتے ہین اور ہم قبول کرتے ہین کہ یہ آپ کا قول سچ ہے کیونکہ قانون قدرت تطابق ہی چاہتا ہے مگر کیا یہ سچ ہے کہ جیسا کہ یہ تمہاری جسمانی خواہشین بہوک اور پیاس کی جو تمہین ہر روز لگتی ہین موجودہ اناج اور پانی سے پوری کی جاتی ہین ایسا ہی روحانی خواہشین بہی روحانی موجودہ غذا اور پانی سے پوری ہو رہی ہین۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ لوگ خدا کے الہام کو ہرگز ثابت نہین کر سکتے جسمانی حاجتون کے وقت تو ہمین آپ پانی اور اناج دکہا دیتے ہین مگر روحانی حاجتون کے وقت آپ صرف قصے پیش کرتے ہین کیا صرف قصون کو کوئی کہاوے یا پیوے۔ مگر ہم صرف قصے پیش نہین کرتے بلکہ آپ کو تازہ بتازہ **الہام** وکہلا دیتے ہین۔ وہ خدا کا الہام ہی تہا جس نے لیکہرام کے قتل ہونے کی پانچ برس پہلے خبر دی تہی اور وہ خدا کا الہام ہی تہا جس نے

تین شریر آریون کی نسبت جو قادیان کے آریہ اخبار شبھ چنتک کے اڈیٹر اور منتظم تھے اور سخت بدگو تھے خبر دی تھی کہ وہ **طاعون** سے ہلاک ہونگے چنانچہ وہ اس پیشگوئی سے دوسرے یا تیسرے دن طاعون سے ہی مرے۔ آپ کے پرمیشر کو کیا چیز سمجھین وہ تو صرف تصور سے طفل تسلی دیتا ہے مگر ہمارے خدا نے خود ہمین الہام سے مشرف کر دیا۔

پھر مضمون پڑہنے والے نے وید کی تائید مین یہ سنایا کہ الہام آدسرشٹی یعنے ابتدائے زمانہ آفرینش سے ہونا چاہیئے مگر اس بات پر دلیل نہین بیان کی کہ کیون ابتدائے آفرینش سے ہونا چاہیئے اور کیون بعد اسکے الہام نازل کرنا حرام ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ بات ضروری ہے اور ہم مانتے ہین کہ دُنیا کی ابتدا مین انسان کو خدا سے الہام پانے کی ضرورت ہے مگر ہم یہ نہین مانتے کہ وہ ضرورت صرف ابتدائے زمانہ مین پیش آتی ہے اور بعد اس کے کبھی پیش نہین آتی۔ ابتدائے زمانہ مین خدا کے الہام کی طرف صرف اس لئے انسان محتاج ہے کہ وہ محض بے خبری کی حالت مین پیدا ہوتا ہے اور نہین جانتا کہ ایمان کیا ہے اور اعمال صالح کن اعمال کو کہتے ہین مگر یہ بے خبری کچھہ ابتدائے زمانہ پر موقوف نہین بلکہ انسان کی فطرت کچھہ ایسی واقع ہے کہ گو اُسکے باپ دادے راہ راست سے بے خبر نہ تھے اور ایمان رکھتے تھے اور نیک اعمال بجا لاتے تھے مگر انسان ایک مدت دراز گذرنے کے بعد اُن کے طریق کو بھول جاتا ہے اور اُن کے مخالف طریق اختیار کرتا ہے اور بسا اوقات وہ کتاب محرّف و مبدل ہو جاتی ہے جس سے پہلے لوگ ہدایت پاتے تھے اور بعض اوقات پیچھے آنیوالے لوگون کو اُن کے معنے سمجھنے مین غلطیان پیدا ہو جاتی ہین جیسا کہ یہی غلطیان وید کے پڑہنے والون کو پیش آئین کہ اُنہون نے یہ سمجھہ لیا کہ وید مخلوق پرستی سکھاتا ہے اسی وجہ سے تمام ہندو مخلوق پرستی مین گرفتار ہین۔ اور تمام آریہ ورت بُت پرستی اور آتش پرستی اور آفتاب پرستی اور ماہتاب پرستی اور آب پرستی اور انسان پرستی سے بھرا ہوا ہے بلکہ دنیا مین کوئی مخلوق پرستی کی قسم نہین جو ہندوؤن نے اختیار نہین کر رکھی یہان تک کہ بعض درختون کی بھی پوجا ہوتی

ہے اور بعض ہندو سانپون کی بھی پرستش کرتے ہین - اور ایک قسم کی نہایت گندی پوجا بھی
کرتے ہین جسکو **لنگ پوجا** کہتے ہین اور کالیتھ قوم کے پڑہے لکھے ہندو قلم کی پوجا
کرتے ہین ایسا ہی اور کئی قسم کی پوجا ہین جو اس قوم مین پائی جاتی ہین جیساکہ ہندوؤن نے
بہت سے دیوتا بھی بنا رکھے ہین کہ شاید تیتیس کروڑ یا اس سے بھی زیادہ ہین ان سب کی
پوجا ہوتی ہے اور اس مین صرف عوام ہی نہین بلکہ بڑے بڑے پنڈت اور عالم فاضل ہندو
مذہب کے قریبًا سب کے سب مخلوق پرست ہین - یہ تو وہ اعمال ہین جنہین خدا کا حق مخلوق کو دیا
گیا ہے - اسوا اسکے ہندوؤن مین **قومی تفریق** اس قدر ہے کہ ایک قوم دوسری قوم
کو نہایت تحقیر سے دیکھتی ہے برادرانہ ہمدردی کا نام و نشان نہین - ایک ہندو دوسرے
ہندو کو بغیر سود کے قرضہ نہین دیسکتا اور باہمی اختلاط کا یہ حال ہے کہ ایک ہندو دوسرے ہندو اور قوم کو کتے کی طرح سمجھتا ہے کیا مجال کہ اُس کا پس خوردہ کہا سکے بلکہ کتون کے پس خوردہ مین
بھی کچھ مضائقہ نہین دیکھتے - اور جو ادنے ذات کے ہندو ہین جیسے حجام - نجار - زرگر وغیرہ
وہ نہایت ذلیل سمجھے جاتے ہین - اور شاسترون کے رُو سے اگر وہ برہمن کا مقابلہ کرین تو
اُن کی جان کی خیر نہین - اور اگر مقابلہ کے وقت کچھہ بولین تو اُن کی زبان کاٹ دی جاوے
اور اگر برابری کرین تو جان سے مارے جائین - اور برہمنون کو وہ حق دئے گئے ہین کہ
دوسری قومون کو وہ حق حاصل نہین ہین یہان تک کہ نیوگ کے **بیرج داتا** بھی برہمن ہی قرار
دئے جاتے ہین - یہ حکم ہے کہ اگر کسی کے گھر مین لڑکا پیدا نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو برہمن سے
ہمبستر کراوے اور وید کا پڑھنا پڑہانا بھی برہمنون سے خاص ہے اگر دوسری قومین وید
کو پڑھین تو اُن کے لئے سخت سزائین مقرر ہین - اس مین حکمت یہ ہے کہ تا وید برہمنون
کے ہی ہاتھہ مین رہے اور جو کچھہ چاہین بیان کردیا کرین اور دوسرے لوگ اُنکی چالاکیون
پر اطلاع نہ پاوین بلکہ وہ سب اِن کے دست نگر رہین -
پس وید کے اِس نمونہ سے ظاہر ہے کہ ایک مدت گذرنے کے بعد کس قدر

کتابون مین تغیرات پیدا ہوجاتے ہین - اور کس قدر خرابیان ظہور مین آجاتی ہین - پس سچ تو یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ مین جبکہ انسانی نفوس سادہ اور شرّ سے خالی ہوتے ہین ایسی سخت ضرورت الہامی کتاب کی نہین ہوتی جیساکہ اِس فاسد زمانہ مین الہامی کتاب کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ دُنیا مین حد سے زیادہ بدعقیدگی اور بدچلنی پھیل جاتی ہے اور ہر ایک قسم کے عیب اور بدکاری اور شرک اور ہر ایک قسم کا ظلم اور انواع اقسام کے معاصی اور جرایم اور مخلوق پرستی طبیعت مین جم جاتی ہے اور سینہ مین نقش ہوجاتی ہے - اور دل مین گھر کر جاتی ہے اور پھر سچائی سے اس قدر بغض ہوجاتا ہے کہ ایسے مفسد لوگ اپنے واعظ اور ناصح کے جانی دشمن ہوجاتے ہین اور مرنے مارنے پر طیار ہوجاتے ہین اور دُکھ دیتے ہین اور سخت مقابلہ کرتے ہین -

پس ایسے وقت پر جو خدا کا کوئی رسول **اصلاح** کے لئے آتا ہے تو اُس پر بڑی مشکلین پڑتی ہین لیکن جو شخص ابتدائے زمانہ مین خدا کا رسول ہوکر آتا ہے اسکا تو صرف یہ کام ہے کہ جیساکہ مان بچون کو پرورش کرتی ہے ایسا ہی وہ بھی ابتدائے پیدائش کے لوگون کو روحانی طور پر بچون کی طرح پرورش کرتا ہے اور ہنسی خوشی مین اپنی تعلیم اُن کے دلون مین ڈال دیتا ہے ٭ کیونکہ ابتدائے آفرینش کے وقت دل سادہ ہوتے ہین

٭ حاشیہ جو کتاب ابتدائے آفرینش کیوقت آئی ہوگی اسکی نسبت عقل قطعی طور پر تجویز کرتی ہے کہ وہ کامل کتاب نہین ہوگی - بلکہ وہ صرف اس استاد کی طرح ہوگی جو ابجد خوان بچون کو تعلیم دیتا ہے صاف ظاہر ہے کہ ایسی ابتدائی تعلیم مین بہت لیاقت کی ضرورت نہین ہوتی - ہان جس زمانہ مین انسانی تجربہ نے ترقی کی اور نوع انسان کئی قسم کی غلطیون مین پڑگئی تب باریک تعلیم کی حاجت پڑی بالخصوص جب گمراہی کی تاریکی دنیا مین بہت پھیل گئی اور انسانی نفوس کئی قسم کی علمی اور عملی ضلالت مین مبتلا ہوگئے تب ایک اعلیٰ اور اکمل تعلیم کی حاجت پڑی اور وہ قرآن شریف ہے لیکن ابتدائے زمانہ کی کتاب کے لئے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کی ضرورت نہ تھی کیونکہ ابھی انسانی نفوس سادہ تھے اور ہنوز اُن مین کوئی ظلمت اور ضلالت جاگزین نہین ہوئی تھی ہان اس کتاب کے لئے اعلیٰ تعلیم کی ضرورت تھی جو انتہائی درجہ کی ضلالت کے وقت ظاہر ہوئی اور ان لوگون کی اصلاح کیلئے آئی جن کے دلون مین عقاید فاسدہ راسخ ہوچکے تھے اور اعمال قبیحہ ایک عادت کے حکم مین ہوگئے تھے - منہ

اور وہ انواع اقسام کی گمراہی جو رفتہ رفتہ پیچھے سے لاحق حال ہوجاتی ہے اور دلوں پر
میل کیطرح جم کر جامہ ناپاک کی طرح کردیتی ہے اس وقت موجود نہیں ہوتی بلکہ دل سفید
کپڑے کیطرح ہوتے ہین مگر بعد مین رفتہ رفتہ طرح طرح کے بُرے کام اور انواع اقسام کے گناہ پیدا
ہوجاتے ہین یہانتک کہ کثرت گناہون کے سبب سے لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ
جاتے ہین اور بُری عادتین اُن کے دلون مین جم جاتی ہین یہانتک کہ وہ خراب عقیدون
اور خراب عادتون کو اپنا ایک مذہب بنا لیتے ہین اور پھر اُن باطل طریقون کی حمایت
کیلئے اُن کے دلون مین تعصب اور حمیت پیدا ہوجاتی ہے اور ان بدعقیدون اور
بدرسوم کا چھوڑنا اِس لئے بھی اُن پر مشکل ہوجاتا ہے کہ قومی تعلقات اس سے مانع ہوجاتے
ہین اور باہمی رشتہ ناطہ کی بھاری زنجیرین اِس بات سے روکتی ہین کہ قومی مذہب کو ترک
کیا جاوے۔ اب آپ سوچ سکتے ہین کہ اسیوقت مین جو کوئی رسول خدا تعالی کیطرف سے
آئیگا تا ایسے بگڑے ہوئے لوگون کی اصلاح کرے تو کس قدر مشکلات کا اُسکو سامنا پڑیگا اور
کس قدر ضروری ہوگا کہ ایسے پرآشوب اور پرفساد زمانہ مین خدا تعالی نوع انسان پر رحم
فرماکر انکی اصلاح کے لئے کوئی رسول بھیجے کیا ہم گمان کرسکتے ہین کہ ابتداء آفرینش
کے زمانہ مین جبکہ یہ تمام مفاسد اور نہایت گندے عقیدے اور گندے گناہ دنیا مین
موجود نہ تھے تب تو خدا تعالے نے نوع انسان پر رحم کرکے کوئی **الہامی کتاب**
ان کو عنایت فرمائی لیکن جب زمین ناپاکی سے بھر گئی اور وہ پہلی کتاب اصلاح نہ کرسکی
بلکہ صدہا بدعقیدے اُسکی غلط فہمی سے پیدا ہوگئے اور نیز اُسکی تعلیم سے بہت سے حصے
دُنیا کے بیخبر رہے اور اُنہون نے بیخبری کی حالت مین جو کچھ عقیدہ اور عمل چاہا اختیار
کیا اور ہر ایک بُرے کام سے حصہ لیا ایسے زمانہ مین کوئی الہامی کتاب خدا نے نازل
نہ کی اور کیا ہم یہ خیال کرسکتے ہین کہ ابتداے آفرینش کے زمانہ مین تو خدا تعالی کو
یہ طاقت اور قدرت حاصل تھی کہ لوگون کو اپنے احکام پر قایم ہونے کے لئے کوئی

الہامی کتاب نازل فرماتا۔ مگر بعد مین ایک ایسے زمانہ مین کہ جب ایک طوفان گناہون کا برپا ہوا یہ طاقت اسکی مسلوب ہوگئی اور اُس کو قدرت نہ رہی کہ انسانون کی موجودہ حالت کے موافق اُن کی اصلاح کیلئے کوئی کتاب بھیجتا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ میں توکسی الہامی کتاب کی چندان ضرورت نہین مگر جبکہ زمانہ پرفساد اور گمراہی غالب آگئی ہو اور بدعقیدگی اور بدکاری کے جذام سے روحانیت کا خون بگڑگیا ہو تو اس صورت مین الہامی کتاب کی اشد ضرورت پیش آئیگی

... لیکن جیسا کہ ہم ابھی بیان کرچکے ہین نوع انسان ابتدائے آفرینش مین اصلاح کی ایسی محتاج نہین جیسا کہ اس زمانہ مین محتاج ہے جسمین ایک طوفان بدعقیدگی اور بدکاری کا برپا ہو خاص کر جبکہ بقول آریون کے ابتدائے آفرینش مین مکتی پانے کا زمانہ قریب تہا اور بوجہ قرب زمانہ مکتی کی پہلی تمام ہدایتین اور گیان اور معرفت کی باتین خوب یاد تہین اور ابہی دل خراب نہین ہوئے تہے اور عملی حالت بگڑی نہین تہی تو ایسے پاک دلون کو جو ابہی کسی بدعقیدگی اور بدعملی مین مبتلا نہین ہوئے تہے کسی مصلح اور کسی الہامی کتاب کی چندان ضرورت نہ تہی اور یہ تو ہم مانتے ہین کہ ابتدائے آفرینش مین بہی اس وقت کے انسانون کے لیئے خدا تعالیٰ نے کوئی کتاب دی تہی مگر یہ نہین مانتے کہ وہ کتاب وید ہی ہے اور نہ **وید نے یہ دعوے** کیا ہے کہ وہ ابتدائے زمانہ کی کتاب ہے بلکہ رگ وید جابجا اس مضمون سے بہرا پڑا ہے کہ وید سے پہلے کئی راستباز گذرچکے ہین اور وید مین جابجا ایسی چیزون کا ذکر ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وید اس زمانہ کی کتاب ہے جبکہ دنیا ہر ایک نیک وبد سے خوب آباد ہوچکی تہی اور اہل دنیا کے تمام ضروری اسباب پیدا ہوچکے تہے اور ہم اس دلیل کو بہی نہین مانتے کہ جو وید کے الہامی ہونے پر اس طور سے پیش کی جاتی ہے کہ اول صرف دعوے کے طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وید ایک ایسی کتاب ہے کہ جو ابتدائے آفرینش مین انسانون کو دی گئی اور پہر بعد اس کے یہ کہا

جاتا ہے کہ ابتدائے زمانہ میں یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ بجز خدا کے کسی نے افترا کے طور پر کتاب بنائی ہو کیونکہ اس زمانہ میں بولی سکھلانے والا محض خدا تھا اس کے سوا کوئی نہ تھا سو اُس نے **ویدک سنسکرت** سکھلائی اور ظاہر ہے کہ بغیر سکھلانیکے کوئی بولی یاد نہیں آسکتی۔ اگر کسی نوزاد بچہ کو کچھ بھی نہ سکھلایا جائے تو وہ گنگ رہ جاتا ہے۔

یہ عجیب دلیل ہے جو آریہ مضمون سنانیوالے نے پیش کی ہے کہ پہلے تو وہ لوگوں کو اس بات کے لئے مجبور کرتا ہے کہ تم بلا دلیل مان لو کہ وید ابتدائے زمانہ کی کتاب ہے اور پھر اپنے مذکورہ بالا بیان کے ساتھ وید کو الہامی کتاب ٹھہراتا ہے۔ سو اسکی یہ دلیل محض اس طور کی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ اول تم بلا دلیل اس بات کو مان لو کہ پنڈت دیانند کے جسم پر پرندوں کی طرح پر بھی تھے جو عقاب کے پروں کی طرح نہایت قوی اور مضبوط تھے اور پھر ہم یہ بات ثابت کر دینگے کہ آریہ ورت میں جس قدر اس نے دورہ کیا اس تمام دورہ میں وہ **ریل** وغیرہ کا محتاج نہ تھا بلکہ **پرواز** کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر تک جاتا تھا افسوس یہ لوگ نہیں جانتے کہ ایک بلا دلیل دعویٰ پیش کر کے پھر اُسی دعویٰ کی بنا پر کوئی بکواس کر کے اُس کا نام دلیل رکھنا عقلمندوں کا کام نہیں۔ سو یاد رہے کہ پہلے تو یہی بار ثبوت آریہ صاحبوں کی گردن پر ہے کہ وہ وید کو ابتدائے آفرینش کی کتاب **ثابت** کریں اور پھر بعد اسکے کوئی بات کریں۔

اور پھر یہ کہنا کہ بغیر سکھلانے کے کوئی بولی یاد نہیں آسکتی یہ امر بھی بموجب اصول آریہ کے پہلے زمانہ کے **نیا جنم** لینے والے لوگوں پر صادق نہیں آسکتا کیونکہ وہ اپنے مکتی کے زمانہ سے قریب العہد ہوتے ہیں اور تازہ بتازہ مکتی خانہ سے باہر آتے ہیں۔ اور چونکہ وہ ایسے گھر سے دُنیا کی طرف آتے ہیں جسمیں بقول آریہ سماج داخل ہونے والے پورے طور پر وید کی ہدایتوں کے پابند ہوتے ہیں اور وید اُن کو کنٹھ ہوتا ہے اِس لئے انکی نسبت یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ وہ اُن بچوں کی طرح ہوں جو کئی لاکھ برس گذرنے کے بعد پیدا ہوتے ہیں

بھلا عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ جو لوگ نہایت قریب زمانہ مین مکتی خانہ سے باہر نکلتے ہین اُن کے حافظہ اور علوم اور معارف پر ایسے پتھر پڑ جائین کہ جو لوگ کروڑ ہا برس بعد آتے ہین اُن کے ساتھ برابر ہو جائین؟ غرض ہم یہ تو مانتے ہین کہ جو لوگ مکتی کے زمانہ سے کروڑ ہا برس بعد مین آتے ہین وہ بوجہ زمانہ دراز کی غفلت کے وید ودیا کو یاد نہین رکھتے اور نہ سنسکرت کو یاد رکھتے ہین سب کچھ بھول جاتے ہین اور یہ بات بالکل سچ ہے کہ ایسے بچون کو اگر انکے پیدا ہونے کے بعد زبان نہ سکھائی جائے تو وہ بالکل گنگے رہ جاتے ہین مگر کیا وہ لوگ بھی گنگے ہی رہ سکتے ہین جو تازہ بتازہ مکتی خانہ سے باہر آتے ہین ان کے لئے تو ضرور ہے کہ بغیر حاجت الہام کے سنسکرت کی زبان یاد ہو جو **مکتی خانہ** مین باہم بولتے تھے اور نیز ضروری ہے کہ سب کو **وید از بر ہو** کیونکہ وہ مکتی خانہ مین ویدہی تو دن رات پڑھتے تھے اور کیا کام تھا؟

پھر ہم اصل مدعا کیطرف رجوع کر کے لکھتے ہین کہ یہ بات فی الواقع صحیح اور درست ہے کہ ابتدائے آفرینش مین بھی ایک الہامی کتاب نوع انسان کو ملی تھی مگر وہ وید ہرگز نہین ہے اور موجودہ وید کو خدا تعالیٰ کیطرف منسوب کرنا اُس پاک ذات کی **توہین** ہے۔

اس جگہ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ابتدائے زمانہ مین صرف ایک **الہامی کتاب**† انسانون کو کیون دی گئی ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا کتابین کیون نہ دی گئین اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدائے زمانہ مین انسان تھوڑے تھے اور اس تعداد سے بھی کمتر تھے

حاشیہ † یاد رہے کہ الہام یا الہامی کتاب کا لفظ جو بار بار اس رسالہ یا دوسری کتابون مین ہمنے لکھا ہے صرف عام فہم کرنے کے لئے یہ لفظ لکھا گیا ہے ورنہ الہام کے تو صرف یہ معنی ہین کہ جو کچھ دل مین ڈالا جاوے نیک ہو یا بد وہ الہام ہے اور اس میں یہ بھی ضروری نہین کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے الفاظ ہون مگر اس جگہ ہماری مراد الہام سے وحی الٰہی ہے اور وحی اس کو کہتے ہین کہ خدا کا کلام مع الفاظ کسی پر نازل ہو اس وحی سے آریہ سماج والے بالکل بیخبر ہین - منہ

جو اُن کو ایک قوم کہا جائے اِس لئے اُن کیلئے صرف ایک کتاب کافی تھی پھر بعد اس کے جب دُنیا مین انسان پھیل گئے اور ہر ایک حصہ زمین کے باشندون کا ایک قوم بن گئی اور بباعث دور و دراز مسافتون کے ایک قوم دوسری قوم کی حالات سے بالکل بیخبر ہوگئی ایسے زمانون مین خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے تقاضا فرمایا کہ ہر ایک قوم کے لئے جدا جدا رسول اور الہامی کتابین دی جائین۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور پھر جب نوع انسان نے دُنیا کی آبادی مین ترقی کی اور ملاقات کیلئے راہ کھل گئی اور ایک ملک کے لوگون کو دوسرے ملک کے لوگون کے ساتھ ملاقات کرنیکے لئے سامان میسر آگئے اور اس بات کا علم ہوگیا کہ فلان فلان حصہ زمین پر نوع انسان رہتے ہین اور خدا تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ ان سبکو پھر دوبارہ ایک قوم کیطرح بنا دیا جائے اور بعد تفرقہ کے پھر ان کو جمع کیا جاوے ✝ تب خدا نے تمام ملکون کیلئے **ایک کتاب** بھیجی اور اس کتاب مین حکم فرمایا کہ جس جس زمانہ مین یہ کتاب مختلف ممالک مین پہنچے اُن کا فرض ہوگا کہ اُن کو قبول کرلین اور اُس پر ایمان لاوین اور وہ

کتاب قرآن شریف ہے

جو تمام ملکون کا باہمی رشتہ قایم کرنے کیلئے آئی ہے قرآن سے پہلی سب کتابین مختص القوم کہلاتی تھین یعنے صرف ایک قوم کے لئے ہی آتی تھین۔ چنانچہ شامی فارسی۔ ہندی چینی مصری۔ رومی یہ سب قومین تھین جن کیلئے جو کتابین یا رسول آئے وہ صرف اپنی قوم تک

✝ حاشیہ۔ ایک قوم بنانے کا ذکر قرآن شریف کی سورہ کہف مین موجود ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وترکنا بعضہم یومئذ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعناہم جمعًا۔ یعنی ہم آخری زمانہ مین ہر ایک قوم کو آزادی دینگے تا اپنے مذہب کی خوبی دوسری قوم کے سامنے پیش کرے اور دوسری قوم کے مذہبی عقاید اور تعلیم پر حملہ کرے اور ایک مدت تک ایسا ہوتا رہیگا۔ پھر قرنا مین ایک آواز پھونک دی جائیگی تب ہم تمام قومون کو ایک قوم بنا دینگے اور ایک ہی مذہب پر جمع کر دینگے۔ منہ

محدود تھے دوسری قوم سے اُن کو کچھ تعلق اور واسطہ نہ تھا مگر سب کے بعد قرآن شریف آیا
جو ایک **عالمگیر کتاب** ہے اور کسی خاص قوم کیلئے نہیں بلکہ تمام قوموں کے لئے ہے
ایسا ہی قرآن شریف ایک ایسی **اُمّت** کیلئے آیا جو آہستہ آہستہ ایک ہی قوم بننا چاہتی تھی
سو اب زمانہ کیلئے ایسے سامان میسر آگئے ہیں جو مختلف قوموں کو **وحدت** کا رنگ بخشتے جاتے
ہیں۔ باہمی ملاقات جو اصل جڑھ ایک قوم بننے کی ہے ایسی سہل ہو گئی ہے کہ برسوں کی راہ چند
دنوں میں طے ہو سکتی ہے اور پیغام رسانی کے لئے وہ سبیلیں پیدا ہو گئی ہیں کہ جو ایک برس میں
بھی کسی دور دراز ملک کی خبر نہیں آسکتی تھی وہ اب ایک ساعت میں آسکتی ہے۔ زمانہ میں
ایک ایسا **انقلاب عظیم** پیدا ہو رہا ہے اور **تمدّنی** دریا کی دھار نے ایک ایسی طرف
رُخ کر لیا ہے جس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ اب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ ہے کہ تمام قوموں کو
جو دُنیا میں پھیلی ہوئی ہیں ایک **قوم بنادے** اور ہزار ہا برسوں کے بچھڑے ہوؤں کو
پھر باہم ملادے اور یہ خبر قرآن شریف میں موجود ہے اور قرآن شریف نے ہی کھلے طور پر یہ
دعوے کیا ہے کہ وہ **دنیا کی تمام قوموں** کے لئے آیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف
میں فرماتا ہے:۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا یعنی تمام لوگوں کو
کہدے کہ میں تم سب کے لئے رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا
رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ یعنے میں نے تمام عالموں کے لئے تجھے رحمت کر کے بھیجا ہے اور پھر
فرماتا ہے لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا یعنے ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمام دُنیا کو ڈرا دے
لیکن ہم بڑے زور سے کہتے ہیں کہ قرآن شریف سے پہلے دنیا کی کسی الہامی کتاب نے
یہ دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے اپنی رسالت کو اپنی قوم تک ہی محدود رکھا یہاں تک کہ جس

نبی کو عیسائیوں نے خدا قرار دیا اُس کے مونہہ سے بھی یہی نکلا کہ میں اسرائیل کی بھیڑوں
کے سوا اور کسی کیطرف نہیں بھیجا گیا" اور زمانہ کے حالات نے بھی گواہی دی کہ قرآن شریف
کا یہ **دعوے تبلیغ** عام کا عین موقعہ پر ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے

وقت تبلیغ عام کا دروازہ کھل گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے
بعد نزول اس آیت کے کہ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا دنیا کے
بڑے بڑے **بادشاہون** کیطرف دعوت اسلام کے خط لکھے تھے کسی اور نبی نے
غیر قومون کے بادشاہون کیطرف دعوت دین کے ہرگز خط نہین لکھے کیونکہ وہ دوسری
قومون کی دعوت کیلئے امور نہ تھے یہ **عام دعوت** کی تحریک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہاتھ سے ہی شروع ہوئی اور **مسیح موعود** کے زمانہ مین اور اُس کے ہاتھ سے
کمال تک پُہنچی ــ +

جو کچھہ قرآن شریف نے توحید کا تخم بلاد عرب ۔ فارس ۔ مصر ۔ شام ۔ ہند ۔ چین ۔ افغانستان
کشمیر وغیرہ بلاد مین بو دیا ہے اور اکثر بلاد سے بت پرستی اور دیگر اقسام مخلوق پرستی کا تخم جڑہ
سے اکھاڑ دیا ہے یہ ایک ایسی کارروائی ہے کہ اسکی نظیر کسی زمانہ مین نہین پائی جاتی
مگر بمقابل اسکے جب ہم وید کی طرف دیکھتے ہین تو ثابت ہوتا ہے کہ وہ آریہ ورت کی بھی اصلاح
نہین کر سکا اور اس ملک کے انسانون پر نیک اثر ڈالنے مین نہایت نکما ثابت ہوا ہے
اور نہ صرف ہمارے اس زمانہ مین بلکہ اس ملک کی ایک لمبی تاریخ پر نظر ڈال کر ظاہر ہوتا ہے
کہ کبھی اس ملک مین وید کے ذریعہ سے توحید نہین پھیلی بلکہ بجائے اسکے نفع کے اس کا
ضرر قریبًا تمام آریہ لوگون کو **ہلاک** کر رہا ہے اور جب وید کے پیرو لوگون کے عقاید
اور اعمال پر نظر ڈالی جاوے تو نہایت درد اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ **وید ایک
گمراہ کرنے والی کتاب ہے** ۔ کون اس واقعہ سے انکار کر سکتا ہے کہ جس قدر مخلوق
پرست فرقے ہندوؤن کے اس ملک مین پائے جاتے ہین اور یا جس قدر نہایت گندے
اور ناپاک مذہب اس ملک مین رائج ہو گئے ہین جیسے شاکت مت وغیرہ وہ سب وید
ہی کے ذریعہ سے پیدا ہوئے ہین اگر وید مین یہ لیاقت ہوتی کہ وہ کھلے کھلے طور پر
بیان کرتا کہ سورج چاند اور پانی اور آگ وغیرہ کی پرستش مت کرو اور بدکاری اور زناکاری

کو اپنا مذہب مت بناؤ۔ تو کیون آریہ قوم ساری کی ساری ان چیزون کی پرستش مین مشغول ہوجاتی اور کیون اس قدر بدکاری آریہ قوم مین پھیلتی مگر وید نے تو بجائے منع کرنیکے بیگانہ عورتون سے تعلق پیدا کرنے کی راہ بذریعہ نیوگ کھول دی اور سورج وغیرہ کی پرستش کی ترغیب دی اور جابجا اجرام سماوی اور عناصر کو معبود ٹھہرا کر انکی مدح وثنا کی اسی طرح جوالا مکھی کی آگ کے پوجاری اور گنگا کے پرستار اور سورج کے آگے ہاتھ جوڑنے والے اس ملک مین کروڑہا شخص پیدا ہوگئے۔ اگر کہو ان کروڑہا لوگون نے جن مین ہزارہا پنڈت وعالم وفاضل ہین وید کے معنی اچھی طرح نہین سمجھے تو مین کہتا ہون کہ اگر یہ عذر مان بھی لین تب بھی وید کا ہی قصور ثابت ہوتا ہی کیونکہ اس حالت مین اسکی عبارت غیر فصیح اور مبہم اور مشتبہ المعنی ماننی پڑتی ہے تبھی تو کئی کروڑ آریہ ورت کے پنڈتون کو سمجھنہ آسکی اور کروڑہا انسان وید کی نسبت یہی خیال کرتے گذر گئے کہ وہ مخلوق پرستی کی تعلیم دیتا ہے اور جبکہ بہتون نے اس کے سمجھنے مین غلطی کھائی تو پھر کیونکر سمجھا جائے کہ ایک تھوڑا سا فرقہ آریون کا کہ جو اُن کے مقابل پر ایک ذرہ کے موافق بھی نہین غلطی سے بچا رہا ہے تم سچ کہو اور اپنے دھرم سے کہو کہ کیا وید مین کہین لکھا ہے کہ سورج اور چاند اور ہوا اور اگنی اور جل وغیرہ کی پوجا مت کرو اور بجز خدا کے جو غیب الغیب اور نہان در نہان ہے کسیکو اپنا معبود مت قرار دو۔ اور جو چیزین تمہین آسمان پر یا زمین پر دکھائی دیتی ہین وہ تمہارے خدا نہین ہین بلکہ خدا وہی ہے جس نے ان چیزون کو پیدا کیا۔ اگر کہین لکھا ہی تو ہمین بتاؤ۔ لیکن قرآن شریف تو سارا اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ بجز خدا کے کسیکی پرستش جائز نہین بلکہ کلمہ لا اله الا الله کے ہی یہی معنے ہین کہ تمہارا معبود بجز خدا کے اور کوئی نہین اور یہ بھی قرآن شریف فرماتا ہے لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ۔ یعنی نہ تم سورج کی پرستش کرو اور نہ چاند کی بلکہ اُس ذات کی پرستش کرو کہ جو ان سب چیزون کا پیدا کرنیوالا ہے۔ اگر وید مین اس آیت کے ہم معنے کوئی شرتی ہوتی تو کروڑہا

آدمی مخلوق پرستی سے **ہلاک** نہ ہوتے۔ **دیانند** نے جس قدر وید کی حمایت مین تکلفات
کئے ہین وہ سب بیہودہ اور لچر ہین اور سچ تو یہ ہے کہ دیانند نے اصلی وید کیطرف آریہ لوگون
کو رجوع نہین دلایا۔ بلکہ اُس نے زمانہ کی ہوا کو دیکھ کر ایک **نیا وید** بنا کر پیش کیا ہے چونکہ
کئی کروڑ ہندو وید سے بیزار ہوکر مسلمان ہو چکے تھے اس لئے اُس نے خواہ نخواہ وید مین توحید
دکھلانا چاہا سو اس بات کے ثابت کرنے سے وہ **نامُراد مرا**۔ وید کی حالت آزمانے کیلئے سہل
طریق یہ ہے کہ ایک تحت اللفظ ترجمہ اُسکا جسمین بطور شرح حاشیہ اپنی طرف سے کوئی فقرہ نہ ملایا جائے
کسی غیر قوم کی طرف بہیجدو تو پہر اُن کو پوچھ کر دیکھ لو کہ وید کی ان عبارتون سے توحید ثابت
ہوتی ہے یا مخلوق پرستی ؞

اور پہر ہم اپنے مضمون کیطرف رجوع کر کے لکھتے ہین کہ ہماری اس تمام تقریر کا خلاصہ
یہ ہے کہ یہ خیال کہ صرف ابتدائے آفرینش مین ہی الہامی کتاب انسانون کو دی گئی ہے بعد مین
کوئی کتاب نازل نہین ہوئی یہ خیال جیسا کہ ثابت شدہ واقعات کے برخلاف ہے ایسا ہی عقل
کے بہی برخلاف ہے کیونکہ انسان خدا تعالیٰ کے جسمانی قانون قدرت کو بہی دیکھ کر سمجھہ سکتا
ہے کہ نوع انسان ہمیشہ اپنی موجودہ حالت کے موافق ہر ایک زمانہ مین خدا کی تربیت کی محتاج ہے
کیونکہ اگر موجودہ حالت مین کوئی ایسی تبدیلی پیدا ہو جائے کہ جو پہلے زمانہ مین نہین تہی تو
کچھہ شک نہین کہ خدا تعالیٰ کی تربیت اس تبدیلی کے موافق ہونی چاہئیے۔ مثلاً تم غور کر لو کہ
جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس وقت سے اُس زمانہ تک کہ وہ جوان ہوتا ہے کس قدر تبدیلیان
اسکی خوراک اور پوشاک مین ظہور مین آتی ہین اور پہر جب انسانی بدن صحت سے منحرف ہو کر طرح
طرح کے امراض مین گرفتار ہو جاتا ہے تو کس قدر نئی اور خاص تدبیرین عمل مین لانا مقتضائے
ہمدردی ہوتا ہے یہی حال انسان کی روحانی حالت کا ہے اور جیسا کہ انسان اُس روٹی سے جی
نہین سکتا کہ کسی وقت اُس نے پہلے زمانہ مین کہائی تہی بلکہ ہمیشہ اُسکو بہوک کے وقت ایک
تازہ روٹی کی ضرورت ہے ایسا ہی انسان کو ضرورت کے زمانہ مین تازہ **وحی** اور **الہام** کی ضرورت ہے

تا اس کے ذریعہ سے تکمیل معرفت ہو۔ خدا کا نام **ملہم** اور **منزل الوحی** بھی ہے اور
خدا کی صفات کی نسبت **تعطل** اور بیکاری جائز نہیں بلکہ جیسا کہ جسمانی تربیت کے لحاظ
سے خدا ہمیشہ رزاق ہے ایسا ہی اسکا روحانی رزق بھی روحانی تربیت کیلئے کبھی منقطع نہیں
ہوتا اور ظاہر ہے کہ جیسا کہ ہمارے پہلے بزرگون کی خوراک کیلئے زمین سے اناج پیدا ہوتا تھا آسمان
سے بارش ہوتی تھی اب ہمارے زمانہ میں اُس قانون قدرت میں فرق نہیں آیا بلکہ ہمارے لئے بھی
زمین اناج پیدا کرنے کیلئے موجود ہے بشرطیکہ ہم خود سعی اور کوشش میں کاہل نہ ہو جائیں - اور پانی بھی
اپنے وقتون پر ضرور برستا ہے اور یہ الگ امر ہے کہ ہم خود اُس پانی سے فایدہ نہ اُٹھاوین۔ پھر
جبکہ خدا تعالیٰ کا جسمانی قانون قدرت ہمارے لئے اب بھی وہی موجود ہے جو پہلے تھا تو پھر
روحانی قانون قدرت اس زمانہ مین کیون بدل گیا؟ نہیں ہرگز نہیں بدلا - پس وہ لوگ جو کہتے
ہین کہ وحی الٰہی پر آیندہ کیلئے **مُہر** لگ گئی ہے وہ سخت غلطی پر ہین ہان خدا کے احکام جو امر
اور نہی کے متعلق ہین وہ عبث طور پر نازل نہین ہوتے بلکہ ضرورت کیوقت خدا کی **نئی شریعت**
نازل ہوتی ہے یعنے ایسے زمانہ مین نئی شریعت نازل ہوتی ہے جبکہ نوع انسان پہلے زمانہ کی
نسبت بدعقیدگی اور بدعملی مین بہت ترقی کر جائے اور پہلی کتاب مین اُن کیلئے کافی ہدایتین
نہ ہون لیکن یہ امر ثابت شدہ ہے کہ قرآن شریف نے دین کے کامل کرنیکے کا حق ادا کر دیا ہے
جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے :- **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ**
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا یعنے آج مینے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا ہے اور اپنی نعمت
تم پر پوری کر دی ہے اور میں اسلام کو تمہارا دین مقرر کر کے خوش ہوا - سو قرآن شریف کے بعد
کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہین کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف
بیان کر چکا اب **صرف مکالمات الٰہیہ** کا دروازہ کھلا ہے اور وہ بھی خود بخود نہین بلکہ سچے اور پاک
مکالمات جو صریح اور کھلے طور پر نصرت الٰہی کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہین اور بہت سے امور غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہین
وہ بعد تزکیہ نفس محض پیروی قرآن شریف اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتے ہین

اس جگہ اس نکتہ کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ابتدائے آفرینش سے لیکر اخیر تک نوع انسان کے زمانہ کو چار مختلف حالتوں اور مختلف زمانوں پر تقسیم کیا ہے :-

(۱) پہلے اس حالت اور اس زمانہ کا ذکر فرمایا ہے کہ جب صرف ایک انسان معہ اپنے قلیل مقدار کُنبہ کے دُنیا میں موجود تہا اور ایک وحدت قومی اُنکو حاصل تہی اور ایک مذہب تہا

(۲) دوسری اُس حالت اور اس زمانہ کا ذکر فرمایا ہے کہ جب وہ وحدت دور ہو کر تفریق پیدا ہو گئی اور انسان کی نسل مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے رنگ میں ہو کر تمام دُنیا میں پہیل گئی اور وہ دنیا کے ایسے دور دور کونوں میں جا بسی کہ ایک دوسری کے حالات سے بے خبر ہو گئی اور ایک قوم سے ہزاروں قومیں بن گئیں اور ایک مذہب سے ہزاروں مذہب نکل آئے +

(۳) تیسری اُس حالت اور اُس زمانہ کا ذکر فرمایا ہے کہ جب پھر کچھ کچھ شناسائی ایک قوم کی دوسری قوم سے ہوئی اور بہت سی مشقت سفر اُٹھا کر ملاقات کی راہ کہل گئی اور مختلف قوموں کے پہر باہمی تعلقات پیدا ہونے لگے اور ایک قوم دوسری قوم کے مذہب کو اختیار کرنے لگی مگر بہت کم -

(۴) چوتہے بطور پیشگوئی یہ بیان فرمایا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بہی آتا ہے کہ جب سفر کرنیکے سامان سہل طور پر میسر آجائینگے اور اونٹنیوں کی سواری کی حاجت نہیں رہیگی اور سفر میں بہت آرام اور سہولیت میسر آجائیگی اور ایک ایسی نئی سواری پیدا ہو جائیگی کہ ایک حصہ دُنیا کو دوسرے حصہ سے ملا دیگی اور ایک ملک کے لوگونکو دوسرے ملک کے لوگوں سے اکٹھے کر دیگی جیسا کہ دو آیتیں اسی پیش گوئی پر مشتمل ہیں اور وہ یہ ہیں واذا العشار عُطّلت ٭ واذا النفوس زُوّجت ‡ یعنی وہ زمانہ آتا ہے کہ اونٹنیاں بیکار کر دی جائینگی جاننا چاہئے کہ عرب کی تجارت اور

‡ حاشیہ - قیامت کے قرب اور مسیح موعود کے آنیکا وہ زمانہ ہے جبکہ اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی یہ آیت صحیح مسلم کی اس

سفر کا مدار تمام اونٹنیون پر ہے اسلیئے اونٹون کا ہی ذکر کیا یہ تو ہر ایک شخص جانتا ہے کہ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک حاجیون کے پہنچانے کیلئے تیرہ سو[۱۳۰۰] برس سے صرف اونٹنیون کی سواری چلی آتی ہے پس اِس جگہ خداتعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ وہ سواری موقوف کردی جائیگی اور بجائے اُسکے ایک نئی سواری ہوگی جو آرام اور جلدی کی ہوگی اور یہ بات اِس سے نکلتی ہے کہ جو بدل اختیار کیا جاتا ہے وہ مُبدّل منہ سے بہتر ہوتا ہے۔

دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ زمانہ آتا ہے کہ جبکہ بچھڑے ہوئے لوگ باہم ملادئے جائینگے اور اس قدر باہمی ملاقاتون کیلئے سہولتین میسّر آجائینگی اور اس کثرت سے اُنکی ملاقاتین ہونگی کہ گویا مختلف ملکون کے لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہین سو یہ پیشگوئی ہمارے اِس زمانہ مین پوری ہوگئی جس سے ایک عالمگیر انقلاب ظہور مین آیا گویا دُنیا بدل گئی۔ کیونکہ دخانی جہازون اور ریلون کے ذریعہ سے وہ روکین جو پہاڑون کی مانند حایل تہین سب اُٹھ گئین اور ایک دُنیا

حشٌ کی مصدق ہے جہان لکہا ہے کہ ویترک القلاص فلا یسعیٰ علیہا یعنی مسیح موعود کے زمانہ مین اونٹنیان بیکار چھوڑدی جائینگی اور اُن پر کوئی سوار نہین ہوگا یہ ریل گاڑی پیدا ہونیکی طرف اشارہ ہے کیونکہ جب کوئی اعلیٰ سواری میسّر آتی ہے تبہی ادنےٰ سواری کو چھوڑتے ہین۔ اور دوسری آیت گویا اسکا نتیجہ ہے اور ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اس زمانہ مین بعض آدمی بعض سے ملائے جائینگے اور ظاہری تفرقہ قومون کا دور ہوجائیگا۔ اور چونکہ صحیح مسلم مین کہول کر بیان کیا گیا ہے کہ اونٹنیون کے بیکار ہونیکا مسیح موعود کا زمانہ ہے اسلیئے قرآن شریف کی آیت واذا العشار عطلت جو حدیث یترک القلاص کے ہم معنے ہے بدیہی طور پر دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ ریل جاری ہونیکا مسیح موعود کے زمانہ مین ظہور مین آئیگا۔ اسی لئے مینے اذا العشار عطلت کے یہی معنی کئے ہین کہ وہ مسیح موعود کا زمانہ ہے کیونکہ حدیث نے اس آیت کی شرح کردی ہے اور چونکہ ریل کے جاری ہونے پر ایک مدت گذر چکی ہے جو مسیح موعود کی علامت ہے اس لئے ایک مومن کو ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود ظاہر ہوچکا ہے۔ اور جب ایک واقعہ نے محدوحہ بالا آیت اور حدیث کے معنے کہول دیئے ہیں تو اب ظاہر شدہ معنوں کو قبول نہ کرنا صریح الحاد اور بے ایمانی ہے سوچکر دیکھو جب مکہ اور مدینہ میں اونٹ چھوڑ کر ریل کی سواری

[illegible]

مشرق سے مغرب کو اور مغرب سے مشرقی بلاد کو آتی ہے اور اس پیشگوئی کے ساتھ قرآن شریف میں ایک اور بھی پیشگوئی ہے جو جسمانی اجتماع کے بعد روحانی اجتماع پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وترکنا بعضہم یومئذٍ یموج فی بعض ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعًا* یعنی اُن آخری دنون مین جو یاجوج ماجوج کا زمانہ ہوگا دُنیا کے لوگ مذہبی جھگڑون اور لڑائیون مین مشغول ہو جائینگے اور ایک قوم دوسری قوم پر مذہبی رنگ مین ایسے حملے کریگی جیسے ایک موج دریا دوسری موج پر پڑتی ہے اور دوسری لڑائیان بھی ہونگی اور اس طرح پر دُنیا مین

حاشیہ* یہ آیت سورۃ کہف مین یاجوج ماجوج کے ذکر مین ہے۔ کتب سابقہ مین جو بنی اسرائیلی نبیون پر نازل ہوئی تہین صاف اور صریح طور پر معلوم ہوتا ہے بلکہ نام لیکر بیان کیا ہے کہ یاجوج ماجوج سے مراد یورپ کے عیسائی قومین ہین۔ اور یہ بیان ایسی صراحت سے اُن کتابون مین موجود ہے کہ کسی طرح اس سے انکار نہین ہوسکتا اور یہ کہنا کہ وہ کتابین محرف مبدل ہین اُن کا بیان قابل اعتبار نہین ایسی بات وہی کہیگا جو خود قرآن شریف سے بے خبر ہے کیونکہ اللہ جلشانہٗ مومنون کو قرآن شریف مین فرماتا ہے۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنی فلان فلان باتین اہل کتاب سے پوچھ لو اگر تم بے خبر ہو۔ پس ظاہر ہے کہ اگر ہر ایک بات مین پہلی کتابون کی گواہی ناجائز ہوتی تو خدا تعالیٰ کیون مومنون کو فرماتا کہ اگر تمہین معلوم نہین تو اہل کتاب سے پوچھ لو بلکہ اگر نبیون کی کتابون سے کچھ فائدہ اُٹھانا حرام ہے تو اس صورت مین یہ بھی ناجائز ہوگا کہ ان کتابون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بطور استدلال پیشگوئیان پیش کرین حالانکہ خود صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعد اُن کے تابعین بھی اُن پیشگوئیون کو بطور حجت پیش کرتے رہے ہین بلکہ اصل بات یہ ہے کہ کتب سابقہ کے بیان تین قسم کے ہین

(۱) ایک تو وہ باتین ہین جو واجب التصدیق ہین جیسا کہ خدا کی توحید اور ملایک کا ذکر اور بہشت و دوزخ کے وجود کی نسبت بیان اگر ان کا انکار کرین تو ایمان جائے۔

(۲) دوسری وہ باتین ہین جو رد کرنے کے لائق ہین جیسا کہ وہ تمام امور جو قرآن شریف کے مخالف ہین

بڑا تفرقہ پھیل جائے گا اور بڑی پھوٹ اور بغض اور کینہ لوگوں میں پیدا ہو جائیگا اور جب یہ باتیں کمال کو پہنچ جائینگی تب خدا آسمان سے اپنی قرنا میں آواز پھونک دیگا یعنی مسیح موعود کے ذریعہ سے جو اسکی قرنا ہے ایک ایسی آواز دنیا کو پہنچائیگا جو اس آواز کے سننے سے سعادت مند لوگ ایک ہی مذہب پر اکٹھے ہو جائینگے اور تفرقہ دور ہو جائے گا اور مختلف قومیں دنیا کی ایک ہی قوم بنجائینگی۔ اور پھر دوسری آیت میں فرمایا۔ وعرضنا جھنم یومئذ للکافرین عرضاً۔ اور اُس دن جو لوگ مسیح موعود کی دعوت کو قبول نہیں کرینگے

بقیہ حاشیہ (۳) تیسری قسم کی وہ باتیں ہیں جو قرآن شریف میں اگرچہ انکا ذکر مفصل نہیں مگر وہ باتیں قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو بالکل مطابق ہیں جیسے مثلاً یاجوج ماجوج کی قوم کا اجمالی طور پر اُن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے بلکہ یہ ذکر بھی موجود ہے کہ آخری زمانہ میں تمام زمین پر انکا غلبہ ہو جائیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ۔ اور یہ خیال کہ یاجوج ماجوج بنی آدم نہیں بلکہ اور قسم کی مخلوق ہے یہ صرف جہالت کا خیال ہے کیونکہ قرآن میں ذوالعقول حیوان جو عقل اور فہم سے کام لیتے ہیں اور مورد ثواب یا عذاب ہو سکتے ہیں وہ دو ہی قسم کے بیان فرمائے ہیں (۱) ایک نوع انسان جو حضرت آدم کی اولاد ہیں (۲) دوسرے وہ جو جنات ہیں انسانوں کے گروہ کا نام معشر الانس رکھا ہے اور جنات کے گروہ کا نام معشر الجن رکھا ہے پس اگر یاجوج ماجوج جن کے لئے مسیح موعود کے زمانہ میں عذاب کا وعدہ ہے۔ معشر الانس میں داخل ہیں جیسے انسان ہیں تو خواہ نخواہ ایک عجیب پیدائش انکی طرف منسوب کرنا کہ اُن کے کان اس قدر لمبے ہوں گے اور ہاتھ اس قدر لمبے ہونگے اور اس کثرت سے وہ بچے دینگے اُن لوگوں کا کام ہے جن کی عقلیں محض سطحی اور بچوں کی مانند ہے۔ اگر اس بارہ میں کوئی حدیث صحیح ثابت بھی ہو تو وہ محض استعارہ کے رنگ میں ہوگی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یورپ کی قومیں اِن معنوں سے ضرور لمبے کان رکھتی ہیں کہ بذریعہ تار کے دُور دُور کی خبریں اُن کے کانوں تک پہنچ جاتی ہیں اور خدا نے بری اور بحری لڑائیوں میں اُن کے ہاتھ بھی نبرد آزمائی کی وجہ سے

اُن کے سامنے ہم جہنم کو پیش کرینگے یعنی طرح طرح کے عذاب نازل کرینگے جو جہنم کا نمونہ ہون گے۔ اور پہر فرمایا الذین کانت اعینہم فی غطاءٍ عن ذکری وکانوا لا یستطیعون سمعًا۔ یعنی وہ ایسے لوگ ہون گے کہ مسیح موعود کی دعوت اور تبلیغ سے انکی آنکہین پردہ مین رہین گی اور وہ اسکی باتون کو سن بہی نہین سکین گے اور سخت بیزار ہون گے اِسلئے عذاب نازل ہوگا۔ * اِس جگہ صُور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اُسکی صور ہوتے ہین یعنی قرنا جنکے دلون مین وہ اپنی آواز پہونکتا ہے یہی محاورہ پہلی

بقیہ حاشیہ اِس قدر لمبے بنائے ہین کہ کسی کو اُن کے مقابلہ کی طاقت نہین اور توالد وتناسل بہی انکا ایشیائی قومون کی نسبت بہت ہی زیادہ ہے۔ پس جبکہ موجودہ واقعات نے دکہلا دیا ہے کہ اُن احادیث کے یہ معنی ہین اور عقل ان معنون کو نہ صرف قبول کرتی بلکہ اُن سے لذت اُٹہاتی ہے تو پہر کیا ضرورت ہے کہ خواہ نخواہ انسانی خلقت سے بڑہکر اُن مین وہ عجیب خلقت فرض کیجائے جو سراسر غیر معقول اور اِس قانون قدرت کے برخلاف ہے جو قدیم سے انسانون کیلئے چلا آتا ہے اور اگر کہو کہ یاجوج ماجوج جنات مین سے ہین انسان نہین ہین تو یہ اور حماقت ہے کیونکہ اگر وہ جنات مین سے ہین تو سدِّ سکندری اُن کو کیون کر روک سکتی تہی جس حالت مین جنات آسمان تک پہنچ جاتے ہین جیسا کہ آیت فاتبعہ شہاب ثاقب سے ظاہر ہوتا ہے تو کیا وہ سدِّ سکندری کے اوپر چڑہ نہین سکتے تہے جو آسمان کے قریب چلے جاتے ہین۔ اور اگر کہو کہ وہ درندون کی قسم ہین جو عقل اور فہم نہین رکہتے تو پہر قرآن شریف اور حدیثون مین اُنپر عذاب نازل کرنیکا کیون وعدہ ہے کیونکہ عذاب گنہ کی پاداش مین ہوتا ہے۔ اور نیز اُن کا لڑائیان کرنا اور سب پر غالب ہوجانا اور آخرکار آسمان کیطرف تیر چلانا صاف دلالت کرتا ہے کہ وہ ذوالعقول ہین بلکہ دُنیا کی عقل مین سب سے بڑہکر۔

حدیثون مین بظاہر یہ تناقض پایا جاتا ہے کہ مسیح موعود کے مبعوث ہونیکے وقت ایک طرف تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ یاجوج ماجوج تمام دنیا مین پہیل جائینگے اور دوسری طرف یہ بیان ہے

کتابون مین بھی آیا ہے کہ خدا کے نبیون کو خدا کی قرنا قرار دیا گیا ہے یعنی جس طرح قرنا بجانے والا قرنا مین اپنی آواز پھونکتا ہے اسی طرح خدا اُن کے دلون مین آواز پھونکتا ہے اور یاجوج ماجوج کے قرینہ سے قطعی طور سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ قرنا مسیح موعود ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے زمانہ مین ظاہر ہونیوالا مسیح موعود ہی ہوگا +

بقیہ حاشیہ کہ تمام دنیا مین عیسائی قوم کا غلبہ ہوگا جیسا کہ حدیث یکسر الصلیب سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ صلیبی قوم کا اس زمانہ مین بڑا عروج اور اقبال ہوگا۔ ایسا ہی ایک دوسری حدیث سے بھی سمجھا جاتا ہے کہ سب سے زیادہ اس زمانہ مین رومیون کی کثرت اور قوت ہوگی یعنی عیسائیون کی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین رومی سلطنت عیسائی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ بھی قرآن شریف مین فرماتا ہے۔ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون اس جگہ بھی روم سے مراد عیسائی سلطنت ہی ہے۔ اور پھر بعض احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت دجال کا تمام زمین پر غلبہ ہوگا اور تمام زمین پر بغیر مکہ معظمہ کے دجال محیط ہو جائیگا۔

اب کوئی **مولوی** صاحب بتلاویں کہ یہ تناقض کیونکر دور ہو سکتا ہے اگر دجال تمام زمین پر محیط ہو جائیگا تو عیسائی سلطنت کہان ہوگی۔ ایسا ہی یاجوج ماجوج جنکی عام سلطنت کی قرآن شریف خبر دیتا ہے وہ کہان جائینگے سو یہ غلطیان ہین جن مین یہ لوگ مبتلا ہین جو ہمارے مکفر اور مکذب ہین۔ واقعات ظاہر کر رہے ہین کہ یہ دونون صفات یاجوج ماجوج اور دجال ہونے کی یورپین قومون مین موجود ہین کیونکہ یاجوج ماجوج کی تعریف حدیثون مین یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے ساتھ لڑائی مین کسیکو طاقت مقابلہ نہین ہوگی اور مسیح موعود بھی صرف دعا سے کام لیگا اور یہ صفت کھلے کھلے طور پر یورپ کی سلطنتون مین پائی جاتی ہے اور قرآن شریف بھی اِس کا مصدق ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وھم من کل حدب ینسلون۔ اور دجال کی نسبت حدیثون مین

تیسر

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جبکہ ایک طرف بائبل سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ یورپ کے عیسائی فرقے ہی یاجوج ماجوج ہیں اور دوسری طرف قرآن شریف نے یاجوج ماجوج کی وہ علامتیں مقرر کی ہیں جو صرف یورپ کی سلطنتوں پر ہی صادق آتی ہیں جیسا کہ یہ لکھا ہے کہ وہ ہر ایک بلندی پر سے دوڑینگے یعنی سب طاقتوں پر غالب ہو جائیں گے اور ہر ایک پہلو سے دنیا کا عروج اُن کو ملجائیگا۔ اور حدیثوں میں بھی یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ کسی سلطنت کو اُن کے ساتھ تاب مقابلہ نہیں ہوگی۔ **پس** یہ تو قطعی **فیصلہ** ہو چکا ہے کہ یہی قومیں یاجوج ماجوج ہیں اور اس سے انکار کرنا سراسر تحکم اور خدا تعالے کے فرمودہ کی مخالفت ہے۔ اس میں کس کو کلام ہوسکتا ہے کہ خدا تعالی کے قول کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے موافق یہی قومیں ہیں جو اپنی دنیوی طاقت میں تمام قوموں پر فوقیت لیگئی ہیں۔ جنگ اور لڑائی کے داؤ پیچ اور ملکی تدابیر کے امور میں دنیا میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا اور انہیں کی کلوں اور ایجادوں نے کیا لڑائیوں میں اور کیا کسی قسم کے دُنیا کے آرام کے سامانوں میں

حاشیہ: یہ بیان ہے کہ وہ دجل سے کام لیگا اور مذہبی رنگ میں دنیا میں فتنہ ڈالیگا سو قرآن شریف میں یہ صفت عیسائی پادریوں کی بیان کی گئی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے یحرفون الکلم عن مواضعہ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی وجہ سے سورۃ الفاتحہ میں دائمی طور پر یہ دعا سکھلائی گئی کہ تم عیسائیوں کے فتنہ سے پناہ مانگو یہ نہیں کہا کہ تم دجال سے پناہ مانگو۔ پس اگر کوئی اور دجال ہوتا جسکا فتنہ پادریوں سے زیادہ ہوتا تو خدا کی کلام میں بڑا فتنہ چھوڑ کر قیامت تک یہ دعا نہ سکھلائی جاتی کہ تم عیسائیوں کے فتنہ سے پناہ مانگو۔ اور یہ نہ فرمایا جاتا کہ عیسائی فتنہ ایسا ہے کہ **قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں۔ پہاڑ** ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں بلکہ یہ کہا جاتا کہ دجالی فتنہ ایسا ہے جس سے قریب ہے کہ زمین و آسمان پھٹ جائیں۔ بڑے فتنے کو چھوڑ کر چھوٹے فتنہ سے ڈرانا بالکل غیر معقول ہے۔ منہ

ایک نیا نقشہ دنیا کا ظاہر کر دیا ہے اور انسان کی تمدنی حالت کو ایک حیرت انگیز انقلاب مین ڈال دیا ہے اور تدبیر امور سیاست اور درستی سامان رزم و بزم مین وہ ید طولیٰ دکھلایا ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی زمانہ مین اسکی نظیر نہین پائی جاتی پس خدا کے بزرگ نبی کی پیشگوئی سے صدہا سال بعد جو واقعہ اس پیشگوئی کی مقرر کردہ علامتون کے موافق ظہور مین آیا ہے وہ یہی واقعہ یورپین طاقتون کا ہے سو جس طور سے خدا نے یاجوج ماجوج کے معنی ظاہر کر دیے اور جس قوم کو موجودہ واقعہ نے ان علامات کا مصداق ٹھہرا دیا اسکو قبول نہ کرنا ایک کھلے کھلے حق سے انکار کرنا ہے۔ یون تو انسان جب انکار پر اصرار کرے تو اس کا منہ کون بند کر سکتا ہے لیکن ایک منصف مزاج آدمی جو طالب حق ہے وہ ان تمام امور پر اطلاع پاکر پورے اطمینان اور ثلج صدر سے گواہی دیگا کہ بلاشبہ یہی قومین یاجوج ماجوج ہین۔

* اور جب یہ ثابت ہوا کہ یہی قومین یاجوج ماجوج ہین تو خود یہ ثابت شدہ امر ہے کہ کہ مسیح موعود یاجوج ماجوج کے وقت مین ظاہر ہوگا جیسا کہ قرآن شریف نے بھی یاجوج ماجوج کے غلبہ اور طاقت کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعا یعنی یاجوج ماجوج کے زمانہ مین بڑا تفرقہ اور پھوٹ لوگون مین پڑ جائیگی اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کریگی۔ تب ان دنون مین خدا تعالیٰ اس پھوٹ کے دور کرنیکے لئے آسمان سے بغیر انسانی ہاتھون کے اور محض آسمانی نشانون سے اپنے کسی مرسل کے ذریعہ جو صور یعنی قرنا کا حکم رکھتا ہوگا اپنی **پرہیبت** آواز لوگون تک پہنچائیگا جسمین ایک بڑی کشش ہوگی اور اس طرح پر خدا تعالیٰ تمام متفرق لوگون کو ایک مذہب پر جمع کر دیگا۔

اور احادیث صحیحہ صاف اور صریح لفظون مین بتلا رہی ہین کہ یاجوج ماجوج کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جیسا کہ لکھا ہے کہ جب قوم یاجوج ماجوج اپنی قوت اور طاقت کے ساتھ تمام قومون پر غالب آجائیگی اور ان کے ساتھ کسی کو تاب مقابلہ نہین رہیگی۔ تب مسیح موعود کو حکم ہوگا کہ اپنی جماعت کو کوہ طور کی پناہ مین لے آوے یعنی **آسمانی نشانون** کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے

اور خدا کی زبردست اور ہیبت ناک عجائبات سے مدد دے ان نشانوں کی مانند جو بنی اسرائیل کی سرکش قوم کے ڈرانے کیلئے کوہ طور میں دکھلائے گئے تھے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ورفعنا فوقکم الطور یعنے کوہ طور میں نشان کے طور پر بڑے بڑے زلزلے آئے۔ اور خدا نے طور کے پہاڑ کو یہود کے سروں پر اس طرح پر لرزان کرکے دکھلایا کہ گویا اب وہ انکے سروں پر پڑتا ہے تب وہ اس ہیبتناک نشان کو دیکھ کر بہت ڈر گئے۔ اسی طرح مسیح موعود کے زمانہ میں بھی ہوگا *۔

اور جو ہمنے چار مختلف زمانے بیان کئے ہیں اُن سے بھی یاجوج ماجوج کے زمانہ میں جو **آخری زمانہ** ہے مسیح موعود کا آنا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جبکہ پہلے زمانہ میں کہ دُنیا میں تہوڑے سے آدمی تھے اور صرف ایک ہی قوم تھی بلکہ قوم سے بھی کمتر تھی اور شرک اور کفر اور انواع و اقسام کے گناہوں کا نام و نشان نہ تھا اور انسانی طبیعتیں سادہ اور پاک اور نفسانی جذبات سے محفوظ تھیں۔ تو اُس ابتدائی زمانہ میں خدا نے رسول بھیجا تا ظاہر کرے کہ جیسا کہ ایک انسان سے ایک قوم پیدا ہوئی ایسا ہی خدا بھی اُنکا ایک ہے اور وہی اُن کا مالک اور وہی اُنکا پیدا کرنیوالا ہے اور وہی اُنکا معبود ہے اُسی نے پیدا کیا تا اُنکو اپنی معرفت بخشے اور اُنکی عبادت کے ذریعہ سے اُن پر انعام و اکرام کرے اور اپنی مرضی کی راہ سکھا کر اُنکو ہمیشہ کا آرام دے *اور ایسا ہی جب ایک قوم سے کئی قومیں بنگئیں اور ایک دوسری سے الگ ہوکر مختلف ملکوں میں پھیل گئے اور گناہ اور شرک کا گندہ مادہ بھی اُن میں پیدا ہوگیا گوابھی کمال تک نہ پہنچا تب اُس وقت بھی خدا تعالیٰ نے ہر ایک قوم کی اصلاح کیلئے ہر ایک ملک میں رسول بھیجے تا **نبوت** کی روشنی کو دنیا کے ہر ایک کونہ میں چمکا کر مختلف نشانوں سے اپنی ہستی اور اپنے وجود اور اپنی وحی کا ثبوت دے اور تا مختلف کتابوں کی گواہیوں سے اس بات کا ثبوت دے کہ فلان فلان امر اُسکے نزدیک گناہ اور قابل نفرت اور مکروہ ہے اور فلان فلان امر اسکی رضامندی کا موجب ہے اور تا اس طرح پر انسان یقین کے درجہ تک پہنچکر

اپنی علمی اور عملی حالت مین قوت پیدا کرے کیونکہ وہ خدا جس کو کسی نے بھی نہین دیکھا اُس پر یقین لانیکے لئے بہت گواہون اور زبردست شہادتون کی حاجت ہے جیسا کہ دو آیتیں قرآن شریف کی اس واقعہ پر گواہ ہیں۔ اور وہ یہ ہیں :-

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ

یعنی کوئی قوم نہین جسمین ڈرانے والا نبی نہین بھیجا گیا یہ اِسلئے کہ تا ہر ایک قوم مین ایک گواہ ہو کہ خدا موجود ہے اور وہ اپنے نبی دُنیا مین بھیجا کرتا ہے۔ اور پھر جب اُن قومون مین ایک مدت دراز گذرنے کے بعد باہمی تعلقات پیدا ہونے شروع ہو گئے اور ایک ملک کا دوسرے ملک سے تعارف اور شناسائی اور آمدورفت کا کسیقدر دروازہ بھی کھل گیا اور دُنیا مین مخلوق پرستی اور ہر ایک قسم کا گناہ بھی انتہا کو پُہنچ گیا تب خداتعالیٰ نے ہماری نبی صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو دُنیا مین بھیجا تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبایع کیلئے مشترک ہے دُنیا کی تمام متفرق قومون کو ایک قوم کی طرح بنا دے اور جیسا کہ وہ واحد لاشریک ہے اُن مین بھی ایک وحدت پیدا کرے اور تا وہ سب ملکر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کرین اور اُسکی وحدانیت کی گواہی دین اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش مین ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جسکی بنیاد آخری زمانہ مین ڈالی گئی یعنے جس کا خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونیکے وقت مین ارادہ فرمایا۔ یہ دونون قسم کی وحدتین خدائے واحد لاشریک کے وجود اور اُسکی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے اِس لئے اپنے تمام نظام جسمانی اور روحانی مین وحدت کو دوست رکھتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہین اِسلئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنے شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہین تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ مین انجام تک پہنچ گیا اِسلئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومین ایک

قوم کی طرح بنجائین اور ایک ہی مذہب پر ہو جائین ۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ مین جو الدی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کیلئے اسی امت مین سے ایک نائب مقرر کیا

جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسیکا نام خاتم الخلفاء ہے

پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور اُسکے آخر مین مسیح موعود ہے اور ضرور تہا کہ یہ سلسلہ دُنیا کا منقطع نہ ہو جبتک کہ وہ پیدا نہ ہوے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اُسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کیطرف یہ آیۃ اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ یعنے خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتہ بہیجا تا اُسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اسکو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ظہور مین نہین آیا اور ممکن نہین کہ خدا کی پیش گوئی مین کچھہ تخلف ہو اس لئے اس آیۃ کی نسبت اُن سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہین کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت مین ظہور مین آئیگا کیونکہ اس عالمگیر غلبہ کیلئے تین امر کا پایا جانا ضروری ہے جو کسی پہلے زمانہ مین وہ پائے نہین گئے ۔

(۱) اول یہ کہ پورے اور کامل طور پر مختلف قومون کے میل ملاقات کیلئے آسانی اور سہولت کی راہین کہل جائین اور سفر کی ناقابل برداشت مشقتین دور ہو جائین اور سفر بہت جلدی سے طے ہو سکے گویا سفر سفر ہی نہ رہے اور سفر کو جلد طے کرنیکے لئے فوق العادت اسباب میسر آجائین کیونکہ جبتک مختلف ممالک کے باشندون کیلئے ایسے اسباب اور سامان حاصل نہ ہون کہ وہ فوق العادت کے طور پر ایک دوسرے سے مل سکین اور باسانی ایک دوسرے کی ایسے طور سے ملاقات کر سکین کہ گویا وہ ایک ہی شہر کے باشندے ہین تب تک ایک قوم کیلئے یہ موقعہ حاصل نہین ہو سکتا کہ وہ یہ دعوی کرین کہ ان کا دین تمام دُنیا کے دینون پر

غالب ہے کیونکہ غلبہ دکھلانیکے لیئے یہ شرط ہے کہ ان تمام مذاہب کا لوگون کو علم بہی ہو جن پر غالب ہونیکا اظہار بہی کیا گیا ہے اور نیز جن کو مغلوب سمجہا گیا ہے وہ بہی اس بات کا علم رکہتے ہون کہ ہم اس الزام کے نیچے ہین اور یہ تو تبہی ہو سکتا ہے کہ مختلف ممالک کے لوگ ایسے باہم قریب ہو جائین کہ گویا وہ ایک ہی محلہ مین رہتے ہین اور ظاہر ہے کہ یہ امر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین ظہور مین نہین آسکا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین کئی قومین زمین کے دور دراز کنارون پر آباد تہین اور پیغام پہنچانے اور سفر کرنے اور باہمی جلد ملاقات کرنیکے وہ سامان موجود نہ تہے کہ جو اب اس وقت ہمارے اس زمانہ مین موجود ہین۔

(۲) دوسرا امر جو اس بات کے سمجہنے کیلئے شرط ہے کہ ایک دین دوسرے تمام دینون پر اپنی خوبیون کے رو سے غالب ہے یہ ہے جو دنیا کی تمام قومین آزادی سے باہم مباحثات کر سکین اور ہر ایک قوم اپنے مذہب کی خوبیان دوسری قوم کے سامنے پیش کر سکے اور نیز تالیفات کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی خوبی اور دوسرے مذاہب کا نقص بیان کر سکین اور مذہبی کشتی کیلیئے دنیا کی تمام قومون کو یہ موقعہ مل سکے کہ وہ ایک ہی میدان مین اکہٹے ہو کر ایک دوسرے پر مذہبی بحث کے حملے کرین اور جیسا کہ دریا کی ایک لہر دوسری لہر پر پڑتی ہے ایک دوسرے کے تعاقب مین مشغول ہون اور یہ مذہبی کشتی نہ ایک دو قوم مین بلکہ عالمگیر کشتی ہو جو دنیا کی قومون مین سے کوئی قوم اس کشتی سے باہر نہ ہو۔ سو اس قسم کا غلبہ اسلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین میسر نہین آسکا۔ کیونکہ اول تو اس زمانہ مین دنیا کی تمام قومون کا اجتماع ناممکن تہا اور پہر ماسوا اس کے جن قومون سے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا واسطہ پڑا انکو مذہبی امور مین دلایل سُننے یا دلایل سنانے سے کچہہ غرض نہ تہی بلکہ انہون نے اُٹہتے ہی تلوار کے ساتہہ اسلام کو نابود کرنا چاہا اور عقلی طور پر اسکی رد کرنے کیلئے قلم نہین اُٹہائی۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملّتہ کی کوئی ایسی کتاب نہین پائی گئی

جسمین اسلام کے مقابل پر عقل یا نقل کے رنگ مین کچھہ لکھا گیا ہو بلکہ وہ لوگ صرف تلوار سے ہی غالب ہونا چاہتے تھے اسلئے خدا نے تلوار سے ہی انکو ہلاک کیا مگر ہمارے اس زمانہ مین اسلام کے دشمنون نے اپنے طریق کو بدل لیا ہے اور اب کوئی مخالف اسلام کا اپنے مذہب کیلئے تلوار نہین اٹھاتا اور یہی حکمت ہے کہ مسیح موعود کیلئے یضع الحرب کا حکم آیا یعنی جنگ کی ممانعت ہوگئی اور تلوار کی لڑائیان موقوف ہوگئین اور اب قلمی لڑائیون کا وقت ہے اور چونکہ ہم قلمی لڑائیون کیلئے آئے ہین اس لئے بجائے لوہے کی تلوار کے لوہے کی قلمین ہمین ملی ہین۔ اور نیز کتابون کے چھاپنے اور دور دراز ملکون تک ان تالیفات کے شایع کرنے کے ایسے سہل اور آسان سامان ہمین میسر آگئے ہین کہ گذشتہ زمانون مین سے کسی زمانہ مین انکی نظیر پائی نہین جاتی۔ یہان تک کہ وہ مضمون جو برسون تک لکھنے ناممکن تھے وہ دنون مین لکھے جاتے ہین۔ ایسا ہی وہ تالیفات جن کا دور دراز ملکون مین پہنچانا مدت ہائے دراز کا کام تہا وہ تھوڑے ہی دنون مین ہم دنیا کے کنارون تک پہنچا سکتے ہین اور اپنی حجت بالغہ سے تمام قومون کو مطلع کر سکتے ہین مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین یہ اشاعت اور اتمام حجت ناممکن تھی۔ کیونکہ اس وقت نہ کتابون کے چھاپنے کے آلات تھے اور نہ دوسرے ممالک مین کتابون کے پہنچانے کیلئے سہل اور آسان طریق میسر تھے۔

(۳) تیسرا امر جو اس بات کو تمام دنیا پر واضح کرنیکے لئے شرط ہے کہ فلان دین بمقابل دنیا کے تمام دینون کے خاص طور پر خدا سے تائید یافتہ ہے اور خدا کا خاص فضل اور خاص نصرت اپنے ساتھہ رکھتا ہے وہ یہ ہے کہ بمقابل دنیا کی تمام قومون کے ایسے طور سے تائید الٰہی کے آسمانی نشان اس کے شامل ہون کہ دوسرے کسی دین کے شامل حال نہ ہون اور بغیر ذریعہ انسانی ہاتھون کے خدا دوسرے دینون کو تباہ کرتا جائے اور ان کے آمد سے روحانی برکت اٹھاتے گروہ دین دوسرے دینون کے سامنے خدا کے چمکدار نشانون سے

اپنی ممتاز حالت ثابت کرے اور دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک کوئی مذہب نشان
آسمانی میں اُسکا مقابلہ نہ کر سکے باوجود اسکے کہ کوئی حصہ آبادی دنیا کا اس دعوت مقابلہ سے
بیخبر نہ ہو۔ یہ امر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کامل طور پر ظہور پذیر ہونا ناممکن تھا
کیونکہ اُسکے لئے یہ شرط تھی کہ دنیا کی تمام قومون کو جو مشرق اور مغرب اور جنوب اور شمال
میں رہتی ہیں یہ موقعہ مل سکے کہ وہ ایک دوسرے کے مقابل پر اپنے مذہب کی تائید میں خدا
سے چاہیں جو آسمانی نشانون سے اس مذہب کی سچائی پر گواہی دے مگر جس حالت
میں ایک قوم دوسری قوم سے ایسی مخفی اور محجوب تھی گویا ایک دوسری دنیا میں رہتی تھی
تو یہ مقابلہ ممکن نہ تھا اور نیز اس زمانہ میں ابھی اسلام کی تکذیب انتہا تک نہیں پہنچی تھی اور
ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ خدا کی غیرت تقاضا کرے کہ اسلام کی تائید میں آسمانی نشانون
کی بارش ہو مگر ہمارے زمانہ میں وہ وقت آگیا کیونکہ اس زمانہ میں گندی
تحریرون کے ذریعہ سے اس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی توہین کی گئی
ہے کہ کبھی کسی زمانہ میں کسی نبی کی توہین نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
تو ثابت نہیں ہوتا کہ کسی عیسائی یا یہودی نے اسلام کی رد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی توہین میں دو یا تین ورق کا رسالہ بھی لکھا ہو مگر اب اس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی توہین اور اسلام کی رد میں کتابیں لکھی گئیں اور اشتہار شائع کئے گئے اور اخبارین تھی
تمام دنیا میں پھیلائی گئیں کہ اگر وہ تمام جمع کیجائیں تو وہ ایک بڑے پہاڑ کے برابر طومار ہوتا ہے بلکہ اس سے
زیادہ۔ ان اندھون نے اسلام کو ہر ایک برکت سے بے بہرہ قرار دیا ہے اور دعویٰ کیا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی آسمانی نشان نہیں دکھلایا اور اس بات پر زور دیا ہے
کہ دنیا میں اسلام کا نام و نشان نہ رہے اور ایک عاجز انسان کی خدائی ثابت کرنے کیلئے
خدا کے **پاک دین** اور پاک رسول کی وہ توہین کی گئی ہے جو ابتدائے دنیا سے
آج تک کسی دین اور کسی رسول کی ایسی توہین نہیں ہوئی اور درحقیقت یہ ایسا زمانہ آگیا ہے

کہ شیطان اپنے تمام ذریات کے ساتھ **ناخنون** تک زور لگا رہا ہے کہ اسلام کو نابود کر دیا جاوے اور چونکہ بلاشبہ **سچائی** کا جھوٹ کے ساتھ یہ **آخری جنگ ہے** اس لئے یہ زمانہ بھی اس بات کا حق رکھتا تھا کہ اسکی اصلاح کیلئے کوئی خدا کا **مامور** آوے پس وہ **مسیح موعود ہے جو موجود ہے**۔ اور زمانہ حق رکھتا تھا کہ اس نازک وقت مین آسمانی نشانون کے ساتھ خدا تعالیٰ کی دنیا پر **حجت** پوری ہو سو آسمانی **نشان ظاہر** ہو رہے ہین اور آسمان جوش مین ہے کہ اس قدر آسمانی نشان ظاہر کرے کہ اسلام کی **فتح** کا **نقارہ** ہر ایک ملک مین اور ہر ایک حصہ دنیا مین بج جائے۔ اے قادر خدا! تو جلد وہ دن لا کہ جس **فیصلہ** کا تو نے ارادہ کیا ہے وہ ظاہر ہو جائے اور دنیا مین تیرا **جلال** چمکے اور تیرے دین اور تیرے **رسول** کی **فتح** ہو۔ آمین ثم آمین +

اب ہم پھر اصل مقصد کیطرف رجوع کر کے باقی ماندہ مضمون کی نسبت جو آریہ صاحبون کیطرف سے جلسہ مین پڑھا گیا تھا کچھ لکھتے ہین چنانچہ مضمون خوان نے اسلام پر ایک یہ بھی اعتراض کیا کہ گویا اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن شریف اسی طرح کا غذون پر یا پتھرون پر لکھا ہوا آسمان پر سے نازل ہوا تھا اور پھر خود ہی اس عقیدہ پر ٹھٹھا اڑا کر کہتا ہے کہ اول تو خدا آسمان پر بیٹھا ہوا نہین اور پھر اگر ہم فرض بھی کرین تو ایسی کتاب اکاش سے گذرتی ہوئی جل سڑ جائیگی۔ لیکن افسوس کہ یہ لوگ اس جہالت اور بے خبری کے ساتھ جو اسلام کے نسبت رکھتے ہین۔ پھر بھی جلدی سے اعتراض کر دیتے ہین۔ معلوم نہین کہ ان لوگون نے کہان سے اور کس سے سن لیا کہ مسلمانون کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن شریف کاغذ پر لکھا ہوا آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اس بات کو تو ایک ناخواندہ مسلمان بھی جانتا ہے کہ قرآن شریف کا نازل ہونا اس طور سے مانا جاتا ہے کہ وہ خدا کا پاک کلام ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر نازل ہوا اور اسی طرح ہم اب بھی خدا تعالیٰ کا قانون قدرت

مشاہدہ کرتے ہین جس مشاہدہ کے ہم خود گواہ رویت ہین کہ یہی سنت اللہ اور قانون قدرت ہے کہ خدا کا کلام مع الفاظ دل پر نازل ہوتا اور زبان پر جاری ہوتا ہے وہ صرف مفہوم نہین ہوتا بلکہ اُسکے ساتھ لفظ بھی ہوتے ہین اور جیسا کہ خدا کا فعل بے نظیر ہے ایسا ہی وہ خدا کا کلام بھی بے مثل ہوتا ہے اِس طرح پر کہ نہایت درجہ کی بلاغت فصاحت کے ساتھ امور غیبیہ سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور اس کے اندر ایک طاقت اور برکت اور کشش ہوتی ہے جو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ایک نور ہوتا ہے جو تاریکی کو دور کرتا ہے اور پیروی کرنیوالے کو اس نور سے منور کرتا ہے اور اُسکو خدا سے نزدیک کر دیتا ہے اور اُس کے ذریعہ سے پیروی کرنیوالا گندی زندگی سے نجات پاکر بغیر اس کے جو ہزاروں جونون مین ڈالا جائے اُسی پہلی جون مین ہی نجات پالیتا ہے۔ مگر افسوس کہ وید مین نہ وہ طاقت ہے نہ وہ نور ہے نہ وہ کشش ہے اسی وجہ سے وید کے ذریعہ مکتی پانے والے اب تک سب کے سب کیڑے مکوڑے اور سؤر بندر ہی نظر آتے ہین اور صرف تھوڑے سے انسان ہین باقی تمام سطح زمین اور سمندر اور اکاش کا فضا کیڑون مکوڑون اور حیوانات سے بھرا پڑا ہے جن کا شمار بجز خدا کے کسی کی طاقت اور قدرت کے اندر نہین - اور پھر یہ عجیب بات ہے کہ ایک ادنے سے ادنے کیڑے کو بھی دیکھ کر ہم یقین کامل سے کہ سکتے ہین کہ یہ خدا کا بنایا ہوا ہے مگر وید مین ہمین کوئی ایسی خوق العادت بات نظر نہین آتی کہ ہمین اس بات کے ماننے کیلئے مجبور کرے کہ وہ ضرور خدا کا کلام ہے - اور ایک مکھی کو دیکھ کر ہم سمجھ سکتے ہین کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی ہے لیکن اگر ہم تمام وید اول سے آخر تک پڑھ جائین تو ہمین کوئی خدائی صنعت اس مین ایسی معلوم نہین ہوتی جس سے ہمین خیال آسکے کہ یہ کتاب خدا کی طرف سے ہے نہ اس مین کسی معجزہ کا ذکر ہے اور نہ اسمین کوئی پیشگوئی ہے اور نہ اس مین انسانی طاقت سے بڑھکر علوم ہین - بلکہ صرف موٹے خیالات ہین جو جا بجا غلطیون سے بھرے ہوئے ہین

پس ایسی کتاب کیونکر قبول کرنیکے لائق ہے جو اپنی حیثیت اور مرتبہ مین ایک مکہی کے برابر بہی نہین۔ کیا یہ سچ نہین کہ مکہی کو دیکہہ کر اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُسکے بنانے پر انسان قادر نہین ہو سکتا۔ مگر کیا وید کو کوئی عقلمند پڑہکر کہہ سکتا ہے کہ اُسکے بنانے پر بہی انسان قادر نہین۔ پس اگر مکہی کے موافق بہی جو ایک ذلیل تر جاندار ہے وید مین کوئی اعجوبہ نہین تو عقل تجویز نہین کرسکتی کہ وہ اُس خدا کا کلام ہے جس کا قول ایسا بے نظیر ہونا چاہیئے جیسا کہ اس کا فعل بے نظیر ہے ٭

رہا یہ قول مضمون خوان صاحب کا کہ اُسکے خیال کے موافق اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ گویا خدا انسان کی طرح آسمان پر بیٹہا ہوا ہے سو یہ محض اُسکی ناواقفی ہے۔ چونکہ ہندو لوگ محض اپنی جہالت اور بخل اور تعصب کی راہ سے قرآن شریف پر ایک نظر تدبر بہی نہین ڈالتے اس لئے ایسے ایسے شیطانی اعتراض انکو سوجہتے ہین پس واضح ہو کہ قرآن شریف کی تعلیم کے رُو سے خدا جیسا کہ آسمان پر ہے زمین پر بہی ہے جیسا کہ اوس نے فرمایا ہے هُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ یعنی زمین مین وہی خدا ہے اور وہی آسمان مین خدا۔ اور فرمایا کہ کسی پوشیدہ مشورہ مین٭ تین آدمی نہیں ہوتے جن کے ساتہہ چوتہا خدا نہین ہوتا اور فرمایا کہ وہ غیر محدود ہے جیسا کہ اس آیت مین لکہا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ یعنی آنکہین اُسکے انتہا کو نہین پا سکتین اور وہ آنکہون کے انتہا تک پہنچتا ہے۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ یعنی ہم انسان کی شاہ رگ سے بہی زیادہ اُس سے نزدیک ہین اور یہ بہی ایک جگہ فرمایا کہ خدا ہر ایک چیز پر محیط ہے اور یہ بہی فرمایا کہ أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ یعنے خدا وہ ہے جو انسان اور اُس کے دل مین حایل ہو جاتا ہے اور یہ بہی فرمایا کہ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی خدا وہ ہے جو زمین اور آسمان ہیں اُسکے چہرہ کی چمک اور سب کچہ غیر سب نابودگی ہے۔ اور یہ بہی فرمایا کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ یعنی ہر ایک وجود ہلاک ہونیوالا اور تغیر پذیر ہے

حاشیہ٭ قرآن شریف کی اس بارہ میں یہ آیت۔ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ یعنی تین شخص کوئی ایسا پوشیدہ مشورہ نہیں کرتے جس کا چوتہا خدا نہ ہو اور نہ پانچ کرتے ہیں جن کا چھٹا خدا نہ ہو۔ منہ

اور وہ جو باقی رہنے والا ہے وہی خدا ہے یعنی ہر ایک چیز فنا قبول کرتی ہے اور تغیر قبول کرتی ہے مگر انسانی فطرت اِس بات کے ماننے کیلئے مجبور رہے کہ اس تمام عالم ارضی اور سماوی مین ایک ایسی ذات بھی ہے کہ جب سب پر فنا اور تغیر وارد ہوگا اُس پر تغیر اور فنا وارد نہین ہوگی وہ اپنے حال پر باقی رہتا ہے وہی خدا ہے۔ لیکن چونکہ زمین پر گناہ اور معصیت اور ناپاک کام بھی ظاہر ہوتے ہین اور خدا کو صرف زمین تک محدود رکھنے والے آخر کار بت پرست اور مخلوق پرست ہو جاتے ہین جیسا کہ تمام ہندو ہوگئے۔ اِسلئے قرآن شریف مین ایک طرف تو یہ بیان کیا کہ خدا کا اپنی مخلوق سے شدید تعلق ہے اور وہ ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک ہستی اُسی کے سہارے سے ہے۔ پھر دوسری طرف اِس غلطی سے محفوظ رکھنے کیلئے کہ تا اُسکے تعلق سے جو انسان کے ساتھ ہے کوئی شخص انسان کو اُس کا عین ہی نہ سمجھ بیٹھے جیسا کہ ویدانت والے سمجھتے ہین۔ یہ بھی فرما دیا کہ وہ سب سے برتر اور تمام مخلوقات سے وراء الورا مقام پر ہے جسکو شریعت کی اصطلاح مین **عرش** کہتے ہین اور عرش کوئی مخلوق چیز نہین ہے صرف وراء الورا مرتبہ کا نام ہے۔ یہ نہین کہ کوئی ایسا تخت ہے جس پر خدا تعالیٰ انسان کیطرح بیٹھا ہوا تصور کیا جائے بلکہ جو مخلوق سے بہت بعید اور تنزہ اور تقدس کا مقام ہے اُسکو عرش کہتے ہین جیسا کہ قرآن شریف مین لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ سب کے ساتھ خالقیت اور مخلوقیت کا تعلق قایم کرکے پھر عرش پر قایم ہوگیا یعنی تمام تعلقات کے بعد الگ کا الگ رہا اور مخلوق کے ساتھ مخلوط نہین ہوا۔

غرض خدا کا انسان کے ساتھ ہونا اور ہر ایک چیز پر محیط ہونا یہ خدا کی **تشبیہی صفت** ہے۔ اور خدا نے قرآن شریف مین اِسلئے اِس صفت کا ذکر کیا ہے کہ تا وہ انسان پر اپنا قرب ثابت کرے اور خدا کا تمام مخلوقات سے وراء الورا ہونا اور سب سے برتر اور اعلےٰ اور بعید تر ہونا اور اُس تنزہ اور تقدس کے مقام پر ہونا جو مخلوقیت سے دور ہے جو عرش کے نام سے پکارا جاتا ہے اُس صفت کا نام **تنزیہی** صفت ہے اور خدا نے قرآن شریف مین اِسلئے اِس صفت کا ذکر کیا تا وہ اِس سے اپنی توحید اور اپنا وحدہٗ لاشریک ہونا اور مخلوق کی صفات سے اپنی ذات

کا منزہ ہونا ثابت کرے۔ دوسری قومون نے خدا تعالیٰ کی ذات کی نسبت یا تو تنزیہی صفت اختیار کی ہے یعنے نرگن کے نام سے پکارا ہے اور یا اسکو سرگن مان کر ایسی تشبیہ قرار دی ہے کہ گویا وہ بھی مخلوقات ہی ہے اور ان دونون صفات کو جمع نہین کیا۔ مگر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف مین ان دونون صفات کے آئینہ مین اپنا چہرہ دکھلایا ہے اور یہی **کمال توحید** ہے

مضمون پڑھنے والے نے اس اعتراض کے ساتھ یہ اعتراض بھی جڑدیا ہی کہ مسلمانون کے اعتقاد مین **حجر اسود** ایک ایسا پتھر ہے جو آسمان سے گرا تھا معلوم نہین کہ اس اعتراض سے اسکو کیا فایدہ ہے۔ استعارہ کے رنگ مین بعض یہ روایتین ہین کہ وہ **بہشتی** پتھر ہے۔ مگر قرآن شریف سے ثابت ہی کہ بہشت مین کوئی پتھر نہین ہے بہشت ایسا مقام ہے کہ اسکی کوئی نظیر دنیا مین نہین پائی جاتی اور اس دنیا کی کوئی چیز بھی بہشت مین نہین ہے بلکہ بہشتی نعمتین ایسی نعمتین ہین کہ جو نہ کبھی آنکھون نے دیکھین اور نہ کانون نے سنین اور نہ دل مین گذرین۔ اور خانہ **کعبہ** کا پتھر یعنے حجر اسود ایک روحانی امر کے لئے **نمونہ** قایم کیا گیا ہے* اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو نہ خانہ کعبہ بناتا اور نہ اسمین حجر اسود رکھتا لیکن چونکہ اسکی عادت ہی کہ روحانی امور کے مقابل پر جسمانی امور بھی نمونہ کے طور پر پیدا کر دیتا ہے تا وہ روحانی امور پر دلالت کرین اسی عادت کے موافق خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عبادت دو قسم کی ہی (۱) ایک تذلل اور انکسار۔ (۲) دوسری محبت اور ایثار۔ تذلل اور انکسار کے لئے اس نماز کا حکم ہوا جو جسمانی رنگ مین انسان کے ہر ایک عضو کو خشوع اور خضوع کی حالت مین ڈالتی ہے یہان تک کہ دلی سجدہ کے مقابل پر اس نماز مین جسم کا بھی سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونون اس عبادت مین شامل ہون اور واضح ہو کہ جسم کا سجدہ بیکار اور لغو نہین اول تو یہ امر مسلم ہی کہ خدا جیسا کہ روح کا پیدا کرنیوالا ہے ایسا ہی وہ جسم کا بھی پیدا کرنیوالا ہے اور دونون پر اسکا حق خالقیت ہی ماسوا اسکے جسم اور روح ایک دوسرے کے تاثیر قبول کرتے ہین بعض وقت

*حاشیہ۔ خدا تعالیٰ نے شریعت اسلام مین بہت سے ضروری احکام کیلئے نمونے قایم کئے ہین چنانچہ انسان کو یہ حکم ہی کہ وہ اپنی تمام قوتون کے ساتھ [illegible]

[illegible]

جسم کا سجدہ روح کے سجدہ کا محرک ہو جاتا ہے اور بعض وقت روح کا سجدہ جسم میں سجدہ کی حالت پیدا کر دیتا ہے کیونکہ جسم اور روح دونوں باہم مرایا متقابلہ کی طرح ہیں مثلاً ایک شخص جب محض تکلف سے اپنے جسم میں ہنسنے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات وہ سچی ہنسی بھی آجاتی ہے کہ جو روح کے انبساط سے متعلق ہے ایسا ہی جب ایک شخص تکلف سے اپنے جسم میں یعنے آنکھوں میں ایک رونے کی صورت بناتا ہے تو بسا اوقات حقیقت میں رونا ہی آجاتا ہے جو روح کی درد اور رقت سے متعلق ہے پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ عبادت کی اس قسم میں جو تذلل اور انکسار ہے جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات کا جسم اور روح میں عوض معاوضہ ہے۔ محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبان صادق کیلئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور یہ حجر اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے* اور ایسا حکم اس لئے دیا کہ تا انسان جسمانی طور پر اپنے ولولہ عشق اور محبت کو ظاہر کرے سو حج کرنے والے حج کے مقام میں جسمانی طور پر اس گھر کے گرد گھومتے ہیں ایسی صورتیں بنا کر کہ گویا خدا کی محبت میں دیوانہ اور مست ہیں زینت دور کر دیتے ہیں سر منڈوا دیتے ہیں اور مجذوبوں کی شکل بنا کر اس کے گھر کے گرد عاشقانہ طواف کرتے ہیں اور اس پتھر کو خدا کے آستانہ کا پتھر تصور کر کے بوسہ دیتے ہیں اور یہ جسمانی ولولہ روحانی تپش اور محبت کو پیدا کر دیتا ہے اور جسم اس گھر کے گرد طواف کرتا ہے اور سنگ آستانہ کو چومتا ہے اور روح اس وقت محبوب حقیقی کے گرد طواف کرتا ہے اور اسکے روحانی آستانہ کو چومتا ہے اور اس طریق میں کوئی شرک نہیں۔ ایک دوست ایک دوست جانی کا خط پا کر بھی اسکو چومتا ہے کوئی مسلمان خانہ کعبہ کی پرستش نہیں کرتا اور نہ حجر اسود سے مرادیں مانگتا ہے بلکہ صرف خدا کا قرار دادہ ایک جسمانی نمونہ سمجھا جاتا ہے و بس۔ جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کیلئے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر

* حاشیہ۔ خدا کا آستانہ مصدر فیوض ہے یعنی اسی کے آستانہ سے ہر ایک فیض ملتا ہے پس اسی لئے معبّرین لکھتے ہیں کہ اگر کوئی خواب میں حجر اسود کو بوسہ [illegible]

وہ بوسہ اس پتھر کیلئے نہین پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اُس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اُسکو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھیرایا۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے یہ بیان کیا کہ جس کتاب مین قانون قدرت کے برخلاف تعلیم ہو وہ کتاب الہامی نہین ہوسکتی۔ اس تقریر سے اس نے وید پر حملہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درحاصل وہ وید پر ایمان نہین رکہتا کیونکہ اگر درحقیقت الہامی کتاب کیلئے یہی شرط ہے جو اُس نے بیان کی ہے تو اس شرط کو ہرگز وید نے پورا نہین کیا۔ کیونکہ وید خدا کے قانون قدرت سے ہر ایک پہلو مین مخالف ہے مثلاً وید آئندہ زمانہ کیلئے جو وید کے بعد زمانہ ہے یہ اقرار نہین کرتا کہ خدا کے الہام کا سلسلہ جاری ہے حالانکہ قانون قدرت شہادت دیتا ہے کہ ضرور الہام کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہنا چاہیئے وجہ یہ کہ قانون قدرت کی رو سے خدا تعالیٰ کے نظام جسمانی اور روحانی مین تطابق پایا جانا ضروری ہے تا وہ تطابق اس بات پر دلالت کرے کہ ان دونو نظامون کا بنانیوالا ایک خدا ہے مگر الہام کو صرف ایک خاص زمانہ تک ختم کرکے تطابق باقی نہین رہتا کیونکہ اس بات سے کوئی شخص انکار نہین کرسکتا کہ جسمانی ضرورتون کیلئے ہمیشہ خدا نے اپنے فیضان کا دروازہ کھلا رکہا ہے چنانچہ بھوک کے لئے اس زمانہ مین بھی اناج موجود ہے جیسا کہ پہلے موجود تھا اور پیاس کیلئے اب بھی آسمان سے پانی برستا ہے جیسا کہ پہلے برستا تھا جس سے زمینی پانی دریاؤن اور کنوئون سے بکثرت ہو جاتے ہین پھر روحانی حاجتون کا کیون دروازہ بند کیا گیا۔ کیا روحانی پیاسون کو اب اس پانی کی ضرورت نہین ہے جو روحانی طور پر سیراب کرتا ہے یعنی کیا اب اِس بات کی حاجت نہین کہ نوع انسان خدا کے تازہ بتازہ نشانون اور معجزات کے ذریعہ سے شکوک و شبہات سے نجات پاکر اور یقین کے مرتبہ تک پہنچکر پوری تسلی پاوین۔ کیا یہی وید و دیا پیش کیجاتی ہے کہ جسمانی حاجات کے پورا کرنیکا تو اب تک خدا نے دروازہ بند نہین کیا مگر روحانی حاجات کے پورا کرنیکا دروازہ بند کر دیا ہے۔ غرض وید تو اس جگہ تطابق دکھلانے سے رہ گیا۔ مگر یہ جسمانی اور روحانی تطابق قانون قدرت کا قرآن شریف نے دکھلا دیا جیسا کہ

وہ فرماتا ہے : والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل وما هو بالهزل (الطارق ۱۲ تا ۱۵) یعنے قسم ہے آسمان کی جس سے مینہ نازل ہوتا ہے اور قسم ہے زمین کی جو پھوٹ کر اناج نکالتی ہے۔ یہ کلام یعنی قرآن شریف حق اور باطل میں فیصلہ کرنیوالا ہے اور بیفایدہ نہین یعنے اس کلام کی ایسی ضرورت ثابت ہے جیسا کہ جسمانی نظام میں مینہ کی ضرورت ثابت ہے۔ اگر مینہ نہ ہو تو آخر کار کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں اور دریا بھی۔ اور پھر نہ پینے کے لئے پانی رہتا ہے اور نہ کہانے کیلئے اناج کیونکہ ہر ایک برکت زمین کی آسمان سے ہی نازل ہوتی ہے۔ اس دلیل سے خدا نے ثابت کیا ہے کہ جیسا کہ پانی اور اناج کی ہمیشہ ضرورت ہے ایسا ہی خدا کی کلام اور اسکے تسلی دینے والے معجزات کی ہمیشہ ضرورت ہے کیونکہ محض گذشتہ قصوں سے تسلی نہین ہو سکتی۔

پس آریہ صاحبوں کو سمجھنا چاہیئے کہ محض وید کے ورق چاٹنے سے نہ روحانی پیاس دور ہو سکتی ہے اور نہ وہ تسلی مل سکتی ہے جو خدا کے تازہ بتازہ معجزات سے ملتی ہے اور آیۃ ممدوحہ بالا میں جو خدا نے قسم کہائی پس جاننا چاہیئے کہ خدا کی قسمیں انسان کی قسموں کیطرح نہیں ہیں بلکہ عادت اللہ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ وہ قرآن شریف میں قسم کہا کر جسمانی نظام کو روحانی نظام کی تصدیق میں پیش کرتا ہے اصل بات یہ ہے کہ قسم شہادت کی قایم مقام وضع کی گئی ہے۔ پس اسجگہ خدا کی کلام میں جسمانی امور کی قسم کہانے سے اشارہ یہ ہے کہ جو قسم کے بعد روحانی امور بیان کئے گئے ہیں جسمانی امور انکی سچائی کے گواہ ہیں۔ پس جس جگہ تم قرآن شریف میں اس طور کی قسمیں پاؤ گے ہر ایک جگہ ان قسموں سے یہی مراد ہے کہ خدا تعالیٰ اول جسمانی امور پیش کر کے ان امور کو روحانی امور کیلئے جو بعد میں لکھتا ہے بطور گواہ کے پیش کرتا ہے مگر افسوس ہمارے نادان اور اندھے مخالف اپنی جہالت سے قرآن شریف کی ان قسموں پر بھی اعتراض کرتے ہیں دراصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف ایک ایسی **پر حکمت** کتاب ہے جس نے طب روحانی کے قواعد کلیہ کو یعنے دین کے اصول کو جو دراصل طب روحانی ہے طب جسمانی

کے قواعد کلیہ کے ساتھ تطبیق دی ہو اور یہ تطبیق ایک ایسی لطیف ہے جو صدہا
معارف اور حقایق کے کہلنے کا دروازہ ہے اور سچی اور کامل تفسیر قرآن شریف کی وہی
شخص کر سکتا ہے جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ پیش نظر رکہہ کر قرآن شریف کے بیان کردہ قواعد
میں نظر ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ مجہے بعض محقق اور حاذق طبیبوں کی بعض کتابیں کشفی رنگ
میں دکہلائی گئیں جو طب جسمانی کے قواعد کلیہ اور اصول علمیہ اور ستہ ضروریہ وغیرہ کی بحث پر
مشتمل اور متضمن تہیں جن میں طبیب حاذق قرشی کی کتاب بہی تہی اور اشارہ کیا گیا کہ یہی
تفسیر قرآن ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم الابدان اور علم الادیان میں نہایت گہرے اور عمیق
تعلقات ہیں اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں اور جب میںنے ان کتابوں کو پیش نظر رکہہ کر
جو طب جسمانی کی کتابیں تہیں قرآن شریف پر نظر ڈالی تو وہ عمیق در عمیق طب جسمانی کے قواعد
کلیہ کی باتیں نہایت بلیغ پیرایہ میں قرآن شریف میں موجود پائیں اور اگر خدا نے چاہا اور زندگی
نے وفا کی تو میرا ارادہ ہے کہ قرآن شریف کی ایک تفسیر لکہہ کر اس جسمانی اور روحانی تطابق
کو دکہلاؤں + غرض آسمان کے نیچے کوئی دوسری کتاب نہیں پائی جاتی کہ جو طب جسمانی
اور طب روحانی میں اس قدر تطابق دکہلا کر قانون قدرت کے معیار کو اپنی پیروی
کرنیوالوں کے ہاتہہ میں دیدے۔ اس لئے میں پورے یقین سے سمجہتا ہوں کہ قرآن شریف
کے مقابل پر تمام دوسرے مذاہب ہلاک شدہ ہیں۔ وہ منہہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ
الہامی کتاب کیلئے ضروری شرط یہ ہے کہ وہ قانون قدرت کے مطابق ہو مگر
مطابق کر کے دکہلاتے نہیں اور ان کو یہ بہی سمجہہ نہیں کہ قانون قدرت کے آلہ کو استعمال
کرنیکے لئے طریق کیا ہے وہ خدا کے قانون قدرت کو مروڑ توڑ کر اپنے مسلہ عقاید کے مطابق
کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہیں سوچتے کہ درحقیقت وہ مطابق بہی ہیں یا نہیں۔
اور پہر مجہے یہ تعجب ہے کہ آریہ صاحبان قانون قدرت کا ذکر ہی کیوں کرتے ہیں
کیونکہ جس حالت میں ان کے پرمیشر میں یہ قدرت ہی نہیں کہ ایک روح بنا سکے یا کسی روح میں

کوئی قوت پیدا کر سکے یا کوئی ذرہ اجسام بنا سکے یا کوئی علم غیب اپنی شناخت کیلئے اپنی
کتاب مین بیان کر سکے یا دلون کو تسلی دینے کیلئے اپنا کوئی معجزہ دکھلا سکے تو پھر یہ کہنا کہ اسکا
کوئی قانون قدرت ہے سراسر لغو اور بے معنی بات ہے قانون کا مرتب کرنا قدرت کے بعد ہے
اور جب قدرت ہی نہین تو یہ کہنا چاہیئے کہ قانون عجز اور بے قدرتی نہ کہ قانون قدرت۔
وہ پرمیشر جو مکتی دائمی نہین دلسکتا اور کسی کا گنہ نہین بخش سکتا اور اپنی ہستی ثابت کرنیکے لئے
کوئی قدرت کا نمونہ دکھلا نہین سکتا اسکی نسبت قانون قدرت کو کیونکر منسوب کر سکتے ہین۔

پھر مضمون خوان نے بیان کیا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ خدا اپنے قانون کو بدل سکتا
ہے اسکا جواب یہ ہے کہ کیا وہ اپنے صفات کو بھی بدل سکتا ہے۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ یہ کیسا
بیہودہ جواب ہے یہ تو سچ ہے کہ جیسا کہ خدا غیر متبدل ہے اسکی صفات بھی غیر متبدل ہین
اس سے کس کو انکار ہے مگر آجتک اس کے کامون کی حدبست کس نے کی ہے اور کون کہسکتا
ہے کہ وہ اسکی عمیق در عمیق اور بے حد قدرتون کی انتہا تک پہنچ گیا ہے بلکہ اسکی قدرتین غیر محدود
ہین اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہین اور وہ اپنے خاص بندون کیلئے اپنا قانون بھی
بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اسکے قانون مین ہی داخل ہے جب ایک شخص اس کے آستانہ پر ایک
نئی روح لیکر حاضر ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محض اسکی رضامندی کیلئے پیدا کرتا
ہے تب خدا بھی اسکے لئے ایک تبدیلی پیدا کر لیتا ہے کہ گویا اس بندہ پر جو خدا ظاہر ہوا ہے وہ
اور ہی خدا ہے نہ وہ خدا جس کو عام لوگ جانتے ہین وہ ایسے آدمی کے مقابل پر جس کا ایمان
کمزور ہے کمزور کیطرح ظاہر ہوتا ہے لیکن جو اسکی جناب مین ایک نہایت قوی ایمان کے ساتھ آتا
ہے وہ اسکو دکھلا دیتا ہے کہ تیری مدد کے لئے مین بھی قوی ہون اس طرح انسانی تبدیلیون کے
مقابل پر اسکی صفات مین بھی تبدیلیان واقع ہوتی ہین جو شخص ایمانی حالت مین ایسا مفقود
الطاقت ہے کہ گویا میت ہے خدا بھی اسکی تائید اور نصرت سے دستکش ہو کر ایسا خاموش ہو جاتا ہے
کہ گویا نعوذ باللہ وہ مر گیا ہے مگر یہ تمام تبدیلیان وہ اپنے قانون کے اندر اپنے تقدس کے موافق

کرتا ہے اور چونکہ کوئی شخص اُسکے قانون کی حدبست نہین کرسکتا اِس لئے جلدی سے بغیر کسی قطعی دلیل کے جو روشن اور بدیہی ہو یہ اعتراض کرنا کہ فلان امر قانون قدرت کے مخالف ہے محض حماقت ہے کیونکہ جس چیز کی ابہی حدبست نہین ہوئی اور نہ اس پر کوئی قطعی دلیل قایم ہے اُسکی نسبت کون رائے زنی کرسکتا ہے؟ ہان قطعی اور یقینی طور پر جو باتین ثابت ہوچکی ہین اُن سے انکار کرنا ایک قابل شرم جہالت ہے جیسا کہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ خدا واحد لاشریک ہے اور وہ ان تمام باتون پر قادر ہے جو اُسکی تقدس اور کمال کے برخلاف نہین ہین اور قانون قدرت کا تو یہ حال ہے کہ پہلے زمانہ مین خدا نے انسان کو محض مٹی سے پیدا کیا یہ بہی ایک قانون قدرت تہا اور پہر اب نُطفہ سے پیدا کرتا ہے تو یہ امر بہی قانون قدرت ہے اور پہر اگر ایک زمانہ کے بعد کسی اور طور سے انسان کو پیدا کرے تو کیا ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ طور اُسکے قانون قدرت سے باہر ہے جو غیر محدود ہے۔ یہ خیالات سب جہالتین ہین سچ تو یہ ہے کہ کسی نے ابتک اُسکی حدبست کی اور نہ اُس کے قانون کی ۔

پہر مضمون پڑہنے والے نے اپنے مضمون مین یہ بہی بیان کیا کہ خدا کا قانون یعنے الہامی کتاب بدل نہین سکتی۔ ہان انسانی قوانین ہمیشہ بدلتے رہتے ہین کیونکہ انسان کا علم محدود ہے مثلاً گورنمنٹ جو آج ایک قانون بناتی ہے تو کل اُسے بدلنا پڑتا ہے یہ تبدیلی اسلئے کرنی پڑتی ہے کہ گورنمنٹ کامل علم نہین رکھتی بلکہ بہت محدود علم رکہتی ہے چونکہ علم تجربہ سے بڑہتا ہے اسلئے گورنمنٹ کے قانون مین کمی بیشی ہوتی رہتی ہے مگر خدا کا علم کامل ہے اس لئے اُسکو اپنی کتاب کی تبدیلی کی ضرورت نہین ۔

اس تقریر مین گویا مضمون پڑہنے والے نے ان تمام کتابون پر حملہ کیا ہے جو بجز وید کے خدا کی الہامی کتابین قومون مین پائی جاتی ہین اور اس حملہ کے وقت پہلے اوس نے اپنے دل مین بغیر کسی دلیل کے فرض کرلیا ہے کہ سب الہامی کتابین وید کے بعد مین اور پھر یہ فرض کرلیا ہے کہ وید کامل کتاب ہے اور اُسمین کسی تبدیلی کی ضرورت نہین

اور پہر اس فرض کرنیکے بعد تمام دوسری الہامی کتابون کو نعوذ باللہ انسان کا افترا قرار دیا ہے حالانکہ ایسا اعتراض پیش کرنیکے وقت پہلے اُس کیلئے ضروری تہا کہ وید کا ابتدائے زمانہ مین نازل ہونا ثابت کرتا اور اسکے منجانب اللہ ہونے پر کوئی دلیل پیش کرتا لیکن اُس نے کوئی دلیل پیش نہین کی اور نہ کرسکتا تہا بلکہ جس خدا کو وید نے پیش کیا ہے اُسکے وجود کا بہی اوس نے کچہہ ثبوت نہین دیا تو پہر وید کی سچائی کا ثبوت کہان سے میسر آوے اور پہر اگر فرض بہی کرلین کہ وید ابتدائے زمانہ کا ہے تب بہی اسکا ابتدائے زمانہ مین ہونا سچائی کی دلیل نہین ہے کیا ابتدائے زمانہ مین افترا کرنا اور جہوٹ بولنا انسان کو نہین آتا تہا اور کیا صرف بعد مین افترا کا طریق نکلا ہے بلکہ جیسا کہ اول زمانہ مین سانپ بندر سور سب موجود تہے ایسا ہی شریر انسان بہی موجود تہے ہان تعداد مین کم تہے

پہر ماسوا اس کے یہ کہنا کہ خدا کے قانون مین تبدیلی غیر ممکن ہے ہان انسانی قوانین بباعث کمی تجربہ اور کمی علم کے بدلائے جاتے ہین یہ قول بہی ایسے لوگون کا قول ہے کہ جنہون نے انسانی قوانین پر بہی کبہی غور نہین کی اگر مضمون پڑہنے والا گورنمنٹ کے کسی واضع قانون سے ہی ملاقات کرتا اور اُس سے دریافت کرلیتا کہ کیا ہمیشہ نیا قانون بنانیکا یہی ایک سبب ہوتا ہے کہ دراصل اس قانون مین کوئی غلطی ہوتی ہے اور پہر تجربہ کے بعد پتہ لگتا ہے کہ دراصل ہمنے فلان فلان امر مین غلطی کہائی ہے اور دوسرا کوئی بہی سبب نیا قانون بنانیکا نہین ہوتا۔ تو ایسا بیہودہ اور احمقانہ خیال کبہی اُسکے مونہہ سے عام جلسہ مین نہ نکلتا بلکہ تبدیل قانون کا بہاری سبب وہ تبدیلیان ہوتی ہین جو انسان کے ذاتی حالات اور چال چلن اور ذہنی قوے اور اموال اور املاک اور اُسکی تمدنی صورتون یا جنگی طریقون مین ظہور مین آتی ہین مثلاً ایک وہ زمانہ تہا جو تیر و کمان یا تلوار سے لڑائی ہوتی تہی اور دوسرے زمانہ مین بندوق وغیرہ وہ ہتہیار پیدا ہوگئے جنہون نے تیر و کمان کو بیکار کردیا اور ساتھ ہی لڑائی کا قانون بہی بدل گیا۔ ایسا ہی جب ایک ملک

اپنی آبادی کے لحاظ سے اپنی کاشتکاری کے لحاظ سے اور اپنی تجارت کے لحاظ سے ادنٰے درجہ کی حالت مین ہوتا ہے اور اکثر زمین بنجر اور ناقابل زراعت ہوتی ہے اور لوگ جاہل اور وحشیون کی طرح ہوتے ہین تو اس صورت مین بہت نرمی سے انکی نسبت قانون بنایا جاتا ہے اور سرکاری لگان بہت کم مقرر کیا جاتا ہے اور تجارتی امور مین بھی نرم ٹکس لگایا جاتا ہے لیکن جب ایک مدت کے بعد زمین کی ایک عمدہ حالت پیدا ہو جاتی ہے اور ہزارہا گہانو بنجر توڑکر آباد کیا جاتا ہے اور خوش حیثیتی بہت بڑھ جاتی ہے اور ایسا ہی تجارتی کاروبار بھی ترقی پذیر ہو جاتی ہین تو پھر قانون بدلنا پڑتا ہے اور یہ تبدیلی گورنمنٹ کے قانون پر ہی موقوف نہین تعلیمی صیغہ مین بھی ضروری طور پر یہی تبدیلی پیش آتی ہے جو بچے ابتدائی مرحلہ مین مدرسہ مین بٹھائے جاتے ہین اُن کے لئے اور کتابین ہوتی ہین اور پھر جب اچھی طرح حروف شناس ہو جاتے ہین تو پھر اور کتابین اُن کو دی جاتی ہین اور پھر جب استعداد اس سے بھی بڑھ جاتی ہے تو دوسری کتابین حسب استعداد اُن کو دی جاتی ہین اور سب کے بعد انتہائی کتاب کا وقت آتا ہے اور چونکہ خدا اپنی تعلیم مین گڑبڑ ڈالنا نہین چاہتا اس لئے پیش از وقت کوئی قانون الہامی انسانون کو نہین دیتا کیونکہ جن تغیرات کا ابھی انسان کو علم ہی نہین اُن تغیرات کے موافق انسان کو قانون دینا گویا اسکو سخت پریشانی مین ڈالنا ہے۔

ایسا ہی ہر ایک بیمار جو طبیب کی خدمت مین حاضر ہوتا ہے اُسکے علاج مین بھی تبدیلیان کیجاتی ہین اور جو بیمار کی ایک خاص حالت مین نسخہ تجویز کیا جاتا ہے وہ نسخہ دوسری حالت کے شروع ہونے پر بدلایا جاتا ہے اور جب بیمار مین تیسری حالت پیدا ہو جائے تو پھر اسی حالت کے موافق نسخہ لکھا جاتا ہے اور خدا کی کتاب کو جو طب روحانی ہے طب جسمانی سے اسکو بہت مناسبت ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہین پس جس حالت مین طب جسمانی مین یہ تبدیلیان ایک لازمی امر ہے تو پھر طب روحانی مین کیون لازمی نہوگا

پس ایسا شخص جو ان تبدیلیون پر اعتراض کرتا ہی اگر وہ بیمار ہو کر کسی طبیب کی خدمت مین حاضر ہو تو اُسکو سمجھنا چاہئے کہ کیا جب طبیب بیماری کی عوارض بدلنے کیوجہ سے نسخہ کو بدلانا چاہے تو وہ کہہ سکتا ہی کہ اے طبیب! تو بیوقوف ہی کیونکہ یہ دوسرا نسخہ تجھے بعد مین ایک غلطی کر کے سوجھا ہے پہلے تونے یہ نسخہ کیون نہ لکھا۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ کیسے جاہل اور نادان ہین کہ جو انسانی فطرت کو تبدیلیان لازم ہوئی ہین ان سے بیخبر ہین۔ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ نوع انسان مختلف زمانون مین اپنے اخلاق اور اعمال اور عقاید اور اپنی تمدنی صورتون اور قومی عادت مین بڑے بڑے پلٹے کہاتے آئے ہین اور خدا تعالی ہر ایک انقلاب کے موافق اپنی طرف سے کوئی کتاب بھیجتا رہا ہے کیا یہ ایسی باتین ہین جو سمجھ نہین آسکتی نہین بلکہ اکثر آدمی محض تعصب اور شرارت سے سچائی کے دشمن بن جاتے ہین ایک بوڑھی عورت بہی جو چندان عقل اور ہنر نہین رکھتی اپنے بچے کی عمر اور موسم کی تبدیلی کے ساتھ اُسکے طریق تعہد مین تبدیلیان کرتی رہتی ہے ایک وہ زمانہ ہوتا ہے جو بچہ صرف دودہ پینے کے قابل ہوتا ہی اور پہر دوسرا زمانہ آتا ہے کہ کچہہ نرم نرم غذا بہی دینا شروع کرتی ہے۔ اور پہر تیسرا زمانہ آتا ہے کہ قطعاً اُس کو دودہ دینا بند کر دیتے ہین اور بچہ گو روتا ہے مگر اُسکی کچہہ بہی پروا نہین کی جاتی۔ اور پہر اوایل مین جو بچہ کو پاجامہ پہنایا جاتا ہے آگے پیچھے سے ایک چاک چہوڑ دیتے ہین تا پیشاب کرنے اور پاخانہ پہرنے مین اُسکو تکلیف نہ ہو اور پہر جب کچہہ ہوش سنبہل جاتا ہے تو پہر وہ چاک بند کیا جاتا ہی اسی طرح تبدیلیان وقوع مین آتی رہتی ہین پس یہ سخت نادانی کا خیال ہے کہ تبدیلی محض لاعلمی کیوجہ سے ہوتی ہی ایک تدبر کی نظر سے دیکہنا چاہیئے کہ خدا نے انسان کے جسمانی رزق پیدا کرنے مین بہی جو قانون قدرت رکہا ہے وہ بہی تبدیلیون سے بہرا ہوا ہے ایک موسم اُس نے بارشون کیلئے مقرر کیا ہی اور پہر دوسرا موسم دھوپ کا ہے کیونکہ اگر بارشین ہی ہوتی رہین اور دھوپ کی نوبت نہ آئے تو تمام تخم جو بویا گیا ہے پانی مین بہ جائے اور اگر دہوپ ہی رہے اور بارشین نہ ہون تو تخم

جل جائین اور قحط پڑجائے۔ اب سوچ لو کہ کیا کبھی کسی عقلمند نے اعتراض کیا ہی کہ خدا کے جسمانی قانون قدرت مین اس قدر تبدیلیان کیون ہین تو پہر روحانی قانون قدرت پر اعتراض کرنا اگر سراسر جہالت نہین تو اور کیا ہے؟ دیکھو کبھی دن ہوتا ہے اور کبھی رات۔ اور رات بہی دو قسم کی ہے کبھی چاند کی روشنی ہوتی ہے اور کبھی نہین ہوتی۔ اور دن مین کبھی صبح ہوتی ہے کبھی دوپہر کبھی شام۔ اور پہر کبھی موسم گرما آجاتا ہے اور کبھی موسم سرما۔ اسی طرح خدا کے جسمانی نظام مین ہزارون تبدیلیان واقع ہوتی رہتی ہین۔ پس اگر خدا نے روحانی قانون قدرت مین تبدیلیان رکہدین تو کیا غضب آگیا۔ بلکہ ایسی الہامی کتاب جو خدا تعالیٰ کے جسمانی قانون قدرت کے ساتھ موافقت نہین رکھتی وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے نہین ہوسکتی ۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی قانون کے تبدیل کرنیکا صرف یہی سبب نہین ہوتا کہ کوئی غلطی اور فرو گذاشت ہوگئی ہے بلکہ قانون کی کمی بیشی اور تبدیل تغییر کا یہ بہی سبب ہوا کرتا ہے کہ انسان کے خود حالات بدلتے رہتے ہین کیونکہ انسان کیا جسمانی وضع کی رو سے اور کیا روحانی وضع کی رو سے تغیر تبدّل کے چکر مین پڑا ہوا ہے اور چونکہ کمال تام جو کسی حالت منتظرہ کا محتاج نہین صرف خدا تعالیٰ اسی مخصوص ہی اور انسان رفتہ رفتہ اپنے کمال کو پُہنچتا ہے اِسلئے اُسکو تبدیلیون سی چارہ نہین ہی اور جیسا کہ ایک انسان اپنی ابتدائے پیدائش سے اخیر تک اپنی فطرت کی رو سی معرض تبدّل و تغیر مین پڑا ہوا ہے اور پیدائش سی اخیر عمر تک صدہا تغیر اُس پر وارد ہوتے ہین اسی طرح نوع انسان اپنے ابتدائی زمانہ سے اخیر تک تغیر اور تبدل کا نشانہ ہے مثلاً کسی وحشیانہ زمانہ مین ہندو مذہب کو نسل بڑھانے کیلئے نیوگ کی حاجت تہی اور ایک ہندو بڑی خوشی سے اپنی عورت کو دوسرے اجنبی مرد سے جسکے ساتھ نکاح نہین ہے ہم بستر کرا دیتا تہا اور اب اس زمانہ مین ہزارہا غیرت مند ہندو ایسے ہین کہ اگر دیانند جیسا کوئی برہمن نیوگ کا ایک

اُن سے اُن کی بیوی کے بارے مین نیوگ کی درخواست کرے تو غالبًا اُس کو جان سے مار دین گے۔

پہر مضمون پڑہنے والے نے یہ بہی بیان کیا کہ معلوم شدہ قوانین نامعلوم قوانین سے برخلاف نہین ہوسکتے اِس سے اُسکا مطلب یہ ہے کہ خدا کے تمام قوانین معلوم ہی ہین مگر یہ بات تحقیق طلب ہے کہ کیا یہ جہالت اور نا واقفی تمام قوم آریہ مین ہے یا خاص طور پر اسی شخص کا یہ قول ہے۔ واضح ہو کہ بڑے بڑے فلاسفر جو دنیا مین گذرے ہین وہ یہ اقرار کرچکے ہین کہ انسان کا علم خدا کے ناامتناہی علم کے مقابل پر اس قدر بہی نہین ہے جیسا کہ ایک سوئی کو سمندر مین ڈبوکر اُسکی کچہہ تری سوئی مین رہ جاتی ہے۔ سچے عارفون کا تو یہ قول ہے کہ چونکہ قوانین الٰہیہ کی حدبست ہو ہی نہین سکتی اِسلئے حدبست سے پہلے کسی امر کی نسبت ایک حد لگا دینا دو متناقض اقرار کو اپنی کلام مین جمع کرنا ہے انسانی علوم جو انسانی عقل کے ماتحت ہین وہ محض بذریعہ حواس خمسہ ظاہری یا بذریعہ حواس خمسہ باطنی کے معلوم ہوتے ہین اور یہ آلہ قوانین قدرت کی شناخت کا خود محدود ہے اور ظاہر ہے کہ غیر محدود بذریعہ محدود کے دریافت نہین ہوسکتا۔ پس جن قوانین کو ہم معلوم شدہ کہتے ہین ممکن ہے کہ وہ بہی در اصل کامل طور پر معلوم نہ ہون کیونکہ کارخانہ قدرت وراء الورا پڑا ہوا ہے انسان صرف کنوئین کے مینڈک کیطرح ایک سمندر کو اپنے تہوڑے سے پانی کے برابر سمجہہ لیتا ہے اور انسان کی تحقیقاتین ہمیشہ بدلتی رہتی ہین مثلاً جو کچہہ طبعی اور ہیئت جدیدہ کے ذریعہ صدہا اسرار اب معلوم ہوئے ہین پہلے اُن کا نام و نشان نہ تہا۔ پس ظاہر ہے کہ جن امور کو وہ قانون قدرت سمجہہ رہے تہے وہ قانون قدرت اب اِس زمانہ مین ہنسی کے لائق ہے اور ممکن ہے کہ بعد اس کے ایک اور زمانہ اس موجودہ طبعی اور ہیئت کو بہی نئی تحقیقاتون کے ذریعہ سے منسوخ کردے۔ پس انسان کا قانون قدرت ایک ریت کا تودہ ہے جو ایک پر زور ہوا سے اپنی جگہ کو چہوڑ دیتا ہے یہ تو ہمنے محض ظاہری ترقی علوم اور تجربہ کا ذکر کیا ہے لیکن ایسے روحانی امور بہی ہین جن کے

مقابل پر طبعی قانون قدرت کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے۔
مثلاً طبعی تحقیق کے لحاظ سے نیند آنے کے اسباب محض مادی ہین اور جب وہ کم ہو جاتے ہین تو نیند بہی کم ہو جاتی ہے اور ان کے بحال کرنیکے لئے مسکّن دماغ اور مرطّب چیزین استعمال کرتے ہین جیسے بروما ئڈ اور روغن خشخاش اور روغن تخم کدو اور روغن بادام وغیرہ مگر مکالمۂ الٰہیہ کے وقت مین جو انسان کو ایک قسم کی نیند اور غنودگی آتی ہے جس غنودگی کی حالت مین خدا کا کلام دل پر نازل ہوتا ہی وہ غنودگی اسباب مادیہ کی حکومت اور تاثیر سے بالکل باہر ہے اور اس جگہ طبعی کے تمام اسباب اور علل معطل اور بیکار رہ جاتے ہین مثلاً جب ایک صادق انسان جس کا درحقیقت خدا تعالیٰ سے محبت اور وفا کا تعلق ہے اپنے اس جوش تعلق مین اپنے رب کریم سے کسی حاجت کے متعلق کوئی سوال کرتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ ابہی اسی دعا مین مشغول ہوتا ہے کہ ناگہ ایک غنودگی اس پر طاری ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی آنکھ کہل جاتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس سوال کا جواب اس غنودگی کے پردہ مین نہایت فصیح بلیغ الفاظ مین اسکو مل جاتا ہے وہ الفاظ اپنے اندر ایک شوکت اور لذت رکھتے ہین اور ان مین الوہیت کی طاقت اور قوت چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور میخ آہنی کی طرح دل کے اندر دھنس جاتے ہین اور وہ الہامات اکثر غیب پر مشتمل ہوتے ہین اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک سوال کے بعد وہ صادق بندہ اسی پہلے سوال کے متعلق کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہے یا کوئی نیا سوال کرتا ہے تو پہر غنودگی اس پر طاری ہو جاتی ہے اور ایک سیکنڈ تک یا اس سے بہی کمتر حالت مین وہ غنودگی کھل جاتی ہے اور اس مین سے پہر ایک پاک کلام نکلتا ہے جیسے ایک میوہ کے غلاف مین سے اسکا مغز نکلتا ہے جو نہایت لذیذ اور پرشوکت ہوتا ہے اسی طرح وہ خدا جو نہایت کریم اور رحیم اور اخلاق مین سب سے بڑہا ہوا ہے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہی اور جواب دینے مین نفرت اور بیزاری ظاہر نہین کرتا یہان تک کہ اگر ساٹھ یا ستّر یا سو دفعہ سوال

کیا جائے تو اسکا جواب اسی صورت اور اسی پیرایہ مین دیتا ہے یعنی ہر ایک سوال کے وقت ایک خفیف سی غنودگی وارد حال ہو جاتی ہے اور کبھی ایک بھاری غنودگی اور ربودگی طاری حال ہو جاتی ہے کہ گویا انسان ایک غشی کی حالت مین پڑ گیا ہے اور اکثر عظیم الشان امور مین اس قسم کی وحی ہوتی ہی اور یہ وحی کی تمام قسمون مین سے برتر و اعلےٰ ہی پس ایسے حالات مین جو سوال اور دعا کے وقت لحظہ لحظہ پر غنودگی طاری ہوتی ہی اور اس غنودگی کے پردہ مین وحی آلٰہی نازل ہوتی ہے یہ طرز غنودگی اسباب مادیہ سے برتر ہے اور جو کچھہ طبعی والون نے خواب کے متعلق قانون قدرت سمجھہ رکھا ہے اسکو پاش پاش کرتی ہے ایسا ہی صدہا روحانی امور ہین جو ظاہری فلسفہ والون کے خیالات کو نہایت ذلیل ثابت کرتے ہیں بسا اوقات انسان کشفی رنگ مین کئی ہزار کوس کی دوری چیزون کو ایسے طور سے دیکھہ لیتا ہے کہ گویا وہ اسکی آنکھہ کے سامنے ہین اور بسا اوقات ان روحون سے جو فوت ہو چکے ہین عین بیداری مین ملاقات کرتا ہے اب بتلاؤ کہ ہم ظاہری عقل مندون کے کس قانون قدرت مین ان باتون کو تلاش کرین جنکی عقل محض طبعی اور طبابت کے قوانین کے اندر محدود ہی اور ان روحانی امور کو سمجھہ نہین سکتی اور محض ظلم کے طور پر تکذیب کر کے خیال کر لیتے ہین کہ ہمنے جواب دیدیا ہے۔ غرض جس قانون قدرت کو وہ پیش کرتے ہین وہ خدا کے قانون قدرت سے وہ نسبت رکھتا ہے جیسا کہ سمندر کے ساتھہ ایک قطرہ کا ہزارم حصہ نسبت رکھتا ہے۔ بعض جاہل خدا کے روحانی قانون قدرت سے بیخبر ہونے کی وجہ سے یہ بھی کہا کرتے ہین کہ الہام کچھہ بھی چیز نہین صرف اصلیت یہ ہے کہ انسان کے دماغ کی بناوٹ ہی اس طرح واقع ہے کہ وہ خواب مین دیکھا کرتا ہی یا الہام ہوتے ہین اور یہ کوئی اعجوبہ نہین تمام دنیا اسمین شریک ہے اس طور کی باتون سے انکا مدعا یہ ہوتا ہے کہ خدا کے الہام اور وحی کے سلسلہ کی کسر شان کر کے الہام اور وحی کو ایک معمولی بات اور عام طور پر انسانی فطرت کیلئے ایک طبعی امر ٹھہراوین لیکن ظاہر ہے

کہ آفتاب پر تھوکنے سے اُسکی روشنی کم نہین ہوسکتی - یہ تو صحیح بات ہے جس سے انکار نہین ہوسکتا کہ ایک کمزور درجہ پر اور نہایت ضعیف مرتبہ پر اکثر آدمی خوابین بھی دیکھتے ہین اور الہام بھی ہوتا ہے مگر وہ خوابین اور وہ الہام کسی راستبازی اور تزکیہ نفس کا نتیجہ نہین ہوتے اور کوئی خوارق العادت امر انمین نہین ہوتا اور نہ وہ اس طرز سے الہام ہوتے ہین کہ الہام پانیوالون کو ایک لمبے سلسلہ وحی سے جو دعا کے بعد ایک ہی وقت مین سوال کے طور پر ہو عزت دی جائے اور نہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیان اُن الہامون کے اندر ہوتی ہین جنکی وجہ سے وہ کہلے کہلے طور پر دنیا مین ممتاز کئے جائین یعنے ایسی پیشگوئیان جو دعا قبول ہونے کے بعد اہم کامون مین اُن ملہمون کی قبولیت ظاہر کرنے کے لئے پوری کی گئی ہون اور اُن پیشگوئیون کی عظمت اور ہیبت دلون مین بٹھائی گئی ہو غرض خدا کے قانون قدرت سے اگر کوئی واقف ہے تو صرف وہ لوگ ہین جو علاوہ ظاہری علوم کے روحانی امور مین کامل حصہ رکھتے ہین جس نے اُس عالم مین سے کچھ بھی نہین دیکھا اُس نے قانون قدرت کا کیا دیکھا ؟

ماسوا اسکے مضمون پڑہنے والیکا یہ دعوی کہ صرف وید قانون قدرت کے **موافق** اور دوسری کتابین قانون قدرت کے مخالف ہین یہ **صرف دعوی** ہے اگر وہ درحقیقت **وید کو سچا** اور **قرآن شریف** کو خلاف حق اور خلاف قانون قدرت سمجھتا ہے تو اُسکا فرض ہے کہ ایسی دو فہرستین پیش کرے جنمین سے ایک مین یہ دکھلاوے کہ وید کی کل تعلیمین اور کل عقاید قانون قدرت کے موافق ہین اور دوسری فہرست مین یہ دکھلاوے کہ قرآن شریف کی کل تعلیمین اور کل عقاید یا بعض تعلیمین اور بعض عقاید قانون قدرت کے مخالف ہین - ہم تو جا بجا اس رسالہ مین وید کے **نمونے** ظاہر کرتے آئے ہین اور اُن سے ایک طالب حق معلوم کرسکتا ہے کہ کہان تک وید قانون قدرت سے موافقت رکھتا ہے **وید کے حامیون** کو

تو مناسب تہا کہ وہ اس بحث مین اپنے تئین نہ ڈالتے اور چپ ہی رہتے اور خواہ نخواہ
اپنے موجودہ وید کی **پردہ دری** نہ کراتے۔ جو کچہہ وید نے اپنا فلسفہ اور علم طبعی ظاہر
کیا ہے وہ یہی ہے کہ ہندؤون کے پرمیشر کو ایک انسان کا فرزند قرار دیتا ہے
اور کہتا ہے کہ **اندر آریون کا پرمیشر کشلیا کا بیٹا ہے۔**
اور نیز یہ کہ عناصر اور اجرام سماویہ سب پرمیشر ہی ہین اور نیز وہ تعلیم دیتا ہے کہ ان تمام
چیزون سے مرادین مانگی جائین اور نیز یہ **تعلیم** جو نہایت گندی اور قابل شرم تعلیم ہے
یعنے یہ کہ **پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے** (سمجھنے والے سمجھ لین)
ہم یہ نہین کہتے کہ کسی پہلے زمانہ مین یہی وید تہا بلکہ ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ایک محرف مبدل
کتاب ہے کچہہ تو باعتبار الفاظ کے اور کچہہ باعتبار معنون کے اور ہمارے نزدیک ممکن اور اغلب
ہے کہ کوئی اصل کتاب خدا تعالی کیطرف سے ہوگی پہر کچہہ کم کی گئی ہے اور کچہہ زیادہ کی گئی
اور صورت بدلائی گئی ہے اور **موجودہ وید بلاشبہ ایک گمراہ کرنیوالی کتاب ہے**
جسمین پرمیشر کا بہی پتہ نہین لگتا اور اس قدر مخلوق چیزون کی اسمین پرستش کی تعلیم ہے
کہ گویا وہ مخلوق پرستی کی ایک **دوکان** ہے پس جس جگہہ ہم وید پر کوئی حملہ کرتے ہین
یا اسکی تکذیب کے دلایل پیش کرتے ہین اس جگہ یہی موجودہ وید مراد ہے جو سراسر محرف
مبدل ہے نہ وہ اصل وید کہ جو کسی زمانہ مین خدا کی طرف سے آیا تہا اور ہم خدا کی تمام کتابون پر
ایمان لاتے ہین اور ایسا ہی اس وید پر جو کسی زمانہ مین ملک ہند کے کسی نبی پر نازل ہوا ہوگا
مگر موجودہ وید کی نسبت ہم اس سے زیادہ کچہہ ہی نہین کہہ سکتے کہ جس قدر گندی فرقے مخلوق
پرستون کے اس ملک مین پہیلے ہوئے ہین یہ سب **وید کی ہی مہربانی ہے۔** اور
انسانی پاکیزگی کی نسبت جو کچہہ وید نے سکہایا ہے اُس کا عمدہ نمونہ نیوگ ہے۔ یہ نیوگ
کی ہی پاک **کارروائیون** مین سے ہے کہ آریہ قوم مین اس بات کا ثبوت ملنا
مشکل ہے کہ کون آریہ صاحب اصل باپ کے **نطفہ** مین سے ہے اور کون آریہ

صاحب پیرج واتما کی طفیل سے ہین جو نیوگ کے قابل تحسین طریق سے وجود پذیر ہوئے ہین کیونکہ جب کہ نیوگ کئی لاکھ برس سے چلا آتا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم نیوگ کی پیدایش کا بہت ہی کم عدد کہین تاہم نصف کے قریب نیوگ کی اولاد ضرور ہوگی۔ اگر یہی وید ودیا ہے تو کسی کی کیا مجال ہے کہ اس مین دم مارے ۔

ایک اور نمونہ وید کے قانون قدرت کا یاد آیا اور وہ یہ ہے کہ پنڈت دیانند جن کا وید بھاش آریون کے نزدیک بہت اعتبار کے لایق ہے وہ اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مین لکھتے ہین کہ جب کوئی جیو یعنے روح بدن سے نکلتی ہے تو اکاش مین گھومتی پھرتی ہے اور آخر شبنم کی طرح کسی گھاس پات پر گرتی ہے اور کوئی مرد اُس روح کو کھالیتا ہے اور عورت سے ہم بستر ہوتا ہے تب بچہ پیدا ہوتا ہے مگر وید کو یہ سمجھہ نہ آیا کہ اس صورت مین ماننا پڑتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہوکر کسی گھاس پات پر گرتی ہے کیونکہ انسان کا بچہ صرف مرد کے نطفہ سے ہی پیدا نہین ہوتا بلکہ عورت کا نطفہ بھی اس کے ساتھ شامل ہوتا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ بچہ کچھہ اخلاق اور صورت باپ کی لیتا ہے اور کچھہ ماں کی۔ پس وید کے قانون قدرت پر قربان جائین جسکو یہ بھی خبر نہین کہ بچہ مین دو نطفون کا اشتراک ہے۔ اور جس کے نزدیک روح بھی دو ٹکڑے ہو سکتی ہے۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے یہ بیان کیا کہ وید کا خدا اکڑ نہین کرتا۔ کرسی پر نہین بیٹھتا۔ جھوٹ نہین بولتا۔ سو واضح ہو کہ اس نادان نے اپنی خیال مین وید کے ان صفات کے بیان کرنے مین قرآن شریف پر زد کی ہے اور اس تحریر سے بھی اسکی غرض یہ ہے کہ گویا قرآن شریف خدا تعالیٰ کو ایسی صفات کی طرف منسوب کرتا ہے جو اُسکی شان کے لائق نہین مگر اصل بات یہ ہے کہ اِس زمانہ مین بجز قرآن شریف کے

کوئی ایسی کتاب جو الہامی سمجھی جاتی ہے صفحہ زمین پر پائی نہین جاتی جو خدا تعالےٰ کو تمام صفات کاملہ سے متصف اور تمام عیوب اور نقصانون سے پاک سمجھتی ہو۔ ہان قرآن شریف نے خدا تعالیٰ کی صفات مین اس قسم کا مکر بھی داخل کیا ہے جو اُس کی ذات پاک کے منافی نہین اور جسمین کوئی امر اُسکی تقدس اور اُسکے بے عیب ذات کے مخالف نہین اور جس پر خدا کا قانون قدرت بھی گواہی دیتا ہے اور اُسکی قدیم عادت مین پایا جاتا ہے اور خدا کا مکر اس حالت مین کہا جاتا ہے اور اُسکے اس فعل پر اطلاق پاتا ہے کہ جب وہ ایک شریر آدمی کیلئے اُسی کے پوشیدہ منصوبون کو اُس کے سزایاب ہونیکا سبب ٹھیراتا ہے۔ قرآن شریف کے رُو سے یہی خدا کا مکر ہے جو مکر کرنے والے کے پاداش مین ظہور مین آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

یعنے کافرون نے ایک **بد مکر** کیا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خدا نے اُن کے مقابل پر ایک **نیک مکر** کیا کہ وہی نکالنا اُس رسول کی فتح اور اقبال کا موجب ٹھیرا دیا۔ پس خدا نے اس جگہ اپنا نام **خیر الماکرین** کہا یعنی ایسا مکر کرنے والا جو **نیک مکر** ہے نہ **بد مکر**۔ اور کافرون کے مکر کو **بد مکر** قرار دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ نے مکر کو دو قسم پر تقسیم کیا ہے ایک بد مکر اور ایک نیک مکر۔ پس خدا نے نیک مکر اپنی صفات مین داخل کیا ہے اور بد مکر کافرون اور شریر لوگون کی عادات مین قرار دیا ۔

اب اے ہندوزادو! جنھون نے بدذاتی سے خدا کے مقدس رسول اور مقدس کتاب کو گالیان دینی شروع کی ہین کچھ حیا کرکے بتلاؤ کہ اس قسم کے مکر مین کونسی خدا تعالےٰ کی کسر شان ہے اور خدا کی کن صفات کے وہ مخالف ہے کیا خدا کا قانون قدرت اِس پر گواہی نہین دیتا کہ شریر لوگون کے ہلاک کرنیکے لیے جو بدکرون سے

باز نہین آتے - خدا کے اِس قسم کے کام بہی پائے جاتے ہین کہ جس گڑہے کو ایک بدذات ایک شریف آدمی کے لئے کہودتا ہے خدا اُسی کے ہاتھ سے اُسی گڑہے مین اُسکو ڈال دیتا ہے اور انسانون مین بہی یہی طریق جاری ہے کہ وہ مکر کرنیوالیکو مکر کے ساتھہ ہی سیدہا کرتے ہین مثلاً جب چور اور ڈاکو نہایت باریک مکرون کے ساتھہ گورنمنٹ کی رعیت کو نقصان پہنچاتے ہین تو اُن کے پکڑنے کیلئے پولیس کو بہی کوئی مکر کرنا پڑتا ہے مگر فرق یہ ہے کہ چورون کا بد مکر ہے جسمین خلق خدا کو ضرر پہنچانا مقصود ہے اور پولیس کے ملازمون کا نیک مکر ہے جس سے غرض یہ ہے کہ ان بدذات چورون کے ضرر سے گورنمنٹ کی رعیت کو بچایا جائے۔

ایسا ہی ابہی تہوڑے دن ہوئے ہین کہ بعض نمکحرام آریون نے اِس گورنمنٹ عالیہ کے مقابل پر ایک بہت باریک مکر کیا تہا اگر وہ چل جاتا تو یہ گورنمنٹ بڑی تشویش مین پڑتی اور شاید اِس کا نتیجہ ۱۸۵۷ء سے بہی بدتر ہوتا - مگر خدا نے اس گورنمنٹ پر فضل کیا کہ وہ اِس بد مکر کی تہ تک پہنچ گئی تب اُسکے لایق افیسرون نے اِن شریر آریون کے بد مکر کے مقابل پر ان کی گرفتاری کیلئے ایک نیک مکر اختیار کیا یعنے بہت احتیاط اور خاموشی سے اِن کے سرغنون کو گرفتار کر لیا اور ایسی حکمت عملی سے گرفتار کیا کہ آریون کی طرف سے کوئی شور برپا نہ ہوسکا - تب بعض کو اسی ملک کے جیل مین داخل کیا اور بعض کو گرفتار کرکے مانڈلے کے قلعہ کی ہوا چکہائی اِس طور سے گورنمنٹ اپنے نیک مکر مین کامیاب ہوگئی مگر شریر آریہ اپنے بد مکر مین ناکام رہے اور اپنے لئے ہمیشہ کی تباہی سہیڑ لی -

اب بتلاؤ کہ کیا تم گورنمنٹ کے اِس مکر کو مورد اعتراض سمجہتے ہو یا اُسکو گورنمنٹ کے پسندیدہ کامون مین داخل کرتے ہو - اور اگر تم پسندیدہ نہین سمجہتے تو ہنوز تم تربیت کرنیکے لایق ہو اور اگر پسندیدہ سمجہتے ہو تو تم پر ہزار افسوس کہ آسمانی بادشاہت پر تو اعتراض کرتے ہو کیونکہ تم خیال کرتے ہو کہ خدا پکڑنے مین دہیما ہے لیکن انسانی گورنمنٹ کے مکر پر

تم کچھ بھی اعتراض نہین کرتے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اس اعتراض کی وقت تمہاری خیر نہین ہے-
پس یقیناً سمجھو کہ نیک مکر سے نہ خدا پر اعتراض ہوتا ہے نہ کسی گورنمنٹ پر- مناسب ہے کہ تم
ذرا وید سے الگ ہو کر جو تمہین گمراہی مین ڈالتا ہے محض عقل سلیم سے کام لیکر سوچو کہ کیا
اس قسم کے مکر خدا کے قانون قدرت مین نہین پائے جاتے؟ کیا وہ بدون کے بد منصوبے
جو نہایت باریک مکر کے طور پر کئے جاتے ہین اُنہین کے ہلاکت کے اسباب نہین کر دیتا
کیا بدذات مکر کرنیوالا جب اپنے بد مکر سے ایک نیک آدمی کو ناحق تباہ کرنا چاہتا ہے تو کیا
خدا کی عادت نہین ہے کہ اس نیک مظلوم کو یا گورنمنٹ کو جو عدالت کی کرسی پر بیٹھی ہے
کوئی ایسی بات سُجھا دیتا ہے اور کوئی ایسی مخفی شہادت پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ بد مکر کرنیوالا
پکڑا جاتا ہے اور غریب مظلوم اس الزام سے بری کیا جاتا ہے خدا کے یہ نیک مکر عدالتون
کے ذریعہ سے ہر روز ظاہر ہوتے ہین اور شریر مکارون کے تہ در تہ پردے کھولے جاتے
ہین چنانچہ کسی پر مخفی نہین ہین مگر آنکھ کے اندھون کا کیا علاج- درحقیقت اس نادان معترض
نے خدا کے نیک مکر کو قابل اعتراض ٹھیرانیکے لئے خود بد مکر استعمال کیا ہے کہ مکر کی دو قسم کو
صرف ایک ہی قسم قرار دیکر لوگون کو دھوکہ دینا چاہا ہے-

ہم تقریر مذکورہ بالا مین مکر کی نسبت بقدر کفایت بیان کر چکے ہین اب دوسرا
اعتراض معترض کا یہ ہے کہ قرآن شریف مین خدا کا کرسی پر بیٹھنا بیان کیا گیا ہے* سو واضح ہو
کہ قرآن شریف مین اس طرح تو کہیں ذکر نہین ہے جیسا کہ معترض کا بیان ہے ہان خدا تعالیٰ
کے **اِسْتِوا** کا ذکر ہے جو عرش پر ہوا- جیسا کہ قرآن شریف مین اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے

اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

یعنے تمہارا خدا وہ خدا ہے جس نے چھ دن مین آسمانون اور زمین کو پیدا کیا اور پھر عرش پر قرار
پکڑا یعنے اول اُس نے اس دُنیا کے تمام اجرام سماوی اور ارضی کو پیدا کیا اور چھ دن مین سب کو

* خدا تعالیٰ کی کرسی کے بارے میں یہ آیت ہے وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ یعنی خدا کی کرسی کے اندر تمام زمین و آسمان سمائے ہوئے ہیں اور وہ ان سب کو اُٹھائے ہوئے ہے اُن کے اٹھانے سے وہ تھکتا نہیں ہے اور وہ نہایت بلند ہے کوئی عقل اس کی کنہ تک پہنچ نہیں سکتی اور نہایت بڑا ہے اس کی عظمت کے آگے سب چیزیں ہیچ ہیں یہ ذکر کرسی کا ہے اور یہ محض ایک استعارہ ہے جس سے یہ جتلانا منظور ہے کہ زمین و آسمان سب خدا کے تصرف میں ہیں اور ان سب سے اُس کا مقام دور تر ہے اور اس کی عظمت ناپیدا کنار ہے منہ

بنایا (چھ دن سے مراد ایک بڑا زمانہ ہے) اور پھر عرش پر قرار پکڑا یعنے تنزہ کے مقام کو اختیار کیا۔ یاد رہے کہ **استوا** کے لفظ کا جب **علیٰ** صلہ آتا ہے تو اُسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ ایک چیز کا اس مکان پر قرار پکڑنا جو اُسکے مناسب حال ہو جیسا کہ قرآن شریف میں یہ بھی آیت ہے

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ

یعنے نوح کی کشتی نے طوفان کے بعد ایسی جگہ پر قرار پکڑا جو اُسکے مناسب حال تھا یعنی اُسجگہ زمین پر اُترنیکے لیئے بہت آسانی تھی سو اسی لحاظ سے خدا تعالیٰ کیلیئے استوا کا لفظ اختیار کیا یعنے خدا نے ایسی وراء الورار جگہ پر قرار پکڑا جو اسکی تنزّہ اور تقدس کے مناسب حال تھی چونکہ تنزہ اور تقدّس کا مقام ماسوی اللہ کے فنا کو چاہتا ہے سو یہ اس بات کیطرف بھی اشارہ ہے کہ جیسے خدا بعض اوقات اپنی خالقیت کے اسم کے تقاضا سے مخلوقات کو پیدا کرتا ہے پھر دوسری مرتبہ اپنی تنزہ اور وحدت ذاتی کے تقاضا سے اُن سبکا نقش ہستی مٹا دیتا ہے غرض عرش پر قرار پکڑنا مقام تنزّہ کیطرف اشارہ ہے تا ایسا نہ ہو کہ خدا اور مخلوق کو باہم مخلوط سمجھا جائے پس کہاں سے معلوم ہوا کہ خدا عرش پر یعنی اس وراء الوراء مقام پر مقیّد کیطرح ہے اور محدود ہے۔ قرآن شریف میں تو جا بجا بیان فرمایا گیا ہے کہ خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے **وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ** یعنے جہاں کہیں تم ہو اُسی جگہ خدا تمہارے ساتھ ہے اسی طرح قرآن شریف میں فرمایا ہے **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** یعنے خدا سب سے پہلے ہے اور باوجود پہلے ہونیکے پھر سب سے آخر ہے اور وہ سب سے زیادہ ظاہر ہے اور پھر باوجود سب سے زیادہ ظاہر ہونے کے سب سے پوشیدہ ہے اور پھر فرمایا **اللّٰهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ** یعنی خدا ہر ایک چیز کا نور ہے اُسی کی چمک ہر ایک چیز میں ہے خواہ وہ چیز آسمان میں ہے اور خواہ وہ زمین میں۔ اور پھر فرمایا کہ **كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا** یعنے خدا ہر ایک چیز پر احاطہ کرنیوالا ہے۔ اور پھر فرمایا **وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ** یعنے ہم انسان کی رگ جان سے بھی اس سے

نزدیک ترہین ۔ اور پھر فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی وہی خدا ہے اُسکے سوا کوئی نہیں وہی ہر ایک جان کی جان اور ہر ایک وجود کا سہارا ہے۔ اِس آیت کے لفظی معنے یہ ہین کہ زندہ وہی خدا ہے اور قایم بالذات وہی خدا ہے پس جبکہ وہی ایک زندہ ہے اور وہی ایک قایم بالذات ہے تو اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک شخص جو اسکے سوا زندہ نظر آتا ہے وُہ اُسی کی زندگی سے زندہ ہے اور ہر ایک جو زمین یا آسمان مین قایم ہے وہ اُسی کی ذات سے قایم ہے اور پھر فرمایا هُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۔ یعنے وہی خدا زمین مین ہے اور وہی خدا آسمان مین ہے۔ اور پھر فرمایا مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ الخ یعنے جب تین آدمی کوئی پوشیدہ باتین کرتے ہین تو چوتھا اُن کا خدا ہوتا ہے اور جب پانچ کرتے ہین تو چھٹا اُن کا خدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی بہت سی اور آیات مین بار بار فرمایا گیا ہے کہ خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے یہان تک کہ وہ ہر ایک جان کی بھی جان ہے اور ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہین کہ اگر خدا تعالیٰ اسی ایک پہلو تک معرفت الٰہی کے مسئلہ کو ختم کرتا کہ خدا مخلوق سے الگ نہیں تو ہندوؤن کی طرح مسلمانون مین بھی مخلوق پرستی شروع ہو جاتی کیونکہ اس صورت مین خدا مین اور مخلوق مین کوئی مابہ الامتیاز باقی نہ رہتا۔

اور یہی وجہ ہے کہ آخر کار وید کے ذریعہ سے مخلوق پرستی شروع ہو گئی کیونکہ ہر جگہ اگنی اور وایو اور سورج اور چاند کو بطور معبود بیان کیا گیا ہے آخر لوگون نے ان چیزون کو خدا ہی سمجھ لیا اور فرض کرو کہ اگنی وغیرہ پرمیشر کے نام ہی تھے لیکن پھر بھی خدا کا یہ اسم اعظم کہ وہ ہر ایک مخلوق سے وراء الوراء مقام پر ہے اور مصنوعات سے برتر و بلند ہے وید مین بیان نہیں کیا گیا۔ پس اسی وجہ سے یہ تمام باطل مذہب وید کے ذریعہ سے پیدا ہو گئے۔ بلکہ وید بات بات مین مخلوق پرستی کی طرف کھینچتا ہے اور خدا تعالیٰ کو محدود ٹھہراتا ہے۔ چنانچہ یجروید ادھیا نمبر ۳۱ منتر ۱۹ مین

لکہا ہے کہ پرمیشر حمل کے اندر رہتا ہے اور تولّد ہو کر بہت سی صورتین اوسکی ہو جاتا ہے اور فاضل لوگ اس پرمیشر کو جو رحم مین رہتا ہے ہر طرف سے دیکھتے ہین۔ اب دیکھو کہ وید نے پرمیشر کو کیسا محدود کر کہا ہے کہ ہر ایک محدود چیز کا نام اوسکو دیا گیا اور بموجب بیان رگ وید کے سورج۔ اگنی۔ وایو سب پرمیشر ہی ہین۔ اور پہر یہ بہی لکہا ہے کہ جیسے پرمیشر جسم میں رہتا ہے ایسا ہی وہ سورج کے سنہری پردہ میں بہی رہتا ہے جیسا کہ یجروید کے ایش اپنشد منتر ۱۵ و ۱۶ سے ظاہر ہے اور ایسا ہی وہ ناف سے دس انگلی کے فاصلہ پر بہی ہے جس سے ہندوؤن مین لنگ پوجا شروع ہو گئی۔ پس اگر وید قرآن شریف کی طرح خدا تعالی کی تنزیہی صفات بہی لکہتا اور صرف تشبیہی صفات پر حصر نہ رکہتا تو یہ طوفان مخلوق پرستی کا اُسکے ذریعہ سے پیدا نہ ہوتا۔ قرآن شریف اِسی وجہ سے ہر ایک دہوکہ دہی کی بات سے محفوظ ہے کہ اوس نے خدا تعالی کے ایسے طور سے صفات بیان کئے ہین جن سے توحید باری تعالی شرک کی آلایش سے بکلّی پاک رہتی ہے کیونکہ اوّل اُس نے خدا تعالی کے وہ صفات بیان کئے ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کیونکر وہ انسان سے قریب ہے اور کیونکر اُس کے اخلاق سے انسان حصہ لیتا ہے ان صفات کا نام تو تشبیہی صفات ہین۔ پہر چونکہ تشبیہی صفات سے یہ اندیشہ ہے کہ خدا تعالی کو محدود خیال نہ کیا جائے یا مخلوق چیزون سے مشابہ خیال نہ کیا جائے اِسلئے ان اوہام کے دور کرنیکے لئے خدا تعالی نے اپنی ایک دوسری صفت بیان کر دی یعنی عرش پر قرار پکڑنے کی صفت جس کے یہ معنی ہین کہ خدا سب مصنوعات سے برتر و اعلی مقام پر ہے کوئی چیز اسکی شبیہ اور شریک نہین اور اس طرح پر خدا تعالی کی توحید کامل طور پر ثابت ہو گئی۔

پہر مضمون پڑہنے والے نے تیسری صفت وید کے پرمیشر کی یہ بیان کی

کہ وید کو دینے والا پرمیشر جھوٹ نہین بولتا۔ مگر ہمین معلوم نہین کہ اس شخص کی اِس مقولہ سے کیا غرض ہے کیا خدا جھوٹ بہی بولا کرتا ہے؟ شاید وہ اِس تقریر سے وید کے بعض کلمات کی پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے سو اُسکی یاوہ گوئی سے جب ہمنے وید کو غور سے دیکہا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت وید کے پرمیشر نے کئی جگہ وید مین جھوٹ بولا ہے چنانچہ وید کا یہ صریح جھوٹ ہے جو پنڈت دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مین وید کے حوالہ سے لکہتے ہین کہ جب روح بدن سے نکلتی ہے تو وہ اکاش مین پہونچکر پہر رات کو شبنم کیطرح کسی گہاس پات پر پڑتی ہے اور اس گہاس کو کوئی کہا لیتا ہے تو وہ روح نطفہ کی شکل مین ہوکر عورت کے اندر چلی جاتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے اب بتلاؤ کہ اس سے زیادہ کونسا جھوٹ ہوگا کہ روح کو ایک جسمانی چیز بنا دیا اور نیز اگر یہ بات سچ ہے کہ روح شبنم کی طرح کسی گہاس پات پر پڑتی ہے تو اِس سے لازم آتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہوکر زمین پر گرتی ہے کیونکہ اس بات سے کسی کو بہی انکار نہین کہ بچہ کو روحانی اخلاق کچھہ تو باپ سے حاصل ہوتے ہین اور کچھہ ماں سے جیسا کہ اسکی جسمانی صورت بہی باپ اور ماں مین مشترک ہوتی ہے پس اگر مثلاً کسی بچہ کا باپ لاہور کا رہنے والا تہا اور ماں کلکتہ کی رہنے والی اور ریل کے ذریعہ سے ان دونون کو کسی مقام مین ایک ہی دن مین اجتماع اور ہمبستری نصیب ہوگئی اور اُس بچہ کا نطفہ ٹھہر گیا۔ اور اِس نطفہ کی غذا لاہور کے رہنے والے نے لاہور مین کہائی تہی اور کلکتہ والی نے کلکتہ مین پس اِس سے لازم آئیگا کہ وہ روح کسی گہاس پات پر دو ٹکڑے ہوکر گری ہو یعنے ایک ٹکڑہ اُسکا تو لاہور مین گرا۔ دوسرا ٹکڑہ کلکتہ مین۔ کیونکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین روحانی اخلاق بچہ کے ماں اور باپ کے اخلاق مین مشترک ہوتے ہین اور یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہوکر گری اور یہ امر باطل ہے۔ پس اِس سے ثابت ہوا کہ روح کا شبنم کی طرح گرنا بہی

باطل اور جہوٹ ہے۔

واضح ہو کہ یہ ایک ویدکا ایسا مسئلہ ہے جس سے تمام وید **جہوٹا ٹھیرتا ہے** کیونکہ موجودہ وید کا تمام مدار **اواگون** یعنے جونون پر ہے اور اُسی اواگون یعنے **تناسخ** کی روسے ماننا پڑتا ہے کہ دُنیا کے تمام چرند۔ پرند۔ درند اور تمام کیڑے مکوڑے انسان ہی ہین۔ اور اسی اواگون کی رُوسے یہ بہی ماننا پڑتا ہے کہ جاودانی مکتی غیر ممکن ہے اور اسی اواگون کی روسے یہ بہی ماننا پڑتا ہے کہ کسی کی **توبہ** قبول نہین ہوتی اور گناہ نہین بخشے جاتے۔ اور اسی اواگون کی روسے یہ بہی ماننا پڑتا ہے کہ **روحون کو خدا نے پیدا نہین کیا** بلکہ وہ سب خدا کی طرح قدیم اور انادی ہین۔ غرض تناسخ کا **مسئلہ تمام** وید کا **خلاصہ** ہے اور یہ ایسا ستون ہے جس کے سہارے سے تمام عقاید وید کے کھڑے ہین اور اُسکے ٹوٹنے سے تمام اصول وید کے ٹوٹ جاتے ہین اور یہ تناسخ جو اصل جڑھ اواگون کی ہے صرف اسی بنا پر یہ قایم رہ سکتا ہے کہ جبکہ بقول دیانند یہ بات ثابت ہو جائے کہ روح بدن سے نکل کر اکاش مین چڑھ جاتی ہے اور پہر شبنم کی طرح کسی گہاس پات پر پڑتی ہے مگر جیسا کہ ہم ابہی لکھ چکے ہین یہ بات بکلی محال ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہو کر گرے۔ ماسوا اسکے ایک اور پختہ دلیل اسبات پر ہے کہ جیسا کہ روح کا گرنا اس طرح سے مستلزم محال ہے کہ اُس سے روح کا دو ٹکڑے ہونا لازم آتا ہے ایسا ہی اس طرح سے بہی مستلزم محال ہے کہ وہ واقعات ثابت شدہ کے مخالف ہے کیونکہ ثابت شدہ واقعات یقینی اور قطعی طور پر شہادت دے رہے ہین کہ خود نطفہ مرد اور عورت کا بغیر اس کے کہ اُس پر شبنم کیطرح آسمان کی فضا سے روح گرے روح پیدا ہونے کی اپنے اندر استعداد رکھتا ہے پہر جب مرد اور عورت کا نطفہ باہم مل جاتا ہے تو وہ استعداد بہت قوی ہو جاتی ہے اور آہستہ آہستہ وہ استعداد بڑہتی جاتی ہے یہان تک کہ جب بچہ کا پورا قالب طیار ہو جاتا

ہے تو خدا تعالیٰ کی قدرت اور امر سے اُسی قالب مین سے روح پیدا ہو جاتی ہے یہ وہ واقعات ہین جو مشہود اور محسوس ہین - اسی کو ہم کہتے ہین کہ نیستی سے ہستی ہوئی کیونکہ ہم روح کو جسم اور جسمانی نہین کہہ سکتے اور یہ بھی ہم دیکھتے ہین کہ روح اُسی مادہ مین سے پیدا ہوتی ہے جو بعد اجتماع دونون نطفون کے رحم مادر مین آہستہ آہستہ قالب کی صورت پیدا کرتا ہے اور اُس مادہ کیلئے ضروری نہین کہ ساکت بات کی کسی قسم پر روح شبنم کیطرح گرے اور اُس سے روح کا نطفہ پیدا ہو بلکہ وہ مادہ گوشت سے بھی پیدا ہو سکتا ہے خواہ وہ گوشت بکرہ کا ہو یا مچھلی کا یا ایسی مٹی ہو جو زمین کی نہایت عمیق تہ کے نیچے ہوتی ہے جس سے مینڈکین وغیرہ کیڑے مکوڑے پیدا ہوتے ہین - ہان بلاشبہ یہ خدا کی قدرت کا ایک راز ہے کہ وہ جسم مین سے ایک ایسی چیز پیدا کرتا ہے کہ وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی پس واقعات موجودہ مشہودہ محسوسہ ظاہر کر رہی ہین کہ آسمان سے روح نہین گرتی بلکہ یہ ایک نئی روح ہوتی ہے جو ایک مرکب نطفہ مین سے بقدرت قادر پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ یعنی جب رحم مین قالب انسانی تیار ہو جاتا ہے تو پھر ہم ایک نئی پیدایش سے اُسکو مکمل کرتے ہین یعنے ہم اس مادہ کے اندر سے جس سے قالب تیار ہوا ہے روح پیدا کر دیتے ہین -

پھر ایک اور جگہ یعنی سورۃ الدہر مین جو جزو انتیس[۲۹] مین ہے اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ - یعنی ہم انسان کو ملے ہوئے نطفہ سے پیدا کرتے ہین یعنے مرد اور عورت کے نطفہ سے - پس جیسا کہ ان آیات مین خدا تعالےٰ نے ظاہر فرمایا ہے اسی طرح کروڑہا انسانون کا مشاہدہ گواہ ہے کہ اسی طرح سے روح پیدا ہوتی ہے اور جبکہ محض گوشت سے بھی نطفہ پیدا ہوتا ہے اور اُس سے اولاد پیدا ہوتی ہے تو کیا ہم گمان کر سکتے ہین کہ مثلاً روح کسی بکری پر بھی پڑتی ہے اور اُسکی کھال مین دھنس کر اُسکے گوشت مین رچ جاتی ہے اور پھر بعد اُسکے کسی خاص بوٹی مین وہ روح داخل

ہوتی ہے اور اُسکے اندر سرایت کرجاتی ہے اور پہر اُس بوٹی کے دو ٹکڑی ہوکر ایک
ٹکڑا مرد کہالیتا ہے اور دوسرا ٹکڑا عورت گو وہ عورت اُس مرد سے کتنے ہی فاصلہ پر ہو
اور خواہ وہ گوشت بہی نہ کہاتی ہو۔ اور کیا ہم گمان کرسکتے ہین کہ وہ درندے جو صرف
گوشت ہی کہاتے ہین جیسے شیر۔ بہیڑیا۔ چیتا انکی پیدایش کی روح بکریون اور گایون
وغیرہ حیوانات کی کہال پر بطور شبنم پڑتی ہے اور کیا یہ خیال گذر سکتا ہے کہ پانی کی
مچھلیون کی روح اور دوسرے تمام جاندار جو پانی کے اندر غرق رہتے ہین اُنکی روح شبنم کی
طرح ہوکر پانی مین پڑتی ہے اور سب سے غور کے لایق وہ کیڑے مکوڑے ہین جو بیس بیس
تیس تیس ہاتھ زمین کو کہود کر اُسکے عمیق پردہ کے اندر سے نکلتے ہین۔ اور ایسا ہی وہ نہایت
چہوٹے کیڑے جو اُس کنوئین کے پانی سے نکلتے ہین جو نیا کہودا جاتا ہی اور ایک ایک قطرہ
مین ہزارہا کیڑے ہوتے ہین کہان سے اور کس راہ سے یہ شبنمی روح اُن کے اندر داخل ہو
جاتی ہے۔ پس اگر کوئی شخص مذہبی تعصب سے دیوانہ اور سودائی اور پاگل ہوجائے تو یہ اور بات
ہے ورنہ ان تمام مثالون کی رو سے جو ذکر ہوچکی ہین ماننا پڑتا ہے کہ یہ عقیدہ آریون کا کہ گویا روح
آسمان سے شبنم کیطرح ہوکر کسی گہاس پات پر پڑتی ہے بالکل جہوٹا ہے۔ اگر تم مثلاً دودہ کو
جو باسی ہوکر سڑنے کو ہے ہاتھ مین لو اور خوب اس دودہ مین نظر لگائے رکہو تو تمہارے
دیکھتے دیکھتے ہزارہا کیڑے بنجائین گے۔ ایسا ہی اگر کوئی دال ماش یا چنے وغیرہ کی خوب
پکائی جائے جس کے اندر کے کیڑے بہی مرگئے ہون جب وہ دال باسی ہوجائے اور سڑجائے
تو اسمین بہی ہزارہا کیڑے پیدا ہوجاتے ہین۔

اب عقلمند کیلئے یہ سوچنے کا مقام ہے کہ اگر کسی مادہ مین جان پڑنے کیلئے یہ ضروری
ہے کہ شبنم کیطرح کوئی روح کسی گہاس پات پر گرے تو یہ قاعدہ کیسے صحیح اور درست ہوسکتا
ہے جو لوگ اِس بات کے قایل ہین جو نیستی سے ہستی نہین ہوسکتی اور بدن سے نکلی ہوئی روح
پہر کسی راہ سے واپس آسکتی ہے اُنکا یہ فرض ہے کہ اس بات کو ثابت کرین کہ کس راہ سے اور کس طور سے

روح باہر سے اندر داخل ہو جاتی ہے اور وہ اس مواخذہ سے بری نہین ہو سکتے اور اس بارثبوت سے اُن کے لئے سبکدوشی ممکن نہین جبتک کہ وہ ہمین یہ دکھلا دین کہ جس طرح اور جس طریق سے مثلاً ایک انسان کی روح اُسکی جسم سے باہر نکل جاتی ہے اور اُسکے نکلنے مین کسی کو شک اور اختلاف نہین ہوتا اسی طرح وہ روح کس راہ سے واپس آجاتی ہے؟ مگر ہمارے ذمہ اس بات کا ثبوت نہین کہ کیونکر روح پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ہم پیدا ہونیکا مشاہدہ کرا دیتے ہین اور اس بارہ مین ہم ہزار ہا نمونے پیش کرتے ہین جیسا کہ ابھی ہم لکھہ چکے ہین مگر ہمارے مخالف آریہ جو اُسی پہلی روح کو واپس لاتے ہین یہ بارثبوت اُنکی گردن پر ہے کہ واپسی کی راہ ہمین دکھلاوین اگر وہ یہ بھی اقرار کرین کہ دیانند نے جھوٹ بولا ہے اور غلطی کی ہے تو صرف اس قدر اقرار سے اُنکا پیچھا چھوٹ نہین سکتا بلکہ یہ بات اُن کے ذمہ ہے کہ روح کی واپسی کی راہ ہمین ثابت کر کے دکھلاوین ورنہ حیا اور شرم سے سوچین کہ ہم تو اُن کو دکھلا رہے ہین کہ روح پیدا ہوتی ہے مگر وہ ہمین دکھلا نہین سکتے کہ باہر سے آتی ہے۔ یہی اُنکا ایک عقیدہ ہے جس سے سارا ویدرد ہو جاتا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ بمقام ہوشیارپور مجھے ایک آریہ مُرلیدھر نام سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور مینے اُسکے آگے یہی بات پیش کی کہ دیانند کا یہ قول کہ روح شبنم کیطرح کسی گھاس پات پر پڑتی ہے اور اُسکو کوئی شخص کھالیتا ہے تو روح اس ساگ کے ساتھ ہی اندر چلی جاتی ہے اور اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے یہ سراسر باطل قول ہے اور اس سے روح کا ٹکڑہ ٹکڑہ ہونا لازم آتا ہے اور اس تقریر مین مینے ستیارتھ پرکاش کا حوالہ دیا جو دیانند کی ایک کتاب ہے تب مُرلیدھر نے ستیارتھ پرکاش پیش کی کہ کہان اُسمین ایسا لکھا ہے تب میرے دل مین خیال گذرا کہ ضرور اس شخص نے کوئی چالاکی کی ہے جو یہ کتاب پیش کرتا ہے مینے وعدہ کیا کہ چونکہ مین ناگری نہین پڑھ سکتا اسلئے بعد مین تلاش کر کے وہ موقعہ اپنی کتاب مین لکھدونگا۔ پھر مین قادیان آیا اور ایک برہمو صاحب جو نیک طبع اور بے تعصب تھے

اور اُنکا نام نوبین چندر تھا میں نے اُنکی طرف ایک خط لکھا کہ کیا آپ مجھے بتلا سکتے ہین کہ ایسا مضمون ستیارتھ پرکاش کے کس موقعہ پر ہے اُنکا جواب آیا کہ یہ مضمون ستیارتھ پرکاش مین موجود ہے مگر یہ آریہ لوگ بڑے چالاک اور افترا پرداز ہین۔ اُنہون نے پہلی کتاب جس مین یہ مضمون تھا تلف کر دی ہے اور نئی کتاب چھپوائی ہے اور اُسمین سے یہ مضمون نکال دیا ہے اور لکھا کہ وہ پہلی کتاب میرے پاس موجود ہے مگر اب مین لاہور سے جانیوالا ہون اور مینے تمام کتابین وطن کیطرف بھیجدی ہین اور مین آپسے وعدہ کرتا ہون کہ بیس[؟] دن کے اندر ستیارتھ پرکاش کے اُس مقام کی نقل کر کے بھیجدونگا چنانچہ اُنہون نے اپنے وعدہ کے موافق اس مقام کی نقل بھیجدی اور مینے اُسکو اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ مین درج کر دیا۔ لیکن اب مین کہتا ہون کہ گو آریون نے ستیارتھ پرکاش سے وہ مقام اُڑا دیا تب بھی اُن کے اِس عقیدہ کا جھوٹ ایسا صاف طور پر کھل گیا ہے کہ اب اُس پر کوئی پردہ نہین پڑسکتا۔ کیونکہ تمام برّو بحر مین جس طور سے ہر ایک حیوان کے بچون مین جان پڑتی ہے وہ ایک ایسا طریق ہے جس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک روح اندر سے ہی پیدا ہوجاتی ہے باہر سے کوئی گذشتہ روح ہرگز نہین آتی جیسا کہ ہم کئی مثالین اس سے پہلے بیان کر چکے ہین ؛

دوسرا جھوٹ وید کے پرمیشر کا جس کا وہ خود اقراری ہے اُسکا یہ قول ہے کہ وہ سرب شکتی مان ہے یعنی قادر مطلق ہے حالانکہ بقول آریہ سماج وید مین اُس نے اپنی کمزوری کا اعتراف کر کے صاف کہدیا ہے کہ وہ نہ روحین پیدا کرسکتا ہے نہ ذرات عالم پیدا کرسکتا ہے پس جبکہ وہ کچھ بھی پیدا نہین کرسکتا تو کس بات کا قادر مطلق ہے کیا یہ سفید جھوٹ نہین ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وید کے پرمیشر کے نزدیک ایک اور پرمیشر ہے جو درحقیقت قادر مطلق ہے کیونکہ جبکہ مذکورہ بالا دلایل سے جو ابھی ہم لکھ چکے ہین قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوگیا کہ روحیں انادی اور قدیم نہین ہیں بلکہ وہ پیدا ہوتی ہیں اور وید کا پرمیشر

کہتا ہے کہ مین اُن روحون کا پیدا کرنیوالا نہین ہون تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکے نزدیک
ایک اور پرمیشر ہے جو روحون کو پیدا کرتا ہے - اور اگر کہو کہ اگر پرمیشر کو عام طور پر قادر مطلق
مانا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ پرمیشر اپنا ثانی بہی پیدا کر سکتا ہے اور خودکشی بہی کر سکتا
ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ دونون امر اُسکی صفات کاملہ کے منافی ہین چونکہ وہ پہلے سے
بتلا چکا ہے کہ وہ واحد لاشریک ہے اور نیز بتلا چکا ہے کہ وہ ازلی ابدی ہے موت اُس پر
وارد نہین ہوتی اور یہ دونون امر اُسکی صفات قدیمہ مین داخل ہین تو وہ اپنی صفات قدیمہ
کے برخلاف کوئی کام کیون کریگا؟ اور چونکہ کمال تام اسکا واحد لاشریک ہونے اور ازلی
ابدی ہونے مین ہے پس وہ ایسے کام کیطرف کیون متوجہ ہوگا جو اُسکے کمال تام کے منافی
ہے اور وہ اس بات سے برتر و اعلےٰ ہے کہ کوئی نقص اپنے لئے روا رکہے کیونکہ کسی
قسم کا نقص اُسکی ذات بے عیب کے برخلاف ہے مگر پیدا کرنا تو اُسکی ذات بے عیب کے برخلاف
نہین بلکہ پہلی صفت تو اُسکی صفات کاملہ مین سے پیدا کرنا ہی ہے اور وہی عقلی طور پر
اسکی شناخت کیلئے ایک ذریعہ ہے اگر وہ پیدا ہی نہین کر سکتا اور ارواح اور ذرات
سب خود بخود ہین تو کیونکر معلوم ہو کہ وہ موجود بہی ہے کیا صرف ارواح اور ذرات کے جوڑنے
سے اُسکی ذات کا پتہ لگ سکتا ہے ہرگز نہین کیونکہ جو چیزین قدیم سے خود بخود ہین اور تمام
قوتین اُنکی خود بخود ہین تو وہ چیزین بذریعہ اپنی انہین قوتوں کے اتصال اور انفصال کی
بہی قدرت رکہہ سکتی ہین غرض خدا کی شناخت کی ضروری اور اول صفت یہی ہے کہ
وہ پیدا کنندہ ہو اور تبہی وہ قادر مطلق اور سرب شکتیمان کہلا سکتا ہے کہ یہ قوت اُسمین پائی
جائے پس جبکہ وید کا پرمیشر پیدا کرنے پر قادر نہین اور پہر اُس نے یہ دعوی کیا ہے کہ
مین سرب شکتیمان ہون تو اس مین کیا شک ہے کہ اُس نے جہوٹ بولا ہے اور جہوٹ
بہی ایسا کہ خود اُسکے اقرار سے ثابت ہے اور یہ کہنا کہ نیستی سے ہستی نہین ہو سکتی اس لئے پرمیشر
روحون کے پیدا کرنے سے معذور ہے یہ دوسرا جہوٹ ہے کیونکہ ابہی ہم ثابت کر آئے ہین

کو نیست سے ہست ہوتا ہی کیونکہ رُوحون کے بارہ مین صرف دو پہلو تجویز ہو سکتے ہین۔
(۱) ایک تو یہ کہ ایسا خیال کیا جاوے کہ روح پیدا نہین ہوتی بلکہ جسم سے نکل کر پہر واپس آتی ہے اور شبنم کیطرح کسی گہاس پات پر پڑکر کسی مرد کی غذا ہو جاتی ہے اور اس طرح پیٹ کے اندر چلی جاتی ہے سو ہم ابہی ثابت کر آئے ہین کہ یہ بات بالکل جہوٹ ہی اور مشاہدہ بالکل اسکے برخلاف گواہی دے رہا ہے اور نیز اس سے روح کی تقسیم لازم آتی ہی۔
(۲) دوسرا پہلو رُوح کے بارہ میں یہ ہے کہ وہ پیدا ہوتی ہے باہر سے نہین آتی۔ اس پہلو کی سچائی دو طور سے ثابت ہو چکی ہے۔ اوّل اس طور سے کہ جب روح کا واپس آنا ممتنع اور محال ثابت ہوا تو پہر دوسرا پہلو باقی رہ گیا کہ وہ پیدا ہوتی ہے۔ دوسری اس طور سے کہ چشم دید مشاہدات گواہی دے رہی ہین کہ ضرور روح پیدا ہوتی ہے اور ہم بیان کر چکے ہین کہ مثلاً جو حیوان گوشت ہی کہاتے ہین یا وہ کیڑے مکوڑے جو زمین کے اندر پیدا ہوتے ہین اُن پر تو کوئی روح شبنم کیطرح آسمان سے گرتی نہین بلکہ یہ امر بہی محسوس مشہود ہے کہ پہر ایک مادہ جو سڑ جاتا ہے تو ہمارے دیکہتے دیکہتے ہزارون کیڑے اُسمین پیدا ہو جاتے ہین اور کوئی رُوح آسمان سے اُن پر گرتی نظر نہین آتی۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور روح پیدا ہوتی ہے۔ غرض جبکہ یہ امر محسوس مشہود ہی اور ہم بچشم خود روح کا پیدا ہونا ہر روز دیکہتے ہین مگر آسمان سے گرنا نہین دیکہتے تو جس کتاب مین یہ بات درج ہے کہ وہ شبنم کی طرح ہو کر آسمان سے برستی ہے ایسی کتاب کے جہوٹے ہونے مین کیا کلام ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ روح آسمان سے نہین گرتی تو اب اِس بحث کی ضرورت نہین کہ خدا کیونکر نیست سے ہست کر لیتا ہے کیونکہ جبکہ نیست سے ہست ہونا ہر روز مشاہدہ مین آتا ہے تو پہر کسے بیحیا کا کام ہے جو مشہود و محسوس سے انکار کرے درحقیقت خدا کے سارے کام انسان کے فہم سے برتر ہین مثلاً ایک بچہ انسان کا صرف ایک قطرہ منی سے پیدا کیا جاتا ہے اور ہم بالکل نہین سمجھ سکتے کہ ایک قطرہ سے انسان کیونکر پیدا ہو جاتا ہے اور ہم سمجھ نہین سکتے کہ دیکہنے والی آنکھین

کیونکر اسمین پیدا ہو جاتی ہین اور ہم اس بات کی تہ تک نہین پہنچ سکتے کہ سُننے والے کان کیونکر اُسمین بنائے جاتے ہین اور ہمارے خیال مین نہین آتا کہ انسان کی صورت اور ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور جگر اور تمام اعضا کیونکر اسمین بنجاتے ہین۔ پس بلاشُبہ یہ تمام امور ہمارے نزدیک ایسے ہی محال ہین جیسے نیست سے ہست ہونا کیونکہ ہم ان کے بنانے پر قادر نہین اور ہماری عقل کوئی فلسفی دلیل اسبات پر قایم نہین کر سکتی کہ کیونکر یہ تمام اعضا بن جاتے ہین۔ پس جیسا کہ ان تمام اعضا کا بننا ہماری عقل سے برتر ہے ایسا ہی روح کا بھی پیدا ہونا ہماری عقل سے برتر ہے اور جبکہ ہم واقعی طور پر ثابت کر چکے ہین اور بچشم خود دیکھ چکے ہین کہ روح پیدا ہوتی ہے تو پھر امور مشہودہ و محسوسہ سے ہم انکار کیون کرین؟ ہماری عقل اور فہم سے جیسا کہ روح کا پیدا ہونا برتر ہے ایسا ہی ایک قطرہ سے انسان کا اپنی تمام قوتون کے ساتھ بننا برتر ہے۔ پس یہ کمال بیحیائی ہے کہ جو ایک محال ہمارے نزدیک ہے اُسکو تو جایز سمجھ لینا اور جو دوسرا امر یعنی روحون کا پیدا ہونا ہماری عقل اور فہم سے برتر ہے اُسکو محال اور ممتنع قرار دینا۔ خدا کے کارخانہ قدرت مین انسان کی مجال نہین کہ کچھ دست اندازی کر سکے۔ ہزارہا اسرار ربوبیت ہین جو ہمین سمجھ نہین آتے اور پھر مشاہدات کے ذریعہ سے ہمین ماننے ہی پڑتے ہین۔ پس کیا ابھی تک اسمین کچھ شک ہے کہ مشاہدات ہمین اس بات کے ماننے کیلئے مجبور کرتے ہین کہ روحین پیدا ہوتی ہین اوپر سے نہین آتین۔ مثلاً زمین کے نیچے کا طبقہ جو ستر اسّی ہاتھ تک کھود کر پھر کھائی دیتا ہے اسمین جاندار پائے جاتے ہین۔ پس کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ روح شبنم بن کر نیچے چلی جاتی ہے پس جبکہ سچا واقعہ یہی ہے کہ روح پیدا ہوتی ہے تو اس نفس الامر کے برخلاف وید کے پیشر کا یہ بیان کہ روح شبنم کیطرح آسمان سے گرتی ہے یہ ایسا جھوٹھا اور خلاف واقعہ بیان ہے کہ ایک بچہ بھی اس پر ہنسے گا۔ کیا وہ جانور جو صرف گوشت کھاتے ہین اُن کے بچے نہین ہوتے۔ کیا زمین کے نیچے کے طبقہ مین رہنے والے کیڑے جو

کبہی باہر نہین آتے اُنکی کسی غذا پر شبنم کے طور پر روح برستی ہے۔ پس مجھے تعجب ہے کہ جو لوگ
ایسے وید پر ایمان لاتے ہین جو سراسر خلاف واقعہ باتون سے بہرا ہوا ہے وہ خدا تعالےٰ
کے اِس کلام پر اعتراض کرتے ہین جو سراسر حق اور حکمت سے مملو ہے +

پہر مضمون پڑہنے والے نے بیان کیا کہ جس کتاب مین قوانین قدرت کے
خلاف تعلیم ہو وہ الہامی نہین ہوسکتی مگر افسوس کہ ان لوگون کو کچھہ بہی شرم اور حیا نہین
ہم ابہی بیان کر چکے ہین کہ وید کی تعلیم قانون قدرت کے برخلاف ہے اور برخلاف
بہی ایسی کہ کہلی کہلی سچائی سے انکار ہے جیسا کہ وہ اس بات کا قایل ہے کہ روح دوبارہ
کسی گہاس پات کے ذریعہ سے پیٹ مین چلی جاتی ہے حالانکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ
روح پیدا ہوتی ہے جیسا کہ ہم کئی بار لکھہ چکے ہین۔ پس قرآن شریف کی تعلیم پر یہ اعتراض
کرنا کہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہے یہ نری جہالت ہی نہین بلکہ بیحیائی اور
جہالت دونون ملے ہوئے ہین۔ اور ان لوگون کا یہ قول کہ معلوم شدہ قوانین کا رد نامعلوم
قوانین سے کیونکر ہوسکتا ہے یہ اعتراض تو درحقیقت وید پر ہی عاید ہوتا ہے کیونکہ
جبکہ معلوم ہو چکا ہے کہ آسمان سے کوئی روح نہین برستی بلکہ بقدرت قادر اندر سے
ہی پیدا ہو جاتی ہے تو پہر وید کا یہ قول کہ آسمان سے بطور شبنم برستی ہے یہ قول تو اس
لائق بہی نہین کہ اسکو نامعلوم قوانین مین بہی داخل کرین کیونکہ امور محسوسہ مشہودہ سے
اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے پس کیا یہی وید ہے جس پر یہ ناز کیا جاتا ہے۔ افسوس !!

مضمون پڑہنے والے نے یہ بہی بیان کیا کہ وید مین لکہا ہے کہ **جانورون
سے پیار کرو کیونکہ وہ سب انسان ہین**۔ لیکن افسوس کہ ہم ایسا پیار شناخت نہین
کرتے۔ اگر کسی آریہ کے کسی حصہ بدن پر پہوڑا ہو اور ڈاکٹر اُسکا علاج جونکین بتلاوے
تو فی الفور جونکین لگائی جاتی ہین جو بعض اوقات اُس زہر کو چوس کر سب کی سب مر جاتی
ہین اور کوئی آریہ یہ خیال نہین کرتا کہ مین مر جاؤن تو بہتر ہے ایک عاجز جونک کو کیون

ہلاک کرون آخر وہ بھی تو دراصل انسان ہے کیا یہ پیار ہے؟ ایسا ہی شہد کی مکھیون کے ہزارون بچے تلف کر کے شہد نکال لیتے ہین کیا یہ پیار ہے؟ گائیون کا دودھ جو اُن کے بچون کا حق ہے آپ پی لیتے ہین کیا یہ پیار ہے؟ ہر ایک قطرہ پانی مین ہزارون کیڑے ہوتے ہین جو دراصل بقول اُن کے انسان ہین وہ پانی پیکر اُن کیڑون کو ہلاک کرتے ہین کیا یہ پیار ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ وید نے انسانون کی ہمدردی بھی نہین سکھلائی۔ سکھون کے عہد مین ہزارون غریب مسلمان صرف گائے کے ذبح کا شبہ ہونیکی وجہ سے قتل کئے گئے تھے۔ ایسا ہی صدہا ہندو لوگ ہزارہا من گیہون وغیرہ اناج کھاتون مین دفن رکھتے ہین اور انتظار کرتے رہتے ہین کہ کوئی سخت قحط پڑے اور خلق اللہ پر تباہی آوے تب وہ غلہ فروخت کر کے مالدار ہو جائین پس جس وید نے یہ نہین سکھلایا کہ انسانون سے پیار کیا جاوے اور اُن کا بُرا نہ مانگا جاوے اُس پر کیونکر امید رکھین کہ اُس نے یہ سکھلایا ہوگا کہ دوسرے جانورون سے پیار کرو مگر جیسا کہ قرآن شریف کی رو سے یہ منع ہے کہ کسی قوم سے سود مت لو خواہ وہ مسلمان ہین یا ہندو یا عیسائی۔ ایسا ہی قرآن شریف نے اس بات سے بھی منع کیا ہے کہ اناج کو اپنے طمع اور غرض نفسانی سے لوگون سے روک رکھین اور اس کے فروخت کیلئے کسی قحط کے منتظر رہین۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ نجس اور خبیث لوگون کا کام ہے مگر افسوس کہ ایسے لوگ آریون مین لاکھون پائے جاتے ہین اگر وید مین ممانعت ہوتی تو اس کثرت سے یہ برے کام ہندوؤن مین ہرگز نہ ہوتے وہ شخص سخت چنڈال اور پلید ہوتا ہے جو اپنے نفس کی بھلائی کیلئے تمام دُنیا کا بدخواہ ہو اور اگر اسکے برخلاف وید کی کوئی تعلیم ہے تو ہمین دکھلاؤ بلکہ ہمنے سُنا ہے کہ بعض اس قسم کے ہندو جن کے پاس بہت غلہ ہے روغنی روٹیان پکا کر باہر لیجاتے ہین اور اُن پر پاخانہ پھرتے ہین تا اس کام سے پرمیشر ناراض ہو جاوے اور قحط زیادہ پڑے۔ ایسا ہی قرضہ کیوقت سود پر سود چڑھا کر انجام کار غریب زمیندارون کی زمینین اپنے قبضہ مین کر لیتے ہین جسکی وجہ سے

گورنمنٹ کو آخرکار ایک قانون جاری کرنا پڑا +

دوسرا حصہ

اُن حملوں کے ردّ میں جو آریہ مضمون پڑھنیوالینے قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیئے ہیں

مضمون پڑھنے والے نے بیان کیا کہ توبہ کا مسئلہ خلاف قانون قدرت ہے اس سے مطلب اُسکا قرآن شریف پر حملہ کرنا ہے گویا قرآن شریف مین خلاف قانون قدرت کے تعلیم پائی جاتی ہے۔ اگرچہ ہم توبہ کے بارے مین اِس سے پہلے بہی ذکر کر چکے ہین مگر پہر مختصر طور پر بیان کرنا مضایقہ نہین۔ یاد رہے کہ ہمین بار بار افسوس آتا ہے کہ تعصب کی وجہ سے ان لوگون کی عقل کیون ماری گئی ہے۔ واضح ہو کہ توبہ لغت عرب مین رجوع کرنیکو کہتے ہین اِسی وجہ سے قرآن شریف مین خداتعالیٰ کا نام بہی توّاب ہے یعنی بہت رجوع کرنیوالا۔ اِسکے معنی یہ ہین کہ جب انسان گناہون سے دست بردار ہو کر صدق دل سے خداتعالیٰ کیطرف رجوع کرتا ہے تو خداتعالیٰ اس سے بڑھکر اُسکی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ امر سراسر قانون قدرت کے مطابق ہے کیونکہ جبکہ خداتعالیٰ نے نوع انسان کی فطرت مین یہ بات رکہی ہے کہ جب ایک انسان سچے دل سے دوسرے انسان کیطرف رجوع کرتا ہے تو اُسکا دل بہی اُسکے لئے نرم ہو جاتا ہے تو پہر عقل کیونکر اِس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ بندہ تو سچے دل سے خداتعالیٰ کی طرف رجوع کرے مگر خدا اسکی طرف رجوع نہ کرے بلکہ خدا جسکی ذات نہایت کریم و رحیم واقع ہوئی ہے وہ بندہ سے بہت زیادہ اُسکی طرف رجوع کرتا ہے اِسی لئے قرآن شریف مین خداتعالیٰ کا نام

تواب ہے یعنی بہت رجوع کرنیوالا سو بندہ کا رجوع تو پشیمانی در ندامت اور تذلل اور انکسار کیساتھ ہوتا ہے اور خداتعالی کا رجوع رحمت اور مغفرت کیساتھ اگر رحمت خداتعالی کی صفات میں سے نہ ہو تو کوئی مخلصی نہیں پا سکتا

افسوس کہ ان لوگون نے خداتعالی کے صفات پر غور نہیں کی اور تمام مدار اپنے فعل اور عمل پر رکھا ہے مگر وہ خدا جس نے بغیر کسی کے عمل کے ہزارون نعمتین انسان کیلئے زمین پر پیدا کین۔ کیا اسکا یہ خلق ہوسکتا ہے کہ انسان ضعیف البنیان جب اپنی غفلت سے متنبہ ہو کر اسکی طرف رجوع کرے اور رجوع بہی ایسا کرے کہ گویا مر جاوے اور پہلا ناپاک چولہ اپنے بدن پر سے اتار وسے اور اسکی آتش محبت مین جل جائے تو پہر بہی خدا اسکی طرف رحمت کیساتھ توجہ نہ کرے کیا اسکا نام خدا کا قانون قدرت ہے لعنت اللہ علی الکاذبین۔

مضمون پڑہنیوالے نے اِس بات پر کئی جگہ زور دیا کہ الہامی کتاب کے مندرجہ ذیل نشان ہین۔

(۱) وہ ابتدائے آفرینش مین ہو۔ (۲) اسمین کوئی بات خلاف قانون قدرت نہ ہو۔
(۳) اسکی تعلیم عالم گیر ہو۔ (۴) وہ کسی خاص ملک کی زبان نہ ہو۔
(۵) کوئی تاریخی واقعہ اسمین درج نہ ہو۔ (۶) وہ تمام دینی دنیوی علوم کا سرچشمہ ہو۔
(۷) ملہمین کی زندگیان پوتر یعنی پاک ہون۔ (۸) ایشر کے اعلیٰ درجہ کے صفات اسمین درج ہون۔
(۹) اسمین اعلیٰ اخلاق سکھلائے گئے ہون۔ (۱۰) وہ کتاب اپنے آپ مین مکمل ہو۔
(۱۱) اسمین اختلاف نہ ہو۔ (۱۲) کسی کی اسمین طرفداری نہ ہو۔
(۱۳) اسمین ایسی باتین نہ ہون کہ فلان موقع پر بے انصافی کی اور فلان کام کرکے پچہتایا فلان کام مین مکاری کی دوسرون کے لوٹنے کا حکم دیا۔ پیدایش اور فنا کے بارہ مین صحیح صحیح حالات درج ہون (۱۴) راجا پرجا اور والدین اور اولاد وغیرہ سب کے حقوق انصاف سے درج ہون۔ (۱۵) اس مین ترمیم و تنسیخ نہ ہو اور نہ ہونے کی ضرورت ہو۔ وہ خاص ایشر کی زبان ہو۔

واضح ہو کہ یہ تمام نشانیاں الہامی کتاب کی جو مضمون پڑھنیوالے نے قرار دی ہیں وہ اسلئے قرار نہیں دیں کہ عقل و انصاف کا مقتضی یہی ہے بلکہ وید کی نسبت جو کچھ انکا خیال ہے وہی نشانیاں قرار دیدی ہیں اور پہر بوالہ اسکے قرآن شریف پر حملے کئے ہیں یہ شخص اپنے نہایت تعصب کی وجہ سے اس قدر دیوانہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا الیکہرام کا بہی دادا ہے۔ تعصب اور نادانی بہی کیا بلا ہے کہ دونوں ملکر ایک خود غرض شخص کو اندہا کر دیتے ہیں۔

دراصل الہامی کتاب کے لئے دو نشانیاں ہی کافی نہیں اور وہ یہ کہ (۱) الٰہی طاقت اسکے اندر موجود ہو (۲) جس غرض کیلئے آئی ہے اس غرض کو اسکی تعلیم پوری کر سکے یعنی انسان کو خدا تک پہنچنے کیلئے جو ضرورتیں ہیں ان تمام ضرورتوں کا سامان اسمیں موجود ہو اور ایسے کہلے کہلے دلایل ہوں جو یقین دلاسکیں کہ وہ خدا کی طرف سے ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی ہستی کا ان دلایل کے ساتہہ پتہ دے جو انسانی طاقت سے باہر ہیں اور اسکے اندر ایک ایسی طاقت ہو کہ وہ دور افتادہ انسانوں کو خدا تک پہنچا سکے اور انکے اندرونی گناہوں کو دور کر سکے اور انکو ایک پاک حالت بخش سکے اور صاف ظاہر ہے کہ بڑی اور اول علامت طبیب کی یہی ہے کہ وہ اکثر بیماروں کو اچہا کر دے اور صحت زایلہ کو بحال کر کے دکہلا دے اور دور شدہ تندرستی کو دوبارہ قایم کر دے سو انبیا علیہم السلام طبیب روحانی ہوتے ہیں اسلئے روحانی طور پر ان کے کامل طبیب ہونیکی یہی نشانی ہے کہ جو نسخہ وہ دیتے ہیں یعنے خدا کا کلام وہ ایسا تیر بہدف ہوتا ہے کہ جو شخص بغیر کسی اعراض صوری یا معنوی کے اس نسخہ کو استعمال کرے وہ شفا پا جاتا ہے اور گناہوں کی مرض دور ہو جاتی ہے اور خدائے تعالیٰ کی عظمت دل میں بیٹھ جاتی ہے اور اسکی محبت میں دل محو ہو جاتا ہے کیونکہ جس چیز کا نام عذاب رکہا گیا ہے وہ یہی تو عذاب ہے کہ انسان کا خدا سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اپنی نفسانی خواہشوں سے تعلق شدید ہو جاتا ہے اور ان نفسانی خواہشوں کی ایسی پرستش کرتا ہے اور ایسے طور سے انکی طلب میں لگا رہتا ہے کہ گویا وہی نفسانی خواہشیں اسکا خدا ہے پس جو کتاب ان سفلی آلایشوں کو دور کرتی ہے اور خدا تعالیٰ

کی محبت کا ایک سچا جوش دل مین پیدا کر دیتی ہے درحقیقت وہی خدا کی کتاب ہے کیونکہ جب ایک طبیب اندھون کو آنکھین بخشتا ہے اور بہرون کے کان کھولتا ہے اور فالج زدہ لوگون کو اچھا کرتا ہے اور سخت بگڑے ہوئے مریض اسکے ہاتھ سے شفا پاتے ہین تو بس اِسی ایک نشان سے ہم سمجھ جاتے ہین کہ وہ درحقیقت حاذق طبیب ہے اور اسکے بعد اسکے حاذق طبیب ہونے مین کلام کرنا کسی عقلمند اور بھلے مانس کا کام نہین ہوتا لیکن افسوس! کہ اس شخص نے ان نشانیون کیطرف توجہ ہی نہین کی اور محض اپنے دعوی کو بطور نشانیون کے پیش کر دیا ہے حالانکہ وہ صرف اسکے دعوی ہین جن پر کوئی دلیل پیش نہین کی اور وہ بھی بے تعلق اسلئے ہمنے ارادہ کیا ہے کہ گو کتاب مین کسی قدر طول ہو مگر ہم انشاء اللہ اسکی پیش کردہ نشانیون کو ایک ایک کرکے دکھلائین گے کہ وہ کیسے بیہودہ دعوی اور باطل خیالات ہین جو وید مین ہرگز نہین پائے جاتے۔ اگر یہ شخص ایک عام جلسہ مین خداتعالیٰ کے پاک رسول اور پاک کتاب کی نسبت اِس قدر توہین نہ کرتا اور اس قدر گالیان نہ دیتا تو ہمین کچھہ ضرور نہ تھا کہ آریہ مذہب کی نسبت قلم اُٹھاتے کیونکہ دین اسلام کی خوبیان بھی بیان کرنا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے باطل مذہب رد ہو جاتے ہین مگر اس شخص نے اپنی بدزبانی کو انتہا تک پہنچا دیا آخر ہمین ضرورت پڑی کہ ایسے وحشیانہ دانتون کو توڑا جائے اس شخص کو اس بات کے کہنے سے حیا نہین آتی کہ وید کا نام مکمل کتاب رکھتا ہے حالانکہ وید کی رو سے پرمیشر کا بھی کچھہ پتہ نہین کہ ہے یا **نہین**۔ بت پرستی کی اور عناصر پرستی کی جڑھ بھی وید ہے اِسی آریہ **ورت** مین یہ سب گند پھیلے ہین اور ہم تو **دس ہزار** روپیہ کی جایداد اسی شخص کو دے سکتے ہین کہ جو وید کی رو سے **پرمیشر کا وجود** ثابت کرکے دکھلاوے ورنہ خالی وید وید کرنا سراسر جائے **شرم**!!

اب ہم مضمون پڑھنے والے کی ان نشانیون مقرر کردہ کی نسبت ذیل مین ایک مکمل بیان لکھین گے جو اس نے الہامی کتاب کی علامات مقرر کی ہین تا معلوم ہو کہ کہان تک

وہ صحیح اور درست ہیں لیکن قبل اسکے ہم اس قدر تحریر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تمام نشانیاں الہامی کتاب کی اپنے عقیدہ کو پیش نظر رکھ کر اس نے لکھی ہیں مثلاً چونکہ بغیر کسی دلیل کے ہندوؤں کا یہ خیال ہے کہ وید ابتدائے آفرینش میں پرمیشر کیطرف سے آیا ہے پس مضمون پڑھنے والے نے اپنے مذہب کی رفتح مدنظر رکھ کر الہامی کتاب کے لئے یہ ایک نشانی ٹھیرا دی کہ وہ ابتدائے آفرینش میں ہو۔ اور چونکہ اس نے دیکھا کہ وید میں کوئی ذکر معجزات اور پیشگوئیوں کا نہیں اور صرف معمولی باتیں اسمیں درج ہیں جو معمولی انسان سے ہو سکتی ہیں اور جو انبیاء علیہم السلام فوق العادت نشان دکھلایا کرتے ہیں ان نشانوں کا وید میں نام و نشان نہیں سو اس نے وید کی حالت کو مدنظر رکھ کر یہ دوسری علامت الہامی کتاب کی ٹھیرا دی کہ وہ قانون قدرت کے مخالف نہ ہو یعنے جو کچھ عام انسانوں کیلئے خدا تعالی معمولی رنگ میں اپنے افعال ظاہر کرتا ہے اس سے بڑھکر اس کتاب میں کچھ نہ ہو گویا خدا کا قانون قدرت صرف اس حد تک ہے جو عام لوگوں کے ساتھ پایا جاتا ہے حالانکہ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالی کے قانون قدرت دو قسم کے ہیں عام لوگوں کے ساتھ اور قانون قدرت ہے اور خاصوں کے ساتھ اور قانون قدرت ہے چنانچہ آریہ مضمون پڑھنے والا خود اس بات کا اقراری ہے کہ جو الہام چار رشیوں پر ہوا وہ دوسروں کو نہیں ہو سکتا گو کیسے ہی پاک اور پوتر ہو جائیں۔ پس ہنوز اس عقیدہ کی رو سے وہ خود مانتا ہے کہ خدا کا ایک ہی رنگ کا قانون قدرت نہیں ہے اور فی الواقع سچی اور کامل معرفت کی رو سے یہی ثابت ہو گیا ہے کہ انسانوں کے بارہ میں خدا تعالی کا قانون قدرت ایک قسم کا نہیں بلکہ جس درجہ پر انسان کی حالت ہے اسی درجہ پر خدا کا قانون قدرت اسکی نسبت ہوتا ہے ایک وہ لوگ ہیں کہ جو خدا تعالی کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے اور ہر ایک قسم کی معصیت دلیری سے کر لیتے ہیں گویا ان کے نزدیک خدا نہیں ہے اور ایک وہ لوگ ہیں کہ جو خدا کی اطاعت اور محبت میں مر ہی رہتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کیلئے آگے سے آگے قدم رکھتے

جاتے ہین گو اس راہ مین بکلی نیست و نابود ہو جائین اور معمولی اور رسمی عقیدہ پر خوش نہ ہو کر یہ چاہتے ہین کہ پورے اور کامل طور پر خدا تعالیٰ کی معرفت اُنکو حاصل ہو اور چمکتی ہوئی نشانون کی روشنی کے ساتھہ وہ خدا کو دیکھ لین اور یہ بھوک اور پیاس بشدت اُن مین بڑھ جاتی ہے اور اس خواہش کیلیئے وہ سب کچھہ فدا کرتے ہین اور موت کو بھی کچھہ چیز نہین سمجھتے۔ پس وہ خدا جو اُنکی اس حالت کو دیکھتا ہے اُنکا مطلوب اُنکو عطا کرتا ہے اور یہ کیونکر ہو کہ اُسکی کامل معرفت ڈھونڈنے والے محروم رہ جائین۔ اس لئے خدا کا قانون قدرت جو ایسے لوگون کیلئے قدیم سے چلا آتا ہے یہی ہے کہ وہ اُنکی دستگیری فرماتا ہے اور خدا تعالیٰ کے زبردست نشان جو فوق العادت ہین اُنکا یقین کامل کرنیکے لئے اُن پر ظاہر ہوتے ہین یعنے وہ نشان جو خدا کی اُس عادت کے برخلاف ہین جو عام لوگون کے لئے مقرر ہے اُنکو دکھائے جاتے ہین۔

غرض خدا کا قانون قدرت ایک نہین ہے جیسا کہ انسانی تعلقات بھی خدا کے ساتھہ ایک درجہ پر نہین ہین انسان کے ہر ایک رنگ مین خدا بھی اُسکے ساتھہ رنگ بدلتا ہے اُسکے اسرار بے پایان ہین جیسی جیسی کسی کی محبت بڑھتی ہے اور قوت اخلاص ترقی پکڑتی ہے ویسا ہی خدا بھی ایک نئے طور پر اُسسے معاملہ کرتا ہے۔ پس اُس سے زیادہ اندھا کون ہے جو مختلف قسم کے بندون کے ساتھہ ایک ہی قانون قدرت خدا تعالیٰ کا سمجھتا ہے اصل بات تو یہ ہے کہ چونکہ یہ لوگ درجات دُنیا کے مُردار پر سرنگون ہین اور کچھہ بھی خدا تعالیٰ سے تعلق نہین رکھتے اور محض قومی تعصب سے زبان چلا رہے ہین اسلئے خدا تعالیٰ کے اسرار کے بارے مین اُنکی حس مفقود ہے اور وید کی بدقسمتی ایک یہ بھی ہے کہ اُسکے **حامی** ایسے لوگ ہین +

غرض مضمون پڑھنے والیکی نشانیان پیش کردہ جو الہامی کتاب کیلئے وہ ٹھیراتا ہے سب اسی قسم کی ہین کہ جو کچھہ اُسکے عقیدہ مین داخل ہے وہی الہامی کتاب کی نشانی وہ ٹھیرا دیتا ہے مگر وہ اس بات کا ذکر کرنا بھول گیا کہ الہامی کتاب کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ

جسمین یہ مذکور ہو کہ روح بدن سے نکل کر پھر شبنم کیطرح کسی گھاس پات پر پڑتی ہی اور وہ کھڑے ہوکر مرد اور عورت کے اندر چلی جاتی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اِس نشانی کا ذکر کرنے سے وہ اِس وجہ سے ڈر گیا کہ اِس سے ویدکی پورے طور پر پَردَہ دَرِی ہو جائیگی۔ کیونکہ تمام دُنیا جانتی ہے کہ وید نے یہ صریح صریح جہوٹ بولا ہے اور خدا کے مقرر و معین قانون کے برخلاف بیان کیا ہے اور جہوٹ بہی ایسا کہلا کہلا جہوٹ کہ بدیہی اور مشہود ومحسوسہ امور کی مخالفت کی ہے طبعی تحقیقاتون سے ثابت ہی کہ زمین کی ہر ایک چیز مین ایک جاندار کیڑے کا مادّہ موجود ہے یہانتک کہ زنگ خوردہ لوہے مین بہی کیڑا پیدا ہو جاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ بعض پتہرون مین بہی کیڑا دیکھا گیا ہے اور ہر ایک قسم کے اناج اور ہر ایک قسم کے پہل جب بہت مدت تک رکہے جائین تو اُن مین بہی کیڑے پیدا ہو جاتے ہین جب انسان موت کے بعد دفن کیا جاتا ہے تو رفتہ رفتہ تمام بدن اُسکا کیڑون سے بھر جاتا ہے۔ اور سب سے عجیب تر یہ کہ ایک مشہور درخت ہے جسکو گولر کہتے ہین اُسکا پہل جبتک سبز ہوتا ہے اُسمین کوئی کیڑا نہین ہوتا اور جیسے جیسے پکتا جاتا ہے اُسی کے مادہ مین سے کیڑے پیدا ہوتے جاتے ہین اور جب اِس پہل کو چیرا جائے تو وہ کیڑے پرواز بہی کرجاتے ہین اور بعض وقت ایک انڈے مین جو مرغی اور بطخ وغیرہ کا ہو جب سڑ جائے تو بجائے ایک بچہ کے صدہا کیڑے پیدا ہو جاتے ہین۔ یہ تمام امور دلالت کر رہے ہین کہ یہ راز بہی اور ہے یہ وہی راز ہے جسکی نسبت ہم کہتے ہین کہ نیستی سے ہستی ہوئی۔ مثلاً گولر کا ایک پہل چیر کر دیکھو اُسمین کوئی کیڑا نہین ہوتا اور ہندو مسلمان سب اُسکو کہاتے ہین اور پہر جب پک جاتا ہے تو وہی مادہ کیڑے بنجاتے ہین۔ اب اسکو اگر نیستی سے ہستی نہ کہین تو اور کیا کہین؟ اسیطرح ہم نیستی سے ہستی مانتے ہین جس پر مشاہدہ گواہ ہے یہی قانون قدرت ہی۔ اِس مین وید نے بڑی بہاری غلطی کہائی ہے جو ہرگز **معافی کے لایق** نہین کیا ایسے وید کو ہم قانون قدرت کے مطابق کہہ سکتے ہین؟

غرض اسی وجہ سے مضمون پڑہنے والے نے اس نشانی کا ذکر نہین کیا کہ یہ وید کا بیان ایک غلط بیان ہے غالبًا اسکو یہ بات سوجھ گئی ہے کہ اس نشانی کے پیش کرنے سے وید کا تمام تار و پود **جہوٹ کا مجموعہ** ثابت ہوگا اور نہ صرف جہوٹ بلکہ اسکی جہالت اور ناواقفیت بہی ثابت ہوگی کہ ایسا خدا کے قانون قدرت سے بے خبر ہے کہ روح کو شبنم کی طرح کسی گہاس پات پر نازل کرتا ہے حالانکہ گہاس پات کے مادّہ کے اندر خود کیڑے موجود ہین اُن پر کونسی شبنم پڑی تہی اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ زمین کے سب نباتات جمادات حیوانات کیڑون سے بھرے ہوئے ہین اور زمینی مادّہ کے سب کچھ اندر ہے اوپر سے کچھ نہین آتا۔ کیا وید کے **رشیون** کے معدہ اور دماغ اور دوسرے اعضاء مین کیڑے نہین تہے؟ اور مرد اور عورت کی منی بہی کیڑون سے خالی نہین۔ اور زمین پر یا زمین کے نیچے کونسا ایسا مادہ ہے جو کیڑون سے خالی ہے آریون کو خیال کرنا چاہیے تہا کہ کب اور کس راہ سے اُن پر شبنمی روح پڑ گئی آخر جہوٹ کی کوئی حد ہے لیکن وید تو جہوٹ بولنے مین حد سے بڑھ گیا اور اس نے خدا کے بدیہی اور محسوس و مشہود اور قدیم قانون قدرت کو ایسا اپنے ہاتھ سے پہینک دیا جیسا کہ کوئی ایک کاغذ کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہینک دے +

اور مضمون پڑھنے والیکو ایک اور نشانی الہامی کتاب کی پیش کرنی چاہیے تہی اور اسکا پیش کرنا تو بہت ضروری تہا معلوم نہین کہ اوس نے وہ نشانی کیون پیش نہ کی شاید بہول گیا اور وہ نشانی **نیوگ** ہے یعنی یہ کہنا چاہیے تہا کہ **الہامی** کتاب کی ایک یہ بہی نشانی ہے کہ وہ نیوگ کی تعلیم دے یعنے اسمین یہ تعلیم پائی جائے کہ جب کسی شخص کے گھر مین لڑکا پیدا نہ ہو تو وہ اپنی **پیاری بیوی** کو دوسرے سے ہمبستر کرا وے اور جبتک لڑکا پیدا نہ ہو اسی طرح ہمیشہ غیر مردون سے اپنی بیوی کی مٹی پلید کراتا رہے اور شاید یہ نشانی الہامی کتاب کی اسلئے اُس نے ذکر نہین کی کہ اسکو محسوس ہوگیا کہ یہ **ویوثی** کی بات ہے

اور بڑی بے غیرتی کا کام ہے کہ باوجودیکہ نکاح کا تعلق بدستور ہے اپنی بیوی کو دوسرے سے ہمبستر کراوے اور نہ صرف ایک دودن کیلئے بلکہ ایک درازمدت کیلئے غیروں کے بستر پر اسکو لٹاتا رہے اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وید کے چاروں رشی نیوگ کے پاک عمل کے ضرور کاربند ہوں گے ۔۔ اور شاید اِن کے پوتر ہونیکی **یہی نشانی** ہوگی تبھی تو انہوں نے دوسروں کو وہی تعلیم دی جس پر آپ کاربند تھے۔

مگر اس زمانہ کے اکثر ہندو دیکھے گئے ہیں کہ جب کہیں نیوگ کا ذکر آتا ہے تو مارے ندامت کے مُنہ چھپاتے ہیں یا بھاگنے لگتے ہیں۔ ایک کتاب میں مینے پڑھا ہے کہ ایک بنگالی صاحب بڑے شوق سے آریہ سماج میں داخل ہوئے تھوڑے دنوں کے بعد اُنکا کوئی پرانا دوست برہمو مذہب کا اُنکی ملاقات کیلئے گیا اور آہستہ آہستہ بات چلاکر اُس نے نیوگ کا ذکر کر دیا وہ بیچارہ بنگالی آریوں کے پنجہ میں تو گرفتار تھا اُس نے کہا کہ نیوگ کیا ہوتا ہے تب برہمو صاحب نے اسکی تفصیل سنادی کہ آریوں کے لئے وید کا یہ حکم ہے کہ اگر نرینہ اولاد پیدا نہ ہو تو اپنی عورت کو بغیر اِسکے جو طلاق دیجائے دوسرے سے ہمبستر کراویں اور جب تک اولاد نہ ہو اسی طرح اپنی بیوی کا غیر مرد سے مُنہہ کالا کراتے رہیں جب اِس غریب بنگالی نے یہ بات سُنی تو چونک اُٹھا اور کہا کہ یہ آریہ سماج پر سراسر تُہمت ہے بھلا ایسی بے حیائی اور ناپاکی کی تعلیم وید میں کیونکر ہو سکتی ہے؟ اور وید کے چار رشی جو **پوتر** تھے ایسی گندی تعلیم کیونکر دے سکتے تھے؟ تب برہمو صاحب نے بہت ادب اور نرمی سے ستیارتھ پرکاش اور وید بھاش پنڈت دیانند کا اپنی بغل میں سے نکال کر دونوں اُنکی خدمت میں پیش کر دیئے اور نہایت ملامیت سے عرض کیا کہ آپ نیوگ کے بارہ میں یہ چند سطریں پڑھ لیں جب اُس بنگالی نے جو شریف اور غیرتمند تھا وہ مقام پڑھا جہاں پنڈت دیانند وید کی شرتیوں کے حوالہ سے یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر لڑکا نہ ہو تو ضرور تم لوگ اپنی استریوں کو غیر لوگوں سے ہمبستر کراؤ اور اس طرح پر نرینہ اولاد حاصل کرو ورنہ تمہاری مکتی نہیں ہوگی یہ تعلیم پڑھتے

ہی وہ شریف آدمی آگ بگولا ہو گیا اور غصہ مین آکر اُن کتابون کو اپنے ہاتھ سے ایک ردّی ہی اور ناپاک چیز کیطرح پھینک دیا اور کہا کہ مین ایسے مذہب پر لعنت بھیجتا ہون جسمین اِس قدر ناپاکی اور بے حیائی کی تعلیم ہے اور اِس اپنے دوست کا شکر کیا جس نے اُسکو اِس گند سے نکالا۔

اب ہم مضمون پڑھنے والیکی اُن نشانیون کا کسیقدر تفصیل سے ذکر کرتے ہین جو آریہ سماج نے اپنے عقیدہ کے موافق الہامی کتاب کیلئے مقرر کی ہین۔ سو اُن مین سے پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ کتاب ابتدائے آفرینش سے ہو اِس نشانی کے ذکر کرنے سے اس شخص کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف ابتدائے زمانہ مین نہین آیا اسلئے وہ خدا کی کتاب نہین لیکن اُسکی اِس تقریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گویا وید کا پرمیشر ابتدائے زمانہ کے بعد ہمیشہ کیلئے اپنا الہام نازل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے اور الہام کرنے کی قوّت اُسکی ذات مین سے مفقود ہو جاتی ہے یہانتک کہ گو کیسے ہی مصالح جدیدہ الہام کے مقتضی ہون اور کیسے ہی مفاسد زمین مین پھیل جائین اور کیسے ہی کسی پہلی کتاب مین تغیرات اور تحریفات دخل کر جائین اور کیسے ہی دور دراز ملکون کے رہنے والے اس پہلی کتاب سے بے خبر ہون مگر پرمیشر قسم کھا لیتا ہے کہ وہ پہلی کتاب کے بعد کوئی کتاب نازل نہین کریگا اور صاف ظاہر ہے کہ یہ طریق اور یہ عادت خدا تعالیٰ کے اُس قانون قدرت کے برخلاف ہے جو جسمانی طور پر انسان کے جسمانی معالجات کیلئے پایا جاتا ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ ہماری جسمانی ضرورتون کے موافق ہمیشہ تازہ بتازہ سامان ہمین دئیے جاتے ہین اور ہمین صرف اُن قصّون کے ذریعہ سے خوش نہین کیا جاتا کہ کسی پہلے زمانہ مین ایسے پھل تھے جو لوگ کھاتے تھے اور ایسا اناج تھا جو لوگ استعمال کرتے تھے اور ایسی دوائین تھین جن کے ذریعہ سے علاج ہوتا تھا بلکہ وہ سب چیزین اب بھی ہمارے لئے پیدا کی جاتی ہین جیسا کہ پہلے پیدا کی جاتی تھین تو پھر روحانی قانون قدرت کیون بدل گیا کیا ہم گمان کر سکتے ہین کہ پہلے خدا تعالیٰ بولنے پر قادر تھا اور اب قادر نہین اور پہلے اُسکو الہام دینے کی طاقت تھی مگر اب وہ طاقت باقی نہین رہی اور کیا سچ نہین کہ خدا پہلے زمانہ مین جیسا کہ

سُنتا تہا اب بہی سُنتا ہے تو پہر کیا وجہ کہ ہمارے اِس زمانہ مین خدا کی قوت شنوائی تو بدستور بحال ہے لیکن قوت کلام مفقود ہوگئی اور کیا یہ سچ نہین کہ پہلے زمانہ کے بعد جو زمانے آئے اُن مین دن بدن معصیت اور گناہ بڑھتا گیا اور اِس قدر نئے نئے گناہ پیدا ہوئے جو پہلے زمانہ مین انکا نام ونشان نہ تہا تو کیا ایسی حالت مین یہ ضروری نہ تہا کہ خدا تعالیٰ تازہ گناہون اور نو پیدا خراب عقیدون کیلئے کوئی نئی کتاب بہیجتا جو موجودہ مفاسد کے دور کرنیکے لئے پورے زور سے اپنی زبردست ہدایتین پیش کرتی اور اپنے خوفناک نشانون کے ساتہہ خدا کی طرف توجہ دلاتی نہ یہ کہ خدا اس قدر طوفان دیکہنے کے بعد بالکل چُپ ہی ہو جاتا اور یہ کہتا کہ وید کے ورق چاٹا کرو اِس سے بڑہکر کوئی ہدایت میرے پاس نہین اور آئندہ کسی نئی ہدایت کی اُمید نہ رکہو اور اگر یہ کہو کہ وید مین پہلے سے یہ سب احکام موجود ہین تو اس سے بڑہ کر کوئی جہوٹ نہین ہوگا کیونکہ تم خود اقرار رکہتے ہو اور عقل بہی یہی تجویز کرتی ہے کہ پہلا زمانہ اِن گناہون اور بد عقیدون سے خالی تہا جو پیچہے سے پیدا ہوئے تو پہر جب پہلے زمانہ مین بد عقیدے اور گناہ موجود ہی نہین تہے تو اُن سے منع کرنا کیا معنی رکہتا ہے بلکہ یہ تو نامعلوم بدکاری اور بد عقیدہ کا یاد دلانا ہے اور اگر کہو کہ وید نے بطور پیشگوئی سب بُرے احکام اور بُرے عقیدے بیان کر دیئے ہین کہ آئندہ ایسا ہوگا تو یہ جہوٹ ہے کیونکہ تم خود اقرار رکہتے ہو کہ وید مین کوئی پیشگوئی نہین علاوہ اسکے ہم تو اس فیصلہ پر بہی راضی ہین کہ جس قدر قرآن شریف نے بد عقیدون اور بد اعمال کا حال بیان کیا ہے یا وہ عقیدے جو قرآن شریف نے بیان فرمائے مگر وید کی رو سے بد عقیدے ہین ایسا ہی وہ بد اعمال جو دُنیا کے مختلف حصون مین پائے جاتے ہین جن کا ذکر قرآن شریف مین مفصل مذکور ہے آریہ لوگ وید مین سے ہمکو نکال دین ایسے طور سے کہ جیسے غیر فرقے قرآن شریف کو پڑہ کر اس کے قایل ہین کہ یہ سب باتین اسمین مذکور ہین وید کی نسبت بہی یہی اقرار کر سکین ایسا ہی خدا کی ہستی اور توحید کے دلایل جو قرآن شریف مین لکہے ہین جو مخالف فرقے اِس کے قایل ہین یہ سب آریہ صاحبان وید مین سے نکال کر ہمکو دکہلا دین تو ہم ہزار روپئے نقد انکو دینے کو تیار ہین افسوس کہ یہ کس قدر جہوٹ

ہے کہ وید کیطرف وہ کمال منسوب کیا جاتا ہے جو اسمین پایا نہین جاتا۔

علاوہ اسکے کون شخص اس سے انکار کرسکتا ہے کہ ابتدائے زمانہ کے بعد دُنیا پر بڑی بڑے انقلاب آئے پہلے زمانہ کے لوگ تہوڑے تھے اور زمین کے چہوٹے سے قطعہ پر آباد تھے اور پہر وہ زمین کے دور دور کنارون تک پہیل گئے اور زبانین بہی مختلف ہوگئین اور اس قدر آبادی بڑھی کہ ایک ملک دوسرے ملک سے ایک علیحدہ دُنیا کی طرح ہوگیا تو ایسی صورت مین کیا ضرور نہ تہا کہ خدا تعالیٰ ہر ایک ملک کیلیئے الگ الگ نبی اور رسول بہیجتا اور کسی ایک کتاب پر کفایت نہ رکہتا۔ ہان جب دُنیا نے پہر اتحاد اور اجتماع کیلیئے پلٹا کہایا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کیلیئے سامان پیدا ہو گئے اور باہمی تعارف کیلیئے انواع اقسام کے ذرایع اور وسایل نکل آئے۔ تب وہ وقت آگیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اُٹھا دیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کیا جائے تب خدا نے **سب دُنیا کیلیئے ایک ہی نبی** بہیجا تا وہ سب قومون کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور تا وہ جیسا کہ ابتدا مین ایک قوم تھی آخر مین بہی ایک ہی قوم بنا دے۔

اور یہ ہمارا بیان جیسا کہ واقعات کے موافق ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ کے اُس قانون قدرت کے موافق ہے جو زمین و آسمان مین پایا جاتا ہے کیونکہ اگرچہ اس نے زمین کو الگ تاثیرات بخشی ہین اور چاند کو الگ اور ہر ایک ستارہ مین جدا جدا قوتین رکہی ہین مگر پہر بہی باوجود اس تفرقہ کے سب کو ایک ہی **نظام** مین داخل کر دیا ہے اور تمام نظام کا پیشرو **آفتاب** کو بنایا ہے جس نے ان تمام سیارون کو انجن کیطرح اپنے پیچہے لگا لیا ہے۔ پس اس سے غور کرنے والی طبیعت سمجھ سکتی ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی ذات مین **وحدت** ہے ایسا ہی وہ نوع انسان مین بہی جو ہمیشہ کی بندگی کے لیئے پیدا کیئے گئے ہین وحدت کو ہی چاہتا ہے اور درمیانی تفرقہ قومون کا جو بباعث کثرت نسل انسان نوع انسان مین پیدا ہوا وہ بہی دراصل کامل وحدت پیدا کرنیکے لئے ایک **تمہید** تھی کیونکہ

خدا نے یہی چاہا کہ پہلے نوع انسان مین وحدت کے مختلف حصے قایم کرکے پھر ایک کامل
وحدت کے دائرہ کے اندر سب کو لے آوے سو خدا نے قومون کے جدا جدا گروہ مقرر کیئے
اور ہر ایک قوم مین ایک وحدت پیدا کی اور اسمین یہ حکمت تہی کہ تا قومون کے تعارف مین
سہولت اور آسانی پیدا ہو اور اُنکے باہمی تعلقات پیدا ہونے مین کچھ دقّت نہ ہو اور
پھر جب قومون کے چھوٹے چھوٹے حصّون مین تعارف پیدا ہو گیا تو پھر خدا نے چاہا کہ سب
قومون کو ایک قوم بناوے جیسے مثلاً ایک شخص باغ لگاتا ہے اور باغ کے مختلف بوٹون
کو مختلف تختون پر تقسیم کرتا ہے اور پھر اس کے بعد تمام باغ کے اردگرد دیوار کھینچ کر سب
درختون کو ایک ہی دایرہ کے اندر کر لیتا ہے اسی کیطرف قرآن شریف نے اشارہ فرمایا ہے
اور وہ یہ آیت ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ
یعنے اے دُنیا کے مختلف حصّون کے نبیوا یہ مسلمان جو مختلف قومون مین سے اِس دُنیا
مین اکٹھے ہوئے ہین یہ تم سب کی ایک اُمّت ہے جو سب پر ایمان لاتے ہین اور مین تمہارا خدا ہون
سو تم سب ملکر میری ہی عبادت کرو (دیکھو الجزو ۱۷ سورۃ الانبیاء) اس تدریجی وحدت کی مثال ایسی ہے جیسے
خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہر ایک محلہ کے لوگ اپنی اپنی محلہ کی مسجدون مین پانچ وقت جمع ہون
اور پھر حکم دیا کہ تمام شہر کے لوگ ساتوین دن شہر کی جامع مسجد مین جمع ہون یعنی ایسی وسیع مسجد مین
جسمین سب کی گنجایش ہو سکے اور پھر حکم دیا کہ سال کے بعد عید گاہ مین تمام شہر کے لوگ اور
نیز گرد و نواح دیہات کے لوگ ایک جگہ جمع ہون اور پھر حکم دیا کہ عمر بھر مین ایک دفعہ تمام دُنیا ایک
جگہ جمع ہو یعنی **مکہ معظمہ** مین سو جیسے خدا نے آہستہ آہستہ اُمت کے اجتماع کو حج کے
موقع پر کمال تک پُہنچایا اول چھوٹے چھوٹے موقعے اجتماع کے مقرر کیئے اور بعد مین تمام دنیا کو
ایک جگہ جمع ہونیکا موقعہ دیا سو یہی **سنت اللہ** الہامی کتابون مین ہے سو اسمین خدا تعالیٰ نے یہی چاہا
ہے کہ وہ آہستہ آہستہ نوع انسان کی وحدت کا دائرہ کمال تک پُہنچاوے اوّل تھوڑے تھوڑے
ملکون کے حصون مین وحدت پیدا کرے اور پھر آخر مین حج کے اجتماع کی طرح سب کو ایک جگہ

جمع کر دیوے جیسا کہ اس کا وعدہ قرآن شریف مین ہے کہ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا یعنی آخری زمانہ مین خدا اپنی آواز سے تمام سعید لوگون کو ایک مذہب پر جمع کر دیگا جیسا کہ وہ ابتدا مین ایک مذہب پر جمع تھے تاکہ اول اور آخر مین مناسبت پیدا ہو جائے۔

غرض پہلے نوع انسان صرف ایک قوم کی طرح تھی اور پھر وہ تمام زمین پر پھیل گئے تو خدا نے ان کے سہولت تعارف کیلئے ان کو قومون پر منقسم کر دیا اور ہر ایک قوم کیلئے اُس کے مناسب حال ایک مذہب مقرر کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا۔ (الجزو ۲۶ سورۃ الحجرات)

اور پھر فرماتا ہے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ الجزو نمبر ۶ سورۃ المایدہ (ترجمہ) اے لوگو! ہمنے مرد اور عورت سے تمہین پیدا کیا ہے اور ہمنے تمہارے کنبے اور قبیلے مقرر کیے یہ اسلیئے کیا کہ تا تم مین باہم تعارف پیدا ہو۔ اور ہر ایک قوم کیلئے ہمنے ایک مشرب اور مذہب مقرر کیا تا ہم مختلف فطرتون کے جوہر بذریعہ اپنی مختلف ہدایتون کے ظاہر کردین پس تم اے مسلمانو! تمام بھلائیون کو دوڑ کر لو کیونکہ تم تمام قومون کا مجموعہ ہو اور تمام فطرتین تمہارے اندر ہین۔ غرض مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر خدا نے نوع انسان کو کئی قومون پر منقسم کر دیا پہلے زمانہ کے لوگ تو آبائی رشتہ کے سلسلہ مین منسلک تھے اور اُن مین وحدت قرابت حاصل تھی اور پھر جب بہت سی قومین بن گئین تو ہر ایک قوم مین وحدت قایم کرنیکے لئے کتابین بھیجی گئین اور اُس زمانہ مین ہر ایک حصہ ملک مین صرف قومی وحدت حاصل ہو سکتی تھی اِس سے زیادہ نہین یعنی تمام دُنیا کی وحدت غیر ممکن تھی۔ اور پھر تیسرا زمانہ ایسا آیا جسمین اقوامی وحدت کے سامان پیدا ہو گئے یعنے تمام دُنیا کی وحدت کے سامان ظہور مین آ گئے اور ہر ایک زمانہ جو نوع انسان پر آیا وہ اس بات کا مقتضی تھا جو اسی حالت کے مطابق کتاب دی جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ قومی وحدت کا جب خدا نے

ارادہ کیا تب ہر ایک قوم کیلئے جدا جدا رسول بھیجا اور یہ قومی وحدت اقوامی وحدت سے مقدم تھی اور حکمتِ ربّانی اس امر کی مقتضی تھی کہ اول ہر ایک ملک مین قومی وحدت قایم کرے اور جب قومی وحدت کا دور ختم ہو چکا تب اقوامی وحدت کا زمانہ شروع ہو گیا اور وہی زمانہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا تہا اور یاد رہے کہ کسی رسول اور کتاب کی اُسی قدر **عظمت** سمجھی جاتی ہے جس قدر انکو اصلاح کا کام پیش آتا ہے اور جس قدر اس اصلاح کے وقت مشکلات کا سامنا پڑتا ہے سو یہ بات ظاہر ہے کہ ابتدائے زمانہ مین جو کتاب نازل ہوئی ہوگی وہ کسی طرح کامل مکمل نہین ہو سکتی۔ کیونکہ ابتدائے زمانہ مین ان مشکلات کا وہم وگمان بھی نہین آسکتا جو بعد مین پیدا ہوئین۔ ایسا ہی قومی وحدت کے زمانہ مین اُس وقت کے نبیون اور رسولون کو وہ مشکلات ہرگز پیش نہین آسکتی تہین جو اقوامی وحدت کے زمانہ مین اس نبی کو پیش آئین جس کو یہ حکم ہوا کہ جو **تمام قومونکو ایک وحدت پر قایم کرو۔**

خلاصہ کلام یہ کہ دنیا پر تین انقلاب آئے ہین اور ہر ایک انقلاب ایک خاص طور کی ہدایت کو چاہتا تہا چنانچہ ابتدائے آفرینش کا زمانہ ایک ایسا سادہ زمانہ تہا کہ اُس مین ان معاصی اور گناہون اور بدعقاید کی تفصیل کی ضرورت نہ تہی جو بعد میں پیدا ہوئی چونکہ اس زمانہ مین کامل طور پر نوع انسان مین بدی اور بدعقیدگی نہین پہیلی تہی اس لیئے اس وقت کسی کامل کتاب کی ضرورت نہ تہی لہٰذا جس کتاب کو ہم تسلیم کرین کہ وہ ابتدائے آفرینش کی کتاب ہے ساتھ ہی ہمین یہ بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ ناقص کتاب ہے یہ بات ہر ایک عقل سلیم قبول کریگی کہ کمال اصلاح کی نوبت کمال فساد کے بعد آتی ہے طبیب کا یہ کام نہین کہ وہ چنگے بہلے لوگون کو وہ دوائین دیوے جو عین بیماری کے غلبہ کے وقت دینی چاہیئین اسی لئے قرآن شریف نے پہلے یہ بیان کر دیا کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی تمام دُنیا مین فساد پہیل گیا اور ہر ایک قسم کے گناہ اور معاصی کا طوفان برپا ہو گیا

اور پہر ہر ایک بدعقیدگی اور بدعملی کے بارے مین مکمل ہدایتین پیش کر کے فرمایا کہ :-
الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج مینے تمہارا دین کامل مکمل کر دیا مگر کسی پہلے زمانہ مین جسمین ابہی طوفان ضلالت بہی جوش مین نہین آیا تہا مکمل کتاب کیونکر انسانون کو مل سکتی ہے
ماسوا اسکے یہ سراسر جہوٹ ہے کہ وید ابتدائے زمانہ کی کتاب ہے جو شخص صرف رگوید کے پہلے حصہ کو اول سے آخر تک پڑہے تو اوسکو معلوم ہو جائیگا کہ جابجا وید خود اس بات کا اقراری ہے کہ وہ پہلے زمانہ کی ہرگز کتاب نہین ہے یہ رگوید اردو مین بمقام دہلی چہپ چکا ہے اور انگریزی مین بہی ترجمہ ہو چکا ہے اور ہر ایک شخص خواہ انگریزی خوان ہے یا اردو خوان بآسانی اُسکو پڑہ سکتا ہے۔

دوسری نشانی الہامی کتاب کی مضمون پڑہنے والے نے یہ بیان کی کہ وہ خلاف قانون قدرت نہ ہو مگر یہ نشانی بہی وید مین ہرگز پائی نہین جاتی۔ ہم وید کی تعلیمات کے بارے مین ذیل مین چند نمونے لکہتے ہین ناظرین خود سمجہ لین کہ جس وید مین ایسے ایسے بیان ہین کیا وہ خدا کے قانون قدرت کے مطابق ہے چنانچہ رگوید مین ایک یہ شرتی ہے۔ اسے اندر کوسیکا رشی کے پوتر جلد آ ✣ اور مجہہ رشی کو مالدار کر دے۔ اِس فقرہ کی شرح مین وید کے بہاشی کارون نے لکہا ہے کہ کوسیکا کا بیٹا وشوامتر تہا پہر اندر اس کا بیٹا کیونکر بن گیا۔ اِسکی وجہ سیانا وید کا بہاشیکار وہ قصہ بیان کرتا ہے جو وید کے تتمہ انوکرامنیکا مین درج ہے اور وہ یہ ہے کہ کوسیکا اشرا تہا کے پوتر نے یہ دل مین خواہش کر کے کہ اندر کی توجہ سے میرے گہر مین بیٹا ہو اتپ جپ اختیار کیا تہا جس تپ کے جلد مین خود اندر ہی نے اُسکے گہر مین جنم لے لیا۔ اور چونکہ اندر بموجب عقاید آریہ سماج والون کے پرمیشر کا نام ہے اس سے معلوم ہوا کہ خود پرمیشر کوسیکا رشی کی بیوی کے رحم مین

✣ بعض جگہ اس سے پہلے بجائے کوسیکا رشی کے کشلیا لکہا گیا ہے اور یہ سہو کاتب ہے پس گذشتہ مقامات مین جہان اس قصہ کے متعلق جو اوپر لکہا گیا ہے کشلیا کا لفظ ہو اسکو کوسیکا سمجہ لینا چاہیئے۔ منہ

داخل ہوگیا تھا اور پیدا ہونے کے بعد اُسکا نام وشوامتر رکھا گیا پس ایسا وید جو پرمیشر کو
کوسیکا رشی کا پوتر قرار دیتا ہے کیا ہم کہہ سکتے ہین کہ اسکی باتین قانون قدرت کے مطابق
ہین؟ اور اگر اسی طرح پرمیشر کی یہ عادت ہے کہ وہ اولاد دینے کیلئے خود ہی عورتون
کے رحم مین داخل ہوجایا کرتا ہے تو پھر ایسی صورت مین نیوگ کی پلید رسم کی کیا ضرورت
ہے یہ تو بہت سہل طریق ہے کہ جس آریہ کے گھر مین اولاد نہ ہو خود پرمیشر ہی اسکی بیوی کا
کے رحم مین داخل ہوجائے اِس طرح پر اس ناپاک رسم کی بیخکنی ہوسکتی ہے جو نیوگ
کے نام سے مشہور ہے۔

ہم تو حیران ہین کہ جس وید مین ایسے قصے ہین اُسکی نسبت کیون یہ کہا جاتا ہے
کہ وہ قانون قدرت کے موافق ہے ایسا ہی وید کی یہ تعلیم قانون قدرت کے مخالف
ہے کہ گوشت کھانا سخت ممنوع اور پرمیشر کے منشاء کے برخلاف ہے کیونکہ اگر دنیا کے
ہر ایک جاندار پر وسیع نظر ڈالی جاوے تو معلوم ہوگا کہ زمین کی سطح پر اور دریاؤن مین جو
جاندار پائے جاتے ہین اکثر گوشت خوار ہی ہین۔ اور گوشت خوارونکی نسبت وہ جانور جو صرف نباتی
چیزین کھاتے ہین نہایت ہی قلیل ہین گویا کچھ بھی نہین پہلے ہم اگر انسانون پر ہی نظر
ڈالین تو ثابت ہوگا کہ یوروپ اور امریکہ اور ایشیا کے کل انسان بجز قلیل مقدار اُن
ہندوؤن کے جو گوشت نہین کھاتے سب گوشت خوار ہین گویا تمام دنیا کی فطرت کا تقاضا
گوشت خواری ہے اور جو تھوڑا سا گروہ ہندوؤن کا گوشت نہین کھاتا اُن مین سے قوت شجاعت
اور غیرت بالکل مفقود ہے اِسی وجہ سے نیوگ جیسی ناپاک رسم کو اُنہون نے قبول کرلیا اور
وہ اس لائق بھی نہین ہوتے کہ جنگی فوجون مین داخل ہون کیونکہ سخت بزدل ہوتے ہین۔

اور جب ہم دوسرے جاندارون کی طرف نظر ڈالتے ہین تو وہ بھی بجز چند بزدل
قسم جانورون کے جیسی بکری اور گائی باقی سب گوشت خور ہی ثابت ہوتے ہین اور
بحری جانور تو کُل گوشت خوار ہین اور چھوٹے چھوٹے دریاؤن کا تو ذکر کیا ہے بحر محیط

یعنے سمندر جس نے زمین کا ایک بڑا حصہ روکا ہوا ہے وہ بھی گوشت خوار جانوروں سے بھرا ہوا ہے اور یہ جاندار کروڑہا درجہ انسانوں کی تعداد سے زیادہ ہین پس جو کچھ ہماری نظر کے سامنے فعل الٰہی موجود ہے وہ صاف بتلا رہا ہے کہ خدا کا قانون قدرت یہی ہے اور اُسکے جواب مین یہ کہنا کہ جو جاندار گوشت خوار ہین وہ کسی پہلی جون مین بہت بُرے آدمی تھے پرمیشر نے بطور سزا کے اُن کو گوشت خوار بنایا اس جواب سے ہر ایک عقلمند تعجب کریگا کہ یہ کیسی سزا ہے کہ سزا کے طور پر ایک عُمدہ اور مقوی غذا ان کو دیدی اسوا اسکے ایک ثابت شدہ امر کے مقابل پر صرف اپنا ایک خیال پیش کرنا جس کا کوئی بھی ثبوت نہین یہ کس قسم کی منطق ہے ظاہر ہے کہ یہ تو کھلے کھلے طور پر ثابت شدہ امر ہے کہ خدا تعالیٰ کی اکثر مخلوق دُنیا مین گوشت خوار ہی ہے اور یہ صریح طور پر اس بات کی دلیل ہے کہ مخلوق کیلئے خدا نے یہی پسند کیا ہے اور جو بعض پرند اور چرند گوشت نہین کہاتے وہ صرف اِس وجہ سے ہے کہ وہ شکار کرنے سے عاجز ہین ورنہ وہ سب کچھہ کہا سکتے ہین اور جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ماننا پڑا کہ مخلوق کے لئے خدا کا قانون قدرت یہی ہے کہ وہ گوشت کہایا کرین اور بہت سے اسباب صحت گوشت کہانے پر ہی موقوف رکھے گئے ہین اسی لئے ہند کی طبابت مین بھی بعض امراض کے علاج مین گوشت کا ذکر ہے۔ اب اِسکے مقابل پر یہ وہم پیش کرنا کہ گوشت خوار جاندار صرف سزا کے طور پر گوشت خوار بنائے گئے ہین یہ صرف ایک دعوے ہے جس کا کچھہ ثبوت نہین ایسا ہی یہ لوگ ہر ایک جگہ دلیل کی جگہ دعوے ہی پیش کر دیتے ہین نہ معلوم کہ ایسی باتون سے یہ لوگ عوام کو دہوکا دینا چاہتے ہین یا اب تک یہ لوگ دعوے اور دلیل مین فرق نہین کر سکتے۔ راجہ رامچندر اور کرشن سب گوشت کہاتے تھے اگر وہ گوشت کہانا خلاف قانون قدرت سمجھتے تو ایسا کیون کرتے؟

پہر جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہین وید کا یہ دعوے کہ تمام روحین قدیم اور انادی ہین اور وہی بار بار شبنم کی طرح زمین پر بذریعہ غذا انسانون کے پیٹ مین

جاتین اور بچہ بنتی ہین یہ بہی سب امر خلاف قانون قدرت ہی اور چونکہ ہم اس رسالہ مین اس امر کا خلاف قانون قدرت ہونا دلائل مشہودہ محسوسہ سے ثابت کر چکے ہین لہذا اب اسکے لکھنے کی اس جگہ ضرورت نہین +

تیسری نشانی جو مضمون پڑہنے والے نے الہامی کتاب کیلئے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اسکی تعلیم عالمگیر ہو لیکن ظاہر ہے کہ وید کی تعلیم ہرگز عالمگیر نہین بلکہ عالمگیر ہونا تو الگ انسانی فطرت ہی اسکو قبول نہین کر سکتی کیا دنیا مین کوئی غیرت مند انسان قبول کر سکتا ہے کہ اسکی منکوحہ عورت باوجود قایم ہونے نکاح کے دوسرے سے منہہ کالا کراوے انسانی غیرت نے ایسے ناجایز کامون کے وقت دنیا مین خون کی ندیان بہادی ہین۔ پس ایسی بے حیائی کی تعلیم عالمگیر کیونکر ہو سکتی ہے! مضمون پڑہنے والیکو اگر یہ دعوے ہو کہ یہ تعلیم عالمگیر بن سکتی ہے تو پہلے اس آریہ ورت مین ہی اس تعلیم کو جاری کر کے دکہلاوے۔ ہم پہلے ہی لکہہ چکے ہین کہ قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نیوگ کی تعلیم درحقیقت اُن سنیاسیون کی خود ایجاد ہے کہ در اصل اُنکا نفس شہوات سے ایسا بہرا ہوا تہا جیسا کہ ایک بڑا پہوڑا پیپ سے بہرا ہوتا ہی اور دوسری طرف اُن کا یہ دعوے تہا کہ وہ بغیر عورت کے بسر کر سکتے تہے آخر نفس اُنکا قابو سے نکل گیا۔ سو ابتدا مین ایسے ہی سنیاسیون نے نیوگ کے مسئلہ کو ایجاد کیا ہے اور اُسکے ذریعہ سے اپنی نفسانی خواہشین پوری کی ہین اور پہر آہستہ آہستہ وہ ہدایت وید مین بہی درج کی گئی اور عام طور پر آریہ ورت مین اس پر عمل ہونے لگا سو خدا نہ کرے کہ وید کی یہ تعلیم عالمگیر ہو اور جس وقت یہ ناپاک تعلیم عالمگیر ہو جائیگی سو اُس وقت قیامت آجائیگی۔ اور یہ بہی ہمنے سُنا ہے کہ ویدون کے جغرافیہ مین یہ لکہا ہے کہ کوہ ہمالہ کے پرے کوئی آبادی نہین۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ویدون مین عالم سے مراد یہی آریہ ورت مراد ہے پس اگر یہ صحیح نہین ہے تو اول آریون پر فرض ہے کہ ویدون کی شرتیون سے

موافق عالم کی فہرست پیش کریں۔ میں تو یہ بات نہیں مانتا کہ ویدوں کے رشیوں کو یہ خبر بھی ہو کہ سوائے آریہ ورت کے دُنیا میں اور ملک بھی ہے*

ماسوا اِس کے وید کی یہ تعلیمیں کہ گوبر کھانا اور پیشاب پینا۔ اور اپنی منکوحہ عورتوں کو بغیر طلاق کے نامحرم مردوں سے ہمبستر کرانا اور خدا کے خالق ہونے سے انکار کرنا اور آگ اور پانی اور چاند اور سورج وغیرہ اجرام کی پرستش کیلئے حکم دینا جس سے تمام آریہ ورت بھرا پڑا ہے یہ ایسی خراب تعلیمیں ہیں کہ کوئی پاک اور صحیح فطرت اُن کو قبول نہیں کر سکتی اور ویدوں پر خود یہ تہمت ہے کہ کسی زمانہ اور کسی وقت میں اُنکی تعلیم عالمگیر تھی جس قدر اب دُنیا میں ممالک موجود ہیں اس زمانہ سے پہلے کسی کی بلا کو بھی خبر نہ تھی کہ وید کیا چیز ہیں جب اِس ملک میں گورنمنٹ انگریزی کی عملداری ہوئی تب بعض انگریزوں نے ویدوں کے ترجمے کیئے اور یورپ اور امریکہ میں اس کا نام پہنچایا معلوم نہیں کہ خواہ نخواہ منصوبے کے طور پر ایسی باتیں کرنا اِن لوگوں کو کس نے سکھایا اِس سے حاصل کیا ہے اِس بات کا فیصلہ تو آسان ہے کہ صرف یورپ کے محققوں سے ہی دریافت کرلو کہ ویدوں کے نام سے تم کب سے واقف ہو اور کس زمانہ سے آشنا ہو۔ ماسوا اِسکے وید کی تعلیم کو تعلیم کہہ بھی نہیں سکتے تعلیم تو وہ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے نجات کی راہ مل سکے مگر جب کہ وید کی رو سے توبہ اور استغفار کا دروازہ ہی بند ہے اور تمام مدار تناسخ پر ہے تو وید کے ماننے سے کیا فائدہ اور نہ ماننے سے کیا نقصان ہے۔

مضمون پڑھنے والے نے الہامی کتاب کی ایک یہ نشانی لکھی ہے کہ وہ کسی ملک کی زبان نہ ہو یعنی زمین کے باشندوں میں سے کوئی شخص اُس زبان کو نہ بول سکتا ہو نہ سمجھ سکتا ہو اب ہمیں اِس نشانی کے بارہ میں کچھ بیان کرنا ضرورت نہیں خود ناظرین سمجھ لیں کہ ایسی زبان میں الہامی کتاب نازل کرنے سے کیا فایدہ ہوگا اور جبکہ کوئی شخص اس زبان کو نہ بول سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے تو اسکی ہدایتوں پر عمل کرنا کیونکر ممکن ہوگا ایسی

صورت مین بلا شبہ رشیون کے دلون پر ایسی کتاب کا نازل کرنا یا نہ نازل کرنا برابر ہوگا کیونکہ اس جگہ یہ سوال پیش ہوگا کہ جبکہ انسان اُسی زبان کو سمجہ سکتا ہے جس کو بول سکتا ہے تو پہر وید کے رشیون کو ایسی زبان کیونکر سمجہ آسکتی تہی جسکو وہ بول نہ سکتے تہے ۔

اور اگر کہو کہ پرمیشر نے رشیون کو اُنکی اپنی زبان کے ذریعہ سے اِس نامعلوم زبان کے معنی سمجہا دیئے تہے تو یہ عذر بہی دوسرے لفظون مین اِس بات کا اقرار ہے کہ پرمیشر انسان کی زبان مین الہام کرتا ہے بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ پرمیشر ایسی زبان مین الہام کرنے سے پچہتایا جسکو وید کے رشی سمجہ نہین سکتے تہے اور جب اِسکو اپنی غلطی محسوس ہوئی تو آخر اوس نے انسانون کی زبان کے ذریعہ سے اِس زبان کے معنی وید کے رشیون کو سمجہائے۔ پس کیا ایسی لغو حرکت سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ پرمیشر بہی اپنی جلد بازی سے غلطی کر بیٹھتا ہے اور اس پر اعتراض ہوگا کہ جس بات کو اُس نے مجبور ہو کر آخر کو اختیار کیا وہ بات پہلے ہی کیون اختیار نہ کی ۔

ماسوا اسکے جبکہ ہم خود اِس بات کے گواہ ہین کہ خدا تعالیٰ اب بہی دوسری زبانون مین الہام کرتا ہے اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمین اس گروہ مین داخل کیا ہے جو خدا تعالیٰ کے مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف ہوتے ہین تو پہر ہم امور مشہودہ ثابت شدہ سے کیونکر انکار کر سکتے ہین کیا آریہ سماج والون کو خبر نہین کہ وہ ہمارا الہام ہی تہا جس نے **چھ۶ برس پہلے** لیکہرام کی نسبت خبر دی تہی کہ وہ چھ برس کی مدت تک **عید** سے ایک دن بعد بذریعہ قتل اِس دُنیا سے کوچ کریگا اور وہ ہمارا **الہام** ہی تہا جس نے خبر دی تہی کہ مسمی سومراج اور اُسکے دو ساتہی جو قادیان مین بدگوئی سے باز نہین آتے تہے طاعون کے عذاب سے مرینگے یہ وہی لوگ تہے جنہون نے اپنا اخبار **شبہ چنتک** کے ذریعہ سے گالیان دینا اپنا شیوہ بنا رکہا تہا آخر طاعون نے دو تین دن مین ہی اُن کا قصہ پاک کیا۔ ایسا ہی وہ ہمارا الہام ہی تہا جس نے تمام دُنیا کے سخت **زلازل** کی

خبر دی اور نیز ۴- اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کی خبر دی تہی ایسا ہی اور صدہا الہامی پیشگوئیاں ہین جو ظہور مین آئین اور پوری ہوئین پہر ہم اپنی چشم دید باتون سے کیونکر انکار کر سکتے ہین بلکہ سچ تو یہ ہے کہ خدا تعالی ہر ایک زبان مین الہام کرتا ہے جیسا کہ وہ ہر ایک زبان مین لوگون کی آواز سنتا ہے مخلوق کی زبانین در اصل خدا کی ہی زبان ہے ہر ایک قوم اپنی اپنی زبان مین اُس کی درگاہ مین دُعائین کرتی ہے *

ویدک سنسکرت کی نسبت اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک مُردہ زبان ہے چونکہ اب وہ بولی نہین جاتی تو نادان لوگون نے سمجھ لیا کہ گویا وہ پرمیشر کی زبان ہے ورنہ ہر ایک عقل سلیم سمجھ سکتی ہے کہ چونکہ خدا سرب شکتیمان ہے اور قادر مطلق اور عالم الغیب ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک زبان کا اُسکو علم ہو اور ہر ایک زبان کے بولنے پر وہ قادر ہو اور اگر وہ ہر ایک زبان کے بولنے پر قادر تو ہے مگر اُسکو بولنا اپنی شان کے برخلاف سمجھتا ہے تو ان زبانون مین لوگون کی دُعائین کیون سُنتا ہے کیا اسمین اُسکی کسر شان نہین؟ اسمین بہی یہ شرط لگا دینی چاہیئے کہ دعائین سُنی جائینگی کہ جب اُسی زبان مین جو پرمیشر کی زبان ہے لوگ دعا کرین اور بغیر اسکے ہرگز ہرگز پرمیشر کسی کی دعا کو نہین سُنیگا۔ تعجّب کہ ان لوگون کی عقل کیسی ماری گئی ہے کہ پرمیشر کیلئے ایک خاص زبان ٹھیراتے ہین گویا جیسا کہ ہر ایک قوم کی الگ زبان ہے ایسا ہی پرمیشر کی بہی ایک الگ زبان ہے حالانکہ جیسا کہ خدا تعالی انسانون کا پیدا کرنے والا ہے ایسا ہی اُن کی زبانون کا بہی وہی پیدا کرنیوالا ہے اور نہین کہہ سکتے کہ وہ انکی زبانون سے بیخبر ہے یا اُن میں بولنے پر قادر نہین اور کوئی وجہ معلوم نہین ہوتی کہ پرمیشر کو دوسری زبانون مین الہام کرنے سے کیون نفرت اور بیزاری ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ دوسری زبانون مین دُعا کو سن تو لیتا ہے مگر بول نہین سکتا۔

علاوہ اس کے ہمنے ایک بڑی عمیق تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ جس قدر دنیا مین زبانین ہین اُن سب کی مان عربی ہے اور اس وقت ہم طول کے اندیشہ کی وجہ

سے اِس بارے مین کچھہ لکہنا نہین چاہتے لیکن پہر کسی آریہ کی تحریک سے ہم انشاء اللہ
اِس بارے مین ایک مفصل مضمون تحریر کرینگے۔

مضمون پڑہنے والے نے الہامی کتاب کی ایک یہی نشانی لکہی ہے کہ + اسمین کوئی قصہ درج نہ ہو مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے ہوش وحواس قایم نہین ہین جو کچھہ بیان کرتا ہے وہ صرف دعوی ہی ہوتا ہی ورنہ صاف ظاہر ہے کہ خدا جو عالم الغیب اور رحیم اور سرچشمہ تمام علوم ہے اُسکی مربیانہ عادات مین یہ بہی داخل ہے کہ متاخرین کو متقدمین کے اخلاق اور حالات سے اطلاع دیتا ہے اور یہ جتلاتا ہے کہ پہلے اس سے ایسے ایسے صادق وفادار مومن گذر چکے ہین جنہون نے شداید اور مصائب پر صبر کیا۔ اور بڑے بڑے امتحانون مین پڑکر پورے نکلے اور انہون نے خدا کی راہ مین آگے سے آگے قدم رکہا اور خدا نے اُنکی وفاداری کو دیکہہ کر اُن پر بڑے بڑے فضل کیئے اور ہر ایک امر مین اُن کو کامیابی بخشی اور اپنے برگزیدہ بندون مین اُن کو داخل کیا۔ اور اُن کے مقابل پر ایک اور لوگ بہی گذرے ہین جو خدا سے برگشتہ رہے اور دلیری سے ہر ایک قسم کے گناہ کیئے اور خدا کے بندون کو دُکہہ دیئے اور آخر وہ پکڑے گئے اور عذاب شدید مین مبتلا ہوئے۔ اور ایسے قصون کے لکہنے سے خدا تعالی کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ تا لوگ اس راہ سے بہی متنبہ ہون اور بدی کو چہوڑین اور نیک نمونہ اختیار کرین اب کوئی عقلمند سوچے کہ ایسے قصے بیان کرنے کیون حرام ہو گئے جن مین انسانون کے لئے ایک صریح فایدہ متصور ہے۔ انسان کی فطرت مین یہ داخل ہے کہ اچہے اور نیک آدمیون کے قصے سنکر جنہون نے خدا کی راہ مین بڑی بڑی وفاداری دکہلائی اور اس وفاداری کے بڑے بڑے اجر پائے اُن کامون کے کرنیکے لیئے اُس کے دلمین رغبت پیدا ہوتی ہے اور ایسے آدمیون کے قصے سُن کر جو اپنے شامت اعمال سے سزایاب ہوئے ایسے کامون کے کرنے سے دل مین خوف پیدا ہو جاتا ہے کہ مبادا ہم بہی

حاشیہ + باوا نانک صاحب جو ایک بزرگ آدمی تہے وید کی نسبت ان الفاظ سے لکہتے ہین کہ چارون وید کہانی۔ یعنی چارون وید محض کہانیان ہین ان مین کوئی حقیقت اور مغز نہین۔ منہ

پکڑے جائیں سو ترغیب اور ترہیب کیلئے یہ ایک طریق ہے جس طریق سے انسانی فطرت ہمیشہ متاثر ہوتی چلی آتی ہے سو خدا تعالیٰ کی کامل کتاب کی یہی نشانی ہے جو انسانوں کو حق پر قایم کرنیکے لئے کسی مؤثر طریق کو اٹھا نہ رکھے اور ہر ایک طریق کو بیان کر دے سو قرآن شریف نے اِن تمام طریقوں کو استعمال کیا اوّل کھول کھول کر سُنا دیا کہ اچھے کام یہ ہیں اور برے کام یہ ہیں اور پھر اچھے کاموں کے نتیجے اور برے کاموں کے نتیجے کھول کر بتلا دیئے اور پھر اُن امور کے بارے میں اُن لوگوں کے حالات سُنا دیئے جو پہلے زمانوں میں گذر چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ نیک اعمال اور نیک اخلاق کی طرف مایل ہونے اور بد طریق کو ترک کرنے کیلئے قصوں کو بڑا دخل ہے یہاں تک کہ ناول پڑھنے والے بھی اِن فرضی اور مصنوعی قصوں سے متاثر ہو جاتے ہیں اور درحقیقت اصلاح چلن اور تبدیل اخلاق کیلئے یہ ایک علمی ذریعہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اِس ذریعہ سے لوگ فایدہ اُٹھاتے رہے ہیں اور اب بھی اُٹھاتے ہیں۔ مگر ہم آریوں کے موجودہ وید کی نسبت کیا کہیں اور کیا لکھیں کہ وہ اس علمی ذریعہ کا بھی دشمن ہے۔

ماسوا اس کے قرآن شریف میں جس قدر قصے بیان کئے گئے ہیں انکی تحریر سے صرف یہی غرض نہیں کہ گذشتہ لوگوں کے نیک کام اور بد کام پیش کرکے اُن کا انجام سنا دیا جاوے تا وہ رغبت یا عبرت کا ذریعہ ہوں۔ بلکہ یہ بھی غرض ہے کہ ان تمام قصوں کو پیش گوئی کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے اور جتلایا گیا ہے کہ اِس زمانہ میں بھی ظالم اور شریر لوگوں کو انجام کار ایسی ہی سزائیں ملیں گی جیسی پہلے شریر لوگوں کو ملی تھیں اور صادقوں اور راستبازوں کی ایسی فتح ہوگی جیسا کہ پہلے زمانوں میں ہوئی تھی۔ مجھے تعجب ہے کہ مضمون پڑھنے والے نے ایسی بیہودہ اور باطل نشانی الہامی کتاب کی لکھ کر کیوں وید کی پردہ دری کرائی اور کیوں عقلمندوں کو وید پر ہنسنے کا موقعہ دیا۔ اور اس بات کو کون نہیں جانتا کہ وید میں قصے بھی موجود ہیں کیا کوسیکا رشی کا قصہ وید میں موجود نہیں ؟ ایسا ہی اور کئی قصے ہیں جو رگوید کی شرتیوں

مین اُنکی طرف اشارات پائی جاتے ہین۔ درحقیقت یہ لوگ نادان دوست کے حکم مین ہین کہ اپنی طرف سے الہامی کتاب کیلیئے بیہودہ شرطین لگا کر وید کے منہہ پر سیاہی کا دہبّہ لگاتے ہین خود تاریخ کو ایک علمی ذریعہ سمجہا گیا ہے پہر ایسے قصّے کیون قابل اعتراض ہین جنکے ذکر سے صرف تاریخی امور معلوم ہوتے ہین بلکہ وہ قصّے عمدہ عمدہ مثالون اور نظیرون کو پیش کر کے نیکی اور صلاحیت کیطرف کہینچتے ہین اور بدون اور بدکارون کا انجام ذکر کر کے بدی سے روکتے ہین گویا وہ ایک بہاری فوج ہے جو دلون کو فتح کرتی ہے اور کمزوری کو دور کرتی اور نیک کامون کیلیئے قوت دیتی ہے۔

مضمون پڑہنے والے نے الہامی کتاب کی ایک یہ نشانی لکہی ہے کہ وہ کتاب **تمام دینی علوم کا سرچشمہ ہو** انکی اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ درپردہ وید کا سخت مخالف ہے کیونکہ ایسی باتین کرتا ہے جو وید مین پائی نہین جاتین دُنیوی امور کے بارے مین تو ذکر کرنا ہی فضول ہے کیونکہ آریون مین سے جس قدر لوگون نے حال کی نئی سائینس اور ہیئت کو پڑہا ہے وہ اپنے دل مین خوب جانتے ہون گے کہ اس ترقی علوم کے زمانہ مین طبعی اور ہیئت کے علوم مین انواع اقسام کے تجارب کے ذریعہ سے وہ اسرار کہلے ہین جو نہ وید کو معلوم تہے اور نہ وید کے رشیون کو بلکہ وید کو علوم دنیوی سے کچہ بہی علاقہ نہین اور وہ اُس وحشیانہ زمانہ کی کتاب ہے جبکہ ان علوم سے لوگ محض ناآشنا تہے یہان تک کہ اُن کو یہ بہی توفیق نہ ہوئی کہ اپنے خالق اور مالک کو شناخت کر سکین اور صرف اس قدر بلکہ انسانی طہارت اور تہذیب سے بہی بالکل بے بہرہ تہے۔ چنانچہ نیوگ کا عقیدہ ظاہر کر رہا ہے کہ جیسا کہ جنگلون کے درندچرند وغیرہ بغیر قید نکاح کے نر مادہ باہم ملجاتے ہین یہی طریق اُس زمانہ مین آریون کا تہا بلکہ حیوانات سے بدتر کیونکہ حیوانات کو تو خدا نے عقل نہین دی اور وہ معذور ہین مگر یہ لوگ باوجود عقل رکہنے کے حیوانات سے بہی بڑہ گئے ان کے مذہب مین ایک کی بیاہتا بیوی دوسرے سے ہمبستر ہو جاتی ہے اس سے زیادہ تر وحشیانہ حالت کی

اور کونسی نظیر ہو سکتی ہے مگر جب انسان مین شرم اور حیا نہین رہتی تو وہ ناپاکی کو بھی ایک پاک طریق سمجھ لیتا ہے۔اور دنیوی علوم کے ذکر کرنیکے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ لوگ تاریخ کے نہایت کچے ہین اور اسلامی زمانہ تک تو انکی تاریخ کا کچھ تھوڑا سا پتہ لگتا ہے مگر پھر جب اسلامی زمانہ سے اوپر چڑھین تو ان کے تاریخی حالات مین تاریکی شروع ہو جاتی ہے اور پھر اگر ہزار برس تک آگے چلے جائین تو ایسی تاریکی معلوم ہوتی ہے کہ بجز شاعرون کی گپ اور لاف وگزاف کے اور کسی صحیح تاریخ کا پتہ نہین لگتا۔اور یہ بات نہ صرف ہم کہتے ہین بلکہ جس قدر دنیا کے عقلمندون نے ان کے تاریخی حالات پر غور کی ہے سب کی بالاتفاق یہی رائے ہے ؀

+ رہی یہ بات کہ وید روحانی علوم کا سرچشمہ ہے یہ حقیقت تو ہمین اس دن سے معلوم ہے جبکہ ستیارتھ پرکاش مین ہمنے یہ پڑھا تھا کہ وید نے اپنا روحانی علم یہ ظاہر کیا ہے کہ روحین بدنون سے نکل کر پھر شبنم کیطرح کسی گھاس پات پر پڑتی ہین سو جب وید کے روحانی علمون کا یہ نمونہ ہے وہ کیون نہ سرچشمۂ علوم ہو عقلمند انسان تو ایک نقطہ سے تمام حالات معلوم کرسکتا ہے روحون کا مخلوق ہونا کروڑہا مشاہدات سے ثابت ہے مگر وید کہتا ہے کہ مخلوق نہین اور خدا تعالی کیطرح وہ قدیم سے خود بخود ہین۔پس ایک طرف تو وید اپنے پرمیشر کو خالق ہونے سے جواب دیتا ہے اور دوسری طرف امر مشہود محسوس کا انکار کرتا ہے یہ اسکا فلسفہ ہے اور یہ روحانی علوم ہین مگر **قرآن شریف** کہتا ہے کہ روحین انادی اور غیر مخلوق نہین اور دو نطفون کی ایک خاص ترکیب سے وہ پیدا ہوتی ہین اور یا دوسرے کیڑون مکوڑون مین ایک ہی مادّہ سے پیدا ہو جاتی ہین اور یہی سچ ہے کیونکہ مشاہدہ اس پر گواہی دیتا ہے جس کے ماننے کے بغیر چارہ نہین اور امور محسوسہ مشہودہ سے انکار کرنا سراسر جہالت ہے اور جب ہم کہتے ہین کہ روح نیست سے ہست ہوتا ہے تو اس کے یہ معنی نہین ہین کہ اوّل وہ کچھ بھی نہین تھا بلکہ اسکے یہ معنے ہین کہ اسکے لئے کوئی ایسا مادّہ نہین تھا کہ انسان اپنی

قوت سے اسمین سے روح نکال سکتا - اور اُسکی پیدایش صرف اس طور سے ہے کہ محض آلہی قوت
اور حکمت اور قدرت کسی مادّہ مین سے اُسکو پیدا کر دیتی ہے اسیواسطے جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ روح کیا چیز ہے تو خدا نے فرمایا کہ تو ان کو جواب دے کہ
روح میرے رب کے امر مین سے ہے اِس بارے مین آیۂ قرآنی یہ ہے کہ :-

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا

یعنی یہ لوگ پوچھتے ہین کہ روح کیا چیز ہے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے اُن کو جواب دے
کہ روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوتی ہے یعنے وہ ایک راز قدرت ہے اور تم لوگ روح
کے بارے مین کچھہ علم نہین رکھتے مگر تھوڑا سا یعنی صرف اِس قدر کہ تم روح کو پیدا ہوتے
دیکھہ سکتے ہو اس سے زیادہ نہین جیسا کہ ہم بچشم خود دیکھہ سکتے ہین کہ ہماری آنکھہ کے
سامنے کسی مادّہ مین سے کیڑے کوڑے پیدا ہو جاتے ہین -

اور انسانی روح کے پیدا ہونیکے لیئے خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہ ہے کہ دو نُطفون
کے ملنے کے بعد جب آہستہ آہستہ قالب تیار ہو جاتا ہے تو جیسے چند ادویہ کے ملنے
سے اُس مجموعہ مین ایک خاص مزاج پیدا ہو جاتی ہے کہ جو اُن دواؤن مین فرد فرد کے طور پر
پیدا نہین ہوتی اسی طرح اُس قالب مین جو خون اور دو نطفون کا مجموعہ ہے ایک خاص
جوہر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایک فاسفرس کے رنگ مین ہوتا ہے اور جب تجلی آلہی کی ہوا
کُن کے امر کیساتھہ اسپر چلتی ہے تو یکدفعہ وہ افروختہ ہو کر اپنی تاثیر اس قالب کے تمام حصون مین پھیلا
دیتا ہے تب وہ جنین زندہ ہو جاتا ہے پس یہی افروختہ چیز جو جنین کے اندر تجلی ربّی سے
پیدا ہو جاتی ہے اسی کا نام رُوح ہے اور یہی کلمۃ اللہ ہے اور اسکو امر ربّی اسلیئے کہا جاتا ہے کہ جیسے
ایک حاملہ عورت کی طبیعت مدبرہ بحکم قادر مطلق تمام اعضا کو پیدا کرتی ہے اور عنکبوت کے
جالے کیطرح قالب کو بناتی ہے اِس رُوح مین اس طبیعت مُدبّرہ کو کچھہ دخل نہین بلکہ رُوح
محض خاص تجلی آلہی سے پیدا ہوتی ہے اور گو رُوح کا فاسفرس اُس مادّہ سے ہی پیدا ہوتا

ہے مگر وہ روحانی آگ جس کا نام روح ہے وہ بجز مس نسیم آسمانی کے پیدا نہیں ہوسکتی۔ یہ سچا علم ہے جو قرآن شریف نے ہمیں بتلایا ہے تمام فلاسفرون کی عقلیں اس علم تک پہنچنے سے بیکار ہین اور یونہی بیہدے ثمر کی طرح اس علم سے محروم رہا وہ قرآن شریف ہی ہے جو اس علم کو زمین پر لایا۔ سو اس طور سے ہم کہتے ہین کہ روح نیست سے ہست ہوتی ہے یا عدم سے وجود کا پیرایہ پہنتی ہے۔ یہ نہیں ہم کہتے کہ عدم محض سے روح کی پیدایش ہوتی ہے کیونکہ تمام کارخانہ پیدایش سلسلہ حکمت اور علل معلولات سے وابستہ ہے۔

اور یہ کہنا کہ اگر روح مخلوق ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ فنا بھی ہو جائے تو اسکا جواب یہ ہے کہ روح بیشک فنا پذیر ہے اسپر دلیل یہ ہے کہ جو چیز اپنی صفات کو چھوڑتی ہو اس حالت میں اسکو فانی کہا جاتا ہے اگر کسی دوا کی تاثیر بالکل باطل ہو جائے تو اس حالت میں ہم کہیں گے کہ وہ دوا مر گئی ایسا ہی روح میں یہ امر ثابت ہی کہ بعض حالات میں وہ اپنی صفات کو چھوڑ دیتی ہے بلکہ اس پر جسم سے بھی زیادہ تغیرات وارد ہوتے ہین انہیں تغیرات کے وقت کہ جب وہ روح کو اسکی صفات سے دور ڈال دیتی ہین کہا جاتا ہے کہ روح مر گئی کیونکہ موت اسی بات کا نام ہے کہ ایک چیز اپنی لازمی صفات کو چھوڑ دیتی ہے تب کہا جاتا ہے کہ وہ چیز مر گئی۔ اور یہی بھید ہے کہ خدا تعالی نے قرآن شریف میں فقط انہیں انسانی روحون کو بعد مفارقت دنیا زندہ قرار دیا ہے جن میں وہ صفات موجود تھے جو اصل غرض اور علت غائی انکی پیدایش کی تھی یعنی خدا تعالی کی کامل محبت اور اسکی کامل اطاعت جو انسانی روح کی جان ہے اور جب کوئی روح خدا تعالی کی محبت سے پر ہو کر اور اسکی راہ میں قربان ہو کر دنیا سے جاتی ہے تو اسی کو زندہ روح کہا جاتا ہی باقی سب مردہ روحیں ہوتی ہین۔ غرض روح کا اپنی صفات سے الگ ہونا ہی اسکی موت ہی چنانچہ حالت خواب میں بھی جب جسم انسانی مرتا ہی تو روح بھی ساتھ ہی مر جاتی ہی یعنی اپنی صفات موجودہ کو جو بیداری کے حالت میں تھیں چھوڑ دیتی ہے اور ایک قسم کی موت اس پر وارد ہو جاتی ہے کیونکہ خواب میں وہ صفات اس میں باقی نہیں رہتیں جو بیداری میں اسکو حاصل ہوتی ہین

سو یہ بہی ایک قسم موت کی ہے کیونکہ جو چیز اپنی صفات سے الگ ہو جائے اُسکو زندہ نہین کہہ سکتے۔ اکثر لوگ موت کے لفظ پر بہت دہوکہ کہاتے ہین موت صرف معدوم ہونے کا نام نہین بلکہ اپنی صفات سے معطل ہونیکا نام بہی موت ہے ورنہ جسم جو مرجاتا ہے بہرحال مٹی اُسکی تو موجود رہتی ہے اسی طرح روح کی موت سے بہی یہی مراد ہے کہ وہ اپنی صفات سے معطل کیجاتی ہے جیساکہ عالم خواب مین دیکہا جاتا ہے کہ جیسے جسم اپنے کامون سے بیکار ہوجاتا ہے ایساہی روح بہی اپنی اُن صفات سے جو بیداری مین رکہتی تہے بکلی معطل ہوجاتی ہے مثلاً ایک زندہ کی روح کسی میّت سے خواب مین ملاقات کرتی ہے اور نہین جانتی کہ وہ میّت ہے اور سونیکے ساتہہ ہی بکلّی اِس دُنیا کو بہول جاتی ہے اور پہلا چولہ اُتار کر نیا چولہ پہن لیتی ہے اور تمام علوم جو رکہتی تہی سب کے سب بیکبارگی فراموش کردیتی ہے اور کچہہ بہی اِس دنیا کا یاد نہین رکہتی بجز اُس صورت کے کہ خدا یاد دلاوے اور اپنے تصرفات سے بکلّی معطل ہوجاتی ہے اور سچ مچ خدا کے گہر مین جا پہنچتی ہے اور اِسوقت تمام حرکات اور کلمات اور جذبات اسکے خدا تعالیٰ کے تصرفات کے نیچے ہوتے ہین اور اس طور سے خدا تعالیٰ کے تصرفات کے نیچے وہ مغلوب ہوتی ہے کہ نہین کہہ سکتے کہ جو کچہہ عالم خواب مین کرتی یا کہتی یا سنتی یا حرکت کرتی ہے وہ اپنے اختیار سے کرتی ہے بلکہ تمام اختیاری قوت اُسکی مسلوب ہوجاتی ہے اور کامل طور پر موت کے آثار اُس پر ظاہر ہوجاتے ہین سو جس قدر جسم پر موت آتی ہے اس سے بڑہکر روح پر موت وارد ہوجاتی ہے مجہے ایسے لوگون سے سخت تعجب آتا ہے کہ وہ اپنی حالت خواب پر بہی غور نہین کرتے اور نہین سوچتے کہ اگر روح موت سے مُستثنیٰ رکہی جاتی تو وہ ضرور عالم خواب مین بہی مُستثنیٰ رہتی ہمارے لیئے خواب کا عالم موت کے عالم کی کیفیت سمجہنے کیلئے ایک آئینہ کے حکم مین ہے جو شخص روح کے بارے مین سچی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اُسکو چاہیئے کہ خواب کے عالم پر بہت غور کرے کہ ہر ایک پوشیدہ راز موت کا خواب کے ذریعہ سے کہل سکتا ہے اگر تم عالم خواب کے اسرار پر جیساکہ چاہیئے توجہ کروگے اور جس طور سے عالم خواب مین روح

پر ایک موت وارد ہوتی ہے اور اپنے علوم اور صفات سے وہ الگ ہو جاتی ہے اس طور پہ
نظر تدبر ڈالو گے تو تمہین یقین ہو جائیگا کہ موت کا معاملہ خواب کے معاملہ سے ملتا جلتا ہے
پس یہ کہنا صحیح نہین ہے کہ روح مفارقت بدن کے بعد اُسی حالت پر قایم رہتی ہے
جو حالت دنیا مین قبض رکھتی تہی بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے ایسی ہی موت اُس پر وارد ہو جاتی
ہے جیسا کہ خواب کی حالت مین وارد ہوئی تہی بلکہ وہ حالت اس سے بہت زیادہ ہوتی ہے اور
ہر ایک صفت اسکی نیستی کی چکّی کے اندر پیسی جاتی ہے اور وہی روح کی موت ہوتی ہے
اور پہر جو لوگ زندہ ہونے کے کام کرتے تہے وہی زندہ کیئے جاتے ہین کسی روح کی مجال
نہین کہ آپ زندہ رہ سکے کیا تم اختیار رکہتے ہو کہ نیند کی حالت مین تم اپنی اُن صفات اور حالات
اور علوم کو اپنے قبضہ مین رکہہ سکو جو بیداری مین تمکو حاصل ہین ؟ نہین بلکہ آنکھ بند کرنے
کے ساتھہ ہی روح کی حالت بدل جاتی ہے اور ایک ایسی نیستی اُس پر وارد ہوتی ہے
کہ تمام کارخانہ اسکی ہستی کا اُلٹ پلٹ ہو جاتا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ روح کی موت کے بارے
مین قرآن شریف مین فرماتا ہے

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ
قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
يَّتَفَكَّرُوْنَ - الجزو ۲۴ سورۃ الزمر -

(ترجمہ) خدا جانون کو جب اُنکی موت کا وقت آتا ہے اپنے قبضہ مین کر لیتا ہے یعنی وہ جانین
بے خود ہو کر الٰہی تصرف اور قبضہ مین اپنی موت کے وقت آ جاتی ہین اور زندگی کی خود اختیاری
اور خود شناسی اُن سے جاتی رہتی ہے اور موت اُن پر وارد ہو جاتی ہے یعنی بکلی وہ رو بہ نیست
کی طرح ہو جاتی ہین اور صفات حیات زایل ہو جاتی ہین اور ایسی روح جو در اصل مرتی نہین
مگر مرنے کے مشابہ ہوتی ہے وہ روح کی وہ حالت ہے کہ جب انسان سوتا ہے تب یہ حالت پیدا
ہوتی ہے اور ایسی حالت مین بہی روح خدا تعالیٰ کے قبضہ اور تصرف مین آ جاتی ہے اور

ایسا تغیر اس پروارد ہوجاتا ہے کہ کچھہ بھی اسکی دنیوی شعور اورادراک کی حالت اس کے اندر باقی نہیں رہتی - غرض موت اور خواب دونون حالتون مین خدا کا قبضہ اور تصرف روح پر ایسا ہوجاتا ہے کہ زندگی کی علامت جو خوداختیاری اور خودشناسی ہی بکلی جاتی رہتی ہی پھر خدا ایسی روح کو جس پر درحقیقت موت وارد کرچکاہے واپس جانے سے روک رکھتا ہے اور وہ روح جس پر اوس نے درحقیقت موت وارد نہین کی اُسکو پھر ایک مقررہ وقت تک دُنیا کیطرف واپس کردیتا ہے - اس ہمارے کاروبار مین اُن لوگون کیلیئے نشان ہین جو فکر اور سوچ کرنے والے ہین - یہ ہے ترجمہ معہ شرح آیت ممدوحہ بالا کا۔ اور یہ آیت موصوفہ بالا دلالت کررہی ہے کہ جیسی جسم پر موت ہی روحون پر بھی موت ہی لیکن قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہی کہ ابرار اور اخیار اور برگزیدون کی روحین چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہین کوئی تین دن کے بعد کوئی ہفتہ کے بعد کوئی چالیس دن کے بعد۔ اور یہ حیات ثانی نہایت آرام اور آسایش اور لذت کی اُنکو ملتی ہے یہی حیات ہے جسکو حاصل کرنیکے لیئے نیک بندے اپنی پوری قوت اور پوری کوشش اور پورے صدق و صفا کے ساتھہ خدا تعالی کیطرف جھکتے ہین اور نفسانی تاریکیون سے باہر آنے کیلیئے پورا زور لگاتے ہین اور خدا کی رضا جوئی کیلیئے تلخ زندگی اختیار کرتے ہین گویا مرہی جاتے ہین - غرض جیسا کہ آیۃ موصوفہ بالا بیان فرمارہی ہے روح کو بھی موت ہی جیسا کہ جسم کو اگرچہ اُس عالم کی نہایت مخفی کیفیتین اس تاریک دُنیا مین ظاہر نہین ہوتین لیکن بلاشبہ عالم رؤیا یعنی خواب کا عالم اُس عالم کیلیئے ایک نمونہ ہے اور جو موت اِس عالم مین روح پر وارد ہوتی ہے اس موت کا نمونہ عالم خواب مین بھی پایا جاتا ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ معًا آنکھ بند ہونیکے ساتھہ ہی ہماری روح کی تمام صفات اُلٹ پلٹ ہوجاتی ہین اور اس بیداری کا تمام سلسلہ فراموش ہو جاتا ہے اور تمام روحانی صفات اور تمام علوم جو ہماری روح مین تھے کالعدم ہوجاتے ہین اور حالت خواب مین وہ نظارے روح کے ہمارے پیش نظر آجاتے ہین جن سے ثابت

ہوتا ہے کہ اب وہ ہماری رُوح کچھ اور ہی ہے اور تمام صفات اُسکے جو بیداری مین تھے کھوئے گئے ہین اور یہ ایک ایسی حالت ہی جو موت سے مشابہ بلکہ ایک قسم کی موت ہے اور یہ قطعی اور یقینی دلیل اس بات پر ہے کہ وہ موت جو جسم کی موت کے ساتھہ روح پر وارد ہوتی ہے وہ ایسی موت کے ساتھہ مشابہ ہے جو نیند کی حالت مین روح پر وارد ہوتی ہے مگر وہ موت اس موت کی نسبت بہت بھاری ہے ۔ ٭

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وید نے اس بارے مین بڑی غلطی کی ہے کہ روحون کو بھی خدا تعالی کیطرح ازلی ابدی قرار دیا ہے پس اُس شخص سے زیادہ تر نادان کون ہے کہ جو ایسے ویدون کو جو سراسر غلطیون سے بھرے ہوئے اور مخلوق کو خدا کے برابر ٹھہرا کر شرک کی تعلیم دیتے ہین سرچشمہ علوم ٹھہراتا ہے مگر قرآن شریف روحون کو ازلی ابدی نہین ٹھہراتا ہے انکو مخلوق بھی مانتا ہے اور فانی بھی جیسا کہ وہ روحون کے مخلوق ہونیکے بارے مین صاف طور پر فرماتا ہے کہ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ یعنے جب قالب تیار ہو جاتا ہے تو اسکی تیاری کے بعد اسی قالب مین سے ہم ایک نئی پیدائش کر دیتے ہین یعنے رُوح اور ایسا ہی قرآن شریف مین ایک اور جگہ فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ٭ یعنے روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوتی ہے اور تمکو اس کا بہت تھوڑا علم ہے اور کئی محل مین خدا تعالی نے یہ بھی اشارہ فرمایا ہے کہ جس مادہ سے روح پیدا ہوتی ہے اسی مادہ کے موافق روحانی اخلاق ہوتے ہین جیسا کہ تمام درندون چرندون پرندون اور حشرات الارض پر غور کر کے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ نطفہ کا مادہ ہوتا ہے اسی کے مناسب حال روحانی اخلاق اس جانور کے ہوتے ہین۔ غرض آیات ممدوحہ بالا سے روحون کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایک اور آیت بھی روحون کا مخلوق ہونا ثابت کرتی ہے اور وہ یہ ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيْرًا ؕ الجزو ۱۸ سورۃ الفرقان یعنے خدا وہ ہے جس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ۔ اور کوئی چیز اسکی پیدائش سے باہر نہین اور اسنے

٭ حالت خواب مین [illegible]

٭ حاشیہ ۔ اس آیت کے معنی کئی طور کے مفسرین نے لکھے ہین اور یہ معنی بھی ان مین شامل ہین ۔ منہ

پیدا کر کے ہر ایک کے جسم اور طاقتوں اور قوتوں اور خواص اور صورت اور شکل کو ایک حد کے اندر محدود کر دیا تا اُسکا محدود ہونا محدّد پر دلالت کرے جو ذات باری عزّ اسمہٗ ہے مگر آپ وہ غیر محدود ہے اِس لیئے اُسکی نسبت سوال نہین ہو سکتا کہ اُسکا محدّد کون ہے۔ غرض آیت ممدوحہ بالا مین خدا تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ ہر ایک چیز جو ظہور پذیر ہوئی ہے مع اپنی تمام قوتوں اور طاقتوں کے خدا کی پیدا کردہ ہے پس یہی کامل توحید ہے جو خدا تعالیٰ کو تمام فیوض کا سرچشمہ قرار دیتی ہے اور کوئی ایسی چیز قرار نہین دیتی جو اسکی پیدا کردہ نہین یا اُسی کے سہارے سے جیتی نہین۔

پھر دوسرا حصہ اس توحید کا یہ ہے کہ جیسا کہ کوئی چیز بجُز خدا کے خود بخود موجود نہین ایسا ہی ہر ایک چیز بجز خدا کے اپنی ذات مین فانی اور ہالک ہونیسے بری نہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ یعنے ہر ایک چیز معرض ہلاکت مین ہے اور مرنیوالی ہے بجز خدا کی ذات کے کہ وہ موت سے پاک ہے۔ اور اسی طرح ایک اور آیت مین فرمایا کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ یعنے ہر ایک جو زمین پر ہے آخر مریگا پس جیسا کہ خدا نے اِس آیت مین کہ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ہے لفظ کل کے ساتھ جو احاطہ تامہ کیلیئے آتا ہے ہر ایک چیز کو جو اُسکے سوا ہے مخلوق مین داخل کر دیا۔ ایسا ہی اِس لفظ کل کے ساتھ اس آیت مین جو کُلُّ شَیْءٍ ہالک الا وجہہٗ ہے۔ اور نیز اس آیت مین کہ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ہے ہر ایک چیز کے لیئے بجز اپنی ذات کے موت ضروری ٹھہرا دی۔ پس جیسا کہ جسمی ترکیب مین انحلال ہو کر جسم پر موت آتی ہے ایسا ہی روحانی صفات مین تغیرات پیدا ہو کر روح پر موت آجاتی ہے مگر جو لوگ وجہ اللہ مین محو ہو کر مرتے ہین وہ بباعث اُس اتصال کے جو اُن کو حضرت عزت سے ہو جاتا ہے دوبارہ زندہ کیئے جاتے ہین اور اُنکی زندگی خدا کی زندگی کا ایک ظل ہوتا ہے اور پلید روحون مین بھی عذاب دینے کے لیئے ایک حسّ پیدا کی جاتی ہے مگر وہ نہ مردون مین داخل ہوتے ہین نہ زندون مین جیسا کہ ایک

شخص جب سخت درد مین مبتلا ہوتا ہے تو وہ بدحواسی کی زندگی اُس کے لیئے موت کے برابر ہوتی ہے اور زمین و آسمان اُسکی نظر مین تاریک وکھائی دیتے ہین انہین کے بارہ مین خدا تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ؕ یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہوکر آئے گا اُسکے لیئے جہنم ہے وہ اس جہنم مین نہ مرلگا اور نہ زندہ رہیگا اور خود انسان جبکہ اپنے نفس مین غور کرے کہ کیونکر اسکی روح پر بیداری اور خواب مین تغیرات آتے رہتے ہین تو بالضرور اُسکو ماننا پڑتا ہے کہ جسم کیطرح روح بہی تغیر پذیر ہے اور موت صرف تغیر اور سلب صفات کا نام ہے ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بہی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے اسی کیطرف اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین اشارہ فرماتا ہے جیساکہ وہ کہتا ہے وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ یعنی کیا تم اپنی جانون مین غور نہین کرتے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسانی روح مین بڑے بڑے عجیب و غریب خواص اور تغیرات رکہی گئے ہین کہ وہ اجسام مین نہین اور روحون پر غور کرکے جلد تر انسان اپنے رب کی شناخت کرسکتا ہے * جیساکہ ایک حدیث مین بہی ہے کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنے جس نے اپنے نفس کو شناخت کرلیا اُس نے اپنے رب کو شناخت کرلیا۔ پہر ایک اور جگہ قرآن شریف مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى یعنے مینے روحون کو پوچہا کہ کیا مین تمہارا پیدا کرنیوالا نہین تو تمام روحون نے یہی جواب دیا کہ کیون نہین۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ روحون کی فطرت مین یہی منقش اور مرکوز ہے کہ وہ اپنے پیدا کنندہ کی قایل ہین اور پہر بعض انسان غفلت کی تاریکی مین پڑکر اور پلید تعلیمون سے متاثر ہوکر کوئی دہریہ بنجاتا ہے اور کوئی آریہ اور اپنی فطرت کے مخالف اپنے پیدا کنندہ سے انکار کرنے لگتے ہین ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے باپ اور مان کی محبت رکہتا ہے یہان تک کہ بعض بچے مان کے مرنیکے بعد مرجاتے ہین پہر اگر

* جسقدر تغیرات اجسام پر آتے ہیں انسان زیادہ تر ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیونکہ جسمانی چیزیں جلد تر عادت میں داخل ہو جاتی ہیں لیکن روح کے تغیرات خاصکر مجاہدات کے وقت میں اور عالم کشف لیجا لتیں ایسی عجیب ہیں کہ انسان کو گویا خدا تعالیٰ کا چہرہ دکہا دیتی ہیں اور معرفت کی منازل کو طے کرنیوالے ہر ایک اپنے تغیر ترقی کے وقت محسوس کرتے ہیں کہ انکی پہلی حالت روح کی گویا ایک موت تھی اور جو دوسری حالت میں روح کو علم ... اور ادراک کا حصہ نصیب ہوا وہ پہلی حالت میں ہرگز نہ تہا بلکہ ظاہری علوم کی تحصیل کرنیوالے بہی اس بات کے قائل ہوسکتے ہیں کہ روح پہلے کیا تہی کس قدر جہالت میں غرق تہی اور جب اس کو بہت سے علوم سے حصہ ملا تو کیسی نئی روشنی اس کے اندر آگئی۔ منہ

انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اُسکی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کسنے اُنکی فطرت پر چھڑک دیا ہے اور کیوں انسان جب اُسکی آنکھہ کہلتی ہے اور پردہ غفلت دور ہوتا ہے تو دل اُسکا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور محبت الٰہی کا دریا اُسکے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو اُنکو محبت الٰہی میں دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے وہ خدا کی محبت میں ایسے کہوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اُسکی راہ میں قربان کرنیکو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کیساتھ روحوں میں رکھہ دیں یہ مقام سوچنے کا مقام ہے اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کنجی ہے ؛

یہ بھی طبعی تحقیقاتوں سے ثابت ہے کہ تین سال تک انسان کا پہلا جسم تحلیل پا جاتا ہے اور اُس کے قایم مقام دوسرا جسم پیدا ہو جاتا ہے اور یہ یقینی امر ہے جیساکہ دیکھا جاتا ہے کہ جب انسان کسی بیماری کی وجہ سے نہایت درجہ لاغر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ مشت استخوان رہ جاتا ہے تو صحت یابی کے بعد آہستہ آہستہ پھر وہ ویسا ہی جسم تیار ہو جاتا ہے سو اسی طرح ہمیشہ پہلے اجزاء جسم کے تحلیل پاتے جاتے ہیں اور دوسرے اجزاء اُنکی جگہ لیتے ہیں۔ پس جسم پر گویا ہر آن ایک موت ہے اور ایک حیات ہے ایسا ہی جسم کیطرح روح پر بھی تغیرات وارد ہوتے رہتے ہیں اور اس پر بھی ہر آن ایک موت اور ایک حیات ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ جسم کے تغیرات ظاہر اور کھلے کھلے ہیں مگر جیساکہ روح مخفی ہے ایسا ہی اُسکے تغیرات بھی مخفی ہیں اور روح کے تغیرات غیر متناہی ہیں جیساکہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ روح کے تغیرات غیر محدود ہیں یہاں تک کہ بہشت میں بھی وہ تغیرات ہوں گے مگر وہ تغیرات رو بترقی ہونگے اور روحیں اپنی روحانی صفات میں

آگے سے آگے بڑھتی جائیگی اور پہلی حالت سے دوسری حالت ایسی ہی طور بلند تر ہو جائے گی گویا پہلی حالت بہ نسبت دوسری حالت کے موت کے مشابہ ہوگی۔

+ آریہ مذہب کے لوگ یہ بھی روحوں کی انادی ہونے پر ایک دلیل پیش کرتے ہیں کہ پرمیشر قدیم ہے اور اسکی صفات بھی قدیم ہیں اور روحوں کے حادث ماننے سے پرمیشر کے صفات کا بھی حادث ہونا لازم آتا ہے اس لیئے ماننا پڑا کہ روحیں حادث نہیں ہیں۔ مگر معلوم نہیں کہ یہ لوگ کس قدر جہالت میں غرق ہیں کہ مونہہ سے تو کچھہ نکلتا ہے اور عقیدہ کچھہ اور ہوتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس حالت میں روحیں ان کے نزدیک پرمیشر کی پیدا کردہ نہیں اور قدیم سے خود بخود اور پرمیشر کی طرح ازلی اور انادی ہیں اور پرمیشر کا ہاتھہ اُن کو چھوا بھی نہیں گیا تو پھر پرمیشر کی صفات سے انکو کیا تعلق ہے اور اُن کو قدیم ماننے سے پرمیشر کی کونسی صفت ثابت ہوتی ہے کیونکہ وہ پرمیشر سے بالکل بے تعلق ہیں۔ ہاں یہ بات سچ ہے کہ خدا کی صفات خالقیت رازقیت وغیرہ قدیم ہیں حادث نہیں ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی صفات قدیمہ کے لحاظ سے مخلوق کا وجود نوعی طور پر قدیم ماننا پڑتا ہے نہ شخصی طور پر یعنے مخلوق کے نوع قدیم سے چلی آتی ہے ایک نوع کے بعد دوسری نوع خدا پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ سو اسی طرح ہم ایمان رکھتے ہیں اور یہی قرآن شریف نے ہمیں سکھایا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ انسان سے پہلے کیا کیا خدا نے بنایا۔ مگر اس قدر ہم جانتے ہیں کہ خدا کے تمام صفات کبھی ہمیشہ کیلئے معطل نہیں ہوئے ‡ اور خدا تعالیٰ کی قدیم صفات پر نظر کرکے مخلوق کے لیئے قدامت نوعی ضروری ہے مگر قدامت شخصی ضروری نہیں ہے۔ ×

× حاشیہ + بعض صفات باری کی نسبت اضافی حدوث مانا جاتا ہے جیسا کہ جب بچہ پیٹ میں ہوتا ہے تو خدا کا علم بموجب واقع کے مطابق ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ وہ پیٹ میں ہے اور جب بچہ پیدا ہو کر اپنی حالت میں ایک تغیر پیدا کرتا ہے تو خدا کے علم میں بھی وہ تغیر آجاتا ہے مگر باوصف اسکے خدا کی سب صفات قدیم ہیں۔ منہ

‡ [illegible] ہمیشہ کیلئے معطل نہیں ہوئے [illegible] خدا کی صفات میں سے ایک وحدت بھی ہے [illegible] کیونکہ اسکی ذات [illegible] کسی دوسری [illegible] نوع وغیرہ [illegible] ایک زمانہ ایسا بھی گذرا ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجودات کا نشان نہ تھا تا اپنی وحدت کی صفت کو ثابت کرے اور ایسا ہی پہلے بھی زمانہ آچکا ہے۔ منہ

آریون کی بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ خدا کی بے انتہا قدرتون اور بے انتہا اسرار کو اپنے نہایت محدود علم کے پیمانہ سے ناپتے ہین اور جو باتین انسان کیلئے غیر ممکن ہین وہ خدا کے نزدیک بھی غیر ممکن ٹھہراتے ہین - اسی بنا پر انکا اعتراض ہے کہ روحین کہان سے پیدا ہوئین اور مادہ کہان سے پیدا ہوا - تعجب کہ وہ پہلے کیون اس سوال کو حل نہین کرتے کہ خدا کہان سے اور کس طرح پیدا ہوا جبکہ اس بات کو ماننا پڑتا ہے کہ خدا کی قدرتین ناپیدا کنار ہین اور اسکے اسرار وراء الورا ہین اور ہمارے مشاہدات اسکے گواہ ہین تو پھر یہ بیہودہ منطق خدا تعالیٰ کی قدرت کی نسبت کیون استعمال کیجاتی ہے جس حالت مین دنیا کے لوگ بھی اپنی عجیب در عجیب ایجادون کیساتھ لوگونکو حیران کر دیتے ہین اور ایسے عمیق اسرار سائنس کے نکلتے آتے ہین کہ ہزارون فلاسفر اس زمانہ سے پہلے ایسی گذر گئے ہین کہ ان خواص کو از قبیل محالات سمجھتے تھے تو پھر خدا تعالیٰ کے عمیق اسرار پر کیون اعتراض کئے جاتے ہین ؟ جو کچھ ہمارے مشاہدہ مین ہر روز آتا ہے کیا ہم اپنے عقلی ہتھیارون کے ذریعہ سے اسکی تہ تک پہنچ سکتے ہین ؟ زمین مین مثلاً ایک کنک کا دانہ بویا جاتا ہے پھر اس مین سے سبزہ نکلتا ہے اور ٹہنیان پیدا ہوتی ہین اور خوشہ لگتا ہے اور ایک دانہ سے کئی دانے ہو جاتے ہین کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اتنی چیزین صرف ایک دانہ سے کیونکر پیدا ہو جاتی ہین اگر صرف ہست سے ہست مانا جائے تو ایک دانہ کے عوض مین صرف بقدر ایک دانہ پیدا ہونا چاہیئے باقی سب نیست سے ہست قبول کرنے پڑتے ہین - ایسا ہی اگر آم کا ایک پھل زمین مین بویا جاوے تو اس سے ایک بڑا درخت آہستہ آہستہ پیدا ہوتا ہے اور بہت سی شاخین نکالتا ہے اور پھول لاتا ہے اور آخر ہزارون آم اس پر لگتے ہین کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیا ماجرا ہے آم جو بویا گیا وہ تو صرف ایک تھا پس یہ انبار لکڑیون اور پتون اور پھولون کا کہان سے پیدا ہو گیا - کیا اگر یہ نیستی سے ہستی نہین تو اور کیا ہے ؟ پس سچ تو یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اناج اور پھلون کے پیدا کرنے مین نیستی سے ہستی نہ کرتا تو

ایک دانہ کے عوض میں صرف ایک دانہ پیدا ہوتا تو تھوڑے ہی دنون مین سب لوگ مرجاتے عقلی طور پر تو صرف یہ ماننا پڑتا ہے کہ ایک دانہ کے جگہ صرف ایک ہی دانہ پیدا ہو باقی جو کچھ خدا تعالی پیدا کر کے دکہاتا ہے وہ سب عقل سے برتر اور نیستی سے ہستی ہے۔ مگر افسوس ان کافر نعمت لوگون پر جو ہمیشہ نیستی سے ہستی دیکھتے ہین اور وہی اناج اور پہل جو نیست سے ہست ہوتے ہین اُن کو کہا کر وہ زندہ رہتے ہین لیکن پہر وہ سب کچھ دیکھ کر بہی خدا کی قدرتون سے منکر ہو جاتے ہین اور اعتراض شروع کر دیتے ہین کہ خدا نیست سے کیون کر ہست کر دیتا ہے اور منہ سے کہتے ہین کہ خدا سرب شکتی مان اور قادر ہے مگر دراصل وہ اُس کو قادر نہین سمجھتے یہ تو ظاہر ہے کہ جبتک خدا اپنی قدرتین نہ دکہلاوے اُس کا قادر ہونا کیون کر ثابت ہو اور اگر انسانی قدرت کی حد تک ہی اُسکی قدرتین ہون تو اُس مین اور انسان مین فرق کیا ہو؟ قرآن شریف مین خدا تعالی ایک جگہ مثال کے طور پر فرماتا ہے

كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ سورہ بقرہ

یعنے خدا کی راہ مین جو لوگ مال خرچ کرتے ہین اُن کے مالون مین خدا اس طرح برکت دیتا ہے کہ جیسے ایکدانہ جب بویا جاتا ہے تو گو وہ ایک ہی ہوتا ہے مگر خدا اُس مین سے سات خوشے نکال سکتا ہے اور ہر ایک خوشہ مین سو دانے پیدا کر سکتا ہے یعنی اصل چیز سے زیادہ کر دینا یہ خدا کی قدرت مین داخل ہے اور درحقیقت ہم تمام لوگ خدا کی اسی قدرت سے ہی زندہ ہین اور اگر خدا اپنی طرف سے کسی چیز کو زیادہ کرنے پر قادر نہ ہوتا تو تمام دنیا ہلاک ہو جاتی۔ اور ایک جاندار بہی روئے زمین پر باقی نہ رہتا۔ پس خدا کی اسی قدرت نے جو نیست سے ہست کرتا ہے تمام دنیا کو بچار کہا ہے انسان کی سخت بد ذاتی ہے جو اُسکو اپنی قدرت نمائی مین عاجز سمجھے اور اُسکو نیست سے ہست کرنے پر قادر خیال نہ کرے۔ ہم دیکھتے ہین کہ انسانی ایجادین بہی بعض ایسے کام دکہاتی ہین کہ گویا نیست سے ہست کرتی ہین مثلاً فونوگراف مین جو آواز بند کی جاتی ہے اور وہ اس انسان کے ٹہیک ٹہیک لہجہ پر جسکی آواز بند کی

گئی ہے نکلتی ہے کیا اس ایجاد سے پہلے کسی کو سمجھہ آسکتا تہا کہ آواز مین یہ بہی صفت ہے کہ وہ خاص قسم کے ظروف مین بند ہو سکتی ہے اور پہر اصل آواز کی طرح پیدا ہو کر سنائی دیتی ہے اور سال ہا سال اور مدتہائے دراز تک بند رہ سکتی ہے اور پہر جب اُس آواز کا سنانا منظور ہو تو ایسے طور سے نکلتی ہے کہ گویا وہ انسان جسکی آواز بند کی گئی ہے بول رہا ہے کیا یہ نیست سے ہست نہین اگر اس طبعی راز کا کسی کو علم نہ ہو تو وہ ایسی آواز سے ڈریگا اور خیال کریگا کہ شاید اِس مین کوئی جن بول رہا ہے۔

اِسی طرح اِس زمانہ مین ہزارہا سائنس کے اسرار کا پردہ کہلتا جاتا ہے جو کسی زمانہ مین نیست کے طور پر سمجہے جاتے تہے اور وہ عمیق در عمیق علم طبعی کے خواص نئی ایجادون کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے جاتے ہین کہ انسان کی عقل حیران رہ جاتی ہے پہر تعجب آتا ہے کہ ایسے زمانہ مین وہ نادان بہی ہین کہ جو خدا تعالی کے اسرار قدرت پر اعتراض کرتے ہین اور کہتے ہین کہ رُوح نیست سے کیونکر ہست ہو جاتی ہے اور دیکہتے ہین کہ دنیا مین ہزارون چیزین نیست سے ہست ہو رہی ہین مثلاً ایک دہات جو بالکل نیست ہو جاتی اور مرجاتی ہے وہ شہد اور سہاگہ اور گہی مین جوش دینے سے پہر زندہ ہو جاتی ہے جیسے پنجابی مین کہاہے شہد سہاگہ گہی موئی دہات وا ایہو جی یعنی شہد سہاگہ اور گہی جو ہے مری ہوئی دہات کی یہی جان ہے۔ اور اسرار قدرت الہی مین سے ایک یہ بہی دیکہا گیا ہے کہ جب ایک گلہری کو پتہر یا سوٹے سے مارا جائے اور وہ بظاہر بالکل مرجائے مگر ابہی تازہ ہو تو اگر اُسکے سر کو گوبر مین دبایا جائے تو چند منٹ مین وہ زندہ ہو کر بہاگ جاتی ہے کہی بہی اگر پانی مین مرجائے تو وہ بہی زندہ ہو کر پرواز کر جاتی ہے اور بعض جانور جیسے زنبور اور دوسرے حشرات الارض سخت سردی کے ایام مین مرجاتے ہین اور زمین مین یا دیوارون کے سوراخون مین چمٹے رہتے ہین اور جب گرمی کا موسم آتا ہے تو پہر زندہ ہو جاتے ہین ان اسرار کو بجز خدا تعالی کون سمجہہ سکتا ہے ایسا ہی بعض نباتی اور معدنی

چیزین علیحدہ علیحدہ ہونے کی حالت مین تو ایک خاصیت نہین رکھتین مگر ترکیب کے
بعد اُن مین ایک نئی خاصیت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً شورہ اور گندہک اور کوئلہ ایک خاص
ترکیب سے بارود بنجاتا ہے اور اگر چاہین کہ صرف شورہ یا صرف گندہک یا صرف کوئلہ سے
بارود بنایا جائے تو یہ غیر ممکن ہوتا ہے اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ ترکیب سے ایک نئی
چیز پیدا ہو سکتی ہے اور شاید اِسی بنا پر کیمیا کے طالب سونا اور چاندی بنانے کے
سودا مین لگے رہتے ہین مگر کوئی کیمیا ایسی نہین جیسا کہ خدا کی محبت اور خدا کی طرف
ایسا جھکنا جیسا کہ شیرخوار بچہ اپنی مان کیطرف جھکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ تمام دُنیا پر نظر ڈالکر ہر ایک طرف سے گواہی ملتی ہے کہ نیست سے
ہست ہوتا ہے پس اسی طرح خدا مرد اور عورت کے نطفہ سے روح کو پیدا کر دیتا ہے
سچا فلسفہ یہی ہے اور سچا علم یہی ہے جس پر ہزارہا تجارب گواہی دے رہے ہین۔ پس وید
جو اس کے مخالف تعلیم دیتا ہے اسی بات سے سمجھہ لینا چاہیئے کہ وہ سرچشمہ علوم ہرگز نہین
ہے بلکہ گمراہیون اور غلطیون کا سرچشمہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ وید نے ہر ایک پہلو سے
راستی کو چھوڑ دیا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ خدائے عزّوجلّ کی عبادت دو قسم کی ہے۔
(۱) ایک توبہ و استغفار یعنی اُسکے آستانہ پر جھک کر اپنے گناہون کا اقرار کرنا اور نہایت
تذلّل اور انکسار اور فنا کی حالت بنا کر اس سے اپنے گناہون کی معافی چاہنا اور طہارت و تقویٰ
کے حصول کیلئے اُسکی مدد کی درخواست کرنا اور سچے دل سے اُسکی جناب مین عہد کرنا کہ پھر
ایسا گناہ نہ کرینگے (۲) دوسری قسم کی عبادت یہ ہے کہ اُسکی تمام خوبیون اور کمالات
کا ذکر کر کے اُسکو یاد کرنا اور اسکی صفات ذاتیہ اور اضافیہ کا اقرار کر کے اسکی حمد و ثنا مین
مشغول رہنا۔ صفات ذاتیہ یہ کہ وہ اپنے کمال ذات اور ابدیت اور ازلیت اور تمام قدرتون
اور طاقتون اور علم مین واحد لاشریک ہے اور صفات اضافیہ یہ کہ اس نے ہر ایک چیز کو
پیدا کیا ہے تا اپنی خالقیت ثابت کرے اور اس نے بغیر کسی کے عمل کے زمین و آسمان کی

ہزارون نعمتین انسانون کیلیئے مہیا کی ہین تا اپنی رازقیت ثابت کرے اور وہ اِسی دُنیا مین عبادت اور مجاہدہ کرنیوالون کو ایک خاص عزت بخشتا اور خاص تائید کے ساتھ ان مین اور ان کے غیرون مین فرق کرکے دکھلا دیتا ہے اور اپنے قرب اور مکالمہ مخاطبہ کا شرف اُنکو بخشتا ہے تا اپنی رحیمیت ثابت کرے اور قیامت کو ہر ایک فرمان بردار اور نافرمان کو اپنی مرضی کے موافق جزا و سزا دیگا تا اپنا مالک جزا و سزا ہونا ثابت کرے - یہ ہین دونون قسم عبادت کے جو اصل حقیقت پرستش ہے اور ظاہر ہے کہ وید دونون قسمون کا مخالف اور منکر ہے چنانچہ اُسکے نزدیک توبہ کرنا محض فضول اور بے فایدہ ہے اور استغفار سراسر بیہودہ اور بیکار ہے ایسا ہی دوسری قسم عبادت کا حال ہے کیونکہ بموجب آریہ سماج کے اصول کے اُنکا پرمیشر اپنی ازلیت ابدیت مین واحد لاشریک نہین اور اِس صفت مین تمام روحین اُسکی شریک ہین اور نیز وہ پیدا کرنے والا ارواح اور ذرات عالم کا نہین اور اسمین نہ رحمانیت کی صفت ہے اور نہ رحیمیت کی صفت اور نہ وہ مالکون کی طرح جزا و سزا دینے پر قادر ہے لہذا وہ کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہین ہے اور نہ کوئی اسمین خوبی ہے ایسا ہی وید نے خدا کی معرفت کا کوئی طریقہ نہین بتلایا - اور وید کی رو سے ثابت نہین ہوتا کہ پرمیشر موجود بھی ہے کیونکہ جب کہ وہ پیدا کرنے والا ہی نہین تو کس دلیل سے اُسکا موجود ہونا شناخت کیا جاوے غرض وید کے ذریعہ سے نہ خدا تعالیٰ کی شناخت ممکن ہے اور نہ اُسکی عبادت ہو سکتی ہے پھر نہ معلوم کہ وید کو سرچشمہ علوم کن معنون سے کہتے ہین اور اُسکی تعلیم کو عالمگیر کیون کہا جاتا ہے شاید اِن معنون سے کہتے ہون کہ چونکہ وید آگ اور پانی اور چاند اور سورج اور دوسرے عناصر کی پرستش کی تعلیم دیتا ہے اور یہ چیزین ہر ایک حصہ ملک مین بکثرت پائی جاتی ہین اور عالمگیر ہین اِسلئے ماننا پڑا کہ وید کی تعلیم عالمگیر ہے -

پھر مضمون پڑہنے والے نے الہامی کتاب کی یہ شرط بھی پیش کی کہ ملہمین کی زندگی پوتر ہو یعنے پاک ہو - اِس سے اُسکا یہ مطلب تہا کہ نعوذ باللہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی زندگی پوتر نہین تہی جیساکہ آگے چل کر اُس نے اپنے اس دلی گند کو کہلے کہلے طور پر ظاہر کر دیا ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ کسی کی پاک اور پوتر زندگی کو کوئی نہین جانتا مگر خدا جو عالم الغیب ہے جن لوگون نے خدا کے پاک نبیون کو مفتری اور شریر قرار دیا اور طرح طرح کے گناہون سے اُن کو آلودہ سمجہا وہ اُس دن تک اپنی غلطیون کو سچ سمجہتے رہے جبتک کہ خدا کے ہاتہ نے اُن کو ہلاک نہ کیا۔ موسیٰ نبی کے زمانہ مین فرعون کے دل مین یہی خیال سما گیا تہا کہ موسیٰ جہوٹا اور مفتری ہے آخر خدا نے اسکو مع اسکی فوج کے دریائے نیل مین غرق کر کے یہ ثابت کر دیا کہ فرعون جہوٹا اور موسیٰ سچا ہے۔ پہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت مین یہودیون نے حضرت عیسیٰ کو جہوٹا قرار دیا اور ناپاک تہمتین اُن پر اور اُنکی ماں پر لگائین آخر خدا نے اُن کے منصوبون سے حضرت عیسیٰ کو بچا لیا۔ اور اُن کو انواع و اقسام کے عذاب سے ہلاک کیا۔ اور پہر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور اُس زمانہ کے شریر اور حرام کار لوگ آن جناب کے دشمن ہو گئے اور مفتری اور کذاب سمجہنے لگے یہان تک کہ بدر کی لڑائی کے وقت مین ایک شخص مسمی عمرو بن ہشام نے جس کا نام پیچہے سے ابو جہل مشہور ہوا جو کفار قریش کا سردار اور سرغنہ تہا ان الفاظ سے دُعا کی

اَللّٰھُمَّ مَنْ کَانَ مِنَّا اَفْسَدَ فِی الْقَوْمِ وَاَقْطَعَ لِلرَّحِمِ فَاَحِنْہُ الْیَوْمَ یعنی

اے خدا جو شخص ہم دونون مین سے [اس لفظ سے مراد اپنے نفس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیا] تیری نگہ مین ایک مفسد آدمی ہے اور قوم مین پہوٹ ڈال رہا ہے اور باہمی تعلقات اور حقوق قومی کو کاٹ کر قطع رحم کا موجب ہو رہا ہے آج اسکو تو ہلاک کر دے اور ان کلمات سے ابو جہل کا یہ منشاء تہا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مفسد آدمی ہین اور قوم مین پہوٹ ڈال کر ناحق قریش کے مذہب مین ایک تفرقہ پیدا کر رہے ہین اور نیز انہون نے تمام حقوق قومی تلف کر دئیے ہین اور قطع رحم کا موجب ہو گئے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ ابو جہل کو یہی یقین تہا کہ گویا نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوتر

اور پاک نہین ہے تبہی تو اُس نے درد دل سے دعا کی۔لیکن اِس دعا کے بعد شاید ایک گھنٹہ بہی زندہ نہ رہ سکا۔ اور خدا کے قہر نے اُسی مقام مین اُس کا سر کاٹ کر پہینکدیا اور جنکی پاک زندگی پر وہ داغ لگاتا تہا وہ اس میدان سے فتح اور نصرت کے ساتہہ واپس آئے*۔ پس کسی بدذات دہریہ کا یہ کام ہے کہ باوجودیکہ خود خدا نے اس نبی کی پوتّرا اور پاک زندگی پر شہادت دی مگر پہر بہی وہ خدا کی گواہی کو قبول نہ کرے یہ بات ہر ایک عقلمند سمجہہ سکتا ہے کہ انسان کی پاکی یا پلیدی ہزارون پردون کے اندر رہوتی ہے اور اُسکو کوئی نہین جانتا۔ مگر محض خدا اور جیسا کہ ایک ناپاک طبع آدمی اپنی ناپاکی کو پوشیدہ رکہتا ہے تا ایسا نہو کہ کوئی اس پر اطلاع پاوے ایسا ہی وہ آدمی جو پاک سرشت ہو اور خدا کے ساتہہ ایک گہرا تعلق رکہتا ہے وہ اپنے ان مخفی تعلقات کو ظاہر نہین کرتا جو خدا سے اُسکے ہین اور ایسا چہپاتا ہو جیسا کہ گنہگار اپنے گنہ کو۔ اور اگر کوئی اُسکے ان پوشیدہ اسرار پر اطلاع پائے جو خدا کے ساتہہ وہ رکہتا ہے تو وہ ایسا شرمندہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ ایک بدکار عین بدکاری مین پکڑا جائے خالص محبت الٰہی اور خالص عشق الٰہی اخفاء کو چاہتا ہے اس لئے پاک لوگون کے اندرونی اسرار پر کوئی واقف نہین ہو سکتا۔ ہان خدا نہین چاہتا کہ وہ مخفی رہین اور وہ اپنے دوستون کیلئے اس قدر غیرت مند ہے کہ کوئی دنیا مین ایسا غیرت مند نہین ہوگا وہ ان کے لئے بڑے بڑے کام دکہاتا ہے اور انکی عزت کو تمام دنیا مین شہرت دیتا ہے ناوان دشمن چاہتا ہے کہ وہ معدوم ہو جائین اُن کا نام ونشان نہ رہے وہ ذلیل اور بدنام ہو جائین اور انکی زندگی ناپاک اور ملوث ثابت ہو اور ہزارون تہمتون کا انبار لوگون کے سامنے رکہدیتا ہے مگر وہ جو اُن کے دل کو دیکہتا ہے اور اُن کے پاک تعلق پر اطلاع رکہتا ہے وہ اس شریر دشمن کے مقابل پر آپ کہڑا ہو جاتا ہے اور اس کی غیرت اپنے اُس پیارے کیلئے جوش مارتی ہے تب وہ لاکہون تہمتون کو ایک ہی کرشمہ قدرت سے کالعدم کر دیتا ہے۔

اور اگر کہو کہ ابوجہل کے مارے جانیکا معاملہ دور دراز کا معاملہ ہے جس پر تیرہ سو برس

* حاشیہ۔ اسی پاک زندگی کے ثبوت کیلئے ایک اور تاریخی واقعہ ہے جو مسلمانونکی کتابوں میں متواترات سے ہے اور وہ یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے بادشاہونکی طرف خط لکہے کہ میں خدا کا رسول ہوں تم مجہپر ایمان لاؤ تو منجملہ ان بادشاہوں کے خسرو پرویز بہی تہا ... جو اپنے تئیں عجم اور عرب کا بادشاہ سمجہتا تہا وہ اس خط کو سنکر بہت ناراض ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب خیال کرکے گرفتاری کا حکم دیا کیونکہ عرب کا ملک بہی اُسکی حکومت کے متعلق تہا جو یمن کے صوبہ کی ماتحت تہا جب اس کے سپاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنیکے لئے آئے تو آپ نے فرمایا کہ کل صبح جواب دونگا جب وہ صبح کیوقت حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم کس کے پاس مجہے لیجانا چاہتے ہو آج رات میرے خداوند نے تمہارے خداوند کو قتل کر دیا ہے اور قتل کیلئے اس کے بیٹے شیرویہ کو اسپر مسلط کیا پس پاک زندگی اسکو کہتے ہیں جس کے لئے خدا دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے کیا وید کے رشیوں میں اس کا کوئی نمونہ ہے۔ منہ

گذر گئے ہم کیونکر یقینی طور پر سمجھہ لیں کہ ابوجہل نے درحقیقت ایسی دعا مباہلہ کے رنگ میں کی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اُسی دن وہ خود ہی قتل کیا گیا تھا شاید یہ قصہ ہی غلط ہو جو مسلمانوں نے آپ بنا لیا ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہ قصہ صحیح ہے اور بہت پرانی کتابوں میں اسکا تذکرہ ہے اور کسی مخالف نے اس سے انکار نہیں کیا اور بہت سے طریقوں سے یہ قصہ ثابت ہے یہانتک کہ لسان العرب میں بھی جو اسلام کی ایک پرانے زمانہ کی لغت کی کتاب ہے اسمیں بھی یہ قصہ لکھا ہے پھر ایسی متواترات سے کیونکر انکار ہو سکتا ہے؟

اور اگر کسی نادان دشمن کی اب بھی تسلی نہ ہو تو ہم ایک تازہ ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پوتر اور پاک ہونے کا لکھتے ہیں جس پر لیکھرام آریہ نے اپنے مارے جانے سے مُہر لگادی ہے واضح ہو کہ مضمون پڑھنے والے نے جس قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کئے ہیں وہ صرف آنکھیں بند کرکے لیکھرام کی کتابوں میں سے لکھے ہیں اور یہہ لیکھرام کا ہی دعویٰ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوتر اور پاک نہیں تھی اور اسکے نزدیک وبیدوں کے رشیوں کی زندگی پاک تھی اسی نفسانی خیال کی وجہ سے وہ قادیان میں آیا میںنے اُسکو بہت سمجھایا کہ خدا کے پاک نبی پر حملہ کرنا اچھا نہیں مگر وہ خدا کی عظمت اور قدرت کا منکر تھا اُسکو اس بات کی کچھہ بھی پروا نہیں تھی کہ خدا سے ڈرے اور راہ راست کو انصاف کے ساتھہ دیکھے اور اسکی شوخی حد سے بڑھ گئی تھی اور بجز ٹھٹھے اور ہنسی اور گالی کے کوئی اُس کا شیوہ نہ تھا آخر میںنے اُسکو مباہلہ کیلئے بُلایا یعنے اِس بات کیلئے کہ وہ بجائے خود اور میں بجائے خود دعا کروں کہ خدا جھوٹے کو ہلاک کرے اور اس طرح پر مجھہ میں اور اسمیں فیصلہ کر دے پس بددعا کیوقت مجھہ کو خدا نے اُسکی نسبت بشارت دیدی کہ وہ چھہ برس کے اندر قتل کے ذریعہ سے جوانا مرگ مریگا اور عید کے بعد جو دن آتا ہے اس میں یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ ایسا ہی لیکھرام نے میرے مقابل پر اپنا مباہلہ چھپوا دیا یعنی یہ دعا کہ سچے کے حق میں خدا فیصلہ کرے اور جھوٹے پر اپنا قہر نازل کرے یہ دعا اُس نے اپنی

کتاب مین ابوجہل کیطرح بڑے درود ل سے لکھی ہے اور خدا سے فیصلہ چاہا ہے پس خدا نے اسکے قتل کیئے جانے سے یہ فیصلہ کر دیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب مین جہوٹا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت پوتر اور پاک اور صادق ہین اور نیز یہ کہ موجودہ ویدون کی تعلیم صحیح نہین ہے پہر نہ معلوم کہ اِس خدائی فیصلہ کے بعد مضمون پڑہنے والے نے دوبارہ اعتراض کیون پیش کر دیا کیا اس کو خدائی فیصلہ سے تسلی نہ ہوئی اور اگرچہ ہم لیکہرام کا یہ مباہلہ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی مین درج کر چکے ہین مگر پہر بہی آریہ صاحبون کی خاطر سے اس جگہ بہی درج کر دیتے ہین اور ہم انکو متنبہ کرتے ہین کہ پوتر اور پاک کی یہ نشانی ہے جو خدا کی گواہی سے اُس کا پاک ہونا ثابت ہو نہ صرف دعوے جیساکہ وید کے رشیون کے بارے مین کیا جاتا ہے بہلا بتلاؤ کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ وید کے رشی پوتر تہے کونسی خدا نے گواہی اُن کے پوتر ہونیکے بارے مین دی ہے اُنکی گندی تعلیمین نیوگ وغیرہ صاف بتلا رہی ہین کہ اُنہون نے پاک راہ کی طرف ہدایت نہین کی پہر وہ آپ کیونکر پاک اور پوتر ٹہہر سکتے ہین اب ہم ذیل مین لیکہرام کا مباہلہ درج کرتے ہین ۔

مضمون مُباہلہ

میں نیاز النیام لیکہرام ولد پنڈت تارا سنگھ صاحب شرما مصنف تکذیب براہین احمدیہ و رسالہ ہذا اقرار صحیح بدرستی ہوش وحواس کر کے کہتا ہون کہ مینے اول سے آخر تک رسالہ سرمہ چشم آریہ کو پڑہ لیا اور ایکبار نہین بلکہ کئی بار اس کے دلایل کو بخوبی سمجہہ لیا بلکہ اُن کے بطلان کو بروئے ست دھرم رسالہ ہذا مین شایع کیا۔ میرے جی مین مرزا جی کی دلیلون نے کچہہ بہی اثر نہ کیا اور نہ وہ راستی کے متعلق ہین ۔ میں اپنے جگت پتا پرمیشر کو ساکہی جانکر اقرار کرتا ہون کہ جیسا کہ ہر چہار وید مقدس مین ارشاد ہدایت بنیاد ہے اُس پر مین پختہ یقین رکہتا ہون کہ میری روح اور تمام ارواح کو کبہی نیستی یعنے قطعی ناش نہین ہے اور نہ کبہی ہوا اور نہ ہوگا ۔ میری روح کو کسی نے

نیست سے ہست نہین کیا (یعنی میری روح کا کوئی پیدا کرنیوالا نہین بلکہ خود بخود قدیم سے ہی) بلکہ ہمیشہ سے پرماتما کی انادی قدرت مین رہا اور رہیگا† ایساہی میرا جسمی مادّہ یعنی پرکرتی یا پرانو بھی قدیمی یا انادی پرماتما کے قبضۂ قدرت مین موجود ہین کبھی مفقود نہین ہون گے اور تمام جگت کا سرجن ہار ایک ہی کرتا ہے دوسرا کوئی نہین - مین پرمیشر کیطرح تمام دنیا کا مالک

---

†حاشیہ - یہ کیسا فضول فقرہ ہے کہ ہمیشہ سے پرماتما کی انادی قدرت مین رہا اور رہیگا ظاہر ہے کہ جبکہ ارواح بقول آریہ سماج کے اپنی تمام طاقتون اور قوتون کے ساتھ قدیم سے خود بخود ہین تو پھر انکو پرمیشر کی قدرت کے ساتھ تعلق ہی کیا ہے ان قوتون کو نہ پرمیشر بڑھا سکتا ہے نہ گھٹا سکتا ہے اور نہ ان مین کسیطرح کا تصرف کرسکتا ہے وہ تمام ارواح تو بقول آریون کے اپنے وجود کے آپ ہی پرمیشر ہین اور ایک ذرّہ بھی پرمیشر کا ان پر احسان نہین - پس یاد رہے کہ یہ مقولہ لیکھرام اور اسکے دوسرے ہم مذہبون کا کہ ارواح پرماتما کی انادی قدرت مین رہتے ہین اور رہین گے یہ صرف اپنے غلط مذہب کی پردہ پوشی کیلئے بولا جاتا ہے کیونکہ انسان کا کانشنس اسکو ہر وقت ایسی بیہودہ عقاید پر ملزم کرتا ہے اگر خدا روحون اور انکی قوتون اور ذرات عالم اور انکی قوتون کا پیدا کرنیوالا نہین تو پھر وہ انکا خدا بھی نہین ہوسکتا اور یہ کہنا کہ اگرچہ ہم ارواح کو ان کے تجرّد کی حالت مین خدا کے بندے اور مخلوق نہین کہہ سکتے کیونکہ اس نے ان کو نہین بنایا لیکن جب پرمیشر ارواح کو اجسام مین ڈالتا ہے تو اس قدر اپنی کارروائی سے انکا پرمیشر بنجاتا ہے یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ جس پرمیشر نے ارواح اور پرمانوؤن کو معہ انکی تمام قوتون کے پیدا نہین کیا کوئی دلیل اس بات پر قایم نہین ہوسکتی کہ وہ ان کے جوڑنے پر قادر ہے اور محض بعض کا بعض سے جوڑنا اسکو پرمیشر بننے کا حق نہین بخش دیگا بلکہ اس صورت مین تو وہ اس نانبائی کی طرح ہے جس نے آٹا بازار سے لیا اور لکڑی کسی لکڑی فروش سے اور آگ ہمسایہ سے اور پھر روٹی پکائی اور اس صورت مین پرمیشر کے وجود پر کوئی بھی ثبوت نہین کیونکہ اگر ارواح مع اپنی تمام قوتون کے قدیم سے خود بخود ہین تو پھر اس پر کیا دلیل ہے کہ ارواح اور پرمانوؤن کا اتصال اور انفصال بھی

یا صانع نہین ہون اور نہ سرب بیاپک ہون اور نہ انتریامی بلکہ اس مہان شکتی مان کا ایک ادنے سیوک ہون مگر اسکے گیان اور شکتی مین ہمیشہ سے ہون معدوم کبھی نہین ہوا اور نہ کوئی عدم خانہ کہین ہے بلکہ کسی چیز کو عادم نہین - اس لئے وید کی اس انصافانہ تعلیم کو بھی مین تسلیم کرتا ہون کہ مکتی یعنے نجات کرمون کے مطابق مہاکلپ تک ملتی ہے (یعنی دائمی نجات

بقیہ حاشیہ قدیم سے خودبخود نہین جیساکہ دہریون کا خیال ہے اس لئے آریہ سماج والے اپنے پرمیشر کے وجود پر کوئی دلیل نہین پیش کر سکتے اور نہ اُنکے پاس کوئی دلیل ہے - یہ ہے خلاصہ وید کے گیان کا جس پر فخر کیا جاتا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دو قسم کے دلایل قایم ہو سکتے ہین اول اس حالت مین دلیل قایم ہوتی ہے کہ جب اُسکی ذات کو سرچشمہ تمام فیوض کا مان لیا جائے اور اسی کو ہر ایک ہستی کا پیدا کنندہ تسلیم کر لیا جاوے تو اس صورت مین خواہ ذرات عالم پر نظر کرین یا ارواح پر یا اجسام پر ضروری طور پر ماننا پڑیگا کہ ان تمام مصنوعات کا ایک صانع ہے -

۲ دوسرا طریق خدا تعالیٰ کی شناخت کا اُس کے تازہ بتازہ نشانات ہین جو انبیاء اور اولیا کی معرفت ظاہر ہوتے ہین - سو آریہ سماج والے اُن سے بھی منکر ہین اس لئے ان کے پاس اپنے پرمیشر کے وجود پر کوئی بھی دلیل نہین - عجیب بات ہے کہ آریہ لوگ یون تو بات بات مین اپنی پرمیشر کو پتا پتا کر کے پکارتے ہین جیساکہ ابھی لیکھرام نے اپنے مضمون مباہلہ مین لکھا ہے مگر معلوم نہین کہ وہ کس طور کا پتا ہے کیا اس طور کا پتا جیساکہ ایک متبنّٰی ایک اجنبی شخص کو اپنا باپ کہدیتا ہے یا ایسا پتا جو نیوگ کے ذریعہ سے فرضی طور پر بنایا جاتا ہے اور ایک آریہ کی عورت اپنی پاکدامنی کو خاک مین ملا کر دوسرے سے اپنا مُنہ کالا کراتی ہے اور اس طرح پر اس عورت کا خاوند اس بچہ کا پتا بنجاتا ہے جو نیوگ کے ذریعہ سے حاصل کیا جاتا ہے - پس اگر پرمیشر آریون کا ایسا ہی پتا ہے تب تو ہمین کلام کرنیکی گنجایش نہین لیکن اگر اس طرح کا پتا ہے کہ ارواح اور ذرات عالم معہ اپنی تمام قوتون کے اُس کے ہاتھ سے نکلے ہین اور اسی سے وجود پذیر ہین تو یہ بات آریون کے اصول کے برخلاف ہے اگر پوچھو کہ کیون ان کے اصول کے برخلاف ہے؟

نہین صرف ایک مقررہ مدت تک ہے) بعد اسکے پرماتما کی نیاے کے مطابق پھر جسم انسانی بننا پڑتا ہے محدود کرمون کا بے حد پھل نہین (کرم تو محدود ہین مگر وفادار پرستار کی نیت محدود نہین ہوتی اور نیز کرم کا محدود ہونا اسکی مرضی سے نہین) مین ویدون کی ان سب تعلیمون کو دلی یقین سے مانتا ہون . . . . اور مین یہ بھی مانتا ہون کہ پرمیشر گناہون کو بالکل نہین بخشتا۔ (عجیب پرمیشر ہے) میرا کسی شفاعت یا سفارش پر بھروسہ نہین (یعنی کسی کی دعا کسی کے حق مین قبول نہین ہوتی) مین خدا کو راشی یا ظالم نہین جانتا (لفظ مرتشی ہے جسکے معنے ہین رشوت لینے والا۔ راشی لفظ نہین ہے۔ لیکھرام کی علمیت کا یہ نمونہ ہے کہ بجائے مرتشی کے راشی لکھتا ہے) اور مین وید کی رو سے اس بات پر کامل صحیح یقین رکھتا ہون کہ چارون وید ضرور ایشر

بقیہ حاشیہ تو واضح ہو کہ آریون کے اصول کے مطابق تمام ارواح پرمیشر کی قدیمی شریک ہین جو اس سے وجود پذیر نہین ہوئین تو پھر ہم پرمیشر کو انکا پتا کیونکر کہہ سکتے ہین وہ تو خود بخود ہین جیسے کہ پرمیشر خود بخود مگر یہ اصول غلط ہے معرفت کی آنکھ سے دیکھنے والے معلوم کر سکتے ہین کہ جیسا باپ مین قوتین اور خاصیتین اور خصلتین ہوتی ہین ویسی ہی بیٹے مین بھی آتی ہین پس اسی طرح چونکہ ارواح خدا تعالے کے ہاتھ سے نکلی ہین انہین ظلی طور پر وہ رنگ پایا جاتا ہے جو خدا کی ذات مین موجود ہے اور جیسے جیسے خدا کے بندے اسکی محبت اور پرستش کے ذریعہ سے صفوت اور پاکیزگی مین ترقی کرتے ہین وہ رنگ ظاہر ہوتا جاتا ہے یہان تک کہ ظلی طور پر ایسے انسانون مین خدا کے انوار ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہین۔ صاف طور پر ہمین دکھائی دیتا ہے کہ انسانی فطرت مین خدا کے پاک اخلاق مخفی ہوتے ہین جو تزکیہ نفس سے ظاہر ہو جاتے ہین مثلاً خدا رحیم ہے ایسا ہی انسان بھی تزکیہ نفس کے بعد رحم کی صفت سے حصہ لیتا ہے۔ خدا جواد ہے ایسا ہی انسان بھی تزکیہ نفس کے بعد جود کی صفت سے حصہ لیتا ہے ایسا ہی خدا ستار ہے خدا کریم ہے خدا غفور ہے اور انسان بھی تزکیہ نفس کے بعد ان تمام صفات سے حصہ لیتا ہے پس کس نے یہ صفات فاضلہ انسان کے روح مین رکھ دی ہین۔ اگر خدا نے رکھی ہین تو اس سے ثابت ہے کہ وہ ارواح کا خالق ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ خود بخود ہین تو اسکا جواب یہی کافی ہے کہ لعنۃ اللہ علے الکاذبین ۔ منہ

کا گیان ہے ان مین ذرا بھی غلطی یا جھوٹ یا کوئی قصہ کہانی نہین۔ انکو ہمیشہ ہر نئی دنیا مین پرماتما جگت کی ہدایت عام کیلئے پرکاش کرتا ہے اس سرشٹی کے آغاز مین جب انسانی خلقت شروع ہوئی پرماتما نے ویدون کو شری اگنی۔ شری وایو۔ شری آدت۔ شری انگرہ جیسے چار رشیون کے آتماؤن مین الہام کیا۔ مگر جبرئیل یا کسی اور چٹھی رسان کی معرفت نہین بلکہ خود ہی ‡ کیونکہ وہ آسمان یا عرش پر نہین بلکہ سرب بیاپک ہے۔ مین یہ بھی مانتا ہون کہ وید ہی سب سے کامل اور مقدس گیان کے پستک ہین۔ آریہ ورت سے ہی تمام دنیا نے فضیلت سیکھی۔ آریہ لوگ ہی سب کے استاد

---

‡ حاشیہ۔ جسمانی نظام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان ہوا کے ذریعہ سے سنتا ہے اور سورج کے ذریعہ سے دیکھتا ہے پھر جسمانی نظام مین یہ دو چٹھی رسان کیون مقرر کیئے گئے حالانکہ خدا کا جسمانی روحانی قانون باہم مطابق ہونا چاہیئے۔ افسوس وید کا گیان ہر جگہ پر صحیفہ قدرت کے مخالف پڑا ہوا ہے اور کون کہتا ہے کہ خدا ہر جگہ نہین بلکہ وہ ہر جگہ بھی ہے اور ذو العرش بھی ہے نادان اس معرفت کے نکتہ کو نہین سمجھتا۔ یہ بات سوچنے کے لایق ہے کہ اگرچہ اس عالم مین سب کچھ خدا تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے مگر پھر بھی اوس نے اپنے قضا و قدر کے نافذ کرنیکے وسایط رکھے ہین۔ مثلاً ایک زہر جو انسان کو ہلاک کرتی ہے اور ایک تریاق جو فایدہ بخشتا ہے کیا ہم گمان کر سکتے ہین کہ یہ دونون خود بخود انسان کے بدن مین تاثیر کرتے ہین ؟ ہرگز نہین بلکہ وہ خدا کے حکم سے تاثیر مخالف یا موافق کرتے ہین۔ پس وہ بھی خدا کے ایک قسم کے فرشتے ہین بلکہ ذرہ ذرہ عالم کا جس سے انواع و اقسام کے تغیرات ہوتے رہتے ہین یہ سب خدا کے فرشتے ہین اور توحید پوری نہین ہوتی جبتک ہم ذرہ ذرہ کو خدا کے فرشتے مان نہ لین کیونکہ اگر ہم تمام مؤثرات کو جو دنیا مین پائی جاتی ہین خدا کی فرشتے تسلیم نہ کرلین تو پھر ہمین یہ اقرار کرنا پڑیگا کہ یہ تمام تغیرات انسانی جسم اور تمام عالم مین بغیر خدا تعالیٰ کے علم اور ارادہ اور مرضی کے خود بخود ہو رہے ہین اور اس صورت مین خدا تعالیٰ کو محض معطل اور بیخبر ماننا پڑیگا۔ پس فرشتون پر ایمان لانیکا یہ راز ہے کہ بغیر اس کے توحید قایم نہین رہسکتی اور ہر ایک چیز کو اور ہر ایک تاثیر کو خدا تعالیٰ کے ارادہ سے باہر ماننا پڑتا ہے اور فرشتہ کا مفہوم تو یہی ہے کہ فرشتے وہ چیزین ہین جو خدا کے حکم سے کام کر رہی ہین پس جبکہ یہ قانون ضروری اور مسلّم ہے تو پھر جبرئیل اور میکائیل سے کیون انکار

اول ہین۔ آریہ ورت سے باہر جو بقول مسلمانون کے ایک لاکھ چوبیس[۱۲۴] ہزار پیغمبر ۵-۶ ہزار سال سے آئے ہین اور توریت۔ زبور۔ انجیل۔ قرآن وغیرہ کتب لائے ہین۔ مین دل الیقین سے اُن پستکون کو مطالعہ کرنے سے اور سمجھنے سے۔ ... اُنکی تمام مذہبی ہدایتون کو بناوٹی اور جعلی اصلی الہام کے بدنام کرنیوالی تحریرین خیال کرتا ہون۔ ... انکی سچائی کی دلیل سوائے طمع یا نادانی یا تلوار کے اُنکے پاس کوئی نہین۔ ... اور جس طرح مین اور راستی کے برخلاف باتون کو غلط سمجھتا ہون ایسا ہی قرآن اور اُسکے اُصولون اور تعلیمون کو جو وید کے مخالف ہین اُن کو غلط اور جھوٹا جانتا ہون

[لعنۃ اللہ علے الکاذبین] لیکن میرا دوسرا فریق **میرزا غلام احمد** ہے وہ قرآن کو خدا کا کلام جانتا اور اسکی سب تعلیمون کو درست اور صحیح سمجھتا ہے۔ اور جس طرح مین قرآن وغیرہ کو پڑھکر غلط سمجھتا ہون ایسے ہی وہ اُمّی محض سنسکرت اور ناگری سے محروم مطلق بغیر پڑھنے یا دیکھنے ویدون کے ویدون کو غلط سمجھتا[†] ہے۔

اے پرمیشر ہم دونون فریقون مین سچا فیصلہ کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور مین عزت نہین پا سکتا۔

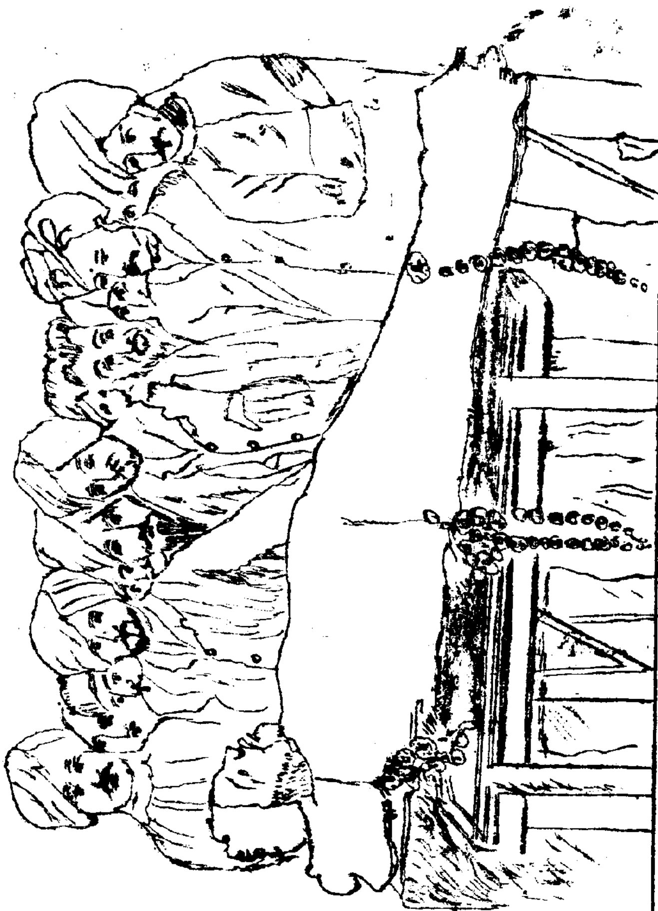
راقم آپکا ازلی بندہ لیکھرام شرما سبھاسد آریہ سماج پشاور

حال اڈیٹر آریہ گزٹ فیروزپور پنجاب

[†] حاشیہ۔ اگر مینے وید نہین پڑھے بہلا یہ تو غنیمت ہے کہ لیکھرام نے چار دن وید کنٹھ کر لئے تھے اِس جگہ بھی بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین کیا کہہ سکتے ہین۔ بحث اصولون پر ہوتی ہے جبکہ آریہ سماج والون نے اپنے ہاتھ سے وید کے اصول شایع کر دیے تو اُنپر بحث کرنا ہر ایک عقلمند کا حق ہے اور یہ سراسر غلط ہے کہ مین وید نہین پڑھا میںنے وید کے وہ ترجمے جو ملک مین شایع ہوئے اول سے آخر تک دیکھے ہین پنڈت دیانند کا وید بہاش بھی دیکھا ہے اور عرصہ قریباً پچیس[؟] سال سے برابر آریون سے مباحثات ہوتے رہے ہین پہر یہ کہنا کہ ویدکی مجھے کچھ بھی خبر نہین کس قدر جھوٹ ہے۔ اور اگر آریہ صاحبون کے پنڈت اب بھی لیکھرام کو وید کا فاضل تسلیم کر چکے ہین تو مین وہ سرٹیفکیٹ دیکھنے کا مشتاق ہون بلکہ لیکھرام کا رتبہ ذرا بھی اس سے بڑھکر نہین جو خدا نے اُسکے لئے ٹھہرایا عجل جسد لہ خوار۔ منہ

اَب مباہلہ کی اِس دُعا کے بعد جو پنڈت لیکھرام نے اپنی کتاب خبط احمدیہ کے صفحہ ۳۴۴ سے ۳۴۷ تک لکھی ہے جو کچھ خدا نے آسمان سے فیصلہ کیا ہے اور جسطرح اوس نے کاذب کی ذلت ظاہر کی اور صادق کی عزت وہ یہ ہے جو ۶۔ مارچ ۱۸۹۷ء کو بروز شنبہ دن کے ۴ بجے کے بعد ظہور میں آیا۔

دیکھو یہ خدا کا فیصلہ ہے جس فیصلہ کو لیکھرام نے اپنے پرمیشر سے مانگا تھا۔ تا صادق اور کاذب میں فرق ظاہر ہو جائے سو وہ فرق ظاہر ہو گیا



یہ بات یاد رہے کہ اس جگہ ایک نشان نہین بلکہ دو نشان ہین (۱) ایک یہ کہ لیکھرام کے مارے جانے کی بذات خود ایک عظیم الشان پیشین گوئی ہے جس مین اس کے مارے جانیکا دن بتلایا گیا ہے موت کی قسم بتلائی گئی۔ مدت بتلائی گئی وقت بتلایا گیا۔ (۲) دوسری یہ کہ باوجود ہزار کوشش اور سعی کے قاتل کا کچھہ بھی پتہ نہین لگا گویا وہ آسمان پر چڑھ گیا یا زمین کے اندر مخفی ہو گیا۔ اگر قاتل پکڑا جاتا اور پھانسی ملجاتا تو پیشگوئی کی یہ وقعت نہ رہتی بلکہ اس وقت ہر ایک کہہ سکتا تھا کہ جیسے لیکھرام مارا گیا قاتل بھی مارا گیا مگر قاتل ایسا گم ہوا کہ نہین معلوم کہ آیا وہ آدمی تھا یا فرشتہ تھا جو آسمان پر چڑھ گیا*

مضمون پڑھنے والے نے ایک یہ نشانی الہامی کتاب کی پیش کی کہ اس مین اعلےٰ درجہ کے صفات پرمیشر کے درج ہون سو ہم اس نشانی کو قبول کرتے ہین لیکن ہم اس بات کو قبول نہین کرتے کہ وید کے پرمیشر مین یہ نشانیان موجود ہین کیونکہ خدا تعالیٰ کی صفات دو قسم کی ہین ایک ذاتی دوسری اضافی۔ ذاتی صفات اُن صفات کا نام ہے کہ جو بغیر حاجت وجود مخلوق کے پائی جاتی ہین جیسا کہ اُسکی وحدانیت اُسکا علم اُسکا تقدس (۳) اور اضافی صفات اُن صفات کا نام ہے جن کا تحقق اور وجود خارج مین پایا جانا مخلوق کے وجود کے بعد ہوتا ہے جیسے خدا تعالیٰ کی خالقیت۔ رازقیت۔ رحمت اور اُس کا توّاب ہونا اور اسکی صفت مکالمہ مخاطبہ۔ سو وید ان دونون قسم کی صفات کا مُنکر ہے۔ کیونکہ بموجب قول آریہ سماج والون کے خدا اپنے ازلی ابدی ہونے مین واحد لاشریک نہین ہے بلکہ ذرّہ ذرّہ مخلوق کا انادی ہونے اور ازلیت اور ابدیت مین اُسکے ساتھہ برابر ہے اور پرمیشر کی طرح روحون پر موت نہین آتی اور ہمیشہ اس جہان مین واپس آتی ہین اور کبھی دوسرے جہان مین چلی جاتی ہین مگر تعجب کہ اگر روحین فنا کے تغیرات سے محفوظ ہین جیسا کہ پرمیشر محفوظ ہے اور نیز تمام صفات مین ازلی ابدی ہین جیسا کہ پرمیشر ازلی ابدی ہے تو پھر کیا وجہ کہ خواب کی حالت مین بھی اُن پر ایسا تغیر آجاتا ہے کہ تمام کارخانہ اُنکی حالت کا الٹ پلٹ

ہوجاتا ہے اور وہ جدید نظارے اُنکو پیش آجاتے ہین کہ جنکا بیداری مین اُنکو کچھ بھی خیال و گمان نہین ہوتا ایسا ہی بموجب عقیدہ آریون کے جب روح اواگون کے طور پر واپس آتی ہر تو تمام علوم و فنون اور وید کی تعلیم اور گیان کو فراموش کر کے جنم لیتی ہے پس اگر فرض محال کے طور پر تناسخ سچ ہے تو اس سے ماننا پڑتا ہے کہ روحون کی زندگی جھوٹی ہی کیونکہ اگر پرمیشر کی طرح ان مین ابدی زندگی ہوتی تو اُن پر یہ پتھر کیون پڑتے کیا پرمیشر بھی اپنے علوم کو بھول جایا کرتا ہے! پس جو حادثہ روحون کو اُن کے وہ علوم فراموش کرا دیتا ہے جو تمام عمر مین اونہون نے حاصل کیئے تھے اُسی حادثہ کا نام موت ہے* مگر آریہ کہتے ہین کہ روحون پر موت نہین مگر ہم تعجب کرتے ہین کہ کیا موت کے سر پر سینگ ہوتے ہین؟ ظاہر ہے کہ جب اِن پر اتنا تغیر آتا ہے کہ تمام عمر کی کمائی اُن کی ایک دم مین کھو دیتا ہے تو کیا موت کا لفظ اب تک اُن پر صادق نہین آتا۔ یہ سچائی کس قدر ثابت ہی کہ آفتاب کی طرح چمکتی ہے مگر پھر بھی وید دائمی زندگی مین روحون کو پرمیشر کے ساتھ برابر ٹھیراتا ہے۔ کیا یہ پرمیشر کی اعلےٰ درجہ کی صفت ہے کہ اُس کا زندگی مین غیر بھی شریک ہے؟

× اگرچہ اسلام بھی مخلوق کی نوعی قدامت کا قایل ہی مگر اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر ایک چیز مخلوق ہے اور ہر ایک چیز خدا کے سہارے سے قایم اور موجود ہے اور نیز اسلام اس بات کا قایل ہے کہ ایک وہ زمانہ تھا جو خدا کے ساتھ کوئی نہ تھا اور صرف وحدت اپنا جلوہ دکھلا رہی تھی اور خدا ایک پوشیدہ خزانہ کیطرح تھا۔ پھر خدا نے چاہا کہ مین شناخت کیا جاؤن تو اُس نے اپنی شناخت کیلئے انسان کو پیدا کیا مگر ہم نہین جانتے کہ کتنی دفعہ وحدت الٰہی کا زمانہ آچکا ہے اسکا علم خدا کو ہے لیکن جیسا کہ دوسری صفات ہمیشہ کیلئے معطل نہین رہ سکتین ایسا ہی وحدت الٰہی کی صفت بھی ہمیشہ معطل نہین رہتی اور کبھی کبھی اُسکا دور آجاتا ہے اور کبھی ذات الٰہی دُنیا کو ہلاک کرنا چاہتی ہے اور کبھی پیدا کرنا کیونکہ

* حاشیہ۔ انسانی روح نیند کیحالتیں اکثر دو حالتوں میں ہوتی ہے (۱) ایک تو اس پر ایسے بھاری تغیرات آتے ہیں کہ وہ بیداری کے علوم اور واقعات کو بالکل فراموش کر دیتی ہے اور نئے نظارے جو اسکے ارادہ اور اختیار سے باہر ہوتے ہیں اس کے سامنے آجاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت وہ اپنی ارادی طاقتوں سے معطل ہو کر مردہ کیطرح ہو جاتی ہے (۲) دوسری بعض صورتوں میں ایسی سخت بیستی کیحالت اوس پر وارد ہوتی ہے کہ اسکی ہستی کے صفات بکلی محو ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کسی کو کلورافارم سے انتہائی درجہ تک بیہوش کیا جائے تو اس قدر روح پر اوس کے آثار نیستی وارد ہوتی ہے کہ اگر ایسے بیہوش کا کوئی عضو بھی کاٹ دیا جائے تو اس کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی پس جبکہ ایسی تمام صورتوں میں اپنی تمام حالتوں میں اپنی صفات سے روح معطل ہو جاتی ہے اور قطعاً اپنی صفات کو چھوڑ دیتی ہے تو یہی صورت موت کی ہے۔ منہ

احیاء اور اماتت دونوں صفات اُس کے ہیں اس لیئے ایک ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ خدا ہر ایک جاندار کو ہلاک کریگا یہانتک کہ آسمان اور زمین کا بھی ایسے طور پر تختہ لپیٹ دیگا جیسا کہ ایک کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس صورت مین تعطل صفات کا لازم نہین آتا کیونکہ بعض صفات کی جب تجلی ہوتی ہے تو دوسری صفات جو اُنکے مقابل کی ہین اور اُن کے ساتھ جمع نہین ہو سکتین وہ کسی دوسرے وقت مین ظاہر ہوتی ہین اور اس وقت کی منتظر رہتی ہین اور یہ ایک سلسلہ قدرت کا واقعی ہے جس سے اہلاک کے بعد احیاء لازم پڑا ہوا ہے پس انہین معنون سے ہم کہتے ہین کہ خدا تعالیٰ کی کوئی صفت معطل نہین ہوتی وہ قدیم سے محیی بھی ہے اور ممیت بھی ہے اور کوئی صفت اُسکی ایسی نہین ہے کہ پہلے تھی اور اب نہین ہے یا اب ہے اور پہلے نہین تھی - غرض ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی چیز خدا تعالےٰ کی وحدت کے ساتھ مزاحمت نہین رکھتی محض اُسی کی ذات قایم بنفسہ اور ازلی اور ابدی ہے اور باقی سب چیزین ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت ہین - اور یہی خالص توحید ہے جس کے مخالف عقیدہ رکھنا سراسر شرک ہے - پس اس سے ظاہر ہے کہ وید کے پیرو پکے مشرک ہین اور ذرہ ذرہ کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہین - پھر مجھے تعجب آتا ہے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفات کے منکر ہو کر اور صریح طور پر اُن صفات کا انکار کر کے کیونکر کہدیتے ہین کہ الہامی کتاب کی یہ شرط ہے کہ اعلےٰ درجہ کے صفات پرمیشر کے اُس مین درج ہون - اے نادانو! کیا یہ صفت خدا تعالیٰ کی اعلےٰ درجہ کی نہین ہے کہ اُسکی ازلیت ابدیت مین کوئی شریک نہو پھر کیون وید اسکی ازلیت ابدیت مین دوسری چیزون کو شریک کرتا ہے - ہائے افسوس تم کیون نہین سمجھتے کہ اس صفت کے ماننے سے پرمیشر ہی ہاتھہ سے جاتا ہے اور کوئی دلیل اُسکے وجود پر قایم نہین ہو سکتی - کیونکہ اگر پرمیشر درحقیقت صفت خالقیت سے معطل ہے اور کوئی چیز بجز جوڑنے اور پیوند دینے کے اُس نے پیدا ہی نہین کی اور تمام چیزین یعنے تمام روحین اور تمام ذرات اجسام جن کو پرانو یا پرکرتی کہتے ہین خود بخود ہین اور اپنی ذات سے بغیر پیدا ہونے

کے ازلی ابدی ہین تو پھر پرمیشر کے وجود پر کونسی دلیل قائم ہوسکتی ہے اور کیا صرف جوڑنا اور باہم پیوند دینا اُسکے وجود پر ایک ایسی دلیل ہے جس پر دل مطمئن ہوسکے؟ اور اگر روحین اور ذرات عالم پرمیشر کی طرح قدیم اور انادی اور غیر مخلوق ہین تو کیون نہ کہا جائے کہ ایسا ہی اُنکا اتصال اور انفصال بھی طبعی طور پر اُنکی قدیمی صفت ہے جسمین پرمیشر کے وجود کی اُسی طرح ضرورت نہین جیساکہ اُن کے پیدا ہونے مین پرمیشر کے وجود کی ضرورت نہین پس اُس کتاب سے زیادہ گمراہ کرنیوالی کونسی کتاب ہے کہ جو ایسی تعلیم دے جو خدا سے منکر بنانے کیلئے مدد دیتی ہے بلکہ منکر بنانیکے لئے خود اغوا کرتی ہے۔

اور پھر دوسری طرف جیساکہ وید خدا تعالیٰ کی صفت ذاتی سے برگشتہ اور منکر ہے یعنی وہ اعلےٰ صفت خدا تعالیٰ کی جو وحدت فی الازل والابد کی خصوصیت ہے اس سے انکاری ہے ایسا ہی وید خدا تعالیٰ کی خالقیت سے بھی انکاری ہے جیساکہ ابھی ذکر ہوچکا ہے۔×

اسی طرح وید خدا تعالیٰ کے رازق اور منعم اور رحمٰن ہونے سے بھی انکاری ہے کیونکہ ہر ایک نعمت جو انسان کو ملتی ہے اُن سب نعمتون کو وید انسانون کیلئے اُنہین کے اعمال کا نتیجہ قرار دیتا ہے اور خدا کے فضل اور انعام اور رحمت کا کچھہ ذکر نہین کرتا پس جبکہ ہر ایک نعمت انسانون کی وید کے رو سے صرف اُن کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے تو اس صورت مین ظاہر ہے کہ ہندوؤن کا پرمیشر رازق اور منعم اور رحمٰن نہین ہے بلکہ رازق اور منعم اور رحمٰن اُن کے اعمال ہین اور پرمیشر کچھہ بھی نہین۔ اس صورت مین ظاہر ہے کہ بموجب تعلیم وید کے صفت رازق اور منعم اور رحمٰن ہونے کی بھی پرمیشر مین نہین ہے۔ پس یہ عجیب بات ہے کہ پہلے تو وید نے خدا تعالیٰ کی اس صفت سے جو وحدت فی الازل والابد ہے انکار کیا اور پھر اسکے ساتھہ ہی خدا تعالیٰ کی صفت خالقیت سے انکار کیا اور بعد اس کے خدا تعالیٰ کی صفت رازقیت اور رحمانیت سے وید منکر ہو بیٹھا۔ اس طرح پر وید نے خدا تعالےٰ

کی تمام صفات کی صفائی کر دی اور اعلیٰ صفات کا تو ذکر کیا کل تمام صفات سے ہی جواب دیا اسلئے ہم بزور کہتے ہیں کہ وید کے رُو سے ہندوؤں کا پرمیشر ہر ایک صفت سے معطل ہے نہ قادر ہے نہ خالق ہے نہ واحد لاشریک ہے نہ رازق ہے نہ رحمٰن ہے نہ مُنعم ہے بلکہ تمام مدار اپنے اعمال پر ہے پرمیشر میں کوئی صفت نہیں۔ پس خیال کرنا چاہیئے کہ کہاں تو یہ دعوےٰ کہ الہامی کتاب کی یہ نشانی ہے کہ جس میں اعلیٰ درجہ کے صفات پرمیشر درج ہوں اور کہاں یہ حالت کہ ہندوؤں کے پرمیشر کی ایک صفت بھی ثابت نہیں ہوتی۔

اور خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفات میں سے ایک صفت تکلم بھی ہے کیونکہ وہی ذریعہ فیضان اور ہدایتوں کا ہے لیکن بموجب عقیدہ آریوں کے کروڑہا برس کی مدت گذر گئی کہ وہ صفت بھی پرمیشر میں سے مفقود ہو گئی ہے اور اب نعوذ باللہ پرمیشر ہمیشہ کیلئے گونگے کے طور پر ہے اور کلام کرنے پر قادر ہی نہیں اور اس صفت کے مسلوب ہونے سے دو نقصان ہوئے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ پرمیشر ہمیشہ کیلئے ناقص ٹھیر گیا گویا اسکی صفات کے اعضا میں سے ایک عضو کٹ گیا۔ (۲) دوسرے یہ کہ اسکے فیضان الہامی سے ہمیشہ کیلئے آریہ ورت کے لوگ محروم رہ گئے٭٭٭ اور ان کے مذہب کا تمام مدار صرف قصوں کہانیوں پر رہا٭ مگر اسلام کلام الٰہی کی صفت کو کبھی معطل نہیں کرتا اور اسلام کی رُو سے جیسا کہ پہلے زمانہ میں خدا تعالیٰ اپنے خاص بندوں سے مکالمہ مخاطبہ کرتا تھا اب بھی کرتا ہے اور ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے اسم سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جسکو بکثرت ایسی پیشگوئیاں بذریعہ وحی دیجائیں یعنے اس قدر کہ اسکے زمانہ میں اسکی کوئی نظیر نہ ہو اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں۔ کیونکہ نبی اُس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بہ کثرت آئندہ کی خبریں دے مگر ہمارے مخالف مسلمان مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں۔ لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو بکثرت

٭٭٭ اگر بعض جاہل اور نادان جو نام کے مسلمان ہیں یہ عقیدہ رکھیں کہ اسلام میں بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا سلسلہ بند ہے تو یہ ان کی اپنی جہالت ہے کیونکہ قرآن شریف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے سلسلہ کو بند نہیں کرتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یُلقی الروح من امرہ...... علیٰ من یشاء من عبادہ۔ یعنی خدا جس پر چاہتا ہے اپنا کلام نازل کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا۔ یعنی مومنوں کے لئے بشارت الہام باقی رہ گئی ہیں گو شریعت ختم ہو گئی ہے کیونکہ عمر دنیا ختم ہونے کو ہے پس خدا کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی ہے۔ منہ

پیشگوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے حالانکہ نبوت صرف آیندہ
کی خبر دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی الہام ہو۔ اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت
قرآن شریف پر ختم ہو گئی ہے صرف مبشرات یعنے پیشگوئیاں باقی ہیں۔

اور پھر خدا تعالیٰ کی اعلےٰ درجہ کی صفات میں سے ایک صفت تقدس بھی
ہے یعنی یہ کہ وہ ہر ایک عیب اور نقصان سے پاک ہے لیکن ظاہر ہے کہ گونگا ہونا ایک
عیب ہے۔ ایسا ہی باوجود دعوئے قدرت کے ایک روح کو بھی پیدا نہ کر سکنا یہ بھی عیب
ہے۔ ایسا ہی اپنا وجود ثابت کرنیکے لئے کوئی پختہ اور محکم دلایل پیش نہ کرنا یہ بھی عیب ہے
ایسا ہی اُسکے مقابل پر ازلی اور ابدی طور پر کوئی اور وجود بھی ہونا یہ بھی اُسکے لئے عیب ہے
پس باوجود اس قدر عیبوں کے تقدس کہاں رہ سکتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون۔

ایک اور ضروری صفت خدا تعالیٰ کی ہے جس کو وید اندر ہی اندر ہضم کر گیا ہے
اور وہ اُسکا توّاب اور غفور ہونا ہے اور توّاب اور غفور کے یہ معنی ہیں کہ وہ توبہ قبول کرنیوالا
اور گنہ بخشنے والا ہے ظاہر ہے کہ انسان اپنی فطرت میں نہایت کمزور ہے اور خدا تعالےٰ
کے صدہا احکام کا اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے پس اُسکی فطرت میں یہ داخل ہے کہ وہ اپنی کمزوری
کی وجہ سے بعض احکام کے ادا کرنے سے قاصر رہ سکتا ہے اور کبھی نفس امّارہ کی بعض
خواہشیں اس پر غالب آجاتی ہیں۔ پس وہ اپنی کمزور فطرت کی رو سے حق رکھتا ہے کہ کسی لغزش
کے وقت اگر وہ توبہ اور استغفار کرے تو خدا کی رحمت اُسکو ہلاک ہونے سے بچا لے۔ اس لئے*
یہ یقینی امر ہے کہ اگر خدا توبہ قبول کرنیوالا نہ ہوتا تو انسان پر یہ بوجھ صدہا احکام کا ہرگز نہ ڈالا جاتا
اس سے بلاشبہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا توّاب اور غفور ہے اور توبہ کے یہ معنی ہیں کہ انسان
ایک بدی کو اس اقرار کے ساتھ چھوڑ دے کہ بعد اسکے اگر وہ آگ میں بھی ڈالا جائے تب بھی وہ
بدی ہرگز نہیں کریگا۔ پس جب انسان اس صدق اور عزم محکم کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف
رجوع کرتا ہے تو خدا جو اپنی ذات میں کریم و رحیم ہے وہ اس گناہ کی سزا معاف کر دیتا ہے اور

* توبہ کرنیوالے اپنا صدق ظاہر کرنے کیلئے صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں اور اپنی طاقت سے زیادہ خدمات مالی اور جانی بجالاتے ہیں اور مجاہدہ
اور اعمال صالحہ کی آگ سے اپنے تئیں جلا دیتے ہیں اور نہایت درجہ کی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرتے ہیں اور موت تک اپنے تئیں

یہ خدا کی اعلےٰ صفات مین سے ہے کہ توبہ قبول کر کے ہلاکت سے بچالیتا ہے اور اگر انسان کو توبہ قبول کرنے کی امید نہ ہو تو پھر وہ گناہ سے باز نہین آئیگا۔ عیسائی مذہب بھی توبہ قبول کرنیکا قایل ہے مگر اس شرط سے کہ توبہ قبول کرنیوالا عیسائی ہو لیکن اسلام مین توبہ کے لیئے کسی مذہب کی شرط نہین ہے ہر ایک مذہب کی پابندی کے ساتھہ توبہ قبول ہوسکتی ہے اور صرف وہ گناہ باقی رہ جاتا ہے جو کوئی شخص خدا کی کتاب اور خدا کے رسول سے منکر رہے اور یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ انسان محض اپنے عمل سے نجات پاسکے بلکہ یہ خدا کا احسان ہے کہ کسی کی وہ توبہ قبول کرتا ہے اور کسی کو اپنے فضل سے ایسی قوت عطا کرتا ہے کہ وہ گناہ کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔

مضمون پڑہنے والے نے الہامی کتاب کی ایک یہ بھی نشانی بیان کی کہ ہمین اعلےٰ اخلاق سکھلائے گئے ہون۔ مگر مجھے تعجب ہے کہ اتنی جلدی کیون یہ لوگ وید کی تعلیم کو بھول جاتے ہین۔ کیا ایسا پرمیشر کہ جو کسی کا گناہ بخش نہین سکتا اور کسی کو محض جود اور سخا کے طور پر کچھہ دے نہین سکتا وہ دوسرون کو باوجود اپنے اس ذاتی نقص کے کب اعلیٰ اخلاق سکھلا سکتا ہے؟ جس حالت مین خود پرمیشر مین صفت رحمت اور مغفرت کی موجود ہی نہین ہے اور جود و سخا اسکی عادت ہی نہین ہے تو پھر وہ دوسرون کو یہ اخلاق فاضلہ کیسے سکھلائیگا۔ اب اگر آریہ لوگ یہ جواب دین کہ یہ صفات اعلےٰ اخلاق مین داخل نہین ہین اور یہ بُری صفات ہین اچھی نہین ہین تو اس سے اُن کو ماننا پڑیگا کہ وہ خود ان اخلاق کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین اور اُن کے پابند نہین ہین مگر ہم پوچھتے ہین کہ کیا اُن کا کانشنس اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اگر ان سے کوئی جرم صادر ہو جائے اور کوئی راہ مخلصی کی نہ ہو تو وہ معافی کے لیئے اپنے تئین گورنمنٹ کے حوالہ کرین یا گورنمنٹ خود ہی ان کو معاف کردے اور کیا وہ درحقیقت نہین چاہتے کہ کوئی ثابت شدہ جرم اُنکا گورنمنٹ بخش دے۔ پس جبکہ انکی فطرت مین درحقیقت یہ تقاضا موجود ہے جسکو

ایسے وقتون مین بے اختیار ظاہر کرتے ہین کہ جب وہ گورنمنٹ کے کسی مواخذہ مین ہوتے ہین پس اُن کو سوچنا چاہیئے کہ یہ فطرتی تقاضا کس نے اُن کے اندر پیدا کیا ہی؟ اور اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ یہ نہ ہوتا کہ توبہ کرنیوالون پر رحم کرکے اُنکو بخش دیا کرے تو انسانون کی فطرت مین یہ تقاضا کیون رکھتا؟ اور درحقیقت تمام اخلاق مین سے اعلیٰ خلق یہی ہے کہ انسان اپنے قصوروارون کے قصور معاف کرے اور اپنے گنہ کرنیوالون کے گناہ بخش دے۔ پس اگر پرمیشر مین یہ خلق نہین ہے تو اس سے کیا توقع ہوسکتی ہے؟ اور جس حالت مین انسان کیلئے یہ امر محال ہے کہ اُس کے تمام حقوق ادا کرکے اور تمام خطاؤن سے بچکر بکلّی نیک اور پاک ہونیکا دعوےٰ کرے تو اس صورت مین یہ کہنا کہ نجات اِسی امر پر موقوف ہے کہ انسان بکلی گناہون سے بذریعہ سزا کے صاف ہوکر ایسے جنم مین وجود پذیر ہو کہ تمام عمر کوئی گناہ نہ کرے۔ یہ قول محض ایک ایسے پاگل اور دیوانہ کا قول ہوسکتا ہے کہ جو انسانی فطرت کی کمزوری سے بےخبر ہے۔ کیا یہ سچ نہین کہ انسانی کمزوری درحقیقت ایک سچا اور واقعی زہر ہے؟ اور درحقیقت خدا کا نام توّاب یعنی توبہ قبول کرنیوالا اِسی انسانی کمزوری کے تقاضا سے ظہور پذیر ہے اور معاف کرنا ایک ایسا فعل ہے کہ وقت مناسب پر انسانی فطرت اُسکو قبول کرتی ہے۔ اسلیئے عقل سلیم کے نزدیک ایک سخت گیر انسان جو کبھی اپنے نوکرون کے قصور معاف نہین کرتا قابل ملامت ہوتا ہے تو پھر پرمیشر جس کا یہ دعوےٰ ہے کہ وہ تمام اخلاق حسنہ کا جامع ہے اور ہر ایک خلق مین کامل اور سب سے بڑھکر ہے۔ کس قدر اسکی شان سے دور ہے کہ وہ اپنے گنہگارون کے مقابل پر معافی اور بخشش کا کبھی نام نہ لے اور ادنےٰ ادنےٰ باتون مین سزا دینے کیلئے تیار ہوجائے اور نیز اسمین جود و سخا کی صفت نہ ہو اور انسان سے ایک مزدور کی طرح جس قدر مزدوری کرے اسی قدر بدلہ لے۔ ایسے پرمیشر سے کہان توقع ہوسکتی ہے کہ وہ کسی وقت احسان اور مروت سے پیش آوے اور کسی لغزش کے وقت قصور معاف فرما دے بلکہ انسانون کے لیئے

اُسکی حکومت خطرناک اور اپنی سخت بدقسمتی کا موجب ہو۔

یاد رہے کہ توبہ اور مغفرت سے انکار کرنا درحقیقت انسانی ترقیات کے دروازہ کو بند کرنا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر ایک کے نزدیک واضح اور بدیہیات سے ہے کہ انسان کامل بالذات نہیں بلکہ تکمیل کا محتاج ہے اور جیسا کہ وہ اپنی ظاہری حالت میں پیدا ہو کر آہستہ آہستہ اپنے معلومات وسیع کرتا ہے پہلے ہی عالم فاضل پیدا نہیں ہوتا اسی طرح وہ پیدا ہو کر جب ہوش پکڑتا ہے تو اخلاقی حالت اُسکی نہایت گری ہوئی ہوتی ہے چنانچہ جب کوئی نوعمر بچوں کی حالات پر غور کرے تو صاف طور پر اُسکو معلوم ہوگا کہ اکثر بچے اس بات پر حریص ہوتے ہیں کہ اونکے اونکے نزاع کے وقت دوسرے بچہ کو ماریں اور اکثر اُنکے بات بات میں جھوٹ بولنے اور دوسرے بچوں کو گالیاں دینے کی خصلت مترشح ہوتی ہے اور بعض کو چوری اور چغلخوری اور حسد اور بخل کی بھی عادت ہوتی ہے اور پھر جب جوانی کی مستی جوش میں آتی ہے تو نفس امارہ اُن پر سوار ہو جاتا ہے اور اکثر ایسے نالائق اور ناگفتنی کام اُن سے ظہور میں آتے ہیں جو صریح فسق و فجور میں داخل ہوتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اکثر انسانوں کیلئے اول مرحلہ گندی زندگی کا ہے اور پھر جب سعید انسان اوایل عمر کے تُند سیلاب سے باہر آجاتا ہے تو پھر وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتا ہے اور سچی توبہ کر کے ناکردنی باتوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اپنے فطرت کے جامہ کو پاک کرنے کی فکر میں لگ جاتا ہے یہ عام طور پر انسانی زندگی کے سوانح ہیں جو نوع انسان کو طے کرنے پڑتے ہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اگر یہی بات سچ ہے کہ توبہ قبول نہیں ہوتی تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کا ارادہ ہی نہیں کہ کسی کو نجات دے۔ پس جبکہ خدا نومیدی کا جواب دے چکا ہے اور کسی پلید جون میں ڈالنے کا اس کا پختہ ارادہ ہے تو ایسی حالت میں جس کو یہ خواہش ہو کہ وہ گندی زندگی سے رستگار ہو کر اسی زندگی میں اصلاح الٰہی میں سے ہو جاوے وہ کیونکر برخلاف خدا کے ارادہ کے اس خواہش کو پوری کر سکتا ہے؟ اور کیونکر

وہ خدا کی راہ مین کوئی معاہدہ کرسکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ میرے لئے خدا کے فضل کا دروازہ قطعًا بند ہے اور یقین رکھتا ہے کہ اب بہرحال میرے لئے کوئی کتا یا بلا یا سور بننا ضروری ہے۔

مضمون پڑہنے والے نے الہامی کتاب کی ایک یہ بہی نشانی پیش کی کہ وہ کتاب اپنی آپ مین مکمل ہو یعنے اپنے بعد کسی دوسری کتاب کی اُسکو حاجت نہ ہو۔ اب اِس چالاکی کیطرف خیال کرو کہ یہ کس قسم کی نشانی لکھی ہے۔ چونکہ آریون کا یہ عقیدہ ہے کہ وید ایک ایسی کتاب ہو کہ اُسکے بعد کوئی کتاب نازل نہین ہوئی اِس لیئے اُس نے اپنی غرض پوری کرنے کیلیئے اِس عقیدہ کو الہامی کتاب کی نشانیون مین داخل کر دیا۔ تنقیح طلب تو یہ امر ہے کہ کیا درحقیقت وید ایک ایسی کامل مکمل کتاب ہو کہ اُس کے بعد کسی دوسری کتاب کو قدم رکہنے کی جگہ نہین۔ سو جب ہم غور سے دیکھتے ہین تو صریح معلوم ہوتا ہے کہ وید کو ایسی صفت سے موسوم کرنا سراسر اُس پر تہمت ہو وید کے ذریعہ سے جو کچھہ آریہ ورت مین ظاہر ہوا ہے وہ یہی عناصر پرستی اور مخلوق پرستی اور سورج اور چاند کی پوجا ہے یا نیوگ ہے اور کئی مرتبہ ہم لکھ چکے ہین کہ وید توحید اور معرفت آلہی کا سخت مخالف اور دشمن ہے اور ایک گمراہ کرنے والی کتاب ہو پس جس کتاب نے ایسی گندی تعلیم پہیلائی ہے کہ نہ توحید کو باقی چہوڑا اور نہ عمل صالح کی ترغیب دی اور نہ ایک ذرّہ بہر اُسمین کوئی خوبی ہے اسکی ایسی تعریف کرنا کہ گویا اُس کے بعد کسی الہامی کتاب کی حاجت نہین یہ سراسر بے حیائی ہے اور خواہ نخواہ خدا کی کتابون پر بیجا حملہ ہے۔ ہم پہلے اِس سے لکھہ چکے ہین کہ چونکہ انسانی حالت ایک طور پر نہین رہی اور نوع انسان پر بڑے بڑے انقلاب آئے ہین پس مصلحت اور حکمت آلہی کا یہی تقاضا تہا کہ ہر ایک تغیر کے مناسب حال کتاب نازل ہو جیسا کہ بہت آسانی سے یہ بات سمجھہ آسکتی ہے کہ ابتدائے زمانہ مین کسی کامل کتاب کی ضرورت نہین ہوتی کیونکہ ابتدائے زمانہ مین نہ گناہون کا زور ہوتا ہے

نہ بدعقیدگی کا طوفان برپا ہوتا ہے اور لوگ سیدھے سادی ہوتے ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ جسمانی طور پر بہی جہان تندرست اور صحیح سالم لوگ موجود ہون وہان چندان طبیب کی حاجت نہین ہوتی کیونکہ جہان بیمار ہین طبیب بہی وہین جاتا ہے پس عند العقل زمانہ تین قسم پر تقسیم ہوسکتا ہے۔

(۱) ایک صلاحیت کا زمانہ جو ابتدائی زمانہ تہا۔

(۲) دوسرا نیک و بد کی برابری کا زمانہ جس کو درمیانی زمانہ کہہ سکتے ہین۔

(۳) تیسرا معاصی اور مفاسد کا زمانہ جسکو ہندی مین کلجگ کہتے ہین۔ سو وہ زہریلا زمانہ طوفان معاصی کا اس لایق تہا کہ کامل کتاب اسمین بہیجی جاوے سو وہ قرآن شریف ہے وید نے جو کچہہ کمال ظاہر کیا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہین (۱) اوس نے اپنے پرمیشر کو خالق ہونے سے جواب دیدیا۔ (۲) اُس نے روحون کو اُن کی تمام طاقتون اور قوتون کے ساتہہ خود بخود سمجہہ لیا۔ (۳) اُس نے تمام ذرات عالم کو مع اُن کے خواص اور طاقتون کے پرمیشر کیطرح اپنے وجود کے آپ ہی خدا مان لیا۔ (۴) اُس نے خدا کی صنعت وحی اور الہام کو ہمیشہ کے لیے معطل قرار دیا۔ (۵) اُس نے اُن تمام دلایل سے انکار کیا جن سے خدا کے وجود کا پتہ لگتا ہے۔ (۶) اُس نے پرمیشر کو ایک بخیل اور تنگ دل اور طرف داری کرنیوالا ٹھیرایا کہ جو ہمیشہ آریہ ورت سے ہی تعلق رکہتا ہے اور اُنہین پر الہام نازل کرتا ہے دوسرون پر بوجہ ناراض ہے گویا اُسی قوم سے اُس کا رشتہ اور قرابت ہے اور گویا دوسرے ملکون کے لوگ اُسکے بندے ہی نہین یا اُن کے وجود سے ہی بیخبر ہے (۷) اُس نے نیوگ کے ناپاک طریق کیلیئے تاکیدی حکم دیکر ہزارون عورتون کی عفت مین خلل ڈالا۔ (۸) اُس نے تناسخ کا عقیدہ پیش کر کے آریون کو کوئی ایسا قاعدہ نہ بتلایا جس سے سمجہا جاتا کہ مثلاً دوبارہ آنے والی کوئی لڑکی اُسی شخص کی مان یا دادی تو نہین جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے (۹) اُس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ گویا پرمیشر کو

ایک ایسا بد مکر کرنے کی عادت ہی جو مکتی دینے کے وقت پوشیدہ طور پر کسی یا ب کے ذمہ ایک گناہ رکھ لیتا ہے اور پھر اُسی گناہ کا الزام دیکر مکتی خانہ سے اُسکو باہر نکالتا ہے (۱۰) اُس نے اپنے پرمیشر پر یہ نہایت قابل شرم وصیہ لگایا کہ وہ جاودانی مکتی دینے پر قادر نہیں ہے اور پھر جھوٹ یہ بولا کہ اعمال محدود ہیں اس لیئے جزا بھی محدود ہی چاہیئے حالانکہ یہ بیان خلاف واقعہ ہے کیونکہ بموجب اصول آریون کے پرمیشر اِس لیئے مکتی خانہ سے ہر ایک روح کو باہر نہیں کرتا کہ اعمال محدود ہین بلکہ اس لیئے کرتا ہے کہ اُس کو یہ قدرت ہی نہیں ہے کہ کسی کو دائمی مکتی دے سکے وجہ یہ کہ اگر دائمی مکتی سب روحون کو دیدے تو پھر آیندہ اپنا کام کیونکر چلاوے اور پھر نئی پیدایش ظاہر کرنیکے لیئے کہان سے نئی روحین لاوے؟ حالانکہ بموجب عقیدہ وید کے یہ ضروری امر ہے کہ ہمیشہ سلسلہ جونون کا جاری رہے مگر جو لوگ ہمیشہ کیلیئے اواگون سے نجات پا چکے وہ کیونکر دوبارہ جونون کے چکر مین آسکتے ہین؟ پس پرمیشر پر یہ مصیبت پڑی کہ ہمیشہ کی مکتی دینے سے اُسکا تمام کار و بار بند ہو جاتا ہے کیونکہ نئی روحون کے پیدا کرنے پر تو وہ قادر ہی نہین۔ اس صورت مین وہ کہان سے نئی روحین لاتا ناچار میعادی مکتی قرار دی گئی تا کسی طرح اُسکی راج اور حکومت مین فرق نہ آوے۔ یہ ہے ہندوون کا پرمیشر اور یہ ہین وید کی کامل تعلیمین جن کی بناء پر مضمون پڑھنے والے نے کہا کہ وید کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہین۔ پس درحقیقت وید نے اپنے قابل شرم اصولون کے ساتھ نہ پرمیشر کی عزت کا پاس کیا نہ آریون کی آبرو کا خیال رکھا نیوگ کے عقیدہ کے ساتھ آریون کی پگڑی اُتاری اور پرمیشر کی سلب قدرت اور سلب خالقیت کے عقیدہ کیساتھ اُس اپنے پرمیشر کو بے عزت کیا۔ پس جب وید نے اپنے پرمیشر اور اپنے پیروی کرنیوالون کے ساتھ یہ سلوک کیا اس سے دوسرون کو کیا توقع ہے؟ وہ تو درحقیقت اس شعر کا مصداق ہے ؎ تو بخویشتن چہ کردی کہ بماکنی نظیری + خدا را کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن +

مضمون پڑہنے والے نے ایک اور نشانی الہامی کتاب کی یہ پیش کی کہ اسمین اختلاف نہ ہو۔ ہم اس بات کو قبول کرتے ہین کہ واقعی یہ نشانی الہامی کتاب کے لئے ضروری ہے کیونکہ اگر بیان مین تناقض پایا جاوے اور قواعد مقررہ منطق کے روسے درحقیقت وہ تناقض ہو تو ایسا بیان اُس عالم الغیب کیطرف منسوب نہین ہوسکتا جسکی ذات غلطی اور نقص اور خطا سے پاک ہو کیونکہ تناقض سے لازم آتا ہے کہ دو متناقض باتون مین سے ایک جہوٹی ہو یا غلط ہو اور اس دونون قسم کی منقصت سے خدا تعالی کی شان بلند و برتر ہے۔ لیکن بعض نادان اپنی کوتہ اندیشی اور حماقت سے ایسے امور مین بہی تناقض سمجہ لیتے ہین جن کو درحقیقت تناقض سے کچہہ بہی تعلق نہین۔ مثلاً یہ کہنا کہ زید مُردہ ہے یعنی باعتبار روحانی حیات کے اور یہ کہنا کہ زید زندہ ہے یعنی باعتبار جسمانی حیات کے ان دونون فقرون مین کچہہ اختلاف اور تناقض نہین کیونکہ اعتبار الگ الگ ہین۔ ایسا ہی یہ کہنا کہ زید جو خالد کا بیٹا ہے بہت شریر آدمی ہے اور یہ کہنا کہ زید جو ولید کا بیٹا ہے بہت نیک اور بہلا مانس آدمی ہو اسمین بہی کچہہ تناقض اور اختلاف نہین۔ کیونکہ موضوع یعنے وہ لوگ جنکے حالات کا بیان ہے وہ الگ الگ ہین۔ ایسا ہی یہ کہنا کہ زید صبح کے وقت جنگل مین تہا اور یہ کہنا کہ زید شام کے وقت گہر مین تہا ان دونون فقرون مین بہی کچہہ تناقض اور اختلاف نہین کیونکہ اوقات الگ الگ ہین اور ایسا ہی یہ کہنا کہ زید بغداد مین کبہی نہین گیا اور یہ کہنا کہ زید دمشق مین گیا تہا ان دونون فقرون مین بہی کوئی تناقض اور اختلاف نہین کیونکہ مکان الگ الگ ہین اور یہ کہنا کہ زید کو مین دو روپیہ اجرت دون گا بشرطیکہ وہ سارا دن میرا کام کرے اور یہ کہنا کہ زید کو مین صرف آٹہہ آنہ اجرت دونگا بشرطیکہ وہ صرف ایک پہر میرا کام کرے۔ ان دونون فقرون مین بہی کوئی تناقض اور اختلاف نہین کیونکہ شرطین علیحدہ علیحدہ ہین۔ غرض جبتک ان تمام امور متذکرہ بالا مین وحدت نہ پائی جائے اور ہر ایک قسم کی زمانی مکانی وغیرہ تفریق سے دو بیان خالی نہ ہون تب تک نہین کہا جائیگا کہ وہ دو بیان متناقض ہین۔

لیکن ہم دیکھتے ہین کہ اس تناقض سے وید بھرا ہوا ہے جیسا کہ ایک طرف تو وید خدا تعالیٰ کو قادر مطلق مانتا ہے اور اسکو سرب شکتیمان جانتا ہے اور دوسری طرف اُسکی قدرت کے تمام کامون سے انکاری ہے اُسکے خالق ارواح اور اجسام ہونے سے منکر ہے اور نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ کہلے کہلے طور پر یہ عقیدہ سکھلاتا ہے کہ کیا ارواح اور کیا انکی تمام طاقتین اور قوتین اور اُن کے عجیب خواص سب خود بخود ہین اور پرمیشر نے اُن کو پیدا نہین کیا ایسا ہی اجسام کے ذرات اور اُنکی تمام طاقتین اور قوتین خود بخود ہین۔

اب ظاہر ہے کہ یہ کس قدر تناقض ہے کہ ایک طرف تو پرمیشر کی کامل قدرت کو ماننا اور دوسری طرف سرے سے تمام قدرتی کامون سے اسکو جواب دیدینا؟

ایسا ہی ایک طرف تو وید اقراری ہے کہ پرمیشر تمام فیضوں کا منبع اور سرچشمہ ہے اور دوسری طرف قطعاً اس بات سے انکاری ہے کہ کوئی فیض پرمیشر کا جاری ہے کیونکہ جس حالت مین رُوحون کی تمام طاقتین اور قوتین اور اجسام کی تمام طاقتین اور قوتین قدیم سے خود بخود ہین اور انہین طاقتون کے ذریعہ سے وہ علوم و فنون حاصل کرتی ہین توکیا اس سے ثابت نہ ہوا کہ پرمیشر کا اُن پر ذرہ فیض نہین ہے؟ اور اگر کہو کہ اگرچہ وہ قوتین تو خود بخود ہین لیکن علوم اور معارف کا فیض تو پرمیشر کیطرف سے ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بموجب اصول آریہ سماج کے پرمیشر اپنی طرف سے کوئی نیکی اور خیر اور فیض انسان کو نہین پہنچا سکتا اور جو کچھ انسان کو کوئی بہتری اور خیر اور فیض پہنچتا ہے وہ تمام اُسکے اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے اس صورت مین ظاہر ہے کہ جو کچھ وید کے رشیون پر الہام ہوا ہے وہ پرمیشر کا کچھ بھی احسان اور فیضان نہین بلکہ خود اُن رشیون کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ پس یہ عجیب پرمیشر ہے کہ نہ روحون کو اُس نے پیدا کیا اور نہ اُنکو کوئی فیض پہنچا سکتا ہے اور پھر یہ بھی دعوے ہے کہ وہ تمام فیوض کا منبع ہے کیا یہ صریح تناقض اور اختلاف بیانی وید مین موجود ہے یا نہین؟

ایسا ہی وید کیطرف سے یہ دعوے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ توحید کی دعوت کرتا ہے

حالانکہ دوسری طرف وید کا یہ بہی دعوے ہے کہ خدا اپنی ازلیت و ابدیت مین واحد نہین بلکہ ذرہ ذرہ اس عالم کا اور نیز تمام روحین ازلیت و ابدیت مین اُسکی شریک ہین اور نیز ایک طرف تو وید کیطرف توحید کو منسوب کیاجاتا ہے اور دوسری طرف کہلے کہلے طور پر وہ مخلوق پرستی کی تعلیم دیتا ہے اور اگنی و آیو وغیرہ کی پرستش سے سارا وید بہرا پڑا ہے۔

پس جس حالت مین وید کی اختلاف بیانی اور تناقض کا یہ حال ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وید نے اس شرط کو پورا نہین کیا اور نہ اُس نے ایسا دعوی کیا کہ اس مین اختلاف بیان نہین لیکن قرآن شریف یہ دعوے کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

یعنے کیا یہ لوگ قرآن مین تدبر نہین کرتے اور اگر وہ خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس مین بہت سا اختلاف پایا جاتا۔ اور ظاہر ہے کہ جس زمانہ مین قرآن شریف کی نسبت خدا تعالی نے یہ فرمایا کہ اسمین اختلاف نہین تو اس زمانہ کے لوگون کا حق تہا کہ اگر انکے نزدیک کوئی اختلاف تہا تو وہ پیش کرتے۔ مگر سب ساکت ہوگئے اور کسی نے دم نہ مارا اور اختلاف کیون کر اور کہان سے ممکن ہے جس حالت مین تمام احکام ایک ہی مرکز کے گرد گہوم رہے ہین یعنے علمی اور عملی رنگ مین اور درشتی اور نرمی کے پیرایہ مین خدا کی توحید پر قایم کرنا اور ہوا و ہوس چہوڑا کر خدا کی توحید کیطرف پہنچانا یہی قرآن کا مدعا ہے۔

مضمون پڑہنے والے نے ایک اور نشانی الہامی کتاب کی یہ پیش کی کہ اسمین کسی کی طرف داری نہ ہو اس تحریر سے مجہے یقین ہوگیا ہے کہ یہ شخص محض ہوا و ہوس کی تباہی سے بات نہین کرتا کیونکہ جس قدر وید پکش پات اور طرفداری سے بہرا ہوا ہے اُس کا نمونہ دوسری جگہ ملنا ناممکن ہے مثلاً اس سے بڑہ کر طرفداری کیا ہوگی کہ باوجودیکہ کروڑہا اربون بلکہ بیشمار مدتون سے دُنیا چلی آتی ہے لیکن ابتک پرمیشر نے اس طرفداری اور پکش پات کو نہین چہوڑا کہ ہمیشہ آریہ ورت مین ہی وید کو نازل کرتا ہے اور سنسکرت زبان مین ہی نازل

کرتا ہے اور ہمیشہ اُسکی پارلیمنٹ مین مُکھ بننے کیلیئے اگنی - وایو - آدت - انگرا ہی انتخاب کیئے جاتے ہین - پس کیا اس طرفداری سے بڑھ کر کوئی اور بھی طرفداری ہوگی جو ویدمین پائی جاتی ہے کہ ہمیشہ الہامی کتاب کے لیئے آریہ ورت کو ہی اختیار کرتا ہے اور قدیم سے سنسکرت زبان مین ہی الہام کرتا چلا آیا ہے ایسا ہی اُسکو الہام دینے کیلیئے اگنی - وایو - انگرا - آدت ہی پسند آتے ہین - اور ہمیشہ ایسی اعلے جون اُنکو دیتا ہے کہ جو لایق الہام پانے کے ہوتی ہے اور یہ معاملہ نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ نہ تین دفعہ ظہور مین آتا ہے بلکہ بیشمار اربون تک اس پر گذر چکے ہین کہ وہ ایسا ہی کرتا ہے اور جس طرح گورنمنٹ برطانیہ کے افسرون کو گرمی کے دنون مین شملہ پسند آیا ہوا ہے پرمیشر کو آریہ ورت پسند آگیا ہے دوسرے ملکون کے باشندون سے بے وجہ ناراض ہے یا اب تک اسکو اُن کے وجود کا علم ہی نہین - اب کوئی آریہ صاحب انصاف سے فرماوے کہ کیا یہ طریق پرمیشر کا طرفداری اور پکشپات ہے یا کوئی اور بات ہے؟ اور اگر کوئی اور بات ہے تو مع دلایل اُسکو بیان کرین -

مضمون پڑھنے والے نے الہامی کتاب کی ایک یہ نشانی بتلائی کہ اسمین ایسی باتین نہ ہون کہ خدا نے فلان کام مین مکاری کی - اسکا جواب ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مکر ان باریک تدبیرون اور تصرفات کو کہتے ہین کہ وہ ایسے مخفی اور مستور ہون کہ جس شخص کیلیئے وہ تدابیر عمل مین لائی گئی ہین وہ ان تدبیرون کو شناخت نہ کر سکے اور دھوکا کہا جائے - پس مکر دو قسم کے ہوتے ہین -

(۱) اول وہ کہ جن کے عملدرآمد سے ارادہ خیر اور بہتری کا کیا گیا ہے اور کسیکو نقصان پہنچانا منظور نہین ہے جیسا کہ مان اپنے بچہ کو اس مکر سے دوا پلا دیتی ہے کہ وہ ایک شربت شیرین ہے اور پینے ہی پیا ہے بڑا میٹھا ہے اور اس مکر سے بچہ کے دل مین ایک خواہش پیدا ہو جاتی ہے اور وہ دوا کو پی لیتا ہے اور جیسا کہ پولس کے بعض لوگون کو یہ خدمت سپرد ہے کہ وہ پولس کی وردی نہین رکہتے اور عام لوگون کیطرح سفید پوش رہتے ہین اور

پردہ مین بدمعاشون کو مارتے رہتے ہین پس یہ بھی ایک قسم کا مکر ہے مگر نیک مکر۔ ایسا ہی طالب العلم یا وکلاء یا ڈاکٹرون کا امتحان لینے والے یا کسی اور صیغہ مین جو ممتحن ہوتے ہین وہ بھی نیک نیتی سے سوال بتانیکے وقت ایک حد تک مکر کرتے ہین۔ پس اسی طرح سمجھ لینا چاہئیے وہ مکر جو خدا کی شان کے مناسب حال ہین وہ اس قسم کے ہین جن کے ذریعہ سے وہ نیکون کو آزماتا ہے اور بدون کو جو اپنی شرارت کے مکر نہین چھوڑتے سزا دیتا ہے اور اس کے قانون قدرت پر نظر ڈال کر ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسی مخفی رحمتین یا مخفی غضب اسکے قانون قدرت مین پائے جاتے ہین۔ بعض اوقات ایک مکار شریر آدمی جو اپنے بدمکرون سے باز نہین آتا۔ بعض اسباب کے پیدا ہونے سے خوش ہوتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ ان اسباب کے ذریعہ سے جو میرے لئیے میسر آگئے ہین ایک مظلوم کو انتہا درجہ کے ظلم کے ساتھ پیس ڈالونگا مگر انہین اسباب سے خدا اسی کو ہلاک کر دیتا ہے اور یہ خدا کا مکر ہوتا ہے جو شریر آدمی کو ان کامون کے بد نتیجے سے بیخبر رکھتا ہے اور اسکے دل مین یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ اس مکر مین اسکی کامیابی ہے۔ اس بات سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ ایسے کام خدا تعالی کے دنیا مین ہزارہا پائے جاتے ہین کہ وہ ایسے شریر آدمی کو جو بدمکرون سے بے گناہون کو دکھ دیتا ہے اپنے نیک اور عدل کے مکر سے سزا دیتا ہے۔

اب ہم عام فایدہ کیلئیے کتاب لسان العرب سے جو ایک پرانی اور معتبر کتاب لغت کی ہے مکر کے معنی لکھتے ہین اور وہ یہ ہے ــ المکر احتیال فی خفیة - وان الکید فی الحروب حلالٌ - والمکر فی کل حلال حرامٌ - قال الله تعالی ومکروا مکرًا ومکرنا مکرًا وهم لا یشعرون - قال اهل العلم بالتاویل المکر من الله تعالی جزاء سمی باسم مکر المجازی - ترجمہ مکر اس حیلہ کو کہتے ہین جو پوشیدہ رکھا جائے جنگون مین اس قسم کے حیلے حلال ہین - اور ہر ایک حلال امر کو حیلہ کر کے ٹالنا یہ حرام ہے اور قرآن شریف مین خدا تعالی فرماتا ہے کہ کافرون نے اپنی دانست مین ایک بڑا مکر کیا اور ہمنے بھی مکر کیا اور وہ ہمارے مکر سے بے خبر تھے اور اہل علم کہتے ہین کہ خدا کا مکر یہ ہے کہ

مکار کو مکر کی سزا دینا- اور قرآن شریف مین پوری آیت یہ ہے

وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون ٭ قالوا تقاسموا باللہ لنبیتنہ واھلہ ثم لنقولن لولیہ ماشھدنا مھلک اھلہ وانا لصادقون ٭ ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وھم لا یشعرون- فانظر کیف کان عاقبۃ مکرھم انا دمرنٰھم وقومھم اجمعین- فتلک بیوتھم خاویۃ بما ظلموا ان فی ذلک لایۃ لقوم یعلمون ٭ وانجینا الذین امنوا وکانوا یتقون ٭ الجزو ۱۹ سورۃ النمل رکوع ۱۸ و ۱۹) ترجمہ اور شہر مین نو شخص ایسے تھے جن کا پیشہ ہی فساد تھا اور اصلاح کے روادار نہ تھے اونہون نے باہم قسمین کہائین کہ رات کو پوشیدہ طور پر شبخون مار کر اس شخص کو اور اسکے گھر والون کو قتل کر دو اور پہر ہم اسکے وارث کو جو خون کا دعویدار ہوگا یہ کہین گے کہ ہم تو ان لوگون کے قتل کرنیکے وقت اس موقع پر حاضر نہ تھے اور ہم سچ سچ کہتے ہین یعنی یہ بہانہ بنائین گے کہ ہم تو قتل کرنیکے وقت فلان فلان جگہ گئے ہوئے تھے جیسا کہ اب بھی مجرم لوگ ایسے ہی بہانے بنایا کرتے ہین تا مقدمہ نہ چلے- پھر اللہ تعالے فرماتا ہے کہ تو دیکھ کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا ہمنے انکو اور انکے تمام قوم کو ہلاک کر دیا اور یہ گھر جو ویران پڑے ہوئے ہین یہ انہین کے گھر ہین ہمنے اس لئے ان کو یہ سزا دی کہ یہ ہماری برگزیدہ بندون پر ظلم کرتے تھے اور باز نہین آتے تھے- پس ہمارا یہ عذاب ان لوگون کیلئے ایک نشان ہے جو جانتے ہین- اور ہمنے ان ظالم لوگون کے ہاتھ سے ان ایماندارون کو نجات دی جو متقی اور پرہیزگار تھے- سو خدا کا مکر یہ تہا کہ جب شریر آدمی شرارت مین بڑہتے گئے تو ایک مدت تک خدا نے اپنے ارادہ عذاب کو مخفی رکہا- اور جب انکی شرارت نہایت درجہ تک پہنچ گئی بلکہ انہون نے ایک بڑا مکر کر کے خدا کے برگزیدون کو قتل کرنا چاہا- تب وہ پوشیدہ عذاب خدا نے ان پر ڈالدیا جسکی انکو کچھہ بھی خبر نہ تھی اور ان کے وہم وگمان مین نہ تہا کہ اس طرح ہم نیست و نابود کئے جائینگے- یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ خدا کے برگزیدہ بندون کو ستانا اچھا نہین آخر خدا

پکڑتا ہے کچھ مدت تک تو خدا اپنے ارادہ کو مخفی رکھتا ہے اور وہی اُسکا ایک مکر ہے مگر جب شریر آدمی اپنی شرارت کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے تب خدا اپنے ارادہ کو ظاہر کر دیتا ہے۔ پس نہایت بد قسمت وہ لوگ ہوتے ہین جو خدا کے برگزیدہ بندون کے مقابل پر محض شرارت کے جوش سے کھڑے ہو جاتے ہین اور اُنکو ہلاک کرنا چاہتے ہین آخر خدا اُنکو ہی ہلاک کرتا ہے اِس کے بارہ مین رومی صاحب کا یہ شعر نہایت عمدہ ہے۔

تا دلِ مردِ خدا نامد بدرد ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

پھر مضمون پڑھنے والے نے الہامی کتاب کی یہ نشانی پیش کی کہ اُسمین کسیکا مال لوٹنے کیلئے حکم نہ دیا گیا ہو ہم اِس سے بھی یہی نکالتے ہین کہ یا تو یہ شخص وید سے ناواقف ہے اور یا وید کے رشیون کا پکا دشمن ہے۔کیونکہ بار بار وہی باتین بیان کرتا ہے جو وید کی تعلیم کے مخالف ہین۔اِس جگہ ہم بطور نمونہ ناظرین کے لئے رگوید کی چند شرتیان لوٹ کے بارہ مین لکھدیتے ہین اور وہ یہ ہین :۔ اگنی کے آگے ایک دُعا کر کے آخری فقرہ شرتی کا یہ ہے۔ایسا ہو کہ ہم لڑائیون میں اپنے دشمنون سے **لوٹ** حاصل کرین اے اِندر گو ہم مستحق نہ ہوں پر تو ہمین ہزار ہا گوئیں اور گھوڑے دیکر مالا مال کر۔اے خوبصورت اور طاقتور اندر خوراک کے مالک تیری شفقت ہمیشہ قایم رہتی ہے ہزاروں عمدہ گھوڑے اور گوئیں ہمیں دے ہر ایک کو جو ہمیں گالی دیتا ہے غارت کر یعنے اُنکا مال گوئیں وغیرہ ہمیں دیدے۔

اے اِندر اور اگنی بجر گھمانے والو شہر دن کے غارت کرنیوالو ہمیں دولت عطا کرو لڑائیوں میں ہماری مدد کرو یعنے بہت سا لوٹ کا مال ہمیں دو۔اے اندر جو سب دیوتاؤن مین اول درجہ کا دیوتا ہے ہم تجھے بلاتے ہیں تو نے لڑائیوں میں بہت سا لوٹ کا مال حاصل کیا ہے اے اجیت اندر ایسی لڑائیوں میں ہماری حفاظت کر جہاں سے بہت **لوٹ** ہمارے ہاتھ آوے۔ہم اندر کو جو ہمارے دشمنون کے مقابل پر بجر گھماتا ہے اور جو ہمارا مددگار ہے بیشمار دولت حاصل کرنیکے لئے بلاتے ہین (وید کی تعلیم کی رُو سے لوٹ کا مال اکثر اندر ہی

دیا کرتا ہے)۔ اسے اگنی ہمنے تجھے گھی کا ہوم کر کے بلایا ہے ہمارے دشمنوں کو جلا دے

اب کوئی آریہ صاحب بتلاوین کہ یہ شرتیاں وید میں ہیں یا قرآن شریف میں۔

قرآن شریف مین تو کہین نہین لکہا کہ اپنے دشمنوں کو آگ سے جلا دو اور اُنکا مال لوٹ لو۔ یہ ایک سخت بد ذاتی ہے جو خدا تعالیٰ کی پاک کلام پر ناحق تہمت لگائی جاتی ہے قرآن شریف میں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے مسلمانون کو قتل کیا اور اُنکا مال لوٹا اور اُن کو وطن سے نکالا۔ تم بہی بعوض اس نقصان کے اُنکا مال لوٹ لو۔ اور جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ہمیشہ لڑائیون کی وضع اسی طرح پر چلی آئی ہے کہ فتح کرنیوالے مغلوب فریق کا مال لوٹ لیتے ہین بلکہ اُن کے ملک پر بہی قبضہ کر لیتے ہین۔ آجکل بہی فتح پانیوالے بادشاہون مین یہی رسم جاری ہے مگر قرآن شریف نے ظلم اور زیادتی کی تعلیم نہین دی اور صرف مظلومون کی نسبت لڑائی کرنا جایز رکہا ہے اور نیز یہ کہ جس طرح دشمن نے اُن کا مال لوٹ لیا ہے وہ بہی لوٹ لین زیادتی نکرین پس کس قدر بے حیائی بے شرمی بے ایمانی ہے کہ ناحق قرآن شریف پر یہ تہمت تھاپ دی جاتی ہے کہ گویا اُس نے آتے ہی بغیر اسکے کہ فریق ثانی سے مجرمانہ حرکتین صادر ہون لوٹ اور قتل کرنیکا حکم دیدیا تہا ہمیں ایسی کوئی آیت سارے قرآن شریف مین نہین ملتی اگر آریون نے کوئی ایسی آیت دیکھی ہے جس سے یہ پایا جاتا ہو کہ بغیر فریق ثانی کے ظلم اور مجرمانہ حرکات کے اُن کے ساتہہ جنگ کرنیکا حکم ہو تو اُن پر کہانا حرام ہے جبتک وہ آیت پیش نہ کرین۔ یون ہی کسی آیت کا سر پیر کاٹ کر اور اپنے مطلب کے موافق بنا کر پیش کر دینا یہ تو اُن لوگون کا کام ہے جو سخت شریر اور بدمعاش اور گندے کہلاتے ہین خدا تو قرآن شریف مین یہ فرماتا ہے اُذِنَ للذین یقاتلون بانہم ظلموا۔ وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔ یعنی جن مسلمانون پر ناحق قتل کرنیکے لئے چڑہائی کی جاتی ہے خدا انکو دیکہا کہ وہ مظلوم ہین اسلئے خدا بہی اُنکو مقابلہ کرنیکے لئے اجازت دیتا ہے۔

مضمون پڑہنے والےنے ایک نشانی الہامی کتاب کی یہ بیان کی کہ پیدایش اور فنا

کے بارہ مین اسمین صحیح صحیح حالات درج ہون - واضح ہو کہ اِس نشانی کی حقیقت بیان کرنیکے بارے
مین ہم چندان ضرورت نہین دیکھتے کیونکہ پہلے بہی وضاحت کے ساتہہ ہم لکھ چکے ہین کہ ان دونون
نشانیون مین ویدنے بڑی بہاری غلطی کہائی ہے کیونکہ بموجب قول آریہ سماج کے ویدکی
تعلیم ہے کہ ارواح اور ذرات اجسام انادی اور غیر مخلوق اور قدیم سے پرمیشر کی طرح خودبخود
ہین اور اُنکی تمام طاقتین اور قوتین بہی خودبخود ہین - اور انسان کے مرنیکے وقت مین اُسکی
رُوح آسمان کی فضا مین چلی جاتی ہے اور پہر شبنم کیطرح رات کیوقت کسی گہاس پات پر
پڑتی ہے اور وہ گہاس کوئی کہا لیتا ہے اور اِس طرح بہ نطفہ کے اندر ہوکر وہ روح کسی عورت
کے پیٹ مین چلی جاتی ہے - یہ ہے وید کی فلاسفی جو پیدایش اور فنا کے متعلق ہے اور ہم
اِسی رسالہ مین ثابت کر چکے ہین کہ یہ ایسا بدیہی البطلان عقیدہ ہے کہ ایک بچہ بہی اُس پر
ہنسے گا اگر روحین خودبخود ہین اور انکی طاقتین خودبخود ہین تو پہر پرمیشر پرمیشر نہین ہو سکتا
اور نہ پرستش کرانیکے لیئے اُسکا کوئی حق ٹھہرتا ہے اور اس کا روحون پر حکومت کرنا صرف قبضہ
جابرانہ ہوگا اور ہم کوئی دوسرا نام اُس قبضہ کا نہین رکہہ سکتے - ایسا ہی اس عقیدہ سے اُنکی توحید
تمام درہم برہم ہو جاتی ہے اور قدامت مین ذرہ ذرہ اُسکے وجود کے ساتہہ برابر ہو جاتا ہے -
اور نیز بڑی خرابی یہ ہے کہ اِس صورت مین وہ منبع فیوض نہین ٹھہر سکتا کیونکہ جبکہ روحین خودبخود
ہین اور اُنکی طاقتین خودبخود ہین تو صاف ظاہر ہے کہ ان کے ادراک مجہولات کی قوت
بہی خودبخود ہوگی اِس صورت مین انکو ادراک مجہولات کیلیئے پرمیشر کی کچہہ بہی حاجت نہ ہی
اور اس سے ماننا پڑیگا کہ جیسا کہ روحین قدیم سے خودبخود ہین ایسا ہی علوم ضروریہ کے تمام
دروازے بہی قدیم سے اُن پر کہلے پڑے ہین پس اس صورت مین پرمیشر کی کچہہ بہی ضرورت
نہین رہیگی - اور اگر یہ کہو کہ روحین تو خودبخود ہین مگر اُن کے صفات خودبخود نہین تو
یہ خیال خود غلط ہے کیونکہ کسی چیز کا تحقق وجود بغیر تحقق صفات کے ممکن نہین - غرض اس
عقیدہ سے پرمیشر سرچشمہ فیوض نہ رہا - اور اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا اور نیز اُسکے وجود پر کوئی

دلیل نہین رہی - جس سے سمجھا جائے کہ وہ موجود بہی ہے اور نیز اِس عقیدہ سے پرمیشر تمام تعریفون کا مستحق نہ رہا کیونکہ جب روحین مع اپنی طاقتون کے اور ایسا ہی ذرات اجسام مع اپنی طاقتون کے قدیم سے خود بخود ہین اور پرمیشر کا اُن مین دخل نہین تو پہر پرمیشر تمام تعریفون کا کیون کر مستحق ہوسکتا ہے؟ اور جن اپنی قدیم قوتون کے ذریعہ سے کوئی شخص اعمال بجالاتا ہے اُن اعمال کی بجا آوری مین بہی پرمیشر کا کچھہ دخل قرار نہین پاسکتا کیونکہ پرمیشر کے فیض کا اُن مین ایکذرہ دخل نہین اور یہ خود آریون کے نزدیک مسلّم امر ہے کہ پرمیشر اپنی طرف سے عطیّہ کے طور پر کچھہ نہین دے سکتا بلکہ سب کچھہ جو انسان کو ملتا ہے وہ محض اعمال کا نتیجہ ہو پس کسی آریہ کو یہ توفیق نہین مل سکتی کہ وہ الحمد للّٰہ کہہ سکے یعنی یہ کہ تمام محامد اور تمام تعریفین خدا سے خاص ہین کیونکہ اُن کے نزدیک جیساکہ پرمیشر مین خوبیان ہین ایسا ہی روحون اور ذرات اجسام مین بہی خوبیان ہین کیونکہ وہ پرمیشر کی طرح قدیم سے خود بخود ہین اور جن طاقتون کو وہ اپنے اندر رکہتے ہین وہ بہی پرمیشر کی طاقتون اور صفات کی طرح خود بخود ہین اور انسان محض اپنی ذاتی طاقت سے اچھے اعمال بجالاتا ہے نہ پرمیشر کی کسی مدد سے کیونکہ اوّل تو پرمیشر کو مدد دینے کیلئے قدم رکہنے کی جگہ نہین کیونکہ پرمیشر کی مدد کی ضرورت ہی نہین خود بخود سب کچھہ حاصل ہے۔ ماسوا اسکے اگر وہ انسانون کو نیک اعمال کے بجالانے پر کچھہ مدد دے تو اِس سے آریہ سماج کا اصول ٹوٹتا ہے اور وہ یہ کہ پرمیشر بغیر عوض اعمال کے کچھہ نہین دے سکتا *۔ اِس کے مقابل پر وہ عقیدہ دیکھو کہ قرآن شریف نے ہمین سکہایا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے الحمد للہ رب العلمین ۝ الرحمٰن الرحیم ۝ ملک یوم

الدین ۝ ایاک نعبد وایاک نستعین ۝ اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط

الذین انعمت علیھم ۝ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین ۝

(ترجمہ) تمام تعریفین اور تمام مدح اور تمام اُستت اور مہما خدا کے لیئے مُسلّم اور مخصوص ہے جو تمام چیزون کا پیدا کرنے والا اور پرورش کرنیوالا ہے کوئی چیز بہی ایسی نہیں کہ جو

* اگر پرمیشر خود بخود کچھہ دے سکتا تو پہر آریوں کی مکتی محدود کیوں ٹھہرتی؟ پرمیشر میں یہ صفت ہی ...... نہیں تہی کہ اپنی طرف سے بطور فیاضی کچھہ عطا کر سکتا تبہی تو مکتی بہی محدود رکہنی پڑی کیسے بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کا پرمیشر ایسا کمزور اور صفت جود و سخا سے محروم ہے۔ منہ

اُسکی پیدا کردہ نہین اور اُسکی پرورش کردہ نہین - وہ رحمٰن ہے یعنے وہ بغیر عوض اعمال کے اپنے تمام بندون کو خواہ کافر ہین خواہ مومن اپنی نعمتین دیتا ہے اور اُنکی آسایش اور آرام کے لیئے بیشمار نعمتین اُن کو عطا کر رکھی ہین اور وہ رحیم ہے یعنے پہلے تو وہ اپنی رحمانیت سے جسمین انسان کی کوشش کا دخل نہین ایسے قوے اور طاقتین اپنے بندون کو عطا کرتا ہے جن سے نیک اعمال بجالا سکین اور تکمیل اعمال کیلیئے ہر ایک قسم کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور پھر جب اُسکی رحمانیت سے انسان اس لایق ہوجاتا ہے کہ اعمال نیک بجالا سکے تو ان اعمال کی جزا کیلیئے خدا تعالیٰ کا نام رحیم ہے - اور جب انسان خدا تعالیٰ کی رحیمیت سے فیضیاب ہوکر اس لایق ہوجاتا ہے کہ اسکی طرف سے ابدی انعام اکرام پاوے تو اس ابدی انعام اکرام کے دینے کیلیئے خدا تعالیٰ کا نام مالک یوم الدین ہے - پھر بعد اس کے فرمایا کہ اے وہ خدا جو ان صفات کا تو جامع ہے ہم تیری ہی پرستش کرتے ہین اور پرستش وغیرہ نیک امور مین تیری ہی مدد چاہتے ہین - ہمین سیدھی راہ دکھا - اُن لوگون کی راہ جن پر تیرا انعام اکرام ہے اور اُن لوگون کی راہ سے بچا جو تیرے غضب کے نیچے ہین (یعنی ایسی شوخی اور شرارت کے کام کرتے ہین جو اسی دنیا مین مورد غضب ہوجاتے ہین) اور ہمین اُن لوگون کی راہ سے بچا جو تیری راہ کو بھول گئے ہین اور وہ راہین اختیار کرتے ہین جو تیری مرضی کے موافق نہین ہین -

اب دیکھو کہ قرآن شریف کی یہ سورۃ جس کا نام سورۃ فاتحہ ہے کیسی توحید سے پُر ہے جو کسی جگہ انسان کی طرف سے یہ دعویٰ نہین کہ مین خود بخود ہون اور خدا کا پیدا کردہ نہین اور نہ یہ دعوے ہے کہ میرے اعمال اپنی قوت اور طاقت سے ہین اور وید کی طرح اُس مین یہ دُعا نہین کہ اے پرمیشر ہمین بہت سی گوئین دے اور بہت سے گھوڑے دے اور بہت سا لوٹ کا مال دے" بلکہ یہ دُعا ہے کہ ہمین وہ راہ دکھا جس راہ سے انسان تجھے پالیتا ہے اور تیرا روحانی انعام اکرام اُسے نصیب ہوتا ہے اور تیرے غضب سے بچتا ہے اور گمراہی کی راہون سے محفوظ رہتا ہے -

اسی طرح قرآن شریف مین یہ تعلیم نہین ہے کہ جب ایک انسان مرجاتا ہے تو اسکی رُوح دو ٹکڑے ہوکر شبنم کیطرح رات کے وقت کسی گھاس پات پر پڑتی ہے اور ہم پہلے اس سے بہت تفصیل کیساتھہ بیان کر چکے ہین کہ وید کی تعلیم سراسر غلط ہے بلکہ روح اور اسکی تمام طاقتین خدا کی پیدایش ہے اور کوئی روح واپس نہین آتی - اس سے ظاہر ہے کہ وید نے روحون کی پیدایش اور فنا کے بارہ مین دونون پہلو سے سخت غلطی کی ہے چاہیئے کہ اس بارہ مین ہمارے گذشتہ بیان کو غور سے پڑہین -

---

پہر مضمون پڑہنے والے نے بیان کیا کہ الہامی کتاب کی ایک نشانی یہہ کہ اُسمین راجا پرجا اور والدین اور اولاد کے سب حقوق انصاف سے درج ہون مگر مجھے تعجب ہے کہ یہ شخص اس قدر جلدی دیانند کی اس تعلیم کو کیون بہول گیا جو ویدون کی رو سے ستیارتہہ پرکاش مین درج ہے جسمین لکہا ہے کہ اسی راجا کو ماننا چاہیئے جو ویدون کی تعلیم کے موافق چلتا ہو اس تعلیم مین اس نے صاف اشارہ کیا ہے کہ جو بادشاہ آریہ مذہب کا پابند نہ ہو گو وہ کیسا ہی عادل ہو کیسا ہی رحم کرنیوالا ہو کیسا ہی شرایط رعیت پروری کی پورا کرنیوالا ہو اُسکو ہرگز قبول نہین کرنا چاہیئے - اور یہی تعلیم تہی جس نے انہین ایام مین بڑے عقلمند اور سمجھدار اور تعلیم یافتہ آریون کو باغیانہ حرکت کا مرتکب کیا - ہم قبول کرتے ہین کہ بعض وحشی مسلمان جو تعلیم قرآنی سے بالکل بے نصیب رہین باوجود رعیت کہلانے کے باغیانہ حرکت کر بیٹہتے ہین مگر ہم ایک تعلیم یافتہ قوم کو جاہلون کے ساتھہ برابر نہین کر سکتے جاہلون کی نسبت یہ مقولہ امیر عبد الرحمان خان کا بہت صحیح ہے کہ افغان بر نصف قرآن عمل میکنند قرآن شریف مین صاف اور صریح طور پر فرمایا گیا ہے کہ عادل بادشاہون کی فرمانبرداری کرو اور بغاوت سے پرہیز کرو - اور جب بادشاہ یا جس کسی سے احسان دیکہو اُس کا شکر کرو اور سب سے بہلائی کرو - مگر وید کی ہدایت اس کے برخلاف ہے اگر چاہو تو ستیارتھ پرکاش مین دیکھ لو +

اس نشانی کا دوسرا فقرہ مضمون پڑھنے والے لیے یہ لکھا ہے کہ الہامی کتاب کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ والدین اور اولاد کے سب حقوق انصاف سے اس میں درج ہوں۔ سبحان اللہ ان لوگوں کی حالت تعصب کی وجہ سے کہاں تک پہنچ گئی ہے کہ محض اس غرض سے الہامی کتاب کی نشانیاں اپنی طرف سے تراشتے ہیں کہ تا قرآن شریف پر کوئی زد پیدا ہو جائے مگر خدا کی کلام پر کیونکر زد پیدا ہو اس لیئے ان کی وہ زد الٹ کر وید ہی پر پڑتی ہے۔ قرآن شریف نے جس قدر والدین اور اولاد اور دیگر اقارب اور مساکین کے حقوق بیان کیئے ہیں۔ میں نہیں خیال کرتا کہ وہ حقوق کسی اور کتاب میں لکھے گئے ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ الجزو نمبر ۵ سورۃ النساء۔ (ترجمہ) تم خدا کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ کسی کو مت شریک ٹھیراؤ اور اپنے ماں باپ سے احسان کرو اور ان سے بھی احسان کرو جو تمہارے قرابتی ہیں (اس فقرہ میں اولاد اور بھائی اور قریب اور دور کے تمام رشتہ دار آگئے) اور پھر فرمایا کہ یتیموں کے ساتھ بھی احسان کرو اور مسکینوں کے ساتھ بھی اور جو ایسے ہمسایہ ہوں جو قرابت والے بھی ہوں اور ایسے ہمسایہ ہوں جو محض اجنبی ہوں اور ایسے رفیق بھی جو کسی کام میں شریک ہوں یا کسی سفر میں شریک ہوں یا نماز میں شریک ہوں یا علم دین حاصل کرنے میں شریک ہوں اور وہ لوگ جو مسافر ہیں اور وہ تمام جاندار جو تمہارے قبضہ میں ہیں سب کے ساتھ احسان کرو۔ خدا ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر کرنے والا اور شیخی مارنے والا ہو جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا۔ مگر افسوس کہ ایک آریہ بجز عوض معاوضہ کے کسی پر رحم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ صفت اس کے پرمیشر میں بھی موجود نہیں کیونکہ وہ بھی صرف اعمال کی جزا دے سکتا ہے اس سے زیادہ نہیں اور اسی وجہ سے مکتی محدود ہے نہ دائمی۔

* ایک دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الجزو نمبر ۲۶ سورۃ الاحقاف) (ترجمہ) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے یہ اس وجہ سے کہ مشکل سے اس کی ماں نے اپنے پیٹ میں اس کو رکھا اور مشکل ہی سے اس کو جنا اور یہ مشکلات اس دور دراز مدت تک رہتی ہیں کہ اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کے دودھ کا چھوٹنا تیس مہینہ میں جاکر تمام ہوتا ہے یہاں تک کہ جب ایک نیک انسان اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ تو نے جو مجھ پر اور میرے ماں باپ پر احسانات کیئے ہیں تیرے ان احسانات کا شکریہ ادا کرتا رہوں اور مجھے اس بات کی بھی توفیق دے کہ میں کوئی ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہو جائے اور میرے پر یہ بھی احسان کر کہ میری اولاد نیک بخت ہو اور میرے لیئے خوشی کا موجب ہو اور میں اولاد پر بھروسہ نہیں کرتا بلکہ ہر یک حاجت کے وقت تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں ان میں سے ہوں جو تیرے آگے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں نہ کسی اور کے آگے۔ منہ

اور پھر والدین کے حقوق کی بجا آوری کیلئے قرآن شریف مین ایک اور جگہ حکم فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۭ الجزء ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل (ترجمہ) تیرے رب نے یہ حکم کیا ہے کہ تم فقط میری ہی پرستش کرو اور مان باپ کے ساتھ احسان کرو اور اگر تیرے سامنے اُن مین سے ایک یا دونون بڑھاپے کو پہنچ جائین پس تو انکی نسبت کوئی بیزاری کا لفظ موہنہ پر مت لا اور انکو مت جھڑک اور سخت لفظ مت بول اور جب تو اُن سے بات کرے تو تعظیم اور ادب سے کر اور مہربانی کی راہ سے اُن دونون کے آگے اپنے بازو جھکا دے اور دعا کرتا رہ کہ اے میرے پروردگار اِن دونوں پر رحم کر جیسا کہ اونہون نے بچپن کے زمانہ مین رحم کرکے میری پرورش کی اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَي الْمُتَّقِيْنَ ۭ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَي الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۭ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۭ الجزء ۲ سورۃ البقرہ) ترجمہ۔ تمپر فرض کیا گیا ہے کہ جس وقت تم مین سے کسی کی موت کا وقت آجاوے تو اگر اُس نے کچھہ مال چھوڑا ہے تو چاہئے کہ ماں باپ کیلئے اُس مال مین سے کچھہ وصیت کرے ایسا ہی خویشون کیلئے بھی معروف طور پر جو شرع اور عقل کے رو سے پسندیدہ ہے اور مستحسن سمجھا جاتا ہے وصیت کرنی چاہئے یہ خدا نے پرہیزگارون کے ذمہ ایک حق ٹھیرایا ہے جس کو بہرحال ادا کرنا چاہئے یعنی خدا نے سب حقوق پر وصیت کو مقدم رکھا ہے اور سب سے پہلو مزیوالے

کے لیئے یہی حکم دیا ہے کہ وہ وصیت لکھے۔ اور پھر فرمایا کہ جو شخص سُننے کے بعد وصیت کو بدل ڈالے تو یہ گناہ اُن لوگوں پر ہے جو جرم تبدیل وصیت کے عمداً مرتکب ہوں تحقیق اللہ سُنتا اور جانتا ہے یعنی ایسے مشورے اُس پر مخفی نہیں رہ سکتے اور یہ نہیں کہ اُس کا علم ان باتوں کے جاننے سے قاصر ہے اور پھر فرمایا کہ جس شخص کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ وصیت کرنیوالے نے کچھ کجی اختیار کی ہے یعنی بغیر سوچنے سمجھنے کے کچھ غلطی کر بیٹھا ہے یا کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے یعنی عمداً کوئی ظلم کیا ہے اور اُس نے اس بات پر اطلاع پاکر جن کیلئے وصیت کی گئی ہے انہیں کچھ مناسب اصلاح کردے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں تحقیق اللہ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا ہے

اور پھر حقوق اولاد کے بارہ میں ایک جگہ فرمایا۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ الجزو ۲ سورۃ البقرۃ (ترجمہ) یعنے ماؤں کو چاہیئے کہ اپنے بچوں کو دو برس کامل تک دودھ پلاویں اگر وہ مدت رضاعت کو پورا کرنا چاہتی ہیں اور انکی خوراک پوشاک اُس مرد کے ذمہ ہے جس کے وہ بچے ہیں۔

اور پھر ایک دوسرے مقام میں فرماتا ہے۔ لِلرِّجَالِ نصیب مما ترك الوالدان والاقربون ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا۔ واذا حضر القسمة اولو القربى واليتامى والمساكين فارزقوهم منه۔ وقولوا لهم قولا معروفا۔ وليخش الذين لو تركوا من خلفهم ذرية ضعافا خافوا عليهم فليتقوا الله وليقولوا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ

ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ
أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ
أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَلَكُمْ
نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ
فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ
مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً
أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا
أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝ الجزء ۴ سورۃ النساء

ترجمہ مردون کے لئے اُس جایداد میں سے ایک حصہ ہے جو ماں باپ اور قرابتی چھوڑ گئے ہوں ایسا ہی عورتون کے لئے اُس جائداد مین سے ایک حصہ ہی جو مان باپ اور قرابتی چھوڑ گئے ہوں - اِس میں سے کسی کا حصہ تھوڑا ہو یا بہت ہو بہر حال ہر ایک کیلئے ایک حصہ مقرر کیا گیا ہے - اور جب ترکہ کے تقسیم کے وقت ایسے قرابتی لوگ حاضر آوین جن کو حصہ نہین پہنچتا - ایسا ہی اگر یتیم اور مسکین بہی تقسیم کے موقعہ پر آجاوین تو کچھہ کچھہ اُس مال مین سے اُن کو دیدو اور اُن سے معقول طور پر پیش آؤ یعنی نرمی اور خلق کے ساتھہ پیش آؤ - اور سخت جواب نہ دو اور سوا ارثان حقدار کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ خود چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ مرتے تو اُن کے حال پر اُن کو کیسا کچھہ ترس آتا اور کیسی وہ اُنکی کمزوری کیحالت کو دیکھہ کر خوف سے بہر جاتے پس چاہیئے کہ وہ کمزور بچوں کے ساتھہ

سختی کرنے مین اللہ سے ڈرین اور اُن کے ساتھ سیدھی طرح بات کرین یعنی کسی قسم کے ظلم اور
حق تلفی کا ارادہ نہ کرین - جو لوگ یتیمون کا مال ناحق خورد برد کرتے ہین وہ مال نہیں کہاتے
بلکہ آگ کہاتے ہین - تمہاری اولاد کے حصّون کے بارے مین خدا کی یہ وصیت ہے
کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ دیا کرو† پہر اگر لڑکیان دو یا دو سے بڑہکر ہون تو جو کچہہ
مرنیوالے نے چہوڑا ہے اُس مال مین سے اُنکا حصہ تہائی ہے اور اگر لڑکی اکیلی ہو تو
وہ مال متروکہ مین سے نصف کی مستحق ہے - اور میّت کے ماں باپ کو یعنی دونون مین
سے ایک کو اُس مال مین سے جو میّت نے چہوڑا ہے چہٹا حصہ ہے اور یہ اس حالت مین
کہ مرنیوالا کچہہ اولاد چہوڑ گیا ہو - اور اگر مرنے والا لاولد مرا ہو اور اُس کے وارث صرف
ماں باپ ہون تو ماں کا حصہ صرف ایک تہائی ہے باقی سب باپ کا - اگر ماں باپ کے علاوہ
میّت کے ایک سے زیادہ بہائی یا بہنین ہون تو اس صورت مین ماں کا چہٹا حصہ ہوگا
لیکن یہ حصہ وصیّت یا قرض کے ادا کرنے کے بعد دینا ہوگا - تمہارے باپ ہوں یا بیٹے
تمہین معلوم نہین کہ اُن مین سے باعتبار نفع رسانی کے کونسا تم سے زیادہ قریب ہے پس
جو حصّے خدا نے قرار دیئے ہین اُن پر کاربند ہو جاؤ - کیونکہ وہ صرف خدا ہی ہے جس کا علم
غلطی اور خطا سے پاک ہے اور جو حکمت سے کام کرتا اور ہر ایک مصلحت سے واقف ہے اور جو
ترکہ تمہاری بیبیان چہوڑ مرین پس اگر وہ لاولد مر جاوین تو اُن کے ترکے مین سے تمہارا آدہا
حصّہ ہے اور اگر تمہاری بیبیون کی اولاد ہے تو اس حالت مین اُن کے ترکہ مین سے
تمہارا حصہ چوتہائی ہے مگر وصیت یا قرض کے ادا کرنیکے بعد - اور اگر تم مر جاؤ اور تمہاری
کچہہ اولاد نہ ہو تو تمہاری بیبیون کا حصہ تمہارے مال مین سے چوتہائی ہے اور اگر تمہاری اولاد
ہو تو اُن کا حصہ تمہارے ترکہ مین سے آٹھوان ہے مگر اس امر کے بعد کہ پہلے اُنکی وصیت
کی تعمیل کیجائے یا جو کچہہ اُنکے سر پر قرضہ ہے وہ ادا کیا جائے -

اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور وہ ایسا ہو کہ اُسکا نہ باپ ہو نہ بیٹا اور

† یہ اسلئے ہے کہ لڑکی سسرال مین جاکر ایک حصّہ لیتی ہے پس اس طرح سے ایک حصّہ ماں باپ کے گہر سے پاکر اور ایک حصّہ سسرال سے پاکر اُس کا حصّہ لڑکے کے برابر ہو جاتا ہے - منہ

اسکی بھائی یا بہن ہو تو اُن بھائی یا بہنوں مین سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہون۔ تو اس صورت مین ایک تہائی مین سب شریک ہون گے مگر ضروری ہوگا کہ پہلے وصیت کی تعمیل کیجائے یا اگر مرنیوالے کے ذمہ قرض ہو تو وہ ادا کیا جائے لیکن اِس وصیت اور اِس قرض مین ایک شرط ہے اور وہ یہہ ہے کہ اِس وصیت یا اُس قرضہ کے ذریعہ سے مرنے والے نے کسی کو نقصان پہنچانا نہ چاہا ہو اس طرح پر کہ ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت کردی ہو یا ایک فرضی قرضہ ظاہر کیا ہو۔ یہ خدا کا حکم ہے وہ خدا جس کے علم سے کوئی چیز باہر نہین اور وہ حلیم ہے اِس لئے وہ باوجود علم کے نافرمان کو جلدی سزا نہین دیتا۔ یعنی وہ سزا دینے مین دھیما ہے۔ پس اگر کسی ظلم اور جنایت کے وقت کوئی شخص اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچے تو اُسکو یہ نہین سمجھنا چاہئے کہ خدا کو اس کے اس مجرمانہ حرکت کی خبر نہین بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ بباعث خدا کے حلم کی یہ تاخیر واقع ہوئی ہے اور آخر شریر آدمی کو وہ سزا دیتا ہے جس کے وہ لایق ہوتا ہے ؎

ہان مشو مغرور بر حلم خدا   دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

اب ان تمام آیات سے صاف ظاہر ہے کہ کیسے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف مین والدین کے حق کو تاکید کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے اور ایسا ہی اولاد کے حقوق بلکہ تمام اقارب کے حقوق ذکر فرمائے ہین اور مساکین اور یتیمون کو بھی فراموش نہین کیا بلکہ ان حیوانات کا حق بھی انسانی مال مین ٹھہرایا ہے جو کسی انسان کے قبضہ مین ہوں۔ اِس کے مقابل پر وید نے اہل حقوق کی بہت حق تلفی کی ہے یہان تک کہ ایک ناجائز ولادت کا بچہ جو بذریعہ نیوگ پیدا کیا جاتا ہے وہ بھی وید کے رو سے کسی شخص کا ایسا ہی وارث ٹھہرتا ہے جیسا کہ اُسکا صلبی بچہ یکس قدر بے انصافی ہے اور پھر کسی کی موت کے بعد اُس کے بعض وارثون کو وید کے حکم سے حق تلفی کیجاتی ہے اور اُن کو صاف جواب دیا جاتا ہے مگر قرآن شریف کی رو سے حصہ کشی کے وقت ایک ہی مجلس مین سب کے حقوق دیئے جاتے ہین کوئی محروم نہین کیا جاتا

پھر مضمون پڑھنے والے نے الہامی کتاب کی یہ نشانی پیش کی کہ اُس مین ترمیم تنسیخ نہ ہو اور نہ ہونے کی ضرورت ہو۔ اب ہم اُسکے جواب مین کیا کہین اور کیا لکھین یہ شخص ناحق وید کی پردہ دری کرا تا جاتا ہے۔ ابھی تک اسکو یہ بھی خبر نہین کہ انسانی فطرت معرض تبدل اور تغیر میں پڑی ہوئی ہے پس خدا کی طرف سے وہی کتاب ٹھیر سکتی ہے جو ان تغیرات کا لحاظ رکھے جو شخص طبیب کہلا کر ایک شیرخوار بچہ کو اُسی قدر اور اسی درجہ کی دوا دیتا ہے جو ایک جوان کو دینے کے لائق ہے وہ ایک نادان آدمی ہے طبیب نہیں ہے اور جیسا کہ ایک طبیب کو موسمون کے لحاظ سے ایک دوا کی کمی بیشی کرنی پڑتی ہے یا ایک دوا ترک کر کے دوسری دوا اختیار کرنی پڑتی ہے یہی قاعدہ طب روحانی میں ہے یعنی خدا کی شریعت میں ایک مریض جب علاج کرانے کیلئے طبیب کے پاس حاضر ہوتا ہے تو اگر وہ حاذق طبیب ہو تو مرض کے تمام درجوں پر ایک ہی دوا نہین دیتا۔ بلکہ ابتدائی حالت مین کچھ تجویز کرتا ہے اور جب مرض ابتدا سے ترقی کر کے تزائد کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے یعنی زیادہ ہونا شروع کرتی ہے تو اُسی درجہ کے مناسب حال نسخہ کو بدل دیتا ہے اور جب مرض تزاید سے انتہا کے درجہ پر پہنچتی ہے یعنے اُسکا زور و شور کمال تک پہنچ جاتا ہے تب طبیب حاذق اُسی شدت مرض کے مطابق نسخہ تجویز کرتا ہے اور پھر جب مرض کے انحطاط کا وقت آتا ہے یعنی مرض گھٹنی شروع ہوتی ہے تو طبیب بھی اپنے نسخہ کو نرم کر لیتا ہے اور جب کسی مرض مین بغیر اپریشن یعنے جراحی کے چارہ نہین ہوتا اور اندیشہ موت ہوتا ہے تو طبیب کا یہ فرض ہوتا ہے کہ فوراً اپریشن پر کمربستہ ہو اور اِس بات کا لحاظ نہ رکھے کہ بیمار کو کچھ تکلیف ہوگی۔ بعض اوقات طبیب کو جان بچانے کیلئے مریض کا پیٹ چیرنا پڑتا ہے یا سر یا جبڑہ کی کوئی ہڈی نکالنی پڑتی ہے تو ان تمام تجاویز مین طبیب کو ظالم نہین کہہ سکتے کیونکہ وہ ان تدابیر سے ہلاک کرنا نہین چاہتا بلکہ جان کو بچانا چاہتا ہے۔

ایسا ہی اگر تم سوچ کر دیکھو تو ظاہر ہوگا کہ انسان کی زندگی ہر ایک پہلو سے

تغیرات سے بہری ہوئی ہے اور جیسا کہ انسان جسمانی طور پر سخت مشق تغیرات ہے ایسا ہی روحانی طور پر بہی اسکو تغیرات سے چارہ نہین۔ہم اپنے ملک مین دیکہتے ہیں کہ اکتوبر مہینہ کے شروع ہوتے ہی ہمین اپنے لباس مین کچہہ کچہہ تغیر کرنا پڑتا ہے اور پہر دسمبر کے مہینہ میں ہم پورے طور پر اس ہلکے لباس کو چہوڑ دیتے ہین جو پہلے رکہتے تہے اور بجائے اس کے پشم وغیرہ کے موٹے موٹے کپڑے پہننے شروع کرتے ہین جو دفع سردی کیلئے کافی ہون اور پہر جب اپریل کا مہینہ آتا ہے تو پہر ہم باریک کپڑے پہننے شروع کرتے ہین اور جون جولائے میں پنکہے اور ٹھنڈے پانیوں کی شدید حاجت ہوتی ہے۔سو جاننا چاہئے کہ یہی تغیرات انسان کی روحانی زندگی مین بہی واقع ہیں ایک متعصب اور جاہل آدمی تو اعتراض کے طور پر جلدی کے ساتہہ منہ سے ایک بات نکال لیتا ہے گویا وہ اسکا منہ نہیں ہوتا بلکہ وہ ایسی بے اختیاری کی حالت ہوتی جیسا کہ زحیر کے بیمار کو پیچش کیساتہہ بے اختیار دست آجاتا ہے۔غرض تعصب نہایت سخت بلا ہے اور پہر جب یہی تعصب نادانی اور جہالت کے ساتہہ مرکب ہو جاتا ہے تو ایک ایسی زہریلی تاثیر اسمین پیدا ہو جاتی ہے کہ اکثر وہ ایسے انسان کو جو متعصب ہو ہلاک بہی کر دیتی ہے۔

ہندوؤں میں سے ایک شخص یعنے **باوا نانک صاحب** بے تعصب انسان پیدا ہوئے ہین چونکہ وہ شخص دل کا پاک تہا اسلئے خدا نے اسکو دکہا دیا کہ اسلام سچا ہے اسکے شعرون سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام پر فدا شدہ ہے مینے ڈیرہ نانک مین خود جاکر باوا صاحب کے چولا صاحب کو دیکہا ہے۔انہون نے اس چولا مین قرآن شریف کی آیتین لکہی ہین اور جا بجا صاف اقرار کیا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور ہر ایک موقعہ پر لکہا ہے کہ بجز اسلام کے کوئی مذہب قبول کرنیکے لائق نہین۔اور مینے ملتان مین وہ مسجد دیکہی ہے جہان باوا صاحب نماز پڑہا کرتے تہے اور ان کے ہاتہہ سے یہ لفظ ملتان کی خانقاہ پر مینے لکہا ہوا دیکہا ہے کہ یَا اَللّٰہُ اسمین کچہہ شک نہین کہ باوا صاحب پاکدل

تھے اور انہون نے اسلام کی سچائی کی بابت بار بار گواہی دی - سوکروڑ ہا ہندوؤں میں سے ایک ہی شخص پیدا ہوا جسکو خدا نے آنکھ کا نور بخشا اور دل کو صاف کیا اور اپنی محبت عطا کی مگر افسوس کہ پنڈت دیانند نے ان کی شان مین بہت کچھہ نالائم اور توہین کے الفاظ اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مین لکھے ہین جن کا نقل کرنا ہی ہمارے نزدیک بے ادبی ہے -

مضمون پڑھنے والے نے ایک الہامی کتاب کی یہ نشانی پیش کی کہ وہ خاص ایشور کی ہی زبان ہو مگر افسوس کہ وہ یہ نہین سمجھتا کہ جس حالت مین بموجب اصول آریہ کے نوع انسان قدیم سے ہے تو پھر اس سے لازم آتا ہے کہ اُن کی زبانین بھی قدیم ہیں تو پھر مدہت کی وجہ سے اُن زبانون مین فرق کیا ہوا - اور وید کی سنسکرت مین کونسی خاص علامت ہے جس سے وہ ایشور کی زبان سمجھی جاوے - ہان چونکہ اب وہ اِس زمانہ میں مُردہ زبان ہے اور کوئی قوم اسکو بولتی نہین - اسلئے ایک نادان خیال کرسکتا ہے کہ وہ زبان چونکہ انسانی استعمال سے الگ ہو اس لئے وہ ایشور کی زبان ہو گی - مگر متروک الاستعمال ہونا یہ امر سنسکرت کرت سے ہی خاص نہین بلکہ اور کئی زبانین جو اول بولی جاتی تھین اب متروک الاستعمال ہین تو کیا اس وجہ سے وہ تمام زبانین ایشور کی زبان بنجائین گی - اور اگر وید کی سنسکرت کسی اور دلیل سے ایشور کی زبان کہلاتی ہے اور ایشور کسی خاص اپنی کچہری مین وہ زبان بولا کرتا ہے تو اسپر کوئی دلیل پیش کرنی چاہئے ورنہ جو کچھہ عبری زبانون اور فارسی زبانون اور دوسرے ممالک کی زبانون مین انواع اقسام کے تغیرات آگئے بعض زبانین تو بالکل مُردہ ہو گئین اور بعض مین اس قدر تغیر آئے کہ پہلے الفاظ بہت ہی تھوڑے اُن مین باقی رہ گئے اور نئے الفاظ اور نئے محاورات اُن مین داخل ہو گئے اگر اس قسم کے نمونون کا شوق ہو تو ہم اس بارہ مین ایک بڑی لمبی فہرست پیش کرسکتے ہین پس اگر کوئی زبان متروک الاستعمال ہونیکی وجہ سے ایشور کی زبان ہو سکتی ہے تو پھر ان تمام دوسری زبانون نے کیا گناہ کیا ہے جو متروک الاستعمال ہین کہ اُنکو ایشور کی زبانین نہ کہا جائے - آریون کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ دوسری زبانین بھی قدیم

ہین کیونکہ جبکہ یہ دُنیا کا سلسلہ قدیم ہے تو کیا وجہ کہ نوع انسان کی آبادی کروڑہا اربون سے صرف آریہ ورت تک ہی محدود رہی اور انکی ایک ہی زبان رہی اس بات کو تو کوئی عقلمند نہین مانیگا کیونکہ یہ قانون قدرت کے برخلاف ہی اور جبکہ ہم دیکھتے ہین کہ دو تین سو برس گذرنے تک ایک زبان مین کچھ تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور ایسا ہی جب ایک جگہ سے مثلاً سو کوس کے فاصلہ پر آگے نکل جاوین تو صریح زبان کا تغیر محسوس ہوتا ہے تو اس سے صاف ثابت ہی کہ اختلاف اُلسنہ ایک قدیمی امر ہے جس پر موجودہ حالت گواہی دے رہی ہی پس ماننا پڑتا ہی کہ جس نے انسان کو بنایا اُسی نے اُنکی زبانون کو بنایا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً وہی اُن مین تغیرات ڈالتا ہے اور یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اُسکو کسی اور زبان میں ہو جسکو وہ سمجھہ ہی نہین سکتا کیونکہ اسمین تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فایدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھہ سے بالاتر ہے پس جبکہ بموجب اصول آریہ سماج کے وید کے رشیون کی زبان ویدک سنسکرت نہین تھی اور نہ وہ اُسکے بولنے اور سمجھنے پر قادر تھے اور پھر خدا کا ایسی بیگانہ زبان مین اُنکو الہام کرنا گویا دیدہ دانستہ اُنکو اپنی تعلیم سے محروم رکھنا تھا۔ اور اگر کہو کہ خدا اُنکو اُنکی زبان میں سمجھا دیتا تھا کہ ان عبارتون کے یہ معنی ہین تو اس صورت مین پرمیشر کا یہ عہد بحال نہین رہیگا کہ انسانی زبان مین اُسکو بولنا حرام ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ ان نہایت کچی اور خام باتون کے پیش کرنے سے آریون کو فایدہ کیا ہی کیا جو کچھہ انسان کا ہی وہ سب کچھہ پرمیشر کا نہین ہے تو پھر کونسی پرمیشر کی ہتک عزت ہے کہ انسان کو اسی کی زبان مین سمجھا وے کیا ہمارا خدا ہماری دعائین ہماری زبان مین ہی نہین سنتا۔ پس جبکہ ہماری زبان مین ہی ہماری دعا سننے سے اُسکی شان مین کچھہ فرق نہین آتا تو پھر ہماری زبان مین ہی ہمین کوئی راہ راست سمجھا دینے سے کیون اسکی شان مین فرق آئیگا۔

پس یاد رکھنا چاہئے کہ قدیم سنت اللہ کے موافق تو یہی عادت الٓہی ہے کہ وہ

ہر ایک قوم کیلئے اسی زبان مین ہدایت کرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی زبان ایسی ہو کہ ملہم کو خوب یاد رہا اور گویا اُسکی زبان کے حکم مین ہو تو بسا اوقات ملہم کو اس زبان مین الہام ہوجاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف کے بعض الفاظ سے یہ سند ملتی ہے کیونکہ اول قرآن شریف قریش کی زبان مین ہی نازل ہونا شروع ہوا تھا کیونکہ اول مخاطب قریش ہی تھے مگر بعد اسکے قرآن شریف مین عرب کی اور اور زبانون کے بھی الفاظ آگئے ہین اور ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہین اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کیطرف سے قرآن شریف ہے اسلئے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی مین الہام پاتے ہین تا وہ اِس بات کا نشان ہو کہ جو کچھہ ہمین ملتا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتا ہے اور ہم ہر ایک امر مین اُسی ذریعہ سے فیضیاب ہین۔ اور چونکہ اِس زمانہ مین خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمام انسانون کو ایک ہی قوم بناوے اِسلئے ہم کبھی دوسری زبانون میں الہام پاتے ہین مگر اکثر خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ عربی مین ہی ہوتا ہے بلکہ بہت حصہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا قرآن شریف کی آیتون کے ساتھہ ہوتا ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے اور اس طور پر ایک نئے طریق سے ملہم کو یقین دلایا جاتا ہے کہ جس رسول پر وہ ایمان رکھتا ہے وہ سچا رسول ہے اور جس کتاب کو وہ مانتا ہے یعنی قرآن شریف کو وہ خدا کی کتاب ہے۔ غرض جبکہ اب بھی مختلف زبانون مین الہام ہوتا ہے اور صدہا پیشگوئیاں اُس الہام کے ذریعہ سے پوری ہوتی ہین تو کیا اب تک ثابت نہ ہوا کہ خدا ہر ایک زبان مین الہام کرتا ہے۔ کیا سچی خوابین خدا کی طرف سے نہین ہوتین کیا انمین بھی وید کی سنسکرت لازمی امر ہے

اب ہم مضمون پڑھنے والیکے پیش کردہ نشانیون کو اختصار کے ساتھہ بیان کر چکے اور اس کے بعد ہم آن اعتراضات کا جواب دینگے جو اس نے اپنی تجویز کردہ نشانیون کے بنا پر قرآن شریف پر کئے ہین۔

اوّل یہ اعتراض کیا ہے کہ قرآن شریف آغاز دنیا مین ہونے کا دعوی نہین کرتا

ہم پہلے بھی اِس اعتراض کا جواب لکھ آئے ہین کہ چونکہ قرآن شریف امر معروف اور نہی منکر
مین کامل ہے اور خدا نے اسمین یہی ارادہ کیا ہے کہ جو کچھہ انسانی فطرت مین انتہا تک بگاڑ
ہوسکتا ہے اور جس قدر گمراہی اور بدعلی کے میدانون مین وہ آگے سے آگے بڑھ سکتی ہین
اُن تمام خرابیون کی قرآن شریف کے ذریعہ سے اصلاح کی جائے اِسلئے ایسے وقت مین
اُس نے قرآن شریف کو نازل کیا کہ جبکہ نوع انسان مین یہ تمام خرابیان پیدا ہوگئی تہین اور
رفتہ رفتہ انسانی حالت نے ہر ایک بد عقیدہ اور بد عمل سے آلودگی اختیار کر لی تہی اور یہی
حکمت الہیّہ کا تقاضا تہا کہ ایسے وقت مین اُس کا کامل کلام نازل ہو کیونکہ خرابیون کے
پیدا ہونے سے پہلے ایسے لوگون کو اِن جرایم اور بدعقاید کی اطلاع دینا کہ وہ اُن سے بکلی بیخبر
ہین یہ گویا اُن کو اِن گناہون کیطرف خود میلان دینا ہے سو خدا کی وحی حضرت آدم سے
تخم ریزی کیطرح شروع ہوئی اور وہ تخم خدا کی شریعت کا قرآن شریف کے زمانہ مین اپنے
کمال کو پہنچ کر ایک بڑے درخت کیطرح ہو گیا اور ہم لکھ چکے ہین کہ وید پر یہہ سراسر تہمت ہے
کہ وہ ابتدائے زمانہ کی کتاب ہے۔ بلکہ وہ متفرق وقتون کا ایک مجموعہ ہے جیسا کہ محققین اسکی نسبت
رائے ظاہر کر چکے ہین۔ اور ابتدائے زمانہ کا دعوے جو کیا جاتا ہے اُسکی رد کرنیکے لئے وید ہی
کافی ہے۔ اور یہ بہی یاد رہے کہ وید کے ذریعہ سے جو کچھہ آریون کو فیض پہنچا وہ تو یہی ہے
کہ اِس ملک کے کروڑہا ہندو لوگ مخلوق پرستی کی بلا مین گرفتار ہوگئے۔ اِن لوگون نے
مخلوق پرستی مین حد ہی کر دی کہ نہ پانی چہوڑا نہ آگ۔ نہ سورج نہ چاند۔ نہ پتھر نہ انسان نہ درخت
بلکہ ہر ایک عجیب چیز کو خدا سمجہہ لیا۔ آخر جب قرآن شریف کا اس ملک میں مبارک قدم پڑا
تو کروڑہا ہندوؤن کو اس نے مخلوق پرستی کی بلا سے نجات دی اور دے رہا ہے مگر پہر یہ لوگ
ناشکر گذار ہین اور ناحق وید وید کر رہے ہین۔ شاید وید کے پہلے ہاتہہ جو ان کو لگ چکے
ہین وہ بہول گئے۔

پہر مضمون پڑہنے والے نے قرآن شریف پر ایک یہ اعتراض کیا کہ اُس مین

سینکڑون باتین قانون قدرت کے برخلاف ہین جبتک مسلمان لوگ اُن کے مطابقت
قانون قدرت سمجھ نہ کر دکھائین تب تک ایمان لانیکے لیئے ہم لوگون کو مجبور نہ کرین۔ اس
بیہودہ اعتراض کا ہم پہلے بھی جواب دے آئے ہین کہ خدا کے قانون قدرت کی وہ شخص
حد بست کر سکتا ہے جو خدا سے بھی بڑھکر ہو ورنہ یہ خیال نہایت بے ادبی اور بے ایمانی
ہے کہ وہ خدا جسکے اسرار وراء الورا ہین اور جسکی قدرتین اُسکی ذات کی طرح ناپیدا کنار ہین
اس کے عجائبات قدرت کو کسی حد تک محدود کر دیا جائے۔ کیونکہ یہہ بات ظاہر ہے کہ
جبکہ خدا تعالی کی ذات غیر محدود ہے تو پھر اُسکی صفات کیونکر محدود ہو جائینگی ہان جو امر
اُسکے ثابت شدہ صفات کے برخلاف ہو یا اُسکے ذکر کردہ عہد کے منافی ہو وہی اُسکے
قانون قدرت کے برخلاف سمجھا جائیگا۔ مثلاً اُسکی صفات ثابت شدہ سے یہ امر ہے
کہ اس کا کوئی ثانی نہین اور یہہ امر ہے کہ اس پر موت وارد نہین ہوسکتی اور نیز یہہ امر ہے
کہ اپنی صفات کے مطابق وہ کسی بات کے کرنے سے عاجز نہین اور یا مثلاً اس کا یہ عہد ہے
کہ جو شخص مرجائے پھر اُسکو دنیا مین آباد کرنیکے لیئے واپس نہین لاتا۔ سو جو بات ان ثابت شدہ
صفات اور عہد کے برخلاف ہو اُسکی طرف وہ توجہ نہین کرتا وہ اپنا ثانی کسی کو نہین بناتا
وہ خودکشی نہین کرتا اور کسی پر موت وارد کر کے پھر اُسکو دنیا مین لا کر آباد نہین کرتا۔ اور ان امور کے
سوا وہ سب کچھہ کر سکتا ہے کس کی یہ مجال ہے کہ وہ یہ کہے کہ صرف فلان حد تک اسکی قدرتین
ہین آگے نہین یا فلان فلان امور اُسکے احاطہ اقتدار سے باہر ہین اور وہ اُن کے کرنے سے
عاجز ہے۔ ہان اُسکی عجائب قدرتین ہر ایک کے ساتھہ یکسان نہین جیسے جیسے انسان
اس سے تعلق محبت اور اخلاص پیدا کرتا ہے اُسی قدر اُس پر قدرتین ظاہر ہوتی ہین اور
جو اُسکے کام عوام کیلیئے محال ہین اور ظاہر نہین ہوتے وہ خواص کیلیئے بباعث اُن کے تعلق
کے ظاہر کیئے جاتے ہین غرض اُسکی ذات مین بیشمار عجائب قدرتین ہین مگر اُسی پر ظاہر ہوتی
ہین جو اُسکی محبت مین گم ہو جاتا ہے وہ اُن کیلیئے وہ کام دکھاتا ہے جو ایک اندھا فلسفی

اُس کام کو محال سمجھتا ہے وہ اپنے صادق محبوں کیلئے وہ عجائبات ظاہر کرتا ہے جو دنیا کے عقلمند اُسکو فوق العادت سمجھتے ہیں اُس سے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں اور صرف ایسی بات وہ نہیں کرتا جو اُس کا عہد یا اُسکے صفات روکتے ہوں - مبارک وہ جو اُسکی قدرتوں کی نسبت اپنے ایمان کو ترقی دیں ورنہ بے ایمان کی دعا بھی قبول نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ اپنی شیطانی نیچریت کی وجہ سے اُسکو قادر نہیں جانتا -

پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اسمیں لکھا ہے کہ کُن سے سب کچھ پیدا کر لیا اور چھ دن میں زمین و آسمان بنایا اور ساتویں دن آرام کیا حالانکہ علم جیالوجی سے ثابت ہے کہ لاکھوں برسوں میں زمین بنی - سو ہم اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ اِس میں کیا شک ہے کہ سب کچھ کُن سے یعنی حکم سے ہی پیدا کیا گیا ہے خواہ لاکھوں برسوں میں ایک چیز بنے اور خواہ کروڑوں برسوں میں مگر اول خدا کا حکم ہونا ضروری ہے ہر ایک شخص جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا جو ہر ایک محو و اثبات حکم الٰہی سے وابستہ ہے - ہاں جو شخص دہریہ اور خدا تعالیٰ سے منکر ہے اُسکا یہ قول ہوگا کہ ہر ایک چیز بغیر ضرورت حکم کے خود بخود بن جاتی ہے مگر جبکہ خدا تعالیٰ کی ہستی ثابت ہو اور یہ بھی ثابت ہے کہ کوئی چیز بغیر اُسکے ارادہ کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی تو اس سے ہر ایک ایماندار کو ماننا پڑتا ہے کہ کوئی چیز بغیر اُسکے حکم کے ظہور پذیر نہیں ہو سکتی کسی طاقت کی مجال نہیں ہے کہ بغیر خدا تعالیٰ کے حکم کے کچھ کام کر سکے اور جس آیت میں کُن کا لفظ ہے وہ آیت یہ ہے

اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ

یعنی خدا کا حکم اِس طرح پر ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کو کہتا ہے کہ ہو تو وہ ہو جاتی ہے اِس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ فی الفور بلا توقف ہو جاتی ہے کیونکہ آیۃ میں فی الفور کا لفظ نہیں نہیں ہے بلکہ آیۃ اطلاق پر دلالت کرتی ہے جس سے یہ مطلب ہے کہ چاہے تو خدا تعالیٰ اِس امر کو جلدی سے کردے اور چاہے تو اس میں دیر ڈالدے جیسا کہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت

میں بھی یہی مشہور و محسوس ہے کہ بعض امور جلدی سے ہو جاتے ہین اور بعض دیر سے ظہور مین آتے ہین۔ پس یہ کونسا محل اعتراض ہے اور اگر انسان کے دل مین کچھ شرم اور حیا ہو تو ایسے اعتراض کی حقیقت سوچ کر شرمندگی سے مرہی رہیگا مگر ان لوگون کو کچھ شرم بھی تو نہین ہے ٭

✗ رہی یہ بات کہ خدا نے چھ دن مین زمین و آسمان پیدا کیا اور ساتوین دن آرام کیا سو اول تو واضح ہو کہ آرام کا لفظ قرآن شریف مین کہین نہین لکھا۔ ہان توریت مین یہ لفظ ہے سو وہ کوئی استعارہ ہوگا۔ لیکن اس دھوکہ کے دور کرنیکے لئے اس موقعہ پر قرآن شریف نے ایک اور لفظ اختیار کیا ہے اور وہ یہ ہے وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ یعنے ہمنے چھ دن مین زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ہم اس سے تھکے نہین۔ یہ لفظ گویا اس لفظ کا رد ہے کہ خدا نے ساتوین دین آرام کیا۔ کیونکہ ظاہری معنے اگر لیئے جاوین تو اس سے خدا کا تھکنا ہی پایا جاتا ہے وجہ یہ کہ آرام وہی کرتا ہے جو تھکتا ہے لیکن خدا تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے کوئی نقص اسکی طرف منسوب نہین ہوسکتا✗ رہی یہ بات کہ خدا تعالیٰ نے چھ دن مین زمین و آسمان پیدا کیا✗ سو قرآن سے ہی ہمین معلوم ہوا ہے کہ خدا کے دن انسان کے دنون کے برابر نہین۔ ایک جگہ قرآن شریف مین لکھا ہے کہ خدا کا دن ایسا ہے جیسا کہ تمہارا ہزار برس اور ایک جگہ خدا کا دن پچاس ہزار برس کا لکھا ہے۔ پس ہم کچھ نہین کہ سکتے کہ ان چھ دنون سے کتنی مدت مراد ہے ہان ہم یقیناً کہتے ہین کہ ان چھ دنون سے مراد وہ دن نہین ہین جو انسان کے دن ہوتے ہین✗ ظاہر ہے کہ جب سورج اور چاند اور زمین اور آسمان کا ہی کچھ وجود نہ تھا تو ان انسانی دنون کا کیونکر اور کہان سے وجود تھا۔ اور پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے خود توضیح سے فرمایا کہ انسانی دن اور ہوتے ہین اور خدا کے دن اور تو پھر اعتراض محض شرارت یا حماقت ہے۔

پھر اسکے جیالوجی کی تحقیقات پر کونسی سچائی کی مہر چمکتی ہوئی نظر آتی ہے یہ تمام خیالات ظنی بلکہ محض تُکّی اور وہمی ہین اور آئے دن ان مین تغیر تبدل ہوتا رہتا ہے

پہلے حکمار یونانیون نے ان تمام امور مین جو تحقیقاتین کی تہین وہ نوسائنس وغیرہ علوم جدیدہ نے جو بعد مین ظاہر ہوئے خاک مین ملا دین اور انکا نام و نشان نہ رہا۔ ایسا ہی جو حال کی تحقیقاتین ہین وہ بہی کسی آئندہ زمانہ مین کسی اور جدید تحقیقات سے خاک میں ملجائینگی ابتک جو حکمار کی رائین ظاہر ہوئی ہین اُن مین کبہی آسمان کو گردش دی گئی اور کبہی زمین کو اور شائد آئندہ کوئی تیسرا مذہب نکل آوے جو آسمان و زمین دونون کو طاق مین کہدے اور کوئی اور ہی بات بتلاوے ٭

پہر مضمون پڑہنے والے نے یہ اعتراض قرآن شریف پر سُنایا کہ آدم کی پسلی سے عورت پیدا کی گئی۔ عورتون سے مرد پیدا ہوا کرتے ہین اور یہان مرد سے عورت پیدا ہوئی اور وہ بہی صرف ایک پسلی سے۔ خون سے گوشت اور پہر ہڈی بنتی ہے یہان ہڈی سے گوشت بنا۔ یہ قانون قدرت کے خلاف ہے۔

جاننا چاہئیے کہ اِس بارے مین قرآن شریف مین یہ آیت ہے خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منہا زوجہا ..... یخلقکم فی بطون امہاتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمٰت ثلث۔ الجزو ۲۳ سورۃ الزمر - (ترجمہ) خدا نے تم لوگون کو ایک وجود سے پیدا کیا۔ پہر اُسی وجود سے اُسکا جوڑا بنایا ..... وُہی تمکو تین اندہیرون مین تمہاری ماؤن کے پیٹ مین پیدا کرتا ہے۔ ایک قسم کی پیدایش کے بعد دوسری پیدایش سو اِس آیت مین تو کہین پسلی اور ہڈی وغیرہ کا ذکر نہین۔ صرف اِسی قدر لکہا ہے کہ ایک انسان سے دوسرے انسان کو پیدا کیا۔ ہان یہ ذکر پایا جاتا ہے کہ خدا نے اپنا پہلا قانون بدلا دیا کیونکہ پہلے انسان نطفہ سے پیدا نہین ہوا تہا بلکہ ایک وجود سے دوسرا وجود پیدا کیا گیا تہا تا نوعیت مین فرق نہ آوے اور پہر بعد مین یہ دوسرا قانون قدرت شروع ہوا کہ انسان نطفہ سے پیدا ہونے لگے اور یہ محل اعتراض نہین کہ خدا نے پہلا قانون قدرت کیون منسوخ کر دیا۔ کیونکہ خدا اپنے قانون کو اِسلئے منسوخ کرتا ہے کہ تا اُسکے انواع و اقسام کی قدرتین ظاہر ہون ــ

٭ اِس جگہ یہ ثبوت ملتا ہے کہ خدا کا یہ قانون قدرت ہے کہ بعض امور کو منسوخ کرکے دوسرے امور پیدا کرتا ہے پس جو لوگ تنسیخ کے منکر ہین انکو غور کرنی چاہئیے۔ منہ

مذکورہ بالا آیت کے ایک یہہ بہی معنے ہین کہ کئی قسم کے پیدائش کے بعد رحم کے اندر پورا انسان بنتا ہے اور تین اندہیرین اسکی پیدائش ہوتی ہے - (۱) پیٹ (۲) رحم (۳) جہلی جسکے اندر بچہ پیدا ہوتا ہے -

اور یاد رہے کہ پسلی اور ہڈی سے خدا کی کتابون مین قریبی رشتہ بہی مراد لئے گئے ہین جیسے یہہ سمجہا جاتا ہے کہ آدم اور حوا کا رشتہ نہایت قریب تہا مگر چونکہ ہم خدا تعالیٰ کو ہر ایک چیز پر قادر سمجہتے ہین اسلئے ہم اس امر کو بہی کچہہ بعید نہین سمجہتے کہ حوا آدم کی پسلی سے یا آدم حوا کی پسلی سے پیدا ہو گیا ہو - خدا کا کلام اس جگہ نہایت وسیع معنون پر مشتمل ہے آیت کے معنے وسیع طور پر یہہ ہین کہ ایک سے جہنے دوسرے کو پیدا کیا - اگر کسی کو یہ اعتراض ہو کہ پسلی سے پیدا کرنا قانون قدرت کے خلاف ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نطفہ سے پیدا ہونا بہی اس قانون قدرت کے برخلاف ہے جو موجب اصول آریہ کے پہلے ظہور مین آیا پس جس نے ایک قانون قدرت بدلا کر دوسرا قانون قدرت پیدائش کیلئے مقرر کیا تو پہر کیا اسکی شان سے کچہہ تعجب کی جگہ ہے کہ جس طرح اس نے بموجب اصول آریہ کے پہلی پیدائش میں کہمبون کیطرح انسانون کو پیدا کیا ایسا ہی اس نے بموجب اصول اسلام کے پہلی پیدائش مین ایک انسان کی پسلی سے دوسرا انسان پیدا کر دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے -

پہر مضمون پڑہنے والے نے یہ بیان کیا کہ نوح کے طوفان کے وقت ایسی کشتی مین جو صرف بیس ہاتہہ چوڑی اور تیس ہاتہہ اونچی تہی تمام دنیا کے چرند پرند کے جوڑے کیونکر سما گئے اسکے جواب مین صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ قرآن شریف مین اس کشتی کا کوئی مقدار نہین لکہا کہ اتنی چوڑی اور اتنی لمبی اور اس قدر اونچی تہی اور نہ یہ لکہا ہے کہ وہ تمام دنیا کیلئے عام طوفان تہا بلکہ اسی ملک مین طوفان تہا جس ملک کے لوگون کیلئے حضرت نوح بہیجے گئے تہے اور جو کچہہ ہمارے مین توریت مین ہے وہ تحریف تبدیل سے خالی نہین اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف مین خبر دی ہے کہ وہ کتابین محرف مبدل ہو گئی ہین

اس لئے یہ اعتراض محض لغو اور سراسر بے اصل ہے۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے ایک یہ اعتراض پیش کیا کہ مریم کیونکر روح القدس سے حاملہ ہو گئی اور کیونکر صرف مریم سے یسوع پیدا ہو گیا۔ اسکا یہی جواب ہے کہ اسی خدا نے اسکو پیدا کیا جو بموجب قول آریہ سماج کے ہر ایک ابتداء دنیا میں لاکھوں انسان کو یوں ہی مولی گاجر کی طرح زمین میں سے نکالتا ہے جبکہ وید کے بیان کی رو سے کروڑہا مرتبہ بلکہ بیشمار مرتبہ خدا نے اسی طرح دنیا کو پیدا کیا ہے اور اسباب کا محتاج نہیں رہا کہ مرد و عورت باہم ملیں تا بچہ پیدا ہو۔ تو پھر اسی طرح اگر یسوع بھی پیدا ہو گیا تو اسمیں حرج کیا ہے اس اعتراض کی جڑھ تو صرف اسی قدر ہے کہ بغیر مرد اور عورت کے ملنے کے کیونکر انسان پیدا ہو گیا۔ مگر جو شخص اپنا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس سے پہلے کروڑہا بلکہ بیشمار مرتبہ ایسا اتفاق ہو چکا ہے کہ اسی دنیا میں یہی انسان جواب موجود ہیں بغیر مرد اور عورت کے ملنے کے پیدا ہوتے رہے ہیں وہ کس منہ سے کہہ سکتا ہے اور اس کا کیونکر یہ حق ہو سکتا ہے کہ وہ یہ اعتراض کرے کہ یسوع کی پیدایش خلاف قانون قدرت ہے۔ بڑے بڑے محقق طبیبوں نے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں اس قسم کی پیدایش کی مثالیں لکھی ہیں اور نظیریں دی ہیں اور انکی تحقیق کے رو سے بعض اس قسم کی بھی عورتیں ہوتی ہیں کہ قوت رجولیت اور انثیت دونوں ان میں جمع ہوتی ہیں اور کسی تحریک سے جب انکی منی جوش مارے تو حمل ہو سکتا ہے۔ اور ہندؤں کی کتابوں میں بھی ایسے قصے پائے جاتے ہیں جیسا کہ خود وید میں یہ شرتی موجود ہے کہ اے اندر کوسیکا رشی کے پوتر جسکو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ پس جبکہ اس قسم کا قصہ وید میں بھی موجود ہے اور سیانا بہاشیکار نے وضاحت سے اس قصہ کو لکھا ہے تو پھر اعتراض کرنا حیا سے دور ہے۔ نہایت کار تم یہ جواب دو گے کہ ہم اس شرتی کے اس طرح پر معنی نہیں کرتے تو یہ جواب درست نہیں ہے کیونکہ جب کہ ایک پرانا بہاشیکار یعنی سیانا یہی معنی کر چکا ہے تو تمہاری کیا مجال کہ اس سے روگردانی کرو۔ کیا **سیانا** بہاشیکار کے مقابل پر دیانند کی

کچھ حقیقت ہو؟ کوئی دانا سیانا بہاشیکار کے مقابل پر دیانند کو طفل مکتب بھی نہیں کہ سکتا اور پھر وہ بہاشیکار پرانے زمانہ کا ہے اور پھر بطریق تنزل کہتے ہیں کہ جبکہ ویدکی مذکورہ بالا شرتی کے سیانا بہاشیکار یہ معنے کر چکا ہے خواہ تم اب ان معنوں کو قبول کرو یا نہ کرو تو بہرحال وہ معنی تمپر ایک حجت ہو کیونکہ اس زمانہ سے پہلے وہ معنی شائع ہو چکے ہیں اور یہ بات کہ کو شیکا رشی کی بیوی کے پیٹ مین خود اندر داخل ہو گیا یہ محض صرف اس بات کے ظاہر کرنیکے لئے استعارہ ہے کہ بغیر اس کے کہ کوسیکا اپنی بیوی کے پاس جاتا خود بیوی کی منی سے بچہ پیدا ہو گیا تہا اور یہ خود تعجب کی جگہ نہین کیونکہ جس حالت مین برسات کے ایام مین ہزارہا کیڑے مکوڑے خود بخود مٹی سے ہی پیدا ہو جاتے ہین تو اگر خدا نے کوئی ایسا نمونہ نوع انسان مین بہی پیدا کیا تو کیون اس کو انکار کی نظر سے دیکہا جائے اور کیونکر کہہ سکتے ہین کہ یہ امر خدا کے قانون قدرت کے برخلاف ہو حالانکہ جس قانون قدرت پر زور دیکر اعتراض کیا جاتا ہے وہ تو بقول آریہ سماج کے اول دفعہ ہی ٹوٹ چکا ہے اور کروڑہا دفعہ خدا نے ابتدائے دنیا مین اس موجودہ قانون کی پابندی چہوڑ دی ہے پس ایسا قادر خدا جو ابتداء دنیا مین صرف مٹی سے انسان کو پیدا کر دیتا ہے پہر اگر وہ کسی انسان کو صرف عورت کے نطفہ سے ہی پیدا کرے تو یہ کونسی تعجب کی جگہ ہے۔ ظاہر ہے کہ نطفہ بہ نسبت مٹی کے بچہ پیدا ہونے کیلئے بہت قریب استعداد رکھتا ہے اور مٹی کی استعداد ایک استعداد بعیدہ ہے پس جبکہ تمہارا یہ اقرار ہے کہ جو چیز استعداد بعید رکھتی ہے اس سے انسان پیدا ہو سکتا ہے تو پہر یہ کہنا کہ جو چیز بہ نسبت مٹی کے بچہ پیدا ہونیکے لئے استعداد قریب رکھتی ہے اس سے بچہ پیدا نہین ہو سکتا اگر یہ حماقت نہین تو اور کیا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے یسوع کی پیدایش کی مثال بیان کرنے کیوقت آدم کو ہی پیش کیا ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون یعنے عیسیٰ کی مثال خدا تعالیٰ کے نزدیک آدم کی ہے کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے بنا کر پہر کہا کہ تو زندہ ہو جا

پس وہ زندہ ہو گیا۔
پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا کہ اسمین لکھا ہے کہ عیسٰی مسیح معہ گوشت پوست آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ ہماری طرف سے یہ جواب ہی کافی ہے کہ اول تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہین کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے ماسوا اسکے یہ خیال سراسر غلط ہے کہ گویا حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے تھے قرآن شریف مین کئی جگہ صاف فرما دیا ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہین جائیگا بلکہ تمام زندگی زمین پر بسر کرینگے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون ؂ یعنی زمین پر ہی تم زندہ رہوگے اور زمین پر ہی تم مروگے اور زمین مین سے ہی تم نکالے جاؤ گے۔ پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ انسان کا مع جسم عنصری آسمان پر جانا اس وعدہ کے برخلاف ہے اور خدا پر تخلف وعدہ جایز نہین اور اس وعدہ مین کوئی استثنا نہین۔ اور پھر دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے۔ الم نجعل الارض کفاتا احیاء وامواتا ؂ یعنے کیا ہمنے زمین کو ایسے طور سے پیدا نہین کیا جو اپنے تمام باشندون کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے خواہ وہ زندون مین سے ہون اور خواہ مُردون مین سے ہون اور یہ بھی خدا کا وعدہ ہے۔
اور پھر ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولکم فیھا مستقر ومتاع الیٰ حین یعنی تمہارا زمین پر ہی قرار ہوگا اور تم زمین پر ہی اپنی موت تک زندگی بسر کروگے۔ یہ بھی خدا کا وعدہ ہے۔ اور پھر ایک موقعہ پر قرآن شریف مین یہ ذکر ہے کہ کفار قریش نے ہمارے سیدو مولے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آن کے روبرو آسمان پر چڑھ جائین تو آپ کو خدا تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ جواب دیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ؂ یعنے ان لوگون کو یہ جواب دے کہ خدا تعالیٰ اس بات سے پاک ہے کہ اپنے وعدہ مین تخلف کرے (وعدہ کا ابھی ذکر ہو چکا ہے) اور ہر ایک

صرف ایک انسان ہون جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔

اب اِن تمام آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر یہ تہمت ہے کہ گویا وہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے یہ عقیدہ اسلام مین صرف اُن عیسائیون کے ذریعہ سے آیا ہے جو ابتداء اسلام مین مسلمان ہوگئے تھے ورنہ قرآن شریف مین اسکا کہین ذکر نہین اور کسی صحیح حدیث مین بھی یہ ذکر نہین کہ حضرت عیسٰی معہ جسم آسمان پر چلے گئے تھے ہان یہ ذکر ہے کہ مسیح کے نام پر ایک شخص آنیوالا ہے جو اِسی اُمت مین سے ہوگا مگر یہ کہین ذکر نہین کہ وہ آسمان پر گیا تہا اور پہر آسمان سے واپس آئیگا۔ نزول کا لفظ جو مسیح موعود کی نسبت حدیثون مین آیا ہے وہ اعزاز کے طور پر ہے اگر کوئی شخص آسمان سے واپس آنیوالا ہوتا تو اس موقعہ پر رجوع کا لفظ ہونا چاہیئے تہا نہ نزول کا لفظ۔ اکثر نادان اِس سے دہوکا کہاتے ہین کہ نزول اُترنے کو کہتے ہین اور پہر اس فقرہ کے ساتھ آسمان کا لفظ اپنی طرف سے جوڑ لیتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ آنے والا آسمان سے اُترے گا حالانکہ تمام حدیثین پڑھ کر دیکھ لو کسی صحیح حدیث مین آسمان کا لفظ نہین پاؤ گے اور جیسا کہ ابھی مینے بیان کیا ہے ہر ایک زبان کا یہ محاورہ ہے کہ ایک شخص کی آمد کو جب بطور اکرام و اعزاز بیان کیا جاتا ہے تو یہی کہتے ہین کہ وہ فلان جگہ اُترا ہے جیسا کہ ہم معزز انسان کو کہ سکتے ہین کہ آپ کہان اُترے ہین پس اس سے یہ مطلب نہین ہوتا کہ آپ آسمان سے اُترے ہین اسی وجہ سے عربی زبان مین **نزیل** مسافر کو کہتے ہین اور جو راہ مین مسافرون کے اُترنے کی جگہ ہوتی ہے اُسکو منزل کہتے ہین اور واپس آنے والے کیلئے رجوع کا لفظ بولا جاتا ہے نہ نزول کا۔

ماسوا اس کے قرآن شریف مین حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت صاف فرمادیا ہے کہ وہ فوت ہوچکے جیسا کہ اللہ تعالٰی حضرت عیسٰی سے بطور حکایت ذکر کرکے فرماتا ہے فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم یعنے قیامت کو خدا تعالٰی عیسٰی سے پوچھیگا کہ کیا تونے اپنی قوم کو یہ تعلیم دی تہی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کرکے مانا کرو تو وہ

جواب دینگے کہ جبتک مین اپنی قوم مین تہا مین انکو یہی تعلیم دیتا رہا کہ خدا ایک ہے
اور مین اُسکا رسول ہون اور پہر جب تونے مجہہ کو وفات دیدی تو بعد اُسکے مجہے اُن کے
عقاید کا کچہہ علم نہین - اِس آیت مین حضرت عیسٰی اپنی وفات کا صاف اقرار کرتے ہین
اور اسمین یہ بہی اقرار ہے کہ مین دُنیا مین واپس نہین گیا کیونکہ اگر وہ دُنیا مین واپس
آئے ہوتے تو پہر اس صورت مین قیامت کے دن یہ کہنا جہوٹ تہا کہ مجہے اپنی اُمت
کی کچہہ بہی خبر نہین کہ میرے بعد اُنہون نے کونسا طریق اختیار کیا کیونکہ اگر یہ عقیدہ
صحیح ہے کہ وہ قیامت سے پہلے دنیا مین واپس آئینگے اور عیسائیون سے لڑائیان کرینگے تو پہر قیامت
کے دن انکار کرکے یہ کہنا کہ عیسائیون کے بگڑنے کی مجہہ کو کچہہ بہی خبر نہین سراسر جہوٹ ہوگا -
نعوذ باللہ منہ -

پہر مضمون پڑہنے والےنے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا کہ شق القمر خلاف قانون قدرت
ہے اور ایسا ہی پتہر سے پانی نکلنا جو قرآن شریف مین مذکور ہے وہ بہی خلاف قدرت ہے سو
اول ہم پتہر کی نسبت جواب دیتے ہین کہ مضمون خوان کو پتہرون کے اقسام معلوم نہین صرف
انکار کے جوش سے ایک نادان بچہ کیطرح باتین کر رہا ہے - بعض ایسے پتہر ابتک پائے جاتے
ہین جن مین یہ خاصیت ہے کہ اگر اُن پر کوئی شربت ڈال دیا جائے تو پانی پتہر کے اندر سے
نیچے آجاتا ہے اور شیرینی کا حصہ اوپر رہ جاتا ہے بعض پتہر ایسے ہین کہ اُن مین پرندون کی
تصویر مجسم جاتی ہے اور بعض پتہر لوہے کو اپنی طرف کہینچتے ہین اور بعض پتہرون مین یہ
خاصیت دیکہی گئی ہے کہ سرکہ مین ڈالنے سے ایک زندہ چیز کی طرح جست کرکے باہر آ
جاتے ہین اور بعض پتہر تریاق اور بعض زہر ہوتے ہین اور وہ بہی پتہر ہی ہوتے ہین جو اعلیٰ
درجہ کا ہیرا بنکر اُن مین سے روشنی کی شعاع نکلتی ہے اور یاقوت نیلم وغیرہ سب پتہر ہی ہین جو
بقدرت قادر مطلق عجیب وغریب خواص اپنے اندر رکہتے ہین حکیمون کا پورانا مقولہ مشہور ہے
کہ خواص الاشیاء حقٌ یعنے یہ حق بات ہے کہ ہر ایک چیز مین ایک خاصیت ہوتی ہے

اور انہیں خواص پر اطلاع پاکر انسانوں نے ایجادیں کی ہیں اور کر رہے ہیں اور خدا کی مخلوق میں اس قدر خواص پائے جاتے ہیں کہ جو کچھ اب تک دریافت ہوا ہے گویا وہ ایک دریا میں سے ایک قطرہ ہے پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کونسی عقلمندی ہے کہ مضمون خوان نے خواص اشیا سے انکار کر دیا کیا یہ تعجب کی جگہ ہے کہ ایک پتھر ہو جسکے نیچے بہت پانی ہو اور پتھر کے پھٹنے سے پانی نکل آوے پتھر کو پانی سے ایسا تعلق ہے جیسا کہ مچھلی کو دریا سے۔

× پھر اسوا اسکے اگر اس وجہ سے انکار کیا جاتا ہے کہ یہ امر خارق عادت ہے تو کیا بموجب اصول آریوں کے وید کے بعد الہام الہی ہونا یہ خارق عادت امر نہیں ہے پس جبکہ لیکھرام کی موت نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ وہ قادر خدا اس زمانہ میں بھی برخلاف وید کے مقرر کردہ قانون قدرت کے الہام کرتا ہے تو وید کا سارا قانون قدرت دریا برد ہو گیا اس صورت میں وید کی بات کا کوئی بھی اعتبار نہ رہا۔ ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا اور اگر لیکھرام والی پیشگوئی سے تسلی نہیں ہوئی تو پھر درخواست کرنے سے اور کوئی ذریعہ تسلی کا پیدا ہو سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کی صدہا الہامی پیشگوئیاں جو پوری ہو چکی ہیں تسلی دے سکتی ہیں۔ غرض وید کا قانون قدرت ایسا جھوٹا ثابت ہوا کہ ساتھ ہی وید کو بھی لے ڈوبا۔ پھر اسی بنا پر اعتراض کرنا حیا سے بعید ہے۔ ظاہر ہے کہ وید نے دعوے کیا تھا کہ اُسکے بعد خدا کی قوت تکلم ہمیشہ کیلئے مسلوب رہیگی مگر ہمنے چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ ثابت کر دیا کہ وید نے جو کچھ دعوے کیا تھا اور جو کچھ آیندہ کیلئے خدا کے الہام کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ محال اور قانون قدرت کے برخلاف ہے وہ سراسر جھوٹ اور خلاف حق ہے بلکہ خدا ہمیشہ اپنے بندوں کو الہام کرتا ہے تو پھر بتلاؤ کہ اس کے بعد بار بار اُسی وید کو پیش کرنا جس کے قانون قدرت کا نمونہ ہم دیکھ چکے ہیں کس قدر خلاف حیا و شرم ہے۔

غرض لیکھرام کی موت نے ثابت کر دیا کہ وید کی یہ تعلیم سراسر غلط ہے کہ اس کے بعد

الہام نہین ہے تو پہر وید کی مقرر کردہ قانون قدرت پر اعتبار کیا رہا خدا تعالیٰ کے کروڑہا قانون قدرت ابہی مخفی ہین اور آہستہ آہستہ ظاہر ہورہے ہین مگر افسوس ان لوگون پر کہ دانستہ آنکھ بند کرلیتے ہین اگر یورپ کا کوئی شخص یہ بات ظاہر کرے کہ مین پتہر مین سے پانی نکال سکتا ہون یا تمام پتہر کو پانی بنا سکتا ہون تو اُسکے مقابل پر یہ لوگ دم بہی نہ مارین اور فی الفور آمنا وصدقنا کہنے لگین مگر خدا کی کلام نے جو کچہہ بیان کیا اُسکو نہین مانتے ۔

رہا اعتراض شق القمر تو ہم پہلے ہی لکھ آئے ہین کہ یہ وہ معجزہ ہے کہ جو عرب کے ہزارون کافرون کے روبرو بیان کیا گیا ہے پس اگر یہ امر خلاف واقعہ ہوتا تو یہ اُن لوگون کا حق تہا کہ وہ اعتراض پیش کرتے کہ یہ معجزہ ظہور مین نہین آیا خاص کر اس حالت مین کہ شق القمر کی آیت مین یہ بیان کیا گیا ہے کہ کافرون نے یہ معجزہ دیکہا اور کہا کہ یہ پکّا جادو ہے جو آسمان تک پہنچ گیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اقتربت الساعۃ وانشق القمر ٭ وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر ٭ یعنی قیامت نزدیک آئی اور چاند پہٹ گیا اور جب یہ لوگ خدا کا کوئی نشان دیکہتے ہین تو کہتے ہین کہ ایک پکّا جادو ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر شق القمر ظہور مین نہ آیا ہوتا تو اُنکا حق تہا کہ وہ کہتے کہ ہمنے تو کوئی نشان نہین دیکہا اور نہ اسکو جادو کہا اس سے ظاہر ہے کہ کوئی امر ضرور ظہور مین آیا تہا جس کا نام شق القمر رکہا گیا۔ بعض نے یہ بہی لکہا ہے کہ وہ ایک عجیب قسم کا خسوف تہا جس کی قرآن شریف نے پہلے خبر دی تہی اور نبیا بتین بطور پیشگوئیون کے ہین اس صورت مین شق کا لفظ محض استعارہ کے رنگ مین ہوگا کیونکہ خسوف کسوف مین جو حصہ پوشیدہ ہوتا ہے گویا وہ پہٹ کر علیحدہ ہو جاتا ہے ایک استعارہ ہے ۔

مضمون پڑہنے والے نے ایک یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن شریف مین لوگون کو زبردستی مسلمان بنانیکا حکم ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو نہ اپنی ذاتی کچہہ عقل ہے اور نہ علم صرف پادریون کا کاسہ لیس ہے چونکہ پادریون نے اپنے نہایت کینہ اور بغض سے جیسا کہ

کہ انکی عادت ہی محض افترا کے طور پر اپنی کتابوں میں یہ لکھدیا ہے کہ اسلام میں جبراً مسلمان بنانیکا حکم ہے سو اس نے اور اسکے دوسرے بہائیوں نے بغیر تحقیق اور تفتیش کے وہی پادریوں کے مفتریانہ الزام کو پیش کر دیا قرآن شریف میں تو کہلے کہلے طور پر یہ آیت موجود ہے لا اکراہ فی الدّین قد تبیّن الرشد من الغیّ ط یعنے دین میں کوئی جبر نہیں ہے تحقیق ہدایت اور گمراہی میں کہلا کہلا فرق ظاہر ہو گیا ہے پہر جبر کی کیا حاجت ہے تعجب کہ باوجودیکہ قرآن شریف میں اس قدر تصریح سے بیان فرمایا ہے کہ دین کے بارے میں جبر نہیں کرنا چاہیئے پہر بہی جن کے دل بغض اور دشمنی سے سیاہ ہو رہے ہیں ناحق خدا کے کلام پر جبر کا الزام دیتے ہیں اب ہم ایک اور آیت لکھکر منصفین سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہ خدا سے ڈر کر ہمیں بتلادیں کہ کیا اس آیت سے جبر کی تعلیم ثابت ہوتی ہے یا برخلاف اسکے ممانعت جبر کا حکم بپایۂ ثبوت پہنچتا ہے اور وہ یہ آیت ہے

وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہٗ ذالک بانھم قوم لا یعلمون ـ الجزء ۱۰ سورۃ التوبہ (ترجمہ) اگر تجہہ سے اے رسول کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُس کو پناہ دیدو اور اُس وقت تک اُس کو اپنی پناہ میں رکہو کہ وہ اطمینان سے خدا کی کلام کو سن سمجہہ لے اور پہر اسکو اسکے امن کی جگہ پر واپس پہنچا دو ـ یہ رعایت اُن لوگوں کے حق میں اس وجہ سے کرنی ضرور ہے کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں ـ اب ظاہر ہے کہ اگر قرآن شریف جبر کی تعلیم کرتا تو یہ حکم نہ دیتا کہ جو کافر قرآن شریف کو سننا چاہے تو جب وہ سن چکے اور مسلمان نہ ہو تو اُس کو اُسکے امن کی جگہ پر پہنچا دینا چاہیئے بلکہ یہ حکم دیتا کہ جب ایسا کافر قابو میں آجاوے تو وہیں اُسکو مسلمان کر لو ٭

اب ہم ایک اور بات ان جاہلوں کو سناتے ہیں کہ جو خواہ نخواہ جبر کا الزام خدا کے کلام پر دیتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مکے کے رہنے والے کل کفار اور نیز دیہاتی اور گرد و نواح

کے لوگ ایسے تھے کہ جنہوں نے اس زمانہ میں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں تھے اور کوئی جنگ شروع نہ تھا کئی مسلمان ناحق قتل کر دیے تھے اور ان مظلوموں کا خون انکی گردن پر تھا اور درحقیقت وہ سب اس گناہ میں شریک تھے کیونکہ بعض قاتل اور بعض ہمراز اور بعض اُن کے معاون تھے اس وجہ سے وہ لوگ خدا کے نزدیک قتل کے لایق تھے کیونکہ انکی اس قسم کی شرارتیں حد سے گذر گئی تھیں۔ علاوہ اس کے سب سے بڑا گناہ انکا یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام قتل کے مرتکب تھے اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں پس ان گناہوں کی وجہ سے وہ خدا کی نظر میں واجب القتل ٹھہر چکے تھے اور انکا قتل کرنا عین انصاف تھا کیونکہ وہ جرم قتل اور اقدام قتل کے مرتکب ہو چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو برابر تیرہ برس ان میں رہ کر وعظ کرتے رہے اور نیز آسمانی نشان دکھلاتے رہے اس صورت میں خدا کی حجت ان پر پوری ہو چکی تھی اس وجہ سے خدا نے جو رحیم و کریم ہے انکی نسبت یہ حکم دیا تھا کہ وہ اگرچہ اپنے جرایم کی وجہ سے بہرحال قتل کرنے کے لایق ہیں لیکن اگر کوئی اُن میں سے خدا کی کلام کو سن کر اسلام قبول کرے تو بوجہ قصاص اسکو معاف کیا جاوے ورنہ اپنے گناہوں کی سزا میں جو قتل اور اقدام قتل ہے وہ بھی قتل کیے جائینگے اب بتلاؤ کہ اس میں کونسا جبر ہے جس حالت میں وہ لوگ جرم قتل اور اقدام قتل کیوجہ سے بہرحال قتل کے لایق تھے اور یہ رعایت قرآن شریف نے اُن کو دی کہ اسلام لانے کیحالت میں وہ قصاص دور ہو سکتا ہے تو اسمیں جبر کیا ہوا؟ اور اگر یہ رعایت نہ دی جاتی تو انکا قتل کرنا بہرحال ضروری تھا کیونکہ وہ قاتل اور اقدام قتل کے مرتکب تھے جیساکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرٌ یعنی ہم اُن لوگوں کو جو ناحق قتل کیے جاتے ہیں اجازت دیتے ہیں کہ اب وہ بھی قاتلوں کا مقابلہ کریں یعنے ایک مدت تک تو مومنوں کو مقابلہ کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور وہ مدت تیرہ برس تھی اور جب بہت سے مومن قتل ہو چکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ملہ دیکھو کتاب سوانح عمری حضرت محمد صاحب صفحہ ۱۰۵ جسکو ایک برہمو صاحب نے انصاف کی راہ سے حال ہی میں تالیف کر کے شائع کیا ہے منہ

کے اقدام قتل کیے ہی کافر لوگ مرتکب ہوئے تب تیرہ[۱۳] برس کے مصائب اٹھانے کے بعد مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ اور پھر دوسری آیت یہ ہے واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ط الجزو نمبر ۹ سورۃ الانفال (ترجمہ) اور اے پیغمبر وہ وقت یاد کر جب کافر لوگ تجھ پر داؤ چلانا چاہتے تھے تاکہ تجھے گرفتار کر رکھیں یا تجھے مار ڈالیں اور یا تجھے جلا وطن کر دیں حال یہ تھا کہ کافر تو قتل کیلئے اپنا داؤ کر رہے تھے اور خدا انکو مغلوب کرنے کیلئے اپنا داؤ کر رہا تھا اور خدا سب داؤ کرنیوالوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے جس کے داؤ میں سراسر مخلوق کی بھلائی ہے۔

اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لیا تو تمام کفار گرفتار کر کے آپکے سامنے پیش کیے گئے تو کفار نے خود اپنے منہ سے اسوقت اقرار کیا کہ ہم بباعث اپنے سخت جرایم کے واجب القتل ہیں اور اپنے تئیں آپ کے رحم کے سپرد کرتے ہیں تو آپ نے سب کو بخش دیا اور اس موقعہ پر معافی کیلئے اسلام کی بھی شرط نہ لگائی۔ لیکن وہ لوگ یہ اخلاق کریمانہ دیکھکر خود بخود مسلمان ہو گئے اور تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ مکہ معظمہ میں کئی مرتبہ کفار قریش آنحضرت صلعم کے اقدام قتل کے مرتکب ہوئے تھے اور ہر ایک مرتبہ میں ناکام رہے پس انکے یہ جرایم تھے جنکی وجہ سے وہ خدا تعالیٰ کی نظر میں واجب القتل تھے اور انکو یہ رعایت دی گئی تھی کہ اگر وہ بت پرستی سے باز آجائیں اور خدا کی کتاب کو قبول کر لیں تو سزائے موت سے انکو معافی دی جائیگی۔ ایسا ہی اُن جرائم میں عرب کے تمام بت پرست اُنکے مددگار اور معاون تھے اور اُنکے ہاتھ سے صدہا مومن بیگناہ قتل ہو چکے تھے سو ان خون ریزیوں کے جرائم کے پاداش میں اُن پر قتل کا حکم تھا پھر خداوند کریم نے جو سزا دینے میں دھیما ہے اُن سے نرمی کی اور فرمایا کہ اگر اطاعت کر لیں اور بغاوت چھوڑ دیں تو اُنکے گناہ معاف کیے جائینگے۔ سو اول اوّل تو بہتوں نے انمیں سے اطاعت اختیار نہ کی لیکن جب اسلام کا ستارہ چمکا اور خدا کی نصرت اور مدد روز روشن کیطرح ظاہر ہو گئی تب ان لوگوں نے بھی اطاعت اختیار کی چنانچہ خدا تعالیٰ اُن کے حق میں قرآن شریف میں یہ فرماتا ہے۔

قالت الاعراب اٰمنّا قل لم تؤمنوا ولٰکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم۔ الجزو ۲۶ سورۃ الحجرات (ترجمہ) عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے انکو کہدے کہ تم ایمان نہیں لائے ایمان تو اور ہی چیز ہے سو تم یہ کہو کہ ہمنے اطاعت کے لیئے گردن ڈالدی ہے اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گذر تک نہیں ہوا۔ سو خدا نے یہ معافی محض اطاعت کے لئے دی تھی تا ملک میں سے بغاوت دور ہو اور اس طرح پر ان کو سوچنے سمجھنے کا زیادہ موقعہ ملے اور درحقیقت اس معافی سے کفار کو بڑا فائدہ ہوا ہے پہلے تو انہوں نے فقط اطاعت کر لی اور مقابلہ چھوڑ دیا۔ اور پھر خدا تعالیٰ کے کلام پر غور کر کے اور خدا کی نصرت اور فضل کے تازہ نشان دیکھکر اُن کے دلوں میں ایمان رچ گیا اور وہ لوگ ایسے کامل الایمان ہو گئے کہ فرشتوں کے ساتھ ہاتھ جا ملائے۔

ہمارے مخالف جو خواہ نخواہ اسلام پر جبر کا الزام لگاتے ہیں انکو یہ دو باتیں ضرور سوچنی چاہئیں (۱) اول یہ کہ جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے صحابہ کے دلوں میں تبدیلی پیدا ہوئی اور جس قدر وہ بُت پرستی اور ہر ایک مشرکانہ ترک سے متنفر ہو گئے کیا ایسی تبدیلی اور ایسی شرک سے بیزاری اُس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے کہ جو جانتا ہے کہ مجھے جبراً مسلمان کیا گیا ہے٭ (۲) دوسری وہ تائید اسلام جو انہوں نے اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھکر دکھلائی یہاں تک کہ پچاس برس کی مدت ابھی نہیں گذری تھی کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہو گیا اور مختلف ممالک میں پھیل گیا اور انہوں نے اسلام کی تائید میں وہ کام حیرت انگیز دکھائے کہ جبتک انسان کا دل کسی اپنے ہادی کی راہ میں فدا شدہ نہ ہو ایسے کام ہرگز دکھلا نہیں سکتا٭٭ تاریخ پڑھنے سے ہر ایک کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے کیا کیا مصیبتیں اسلام کی راہ میں اٹھائیں اور کیسی استقامت دکھلائی اور باوجود تھوڑے اور نا تو کش ہونیکے کیسے دشمنوں سے مقابلے کیئے یہاں تک کہ بُت پرستی کی تاریکی کو اپنے خونوں سے دُنیا کے کئی حصوں میں سے اٹھا دیا اور خدا کے دین کی خدمت میں چین کے ملک تک پہنچے اور کروڑہا انسانوں کو بُت پرستی سے تائب کر کے توحید کے نور سے منور کیا اور

٭ حاشیہ۔ اس جگہ آریہ صاحبوں کو چاہیئے کہ ایک ہندو بھائی ہربھو کی کتاب لائف آف محمد حضرت محمد صاحب صفحہ ۱۴ غور سے مطالعہ کریں۔ منہ

٭٭ محققین یورپ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ جس صدق دل اور دلی جوش سے عربوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا وہ ایک خوق العادت امر ہے اور اسی سچے ایمان اور اخلاص کا نتیجہ تھا کہ تھوڑی ہی مدت میں انکو دنیا میں وہ فتوحات حاصل ہوئیں جو آجتک کسی قوم کو حاصل نہیں ہوئیں اور ایک حیرتناک امر یہ ان سے ظہور میں آیا کہ یا تو وہ لوگ اُمّی اور ناخواندہ تھے اور یا علوم و فنون میں وہ فوقیت حاصل کی جو قدیم علموں کو زندہ کیا اور بہت سے نئے علوم ایجاد کئے عراق اور شام۔ اسپین اور دیگر ممالک اسلامیہ کی یونیورسٹیاں مشہور تھیں (باقی دیکھو صفحہ ۲۲۸ پر)

ہر ایک میدان میں اور ہر ایک موقعہ میں آزمایش میں ایسا اپنا صدق دکھلایا کہ اُسکے تصور سے رونا آتا ہے تو کیا اُن کی نسبت کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ وہ جبراً مسلمان کیے گئے تھے۔ فی الواقع ایمانی مراتب میں اُنہوں نے وہ ترقی کی تہی کہ اُن کا نمونہ ملنا مشکل ہے ان کے صدق اور اخلاص نے تمام ممالک کو فتح کرکے دکھلا دیا اور جس جلدی سے اُنہوں نے دُنیا میں اسلام کو پھیلایا وہ بھی درحقیقت ایک معجزہ ہی تہا جسکی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ وید کے خادم جو برہمن اور پنڈت کہلاتے ہیں اگر ان پاک لوگوں کے مقابل پر دیکھے جائیں تو ضرور ہمیں کہنا پڑیگا کہ یہ لوگ محض دنیا پرست اور نفسانی انسان تھے تبھی تو وہ کسی دل کو فتح نہ کرسکے اور دُنیا میں نہایت بدنمونہ مخلوق پرستی وغیرہ کا چھوڑ گئے اور آریہ ورت کی نسل کو آتش پرستی اور بُت پرستی اور آب پرستی اور آفتاب پرستی سے نہ روک سکے اگر وہ لوگ روحانی آدمی ہوتے تو ضرور اُنکا اثر آریہ ورت پر پڑتا۔ مگر جو کچھ آریہ ورت کی حالت مذہبی اعتقاد کی رو سے اب تک دیکھی جاتی ہے وہ صاف بتلا رہی ہے کہ یہ تمام لوگ خدا کی محبت سے بے بہرہ تھے انسان کی عملی حالت سے بڑھ کر کوئی امر اسکے خالص ایمان پر گواہ نہیں ہوسکتا عملی حالت انسان کی اُسکے ایمان پر ایک مستحکم شہادت ہے۔ آج جو بیس کروڑ کے قریب یا اس سے زیادہ دُنیا میں مسلمان پائے جاتے ہیں یہ اُنہیں لوگوں کی پاک کوششوں کا نتیجہ ہے جن کی نسبت سیاہ دل دشمن کہتے ہیں کہ وہ جبراً مسلمان کیے گئے تھے۔ اے اندھو جن لوگوں نے اپنے خونوں سے مُہریں لگا دیں کہ اسلام سچا ہے کیا وہ جبراً مسلمان کیے گئے تھے؟ حیف تمہاری زندگی پر۔ خدا تعالیٰ نے اُنکی تعریفیں قرآن شریف میں کی ہیں اور اُنکا نام مخلص اور صادق اور وفادار رکھا ہے اور اُنکی جان نثاری کی گواہی دی ہے جیساکہ وہ فرماتا ہے

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ (ترجمہ) یہ لوگ جو ایمان لائے دو قسم کے ہیں پہلے تو وہ ہیں جو جان نثاری کے عہد کو پورا کرچکے اور خدا کی راہ میں شہید ہوگئے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو شہادت کی منتظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۷) یورپ کے علماء صدق دل سے اقرار کرتے ہیں کہ ان کے بزرگوں کو عرب کی شاگردی کا فخر ہے لیکن کیا یہ ترقیات وہ قوم کرسکتی ہے جو جبراً تلوار سے مسلمان کیے گئے اور ابتدا میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض اکیلے تھے تو پھر جبر کرنیوالی فوج کہاں سے نکل آئی؟ منہ

ہیں اور جانتے ہیں کہ خدا کی راہ میں جانیں دیں اور اُنہوں نے اپنی بات میں ذرا بھی ردّ و بدل نہیں کی اور اپنے عہد پر قایم رہے۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے یہ بیان کیا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جو مسلمان نہیں ہوتا اُن کے ساتھ جنگ کرو مگر ابھی ہم قرآن شریف کی آیت لکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین میں جبر نہیں ہے ہاں بعض آیات قرآن شریف میں ایسی ہیں کہ جاہل اور متعصب مخالف اُن کے معنوں کو بگاڑ کر اعتراض کے طور پر پیش کر دیتے ہیں جیسا کہ آیت یہ

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرّمون ما حرّم اللہ و رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتٰب حتّی یعطوا الجزیۃ عن یدٍ وّھم صٰغرون۔

(ترجمہ) وہ اہل کتاب کہ جو نہ خدا کو مانتے ہیں اور نہ روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں اور نہ خدا اور اُسکے رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ دیانت اور سچائی کی راہ کو اختیار کرتے ہیں اُن سے تم لڑو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دیں۔

یہ آیات ہیں جن سے نادان لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ جنگ کا حکم مسلمان کرنے کیلئے ہے لیکن ان آیات کو اخیر تک پڑھ کر دیکھ لو۔ ان آیات میں مسلمان کرنے کا کہیں بھی حکم نہیں بلکہ اگر تم ان آیات کو آیت اِنَّ عِدَّۃَ الشُّھُوْرِ تک پڑھو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ اُن اہل کتاب کا ذکر ہے کہ جو کھلے کھلے طور پر جرایم پیشہ ہو گئے تھے اور عیسائیت اور یہودیت صرف نام کیلئے تھی ورنہ اُن کو خدا پر بھی ایمان نہیں رہا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وتریٰ کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت لبئس ما کانوا یعملون۔ لولا ینھٰھم الربّانیّون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون۔ ..... قل یا اھل الکتاب لستم علیٰ شیءٍ حتّی تقیموا التوراۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم (ترجمہ) اور اکثر اہل کتاب کو تو دیکھے گا کہ گناہ کے کاموں کیطرف دوڑتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں کیا ہی بُرے یہ کام اور بدعملیاں ہیں

کہ یہ لوگ کر رہے ہیں انکے مشایخ اور علماء کیوں ان برے کاموں سے اُن کو منع نہیں کرتے
اور دیکھتے ہیں کہ وہ جھوٹ بولتے اور جھوٹی گواہیاں دیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں پھر بھی
چپ رہتے ہیں۔ پس یہ اُنکے علماء بھی برے کام کر رہے ہیں کہ خاموش رہ کر اُنکی بدی میں آپ
بھی شریک ہیں اے پیغمبر تو یہود اور نصاریٰ کو کہہ دے کہ جبتک تم توریت اور انجیل کے احکام
پر نہ چلو اور ایسا ہی اُن دوسری تمام کتابوں پر قایم نہ ہو جاؤ جو خدا کی طرف سے تمہیں دی گئی
ہیں تب تک تمہارا کچھ بھی مذہب نہیں محض نام مذہب ہے کر اپنے نفسوں کی پیروی کر رہے ہو۔
پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ عرب کے یہود اور عیسائی ایسے بگڑ گئے تھے اور اس درجہ
پر وہ بدچلن ہو گئے تھے کہ جو کچھ خدا نے اُن کی کتابوں میں حرام کیا تھا یعنی یہ کہ چوری
نہ کریں۔ لوگوں کا ناحق مال نہ کھاویں۔ ناحق کا خون نہ کریں جھوٹی گواہی نہ دیں خدا کے ساتھ
کسی کو شریک نہ کریں یہ تمام ناجائز کام ایسی دلی رغبت سے کرتے تھے کہ گویا اُن برے کاموں
کو انہوں نے اپنا مذہب قرار دیدیا تھا جیسا کہ پادری فنڈل صاحب نے بھی اپنی کتاب میزان الحق
میں جو اس ملک میں مدت تیس سال سے شایع ہو چکی ہے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ درحقیقت
ملک عرب میں جو عیسائی اور یہودی تھے وہ سخت بدچلن ہو گئے تھے اور ملک کے لیئے اُن کا
وجود خطرناک تھا اور اُن کے مفاسد حد سے بڑھ گئے تھے بعد اسکے وہ پادری اپنی شرارت
سے لکھتا ہے کہ نعوذ باللہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی تو نہیں تھے مگر خدا نے اُس ملک
کے بدچلن یہودیوں اور عیسائیوں کو سزا دینے کیلئے آپ کو غلبہ بخشا اور خدا نے بطور تنبیہ کے
یہ قرین مصلحت قرار دیا کہ اس طرح اُن بدچلن فرقوں کو آیندہ بدچلنیوں اور بداعمالیوں سے روکا جاوے
یہ وہ گواہی ہے جو ایک سخت دشمن اسلام کی یعنے پادری فنڈل اپنی کتاب میزان الحق میں
دیتا ہے اور باوجود سخت متعصب ہونیکے اسقدر سچ اُسکے مُنہ سے نکل گیا کہ اس وقت کے عیسائی
اور یہودی سخت بدچلن اور بداعمال اور جرایم پیشہ تھے پس ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ امن عامہ قایم
کرنیکے لیئے ایسے جرایم پیشہ لوگوں کا تدارک ضروری تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف

پیغمبری کا عہدہ رکھتے تھے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بادشاہ با اختیار کی طرح ملکی مصالح قائم رکھنے کے ذمہ وار ٹھہرائے گئے تھے اس صورت میں آپ کا فرض تھا کہ بحیثیت ایک بادشاہ اور والیٔ ملک کے شریروں اور بدمعاشوں کا قرار واقعی بند و بست کریں اور مظلوموں کو جو اُنکی شرارتوں سے تباہ ہو گئے تھے ان کے پنجہ سے چھوڑا دیں۔ پس یوں سمجھنا چاہئیے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے دو عہدے تھے ایک عہدہ رسالت کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ملتا تھا وہ لوگوں کو پہنچا دیتے تھے اور دوسرا عہدہ بادشاہت اور خلافت کا جس عہدہ کی رُو سے وہ ہر ایک مفسد اور مخلّ امن کو سزا دیکر امن عامہ کو ملک میں قایم کردیتے تھے اور ملک عرب کا اُن دنوں میں یہ حال تھا کہ ایک طرف تو خود عرب کے لوگ اکثر لوٹ مار اور قزاقی اور طرح طرح کے جرایم کرنیوالے تھے اور دوسری طرف جو اہل کتاب کہلاتے تھے وہ بھی سخت بدچلن تھے اور ناجایز طریقوں سے لوگوں کا مال کھاتے تھے اگر عرب بات کو لوٹتے تھے تو یہ لوگ اُن کو بھی غریب لوگوں کی گردن پر چھری پھیرتے تھے پس جبکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک عرب کی بادشاہی دی تو بلاشبہ آنجناب کا یہ فرض تھا کہ بدمعاشوں اور مجرموں اور چوروں اور ڈاکوؤں اور مفسدوں کا بند و بست کریں اور جو لوگ جرایم سے باز نہیں آتے اُن کو سزا دیں اور ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ بادشاہ کیلئے ایسا کرنا ضروری ہے کہ مثلاً اگر کسی بادشاہ کی رعایا پر لوگ ڈاکہ ماریں اور اُن کا مال لوٹ کرلے جاویں یا نقب لگا کر مال لیجاویں یا طمع نفسانی سے لوگوں کو قتل کریں تو کیا اس بادشاہ کا فرض نہیں ہوگا کہ ایسے مفسد لوگوں پر چڑہائی کرے اور ایسے مفسد لوگوں کو قرار واقعی سزا دیکر ملک میں امن قایم کردے۔ سو یہ لڑائی اہل کتاب سے اس لئے نہیں تھی کہ اُن کو مسلمان کیا جائے بلکہ اس وجہ سے تھی کہ انکی شرارتوں سے ملک کو بچایا جائے اس بات کا قرآن شریف میں بتصریح ذکر ہے کہ انکی بدچلنی نہایت درجہ تک پہنچ گئی تھی چنانچہ ان بدچلنیوں کے بارے میں قرآن شریف میں یہ آیات موجود ہیں۔ یا ایها الذین

امنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس
بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ ط والذین یکنزون الذھب والفضۃ
ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم ط (الجزو ۱۰ سورۃ التوبہ)
(ترجمہ) مسلمانو! اہلکتاب کے اکثر عالم اور مشائخ لوگون کے مال ناحق کہاتے ہین یعنی
ناجایز طور پر اُن کا روپیہ اپنے قبضہ مین کر لیتے ہین اور خدا کی راہ سے لوگون کو روکتے
رہتے ہین اور اس طرح پر ناجایز طور پر لوگون کے مال لیکر سونا اور چاندی جمع کر لیتے ہین
اور خدا کی راہ مین کچھہ بہی خرچ نہین کرتے سو اُن کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو۔
پہر ایک دوسری جگہ اللہ تعالے اہل کتاب کی بدچلنی کی نسبت خوب وضاحت
سے فرماتا ہے اور وہ آیات یہ ہین۔ ومن اھل الکتاب من ان تامنہ بقنطار
یؤدہ الیک ط ومنھم من ان تامنہ بدینار لا یؤدہ الیک الا مادمت علیہ
قائما ط ذالک بانھم قالوا لیس علینا فی الامیین سبیل ط ویقولون علی اللہ
الکذب وھم یعلمون ط الجزو ۳ سورۃ ال عمران۔ (ترجمہ) اور اہل کتاب مین سے
بعض ایسے ہین کہ اگر اُن کے پاس زر نقد کا ایک ڈہیر بہی امانت رکہی جائے تو جب
تو مانگے وہ سب مال تیرے حوالہ کرینگے اور بعض اہلکتاب ایسے ہین کہ اگر ایک اشرفی
بہی تو اُنکے حوالہ بطور امانت کرے تو وہ کبہی حوالہ نہ کرینگے۔ مگر صرف اُس وقت کہ تو اُن کے
سر پر کھڑا ہوگا۔ یہ بدمعاملگی اسلیئے کرتے ہین کہ وہ کُہلے کُہلے طور پر کہتے ہین کہ عرب کے
اَن پڑہہ لوگون کا حق مار لینے مین ہمسے کوئی باز پرس نہین ہوگی اور دیدہ و دانستہ خدا
پر جہوٹ بولتے ہین۔
غرض عرب کے مشرکون کیطرح اُس ملک کے اہل کتاب بہی جرایم پیشہ ہوگئے تہے
عیسائیون نے تو کفارہ کے مسئلہ پر زور دیکر اور اُس پر بہروسہ کرکے یہ سمجھہ لیا تہا کہ ہم پر سب
جرایم حلال ہین اور یہودی کہتے تہے کہ ہم ارتکاب جرایم کی وجہ سے صرف چند روز دوزخ

ہیں پڑیں گے اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ اس بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۔ الجزو نمبر ۳ سورۃ آل عمران ۔ (ترجمہ) یہ دلیری اور جرأت اس سے اُن کو پیدا ہوئی کہ اُنکا یہ قول ہے کہ دوزخ کی آگ اگر ہمیں چھوئے گی بھی تو صرف چند روز تک رہیگی اور جو افترا پردازیاں وہ کرتے ہیں اُنہیں پر مغرور ہو کر اُن کے یہ خیالات ہیں ۔

پس جبکہ اہل کتاب اور مشرکین عرب نہایت درجہ بدچلن ہو چکے تھے اور بدی کر کے سمجھتے تھے کہ ہمنے نیکی کا کام کیا ہے اور جرائم سے باز نہیں آتے تھے اور امن عامہ میں خلل ڈالتے تھے تو خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کے ہاتھ میں عنان حکومت دیکر اُن کے ہاتھ سے غریبوں کو بچانا چاہا اور چونکہ عرب کا ملک مطلق العنان تھا اور وہ لوگ کسی بادشاہ کی حکومت کے ماتحت نہیں تھے اسلئے ہر ایک فرقہ نہایت بے قیدی اور دلیری سے زندگی بسر کرتا تھا اور چونکہ اُن کے لیئے کوئی سزا کا قانون نہ تھا اس لیئے وہ لوگ روز بروز جرائم میں بڑھتے جاتے تھے پس خدا نے اس ملک پر رحم کر کے . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ملک کیلئے نہ صرف رسول کر کے بھیجا بلکہ اس ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا اور قرآن شریف کو ایک ایسے قانون کی طرح مکمل کیا جسمیں دیوانی فوجداری مالی سب ہدایتیں ہیں سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت ایک بادشاہ ہونیکے تمام فرقوں کے حاکم تھے اور ہر ایک مذہب کے لوگ اپنے مقدمات آپ سے فیصلہ کراتے تھے ۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا آنجناب کی عدالت میں مقدمہ آیا تو آنجناب نے تحقیقات کے بعد یہودی کو سچا کیا اور مسلمان پر اسکے دعویٰ کی ڈگری کی پس بعض نادان مخالف جو غور سے قرآن شریف نہیں پڑھتے وہ ہر ایک مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے نیچے لے آتے ہیں حالانکہ ایسی سزائیں خلافت یعنی بادشاہت

کی حیثیت سے دی جاتی نہین -

بنی اسرائیل مین حضرت موسی کے بعد نبی جدا ہوتے تھے اور بادشاہ جدا ہوتے تھے جو امور سیاست کے ذریعہ سے امن قایم رکھتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین یہ دونون عہدے خدا تعالی نے آنجناب ہی کو عطا کئے اور جرایم پیشہ لوگون کو الگ کر کے باقی لوگون کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ آیت مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ یہ ہے وقل للذین اوتوا الکتاب والامیین ءاسلمتم فان اسلموا فقد اھتدوا وان تولوا فانما علیک البلاغ ۔ الجزو ۳ سورۃ آل عمران - (ترجمہ) اور اے پیغمبر اہل کتاب اور عرب کے جاہلون کو کہو کہ کیا تم دین اسلام مین داخل ہوتے ہو - پس اگر اسلام قبول کر لین تو ہدایت پا گئے اور اگر منہ موڑ لین تو تمہارا تو صرف یہی کام ہے کہ حکم الہی پہنچا دو - اس آیت مین یہ نہین لکھا کہ تمہارا یہ بھی کام ہے کہ تم ان سے جنگ کرو اس سے ظاہر ہے کہ جنگ صرف جرایم پیشہ لوگون کیلئے تھا کہ مسلمانون کو قتل کرتے تھے یا امن عامہ مین خلل ڈالتے تھے اور چوری ڈاکہ مین مشغول رہتے تھے اور یہ جنگ بحیثیت بادشاہ ہونیکے تھا نہ بحیثیت رسالت جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۔ الجزو ۲ سورۃ البقرہ - (ترجمہ) تم خدا کے راہ مین ان لوگون سے لڑو جو تم سے لڑتے ہین یعنے دوسرون سے کچھ غرض نہ رکھو اور زیادتی مت کرو خدا زیادتی کرنے والون کو پسند نہین کرتا +

پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف کا ذکر کر کے تعدد ازدواج پر اعتراض کیا اس کے جواب مین اس قدر ہم لکھنا کافی سمجھتے ہین کہ اگرچہ آریہ سماج والے تعدد ازدواج کو نظر نفرت سے دیکھتے ہین مگر بلاشبہ وہ اس ضرورت کو تسلیم کرتے ہین جس کیلئے اکثر انسان تعدد ازدواج کے لیئے مجبور ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اسکے لیئے یہ ضروری امر ہے کہ اپنی نسل باقی رہنے کیلئے کوئی احسن طریق اختیار کرے

اور لاولد رہنے سے اپنے تئیں بچاوے اور یہ ظاہر ہے کہ بسا اوقات ایک بیوی سے اولاد نہیں ہوتی اور یا ہوتی ہے اور بباعث لاحق ہونے کسی بیماری کے مر مر جاتی ہے اور یا لڑکیاں ہی پیدا ہوتی ہیں اور ایسی صورت میں مرد کو دوسری بیوی کی نکاح کیلئے ضرورت پیش آتی ہے خاص کر ایسے مرد جن کی نسل کا مفقود ہونا قابل افسوس ہوتا ہے اور انکی ملکیت اور ریاست کو بہت حرج اور نقصان پہنچتا ہے۔ ایسا ہی اور بہت سی وجوہ تعدد نکاح کیلئے پیش آتے ہیں مگر بالفعل ہم صرف یہ ایک ہی وجہ بیان کرکے قرآن شریف کی اس تعلیم کا جو تعدد ازواج کی ضرورت پیش کرتی ہے وید کی اس تعلیم سے مقابلہ کرتے ہیں جو ضرورت مندرجہ بالا کے پورا کرنے کے لیئے وید نے پیش کی ہے۔

سنو! جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں قرآن شریف میں انسانی ضرورتوں کے پورا کرنے کیلئے تعدد ازواج کو روا رکھا ہے اور منجملہ ان ضرورتوں کے ایک یہ بھی ہے کہ تا بعض صورتوں میں تعدد ازواج نسل قایم رہ جانیکا موجب ہوجائے کیونکہ جس طرح قطرے قطرے سے دریا بنتا ہے اسی طرح نسل سے بھی قومیں بنتی ہیں اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ کثرت نسل کیلئے نہایت عمدہ طریق تعدد ازواج ہے پس وہ برکت جس کا دوسرے لفظوں میں نام کثرت نسل ہے اُس کا بڑا بھاری ذریعہ تعدد ازواج ہی ہے یہ تو وہ ذریعہ کثرت نسل کا ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے اور اسکے برخلاف جو وید نے ذریعہ پیش کیا ہے جس کو وہ نہایت ضروری سمجھتا ہے وہ نیوگ ہے یعنی یہ کہ اگر کسی کے گھر میں پہلی بیوی سے اولاد نہ ہو تو اولاد حاصل کرنیکے لئے دو طریق ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اُسکی اپنی بیوی کسی دوسرے مرد سے مونہہ کالا کراوے نہ ایک دن نہ دو دن بلکہ قریباً چودہ ۱۴ سال تک کسی دوسرے مرد سے ناجائز تعلق رکھے یا کم و بیش اور جو اُس عرصہ سے اولاد ہو وہ مرغیوں کے بچوں کی طرح نصفا نصف تقسیم ہو جائیگی۔ یعنی نصف بچے تو اس

پاک دامن کے خاوند کو ملیں گے اور نصف دیگر اُسکو ملیں گے جس کے ساتھ یارانہ اولاد کیلئے لگایا گیا۔ اب اگرچہ آریہ صاحبان اِس کام سے کچھ بھی نفرت نہیں کرتے مگر میں جانتا ہوں کہ اب بھی کئی کروڑ ہندو ایسی آریہ ورت میں ایسے ہونگے کہ وید کی اس تعلیم کو اُن کا دل ہرگز منظور نہیں کرتا ہوگا اور مسلمانوں کیطرح ضرورت کے وقت دوسری شادی کرتے ہونگے اِس سے ظاہر ہے کہ شریف ہندوؤں کی فطرت نے بھی ضرورت کیوقت نکاح ثانی کو پسند کیا ہے اگر تم پنجاب میں ہی تلاش کرو تو ہزارہا دولتمند اور امیر ہندو ایسے نکلیں گے کہ وہ دو دو تین تین بیویاں رکھتے ہوں گے مگر بجز اس قلیل گروہ آریوں کے کوئی شریف باعزت ہندو اس بات کو منظور نہیں کریگا کہ اپنی جوان خوب صورت بیوی کو رات کو دوسرے کیساتھ ہمبستر کراوے اگر یہ بے غیرتی نہیں تو پھر بے غیرتی اور بے شرمی کس چیز کا نام ہے؟ مگر کئی بیویاں کرنیکا طریق مسلمانوں کی طرح ہندوؤں میں بھی ہمیشہ سے چلا آیا ہے اور اسوقت کے ہندو راجے بھی برابر اسکے کاربند ہیں اور ہم بڑے دعوی سے کہتے ہیں کہ کئی بیویاں کرنے کا طریق فقط اسی زمانہ میں ہندوؤں میں پیدا نہیں ہوا بلکہ ہندوؤں کے وہ بزرگ جو اوتار کہلاتے تھے انکا تعدد ازواج بھی ثابت ہے چنانچہ کرشن جی کی ہزاروں بیویاں بیان کی جاتی ہیں اور اگر ہم اِس بیان کو مبالغہ خیال کریں تو اسمیں شک نہیں کہ دس بیس تو ضرور ہونگی۔ راجہ رام چندر کے باپ کی بھی دو بیویاں تھیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے وید میں کہیں تعدد ازواج کی ممانعت نہیں پائی جاتی ورنہ یہ بزرگ لوگ ایسا کام کیوں کرتے جو وید کے برخلاف تھا ایسا ہی باوا نانک صاحب جو ہندو قوم میں ایک بڑے مقدس آدمی شمار کئے گئے ہیں انکی بھی دو بیویاں تھیں۔

اِس جگہ مخالفوں کیطرف سے یہ اعتراض ہوا کرتا ہے کہ تعدد ازواج میں یہ ظلم ہے کہ اعتدال نہیں رہتا اعتدال اسی میں ہے کہ ایک مرد کیلئے ایک ہی بیوی ہو مگر مجھے تعجب ہے کہ وہ دوسروں کے حالات میں کیوں خواہ مخواہ مداخلت کرتے ہیں جبکہ یہ مسئلہ اسلام

میں شائع متعارف ہے کہ چار تک بیویاں کرنا جائز ہے مگر جبر کسی پر نہیں اور ہر ایک مرد اور عورت
کو اس مسئلہ کی بخوبی خبر ہے تو یہ اُن عورتوں کا حق ہے کہ جب کسی مسلمان سے نکاح کرنا چاہیں تو
اول شرط کرالیں کہ اُنکا خاوند کسی حالت میں دوسری بیوی نہیں کریگا اور اگر نکاح سے پہلے
ایسی شرط لکھی جائے تو بیشک ایسی بیوی کا خاوند اگر دوسری بیوی کرے تو جرم نقض عہد کا
مرتکب ہوگا لیکن اگر کوئی عورت ایسی شرط نہ لکھاوے اور حکم شرع پر راضی ہووے تو اس
حالت میں دوسرے کا دخل دینا بیجا ہوگا اور اس جگہ یہ مثل صادق آئیگی کہ میاں بیوی راضی
تو کیا کرے گا قاضی۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا نے تو تعدد ازدواج فرض واجب نہیں
کیا ہے خدا کے حکم کی رو سے صرف جائز ہے پس اگر کوئی مرد اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے
اس جائز حکم سے فائدہ اُٹھانا چاہے جو خدا کے جاری کردہ قانون کی رو سے ہے اور اُسکی
پہلی بیوی اُس پر راضی نہ ہو تو اُس بیوی کیلئے یہ راہ کشادہ ہے کہ وہ طلاق لے لے اور اس غم
سے نجات پاوے اور اگر دوسری عورت جس سے نکاح کرنیکا ارادہ ہے اُس نکاح پر راضی نہ ہو تو اُسکے
لئے بھی یہ سہل طریق ہے کہ ایسی درخواست کرنیوالیکو انکاری جواب دیدے کسی پر جبر تو نہیں
لیکن اگر وہ دونوں عورتیں اس نکاح پر راضی ہو جاویں تو اس صورت میں کسی آریہ کو خواہ نخواہ دخل
دینے اور اعتراض کرنیکا کیا حق ہے کیا اُس مرد نے اُن عورتوں سے نکاح کرنا ہے یا اُس
آریہ سے جس حالت میں خدا نے تعدد ازدواج کو کسی موقعہ پر انسانی ضرورتوں میں جائز رکھا ہے
اور ایک عورت اپنے خاوند کے دوسرے نکاح میں رضامندی ظاہر کرتی ہے اور دوسری
عورت بھی اس نکاح پر خوش ہے تو کسی کا حق نہیں ہے کہ اُن کے اس باہمی فیصلہ کو
منسوخ کردے اور اس جگہ یہ بحث پیش کرنا کہ ایک سے زیادہ بیوی کرنا پہلی بیوی کے حق
میں ظلم ہے اور طریق اعتدال کے برخلاف ہے یہ اُن لوگوں کا کام ہے جنکی تعصب سے عقل
ماری گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ حقوق عباد کے متعلق ہے اور جو شخص دو بیویاں کرتا ہے
اُس میں خدا تعالےٰ کا حرج نہیں اگر حرج ہے تو اس بیوی کا جو پہلی بیوی ہے یا دوسری بیوی

کا پس اگر پہلی بیوی اس نکاح میں اپنی حق تلفی سمجھتی ہے تو وہ طلاق لیکر اس جھگڑے سے خلاصی پاسکتی ہے اور اگر خاوند طلاق نہ دے تو بذریعہ حاکم وقت وہ خلع کرا سکتی ہے اور اگر دوسری بیوی اپنا کچھ حرج سمجھتی ہے تو وہ اپنے نفع نقصان کو خود سمجھتی ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ اس طور سے اعتدال ہاتھ سے جاتا ہے خواہ نخواہ کا دخل ہے اور باایں ہمہ خدا تعالیٰ نے مردوں کو وصیت فرمائی ہے کہ اگر انکی چند بیویاں ہوں تو ان میں اعتدال کریں ورنہ ایک ہی بیوی پر قناعت کریں ۔

اور یہ کہنا کہ تعدد ازواج شہوت پرستی سے ہوتا ہے یہ بھی سراسر جاہلانہ اور متعصبانہ خیال ہے ہم نے تو اپنی آنکھوں کے تجربہ سے دیکھا ہے کہ جن لوگوں پر شہوت پرستی غالب ہے اگر وہ تعدد ازدواج کی مبارک رسم کے پابند ہو جائیں تب تو وہ فسق و فجور اور زناکاری اور بدکاری سے رک جاتے ہیں اور یہ طریق انکو متقی اور پرہیزگار بنا دیتا ہے ورنہ نفسانی شہوات کا تند اور تیز سیلاب بازاری عورتوں کے دروازہ تک اُن کو پہنچا دیتا ہے آخر آتشک اور سوزاک خریدتے یا اور کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہوتے ہیں اور وہ کام فسق و فجور کے چھپے چھپے اور کھلے کھلے اُن سے صادر ہوتے ہیں جنکی نظیر اُن لوگوں میں ہرگز نہیں پائی جاتی جن کی دو دو تین تین دل پسند بیویاں ہوتی ہیں۔ یہ لوگ تھوڑی مدت تک تو اپنے تئیں روکتے ہیں آخر اس قدر یک دفعہ انکی ناجائز شہوات جوش میں آتی ہیں کہ جیسے ایک دریا کا بند ٹوٹ کر وہ دریا دن کو یا رات کو تمام ارد گرد کے دیہات کو تباہ کر دیتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تمام کام نیت پر موقوف ہیں جو لوگ اپنے اندر یہ محسوس کرتے ہیں کہ دوسری بیوی کرنے سے اُن کے تقویٰ کا سامان پورا ہو جائیگا اور وہ فسق و فجور سے بچ جائیں گے یا یہ کہ وہ اس ذریعہ سے اپنی صالح اولاد چھوڑ جائینگے تو ان کا یہ فرض ہے کہ وہ ضرور اس بابرکت کام سے حصہ لیں خدا کی جناب میں بدکاری اور بدنظری ایسے ناپاک گناہ ہیں جن سے نیکیاں باطل ہو جاتی ہیں اور آخر اسی دنیا میں

جسمانی عذاب نازل ہو جاتے ہین۔ پس اگر کوئی تقوے کے محکم قلعہ مین داخل ہونیکی نیت سے
ایک سے زیادہ بیویان کرتا ہے اُس کے لیئے صرف جائز ہی نہین بلکہ یہ عمل اُسکے لیئے موجب ثواب
ہے۔ جو شخص اپنے تئین بدکاری سے روکنے کیلیئے تعدد ازدواج کا پابند ہوتا ہے وہ گویا
اپنے تئین فرشتون کی طرح بنانا چاہتا ہے۔ مین خوب جانتا ہون کہ یہ اندھی دُنیا صرف
جھوٹی منطقون اور جھوٹی شیخیون مین گرفتار رہے وہ لوگ جو تقویٰ کی تلاش مین لگے
نہین رہتے کیونکر حاصل ہو اور تقوے کے حصول کیلیئے کوئی تدبیر نہین کرتے اور نہ دعا کرتے
ہین اُنکی حالتین اُس پھوڑے کی مانند ہین جو اوپر سے بہت چمکتا ہے مگر اُسکے اندر بجز
پیپ کے اور کچھ نہین اور خدا کی طرف جھکنے والے جو کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہین
کرتے وہ تقوے کی راہون کو یون ڈھونڈتے پھرتے ہین جیسا کہ ایک گدا روٹی کو۔ اور جو
لوگ خدا کی راہ مین مصیبتون کی آگ مین پڑتے ہین جنکا دل ہر وقت مغموم رہتا ہے اور خدا
کی راہ مین بڑے مقاصد مگر دشوار گذار اُنکی سوح کو تحلیل کرتے اور کمر کو توڑتے رہتے ہین اُنکے
لیئے خدا خود تجویز کرتا ہے کہ وہ اپنے دن یا رات مین سے چند منٹ اپنی مانوس بیویون کے
ساتھ بسر کرین اور اس طرح پر اپنے کوفتہ اور شکستہ نفس کو آرام پہنچا دین اور پھر سرگرمی سے
اپنے دینی کام مین مشغول ہو جاوین۔ ان باتون کو کوئی نہین سمجھتا مگر وہ جو اس راہ مین مذاق
رکھتے ہین۔ مینے ہندوؤن کی ہی پستک مین یہ ایک حکایت پڑھی ہے کہ ایک شخص
کسی بہت ضروری کام کیلیئے کسی طرف جاتا تھا اور راہ مین اُس کے ایک خونخوار دریا تھا۔
اور کوئی کشتی نہین تھی اور جانا ضروری تھا جب وہ دریا کے کنارہ پر پہنچا تو ایک فقیر کو
اوس نے دیکھا جسکی تو بیوی تھی تب اوس نے اُسکی خدمت مین عرض کی کہ آپ دعا کرین
کہ مین کسی طرح اس دریا سے پار ہو جاؤن اُس فقیر نے کہا کہ تو دریا کے کنارہ پر جا اور اُس
دریا کو کہدے کہ مین تیرے آگے اُس فقیر مجرد کا واسطہ ڈالتا ہون جو تیرے کنارہ پر بیٹھا ہے
جس نے ساری عمر مین کسی عورت کو چھوا بھی نہین۔ پس اگر یہ بات سچ ہے تو مجھے راہ دے دے

جب اس شخص نے یہ پیغام اس دریا کو پہنچایا تو یہ سنتے ہی دریا نے راہ دیدی اور وہ دریا سے پار ہو گیا اور آتے وقت پھر وہی مشکل تھی اور دوسرے کنارہ پر اور فقیر بیٹھا ہوا تھا جو ہر روز ایک دیگ پلاؤ کی کھاتا تھا یہ شخص اُسکے پاس گیا اور اپنی مشکل بیان کی اس نے کہا کہ دریا کو میری طرف سے جا کر کہدے کہ میں تیرے آگے اس فقیر کا واسطہ ڈالتا ہوں جو تیرے کنارہ پر بیٹھا ہے جس نے کبھی ایک دانہ اناج کا بھی نہیں کھایا اگر یہ بات سچ ہے تو مجھے راہ دیدے تب فی الفور دریا نے راہ دیدی ۔

تو مروان آن راہ چون بنگری | کہ از کینہ و بغض کورو کری
چہ دانی کہ ایشان چسان می زیند | ز دنیا نہان در نہان می زیند
فدا گشتہ در راہ آن جان پناہ | ز کف دل ز سر او فتادہ کلاہ
دلا رسیش رفتہ بکوئے دگر | ز تحسین و لعن جہان بے خبر
چو بیت المقدس درون پر ز تاب | رہا کردہ دیوار بیرون خراب

اور مضمون پڑہنے والے نے ایک یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے قریبی رشتہ داروں میں شادی ہوتی ہے مگر میں نہیں جانتا کہ ایسا لغو اعتراض کیوں کیا گیا ہے یوں تو نوع انسان سب آپس میں قریبی ہیں اسی وجہ سے ایک دوسرے پر حق رکھتے ہیں باقی یہ بحث کہ نہایت قریبی کون کون ہیں جنکا باہم نکاح حرام ہے سو خدا تعالے نے قرآن شریف میں تفصیل سے بتلا دیا ہے اور وہ آیات یہ ہیں :- ولا تنکحوا ما نکح اباءکم من النساء الا ما قد سلف انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا ۔ حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الاخ وبنت الاخت وامھتکم التی ارضعنکم واخوتکم من الرضاعۃ وامھت نساءکم وربائبکم التی فی حجورکم من نساءکم التی دخلتم بھن فان لم تکونوا دخلتم بھن فلا جناح علیکم وحلائل ابناءکم الذین من اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین

الّا ماقد سلف ط انّ اللّٰہ کان غفورًا رحیمًا ہ والمحصنٰت من النّساء الّا ما ملکت ایمانکم کتاب اللّٰہ علیکم و احلّ لکم ما وراء ذٰلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین ط الجزو ۵ سورۃ النساء (ترجمہ) اور جن عورتون کے ساتھہ تمہارے باپون نے نکاح کیا ہو تم اُن کے ساتھہ نکاح مت کرو اور جو ہو چکا اُس پر کچھہ مواخذہ نہین (یعنے جاہلیت کے زمانہ کی خطا معاف کی گئی) اور پھر فرماتا ہے کہ باپ کی منکوحہ عورت کو کرنا یہ بڑی بے حیائی اور غضب کی بات تھی اور بہت ہی بُرا دستور تھا۔ تم پر یہ سب رشتے حرام کیئے گئے ہین جیسی تمہاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین اور بھتیجیان اور بھانجیان اور دائیان جنہون نے تمہین دودھ پلایا اور دودھ شریک بہنین اور تمہاری عورتون کی وہ لڑکیان جو تمہاری گودون مین پرورش پائین اور تمہارے گھرون مین رہین مگر عورتون سے وہ عورتین مراد ہین جو تم سے ہمبستر ہو چکی ہون اور اگر تم نے اُن عورتون سے صحبت داری نہ کی ہو تو اس صورت مین تمہین نکاح کرنے مین مضایقہ نہین اور ایسا ہی تمہاری بیٹون کی بیویان تم پر حرام ہین مگر وہ بیٹے جو تمہارے صلبی بیٹے ہین سو تبنے نہین ہین اور یہ حرام ہے کہ تم دو بہنون کو ایک ساتھہ نکاح کرو اور دونون تمہارے نکاح مین ہون مگر جو پہلے اس سے گذر گیا اُس پر کچھہ مواخذہ نہین بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا مہربان ہے۔ اور وہ عورتین بھی تم پر حرام ہین جو دوسرون کے قید نکاح مین ہین مگر وہ عورتین جو شرعی طور پر ظالم کافرون کی لڑائی مین قید ہو کر تمہارے قبضہ مین آئی ہون۔ یہ خدا کا حکم تحریری ہے جو تم پر لازم کیا جاتا ہے ان عورتون کے سوا جو ذکر ہو چکین باقی سب عورتین تم پر حلال ہین مگر اس شرط سے کہ وہ تعلق صرف شہوت رانی کا ناجایز تعلق نہ ہو بلکہ نیک اور پاک مقاصد کی بنا پر نکاح ہو

یہ ہین وہ عورتین جو خدا کے قانون نے مسلمانون پر حرام کر دی ہین اور یہ محض خدا کا حق ہے کہ جن چیزون کو چاہے حلال کرے اور جن کو چاہے حرام کرے

† حاشیہ۔ افسوس کہ وید کی تعلیم ایسی عورتون کو بھی حلال کرتی ہے جو دوسرون کے نکاح مین ہون اگر تمام آریہ ورت کی عورتین لاولد رہ جائین یا لڑکیان ہون تو وید کی رو سے جایز ہے کہ ایک ہی رات مین کروڑون عورتین اپنے خاوندون کو چھوڑ کر دوسرون سے ہمبستر ہو جائین۔ افسوس جنکا یہ مذہب ہے وہ اسلام پر حملہ کرتے ہین۔ اسلام نے کب جایز رکھا ہے کہ نکاح والی عورت دوسرے سے ہمبستر ہو جاوے؟ اگر یہ صریح حرامکاری نہین تو اور کیا ہے؟ منہ

اور وہی اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے اب آریوں کا خدائی قانون میں خواہ نخواہ بغیر کسی حجت اور روشن دلیل کے دخل دینا صرف شوخی اور کمینگی ہے اور ہمیں تو تعجب آتا ہے کہ جو لوگ حیوانات کا پیشاب اور گوبر بھی کھا جاتے ہیں اور حرام حلال کا یہ حال ہے کہ اپنی بیوی کو بنام نہاد نیوگ دوسروں سے ہمبستر کراتے ہیں وہ اسلام پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے کیوں نکاح کیا جاتا ہے؟ اسکا یہی جواب ہے کہ وہ خدا کے نزدیک ایسے قریبی نہیں ہیں جو تمہارے خیال خام میں قریبی معلوم ہوتے ہیں جن کو خدا نے قریبی ٹھیرایا ہے انکا ذکر اپنی کتاب میں کر دیا ہے اور وہ نکاح حرام کئے گئے ہیں جیسا کہ ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں مگر اسکا کیا جواب ہے کہ وید کے پرمیشر نے ایک بڑا اندھیر مارا ہے جسکی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ لوگ بسا اوقات ماؤں اور بہنوں سے بھی شادی کر لیتے ہیں) اور وہ تناسخ یعنی اواگون کا دھوکہ دینے والا طریق ہے کیونکہ جس حالت میں دوبارہ آنیوالی روح کے ساتھ پرمیشر کی طرف سے کوئی ایسی فہرست پیٹ میں سے ساتھ نہیں نکلتی جس سے معلوم ہو کہ فلاں عورت جو پیدا ہونیوالی درحقیقت فلاں شخص کی ماں ہے یا دادی ہے یا نانی ہے یا بیٹی ہے یا بہن ہے تو اس میں کیا شک ہے کہ بسا اوقات ایک آریہ شادی کرنیوالا اپنی ماں سے نکاح کر لیتا ہوگا؟ یا بیٹی سے یا بہن سے یا دادی سے اگر کہو کہ یہ تو پرمیشر کا قصور ہے ہمارا قصور نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ پھر تم ایسے پرمیشر پر کیوں ایمان لاتے ہو؟ جو تمہیں دیدہ دانستہ ایسی ایسی ناپاکی میں ڈالتا ہے اور اگر وہ ان رشتوں کو تمہارے لیے حلال سمجھتا ہے تو پھر تم کیوں اپنے پرمیشر کی نافرمانی کرتے ہو اور کیوں شاکت مت کیطرح جو ہندوؤں کی ایک شاخ ہے ماؤں بہنوں کو اپنے پر حلال نہیں کر لیتے۔ یہ کمال ناسمجھی اور کمزوری ہے کہ جن چیزوں کو پرمیشر تمہارے لیئے حلال ٹھیراتا ہے تم ان چیزوں کو حرام ٹھیراتے ہو۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن شریف میں لونڈیوں سے ہمبستر ہونا لکھا ہے مگر اس معترض کو اول یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ کیا یہ امر نیوگ کے برابر ہے؟

نیوگ کی تو یہ حقیقت ہے کہ ایک بیگناہ شریف زادی جو کسی کے نکاح مین ہو وہ محض اس وجہ سے دوسرے سے ہمبستر کرائی جاتی ہے کہ تا اس غریب کے پیٹ سے کسی طرح لڑکا پیدا ہو جائے جب دیکھتے ہین کہ انکی عورت کو لڑکا پیدا نہین ہوتا یا صرف لڑکیان پیدا ہوتی ہین یا محض بانجھ ہوتی ہے تو ان تمام صورتون مین اُس آریہ عورت کا کسی دوسرے سے مُنہ کالا کرایا جاتا ہے پس وہ عورت لڑکے کی خواہش سے کسی بیگانہ شخص سے حرامکاری کراتی ہے اور اُسکے خاوند کو ایک ذرّہ غیرت نہین آتی کہ اُسکے گھر مین ایک بیگانہ شخص اُسکی عورت سے حرامکاری کر رہا ہے بلکہ وہ خوش ہوتا ہے کہ اب شاید اس فعل شنیع سے حمل ٹھہر جائے گا اور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا مفت مین اُسکا لڑکا بنجائے گا افسوس جن لوگون کو اپنی عورت کی نسبت غیرت نہین وہ دوسرون کے ساتھ کس طریق پرہیزگاری برت سکتے ہین۔

رہا یہ امر کہ کافرون کی عورتون اور لڑکیون کو جو لڑائیون مین ہاتھ آوین لونڈیان بنا کر اُن سے ہمبستر ہونا تو یہ ایک ایسا امر ہے جو شخص اصل حقیقت پر اطلاع پاوے وہ اسکو ہرگز محل اعتراض نہین ٹھیرائیگا۔

اور اصل حقیقت یہ ہے کہ اُس ابتدائی زمانہ مین اکثر چنڈال اور خبیث طبع لوگ حق اسلام کے دشمن ہو کر طرح طرح کے دکھ مسلمانون کو دیتے تھے اگر کسی مسلمان کو قتل کرین تو اکثر اس میّت کے ہاتھ پیر اور ناک کاٹ دیتے تھے اور بیرحمی سے بچون کو بھی قتل کرتے تھے اور اگر کسی غریب مظلوم کی عورت ہاتھ آتی تھی تو اُسکو لونڈی بناتے تھے اور اپنی عورتون مین اگر لونڈی کیطرح اُسکو داخل کرتے تھے اور کوئی پہلو ظلم کا نہین تھا جو انہون نے اُٹھا رکھا تھا ایک مدت دراز تک مسلمانون کو خدا تعالیٰ کیطرف سے یہی حکم ملتا رہا کہ ان لوگون کی شرارتون پر صبر کرو مگر آخر کار جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو خدا نے اجازت دیدی کہ اب ان شریر لوگون سے لڑو اور جس قدر وہ زیادتی کرتے ہین اس سے زیادہ نہ کرو لیکن پھر بھی مُثلہ کرنے سے منع کیا یعنی منع فرمایا کہ کافرون کے کسی مقتول کی ناک کان ہاتھ وغیرہ نہین کاٹنے چاہئیں اور جس بیعزتی کو مسلمانون

حاشیہ :- یاد رہے کہ نکاح کی اصل حقیقت یہ ہے کہ عورت اور اس کے ولی کی اور نیز مرد کی بھی رضامندی لیجاتی ہے لیکن جس حالت مین ایک عورت اپنی آزادی کے حقوق کھو چکی ہے اور وہ آزاد نہیں ہے بلکہ وہ ان ظالم طبع جنگ جو لوگوں میں سے ہے جنہوں نے مسلمانوں کے مردوں اور عورتوں پر بہت ظلم کئے ہیں تو ایسی عورت جب گرفتار ہو کر اپنے اقارب کے جرائم کی پاداش میں لونڈی بنائی گئی تو اسکی آزادی کے حقوق سب تلف ہوگئے لہذا وہ اب فتح یاب بادشاہ کی لونڈی ہے اور ایسی عورت کو حرم میں داخل کرنیکے لیئے اسکی رضامندی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے جنگجو اقارب پر فتحیاب ہو کر اس کو اپنے قبضہ میں لانا ہی اسکی رضامندی ہے یہی حکم توریت میں بھی موجود ہے ہاں قرآن شریف میں فک رقبۃ یعنی لونڈی غلام کو آزاد کرنا بڑے ثواب کا کام بیان فرمایا ہے اور عام مسلمانوں کو رغبت دی ہے (باقی دیکھو صفحہ ۲۴۴ پر)

کیلئے وہ لوگ پسند کرتے تھے اسکا بدلہ لینے کیلئے حکم دیا۔ اسی بناپر اسلام مین یہ رسم جاری ہوئی کہ کافروں کی عورتین لونڈی کیطرح رکھی جائین اور عورتون کیطرح استعمال کیجائین یہ توانصاف اور طریق عدل سے بعید تہا کہ کافر تو جب کسی مسلمان عورت کو اپنے قبضہ مین لاوین تو اُسکو لونڈی بناوین اور عورتون کی طرح انکو استعمال کرین اور جب مسلمان اُنکی عورتون اور اُن کی لڑکیون کو اپنے قبضہ مین کرین تو مان بہن کرکے رکہین۔ خدا بیشک حلیم ہے مگر وہ سب سے زیادہ غیرت مند ہے اُسکی غیرت ہی تہی جو نوح کے طوفان کا باعث ہوئی۔ اُسی کی غیرت نے ہی انجام کار فرعون اور اس کے تمام لشکر کو دریا مین غرق کردیا۔ اُسی کی غیرت نے لوط کی قوم پر زمین کا تختہ اُلٹا دیا اور اُسی کی غیرت اب جا بجا ہیبت ناک زلزلے دکہلا رہی ہے اور لاکہون انسانون کو طاعون سے ہلاک کر رہی ہے اور اسی کی غیرت نے لیکہرام کو جو بدزبانی سے کسی طرح باز نہین آتا تہا اُسی کی زبان کی چھُری سے آخر لوہے کی چھُری غیب سے پیدا کردی اور جوانان مرگ مارا اور بڑا دُکھ سے اُسکو اسکی قوم مین سے اُٹھا لیا اور کوئی اُسکو بچا نہ سکا اور خدا نے اپنی پیشگوئی اُس مین پوری کردی۔ پس اسی طرح جب عرب کے خبیث فطرت ایذا اور دُکھ دینے سے باز نہ آئے اور نہایت بیحیائی اور بے غیرتی سے عورتون پر بہی فاسقانہ حملے کرنے لگے تو خدا نے اُن کی تنبیہ کے لیئے یہ قانون جاری کردیا کہ اُنکی عورتین بہی اگر لڑائیون مین پکڑی جائین تو اُن کے ساتھ بہی یہی معاملہ کیا جائے پس یہ تو بموجب مثل مشہور عوض معاوضہ گلہ ندارد کوئی محل اعتراض نہین جیسی ہندی مین بہی یہ مثل مشہور ہے کہ جیسی کرنی ویسی بہرنی مگر یہ دوسری بات درحقیقت نہایت بیرحمی۔ دیوثی اور بیحیائی کا کام ہے کہ انسان اپنی عورت سے محض لڑکا پیدا ہونے کی خواہش سے زنا کراوے یہ ایک ایسی ناپاکی کی راہ اور گندی نظیر ہے کہ تمام دنیا مین اگر تلاش کرو تو ہرگز ہرگز اُس کی نظیر نہین ملیگی۔ پہر ماسوا اسکے اسلام اس بات کا حامی نہین کہ کافرون کے قیدی غلام اور لونڈیان بنائی جائین بلکہ غلام آزاد کرنیکے بارہ مین اس قدر قرآن شریف مین تاکید ہے کہ جس سے بڑھکر متصور نہین غرض ابتدا غلام لونڈی بنانے کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۳) کہ اگر وہ ایسی لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کردیں تو خدا کے نزدیک بڑا اجر حاصل کریں گے اگرچہ مسلمان بادشاہ ایسے خبیث اور چنڈال لوگوں پر فتحیاب ہو کر غلام اور لونڈی بنانیکا حق رکھتا ہی مگر پھر بھی بدی کے مقابل پر نیکی کرنا خدا نے پسند فرمایا ہے یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کے مقابل پر جو کافر کہلاتے ہیں انہوں نے یہ تعدی اور زیادتی کا طریق چھوڑ دیا ہے اس لئے اب مسلمانوں کیلئے بھی روا نہیں کہ ان کے قیدیوں کو لونڈی غلام بناویں کیونکہ خدا قرآن شریف میں فرماتا ہی (باقی دیکھو صفحہ ۲۴۵ پر)

کافرون سے شروع ہوئی اور اسلام مین بطور سزا کے یہ حکم جاری ہوا۔ اور اُسمین بھی آزاد کرنیکی ترغیب دیگئی + اب ہم اس جگہ مذکورہ بالا بیان کی شہادت کے لئے ایک برہمو صاحب کی کتاب سے ذیل مین چند عبارتین اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہین برہمو صاحب کا نام **پرکاش دیوجی** ہے جو برامھ دھرم لاہور کے پرچارک ہین اور کتاب کا نام سوانح عمری حضرت محمد صاحب ہے اور اس پر آشوب زمانہ مین کہ ہر ایک فرقہ خواہ آریہ ہین خواہ پادری صاحبان دیدہ و دانستہ کئی طور کے افترا کر کے ہمارے سید و مولی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین اور اسلام کی تحقیر کو بڑا ثواب کا کام سمجھ رہے ہین ایسے وقت مین آریہ قوم مین سے ایسا منصف مزاج پیدا ہونا جو برہمو مذہب کہتے ہین نہایت عجیب بات ہے مؤلف کتاب نے اپنی دیانت داری اور انصاف پسندی اور حق گوئی اور بے تعصبی کا عمدہ نمونہ دکھلایا ہے میرے نزدیک مناسب ہے کہ ہماری جماعت کے لوگ ایک ایک نسخہ اس کتاب کا خرید لین قیمت بھی بہت کم ہے اور وہ عبارتین برہمو صاحب کی کتاب کی خلاصہ کے طور پر یہان لکھی جاتی ہین اور وہ یہ ہین † ۔

اہل عرب آنحضرت ؐ کے ظہور کے وقت مین بہت ہی بد رسوم کے مروّج تھے چنانچہ فسق و فجور رہزنی قزاقی وغیرہ اس درجہ تک اُن میں بڑھی ہوئی تھی کہ اُن کے حالات پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین۔ یتیمون کا مال کھا لینے اور لڑکیون کو زندہ درگور کرتے تھے۔ شراب خوری کی یہ کثرت تھی کہ بچہ نے دودھ چھوڑا اور شراب پینی شروع کی مرد جس قدر چاہتا تھا عورتین کر لیتا تھا جب چاہتا تھا بلا عذر چھوڑ دیتا تھا۔ کینہ۔ حسد۔ بغض بہت بڑھا ہوا تھا بُت پرستی سے کوئی گھر خالی نہ تھا اور مکہ گویا ایک بت پرستی کا تیرتھ بنا ہوا تھا اور جتنے اُن لوگون کے چلن تھے سب حیوانہ تھے اور لوٹ اور مار مین لگانے تھے قتل اور غارت مین درندون سے بڑھکر تھے اور عیاشی اور غفلت کا کوئی حساب نہ تھا اور ہر ایک حرام کو حلال سمجھ کر کھاتا تھا۔ غرض عسوقت عرب کی یہ حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی تب حضرت

† حاشیہ۔ برہمو صاحب کی کتاب مین ایک دو جگہ خفیف غلطی پائی گئی جو بشریت ہے مگر یہ تو ممکن نہین تھا کہ ایک مسلمان کیطرح انکی تعزیہ ہوتی۔ ایسی صورت مین شبہات پیدا ہوتے اور کچھ اثر نہ ہوتا۔ منہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۴) [illegible]

محمد صاحب عرب کے ایک مشہور اور معروف قبیلہ قریش کی شاخ بنی ہاشم مین پیدا ہوئے اور چونکہ آپ کے والدین بچپن مین ہی فوت ہو چکے تھے اِس لیئے آپ کو اِس قدر تعلیم پانے کا بھی موقعہ نہ ملا کہ وہ مان باپ کے زیر سایہ اپنی مادری زبان کو سیکھ سکتے بلکہ پیدا ہوتے ہی دودہ پلانے کیلئے ایک دیہاتی اور گنوار دایہ کے سپرد کیئے گئے اور دن رات ایک گنواری زبان سے اُنکو واسطہ پڑا شاید اسمین یہی حکمت خدا تھی کہ جو شخص جوان ہو کر کلام کا معجزانہ نمونہ پیش کرنیوالا تھا وہ بچپن میں یون گنوار دن اور چرواہوں مین پلے تا خدا کی قدرت کا نمونہ ظاہر ہو۔ خدا نے جو اُن پر پیدا ہوتے ہی یہ مصیبتین ڈالین تو شاید اسمین یہ حکمت تھی تا اُن کے مزاج مین اعلےٰ درجہ کا علم اور صبر اور رحم پیدا ہو جائے اور تا وہ ہمدردی بُردباری اور غمخواری سے اپنے ہموطنون کو چاہ گمراہی سے باہر نکالین۔ آپ نے پینتیس[۳۵] برس کی عمر مین ہمدردی نوع انسان کا یہ نمونہ دکھلایا کہ زید بن حارث کسی لڑائی مین پکڑا گیا تھا اور وہ غلام بنا کر خدیجہؓ کے بھتیجے کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا تھا اور خدیجہ کے بھتیجے نے اُس غلام کو اپنی پھوپھی کی نذر کیا تب آپ نے اُس غلام کو خدیجہ سے مانگ کر آزاد کر دیا اور آپ کا دل اپنے ملک کو تاریکی اور جہالت میں ڈوبا ہوا دیکھ کر بہت دردمند رہتا تھا اور عورتون کے حال زار اور معصوم لڑکیون کو زندہ درگور ہوتے ہی دیکھ کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ فی الواقع آنحضرت کی ذات سے جو جو فیض دُنیا کو پہنچے اُن کے لئے نہ صرف عرب بلکہ تمام دُنیا کو اُن کا شکر گذار رہنا مناسب ہے کون کونسی تکلیفین ہین جو اس بزرگ نے نسل انسان کیلیئے اپنے اوپر برداشت نہین کین اور کیا مصیبتین ہین جو اُن کو اس راہ مین اُٹھانی نہین پڑین۔ عرب جیسے ایک وحشی اور گندہ ناتراش ملک کو توحید کی راہ دکھانا اور اُن بدیون سے روکنا جو عادت مین داخل ہو گئی تھین کچھ سہل کام نہ تھا تنگ دل اور متعصب لوگ ایسے بزرگ کی نسبت کچھ ہی کہین لیکن جو لوگ انصاف پسند اور کشادہ دل ہین وہ کبھی محمد صاحب کی ان بے بہا خدمات کو جو وہ نسل انسان کے لیئے بجا لائے بھلا کر احسان فراموش

نہین ہو سکتے وہ اپنی فضیلت کا ایسا جھنڈا کھڑا کر گئے ہین جس کے نیچے اب تیرہ[۱۳] چودہ[۱۴] کروڑ دُنیا کے آدمی پناہ گزین ہین اور اُن کے نام پر جان دینے کے لیئے مستعد کھڑے ہین قریش نے ایک مرتبہ یہ سوچا کہ محمد صلعم صاحب کو کوئی زبردست دُنیاوی لالچ دیکر اس کام سے باز رکھین چنانچہ پہلے اُن کے وکیل نے آپ کے پاس آکر بہت سے مال اور دولت کے طمع دیئے مگر آپ نے کچھہ توجہ نہ کی اور پھر یہ بھی کہا کہ ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا مقرر کر لیتے ہین اور آخر کو جب یہ بھی نہ مانا گیا تو یہ کہا کہ ہم آپ کو اپنا بادشاہ قبول کرتے ہین مگر آپ نے اُسکے جواب مین قرآن شریف کی چند آیتین سُنائین جو خدا کی توحید پر مشتمل تھین آخر قریش کا قاصد ناکام واپس آیا۔

اور جب قریش اپنے اس حیلہ مین کامیاب نہ ہوئے تو اُنہون نے مسلمانون کو بے انتہا اذیتین اور تکلیفین پہنچانی شروع کین۔ عزیزون کا لہو سفید ہو گیا سگا چچا ابولہب دشمن جانی بنگیا سگی چچی کا یہ حال تھا کہ وہ بہت سے کانٹے گوکھرو سمیٹ لیتی اور جن جن راہون سے آپ گذرتے وہان وہ گوکھرو اور کانٹے بکھیر دیتی اور آپ کے پانوُ زخمی ہو جاتے تب آپ بیٹھ جاتے اپنے پانون سے ہی کانٹے نکالتے اور رستہ مین سے بھی دور کرتے تا دوسرے چلنیوالے بھی اس اذیت سے بچین۔ آپ جب وعظ کہنے کیلئے کھڑے ہوتے اور قرآن مجید پڑھتے تو لوگ غل مچاتے تا کوئی شخص آپکی بات کو نہ سن سکے۔ آپ کو کہین کھڑا نہ ہونے دیتے اور جب آپ تنگ آکر چلے جاتے تو اُن پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے یہان تک کہ آپ کے ٹخنے اور پنڈلیان زخمی ہو جاتین۔

ایک دفعہ چند دشمنون نے آپ کو تنہا پا کر پکڑ لیا اور آپ کے گلے مین پٹکا ڈال کر اُسے مروڑنا شروع کیا۔ قریب تھا کہ آپ کی جان نکل جائے کہ اتفاق سے ابوبکر آنکلے اور اُنہون نے مشکل سے چھڑایا۔ اِس پر ابوبکر کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے حضرت کے اوپر جو ظلم ہوتا تھا اُسے جس طرح بن پڑتا تھا وہ برداشت کرتے تھے

مگر اپنے رفیقون کی مصیبت دیکھ کر انکا دل ہاتھ سے نکل جاتا تہا اور بیتاب ہو جاتا تہا اُن غریب مومنون پر ظلم وستم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تہا۔ لوگ اُن غریبون کو پکڑ کر جنگل مین لیجاتے اور برہنہ کر کے جلتی تپتی ریت میں لٹا دیتے اور اُنکی چہاتیون پر پتھر کی سلین رکھ دیتے۔ وہ گرمی کی آگ سے تڑپتے۔ ماری بوجھ کے زبان باہر نکل پڑتی۔ بہتیرون کی جانین اس عذاب سے نکل گئین۔ انہین مظلومون مین سے ایک شخص عمار تہا جسے اِس حوصلہ وصبر کی وجہ سے جو اس نے ظلمون کی برداشت مین ظاہر کیا **حضرت عمار** کہنا چاہیئے۔ انکی مشکین باندھکر اُسی پتھریلی تپتی زمین پر لٹاتے تہے اور اُنکی چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے تہے اور حکم دیتے تہے کہ محمدؐ کو گالیان دو اور یہی حال اُنکے بڈھے باپ کا کیا گیا۔

اُن کی مظلوم بی بی سے جس کا نام سمیہ تہا یہ ظلم دیکھا گیا اور وہ عاجزانہ فریاد زبان پر لائی اِسپر وہ بے گناہ ایماندار عورت جس کی آنکھون کے روبرو اُسکے شوہر اور جوان بچے پر ظلم کیا جاتا تہا برہنہ کی گئی اور اُسے سخت بیحیائی سے ایسی تکلیف دی گئی جس کا بیان کرنا بھی داخل† شرم ہے آخر اس عذاب شدید مین تڑپ تڑپ کر اُس ایماندار بی بی کی جان نکل گئی

(دیکھو صفحہ ۲۵ سوانح عمری حضرت محمد صاحب)

† حاشیہ۔ جو ظالم طبع لوگ مسلمانون پر یہ الزام لگاتے ہین کہ انہون نے لڑائیون مین کافرون کی عورتون کو لونڈیان بنایا تہا وہ اِس نمونہ ظلم کے قصہ پر ہی غور کرین جو ایک منصف مزاج برہمو نے اپنی کتاب مسمی سوانح عمری حضرت محمدؐ مین لکھا ہے یہ قصہ اس کتاب کے صفحہ ۲۵ مین درج ہے جو اس جگہ مصنف کی عبارت مین بجنسہ نقل کر دیا ہے اور اس قصہ پر کیا موقوف ہے جو شخص اسلامی تاریخ پڑہیگا اُسکو معلوم ہوگا کہ صدہا قصے اسی طرح کی بے رحمی کے ہین۔ علاوہ اس سختی کے جو مردون سے کیگئی پاکدامن عورتون کے ذلیل کرنے اور بیعزت کرنے مین کوئی کسر نہ رکہی۔ پس چونکہ خدا کا نام غیور بھی ہے لہذا اُس نے تیرہ برس تک صبر کر کے خبیث کافرون کو اُن کے خبث کا مزہ چکھایا۔ ظالم طبع لوگون کا کام ہے کہ وہ یک طرفہ قصہ سنا کر ایک اعتراض بنا لیتے ہین لیکن اگر انصاف کے پابند ہوتے تو انکو یہ بھی دیکھنا چاہیئے تہا کہ مسلمانون پر کیا کیا **ظلم** کیا گیا ہے۔ منہ

اِن ایمانداروں پر عذاب کا ایک باقاعدہ سلسلہ قایم کیا گیا اور عجیب مصیبت مین اُن بےچارون کی جان پہنس گئی۔ محمد صاحب اپنی آنکہون سے اِن بیچارون پر یہ ظلم ہوتا دیکہکر اُنکا جگر مظلومون کی ہمدردی مین پاش پاش ہوتا تہا مگر کچہہ نہ کر سکتے تہے ❋

مومنون کی یہ حالت دردناک دیکہہ کر آپ نے اُنہین یہ صلاح دی کہ تم نے راہ خدا میں قدم رکہا ہے تم اِن تکلیفون سے نہ گہبراؤ۔ اور اللہ کا نام لیکر ابی سینیا کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ چنانچہ اُن کے کہنے کے بموجب چند قبیلون کے لوگ جو اپنی جان سے بہی تنگ تہے مع اپنے عیال و اطفال کے اپنا گہربار چہوڑکر ابی سینیا کی طرف روانہ ہوگئے اور اُن کے بعد اور بہت سے لوگون نے ترک وطن اختیار کیا جلاوطنی جسکو مسلمانون نے ہجرت کے نام سے موسوم کیا ہے پانچوین سال نبوت مین وقوع میں آئی ❋

جب قریش کو یہ خبر پہنچی کہ مسلمان حبشہ کیطرف ہجرت کر گئے تو اُنہون نے وہان تک تعاقب کیا ‡ اور نجاشی شاہ ابی سینیا کی خدمت مین پہنچے اور بعض کی نسبت یہ بیان کیا کہ وہ ہمارے بہاگے ہوئے غلام ہین اور ہمین انکی گرفتاری کا حق حاصل ہے۔
شاہ حبشہ نے اِن جلاوطنون کو اپنے روبرو طلب کیا اور ان کے دشمنون نے جو کچہہ بیان کیا تہا وہ پیش کیا تب **جعفر ابن ابی طالب** جو حضرت علیؓ کے حقیقی بہائی تہے بادشاہ کی خدمت مین آگے بڑہے اور سب کیطرف سے اپنا حال یون بیان کیا:

---

‡ **حاشیہ** - یاد رہے کہ یہ عبارتین ہم رسالہ مسمی بہ سوانح عمری حضرت محمد صاحب سے نقل کر رہے ہین جو ایک منصف مزاج برہمو نے (جو برچارک براہم دہرم ہین) لکہہ کر شایع کیا ہے۔ یہ رسالہ رفاہ عام سٹیم پریس لاہور مین چہپا ہے جس کا جی چاہے منگوا کر دیکہہ لے اس سے ایک بے تعصب آدمی سمجہہ سکتا ہے کہ جو اُس زمانہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے جنگ اور اُسکے دوسرے لوازم غلام اور لونڈیان بنانا ظہور مین آئے ان تمام امور مین پہلے کفار کی طرف سے سبقت تہی اور جب انکی شرارت اور ظلم انتہا تک پہنچ گیا تب خدا نے جو صرف حلیم نہین بلکہ اپنے خاص بندون کیلئے غیرت بہی رکہتا ہے ظالمون کو پکڑا کیا بدزبان مخالفونکی یہ بدذاتی اور خباثت نہین کہ کافرون کو جو تکلیف دی گئی وہ تو بڑے ... لفظون سے بیان کیجاتی ہے اور جو کافرون نے ظلم اور شرارت مین سبقت کی اور درندون کیطرح بیگناہ مومنون کو دُکھ دیا اُسکا نام بہی نہین لیا جاتا - اگر یہ بے ایمانی نہین تو اور کیا ہے؟ من مؤلف ہذا الکتاب -

اے **بادشاہ!** ہمارا یہ حال ہے کہ ہم جہالت اور گمراہی کے گڑھے مین گرے ہوئے تھے ہم بتون کو پوجا کرتے تھے۔ گندی فحش باتین بکتے تھے مردار کھایا کرتے تھے ہم مین کوئی انسانیت کی خوبی نہ تھی۔ خداوند تعالی نے جس کا فضل تمام جہان پر چھایا ہوا ہے **محمد** کو اس پر اللہ کی رحمت اور سلامتی ہو ہمارے لیئے رسول کر کے بھیجا اسکی شرافت نسب اور راست گفتاری صفا باطنی اور دیانت داری سے ہم خوب آگاہ ہین۔ اس پر اللہ تعالی نے اپنی مرضی ظاہر فرمائی اور وہ اللہ کا پیغام لیکر ہمارے پاس آیا کہ صرف ایک خدا پر ایمان رکھو اسکی ذات اور صفات مین اور کسیکو شریک مت کرو اور بتون کی پرستش مت کرو راست گفتاری اپنا شعار ٹھہراؤ۔ امانت مین کبھی خیانت نہ کرو۔ اپنے تمام ابنائے جنس سے ہمدردی رکھو۔ پڑوسیون کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ عورت ذات کی عزت کرو۔ یتیمون کا مال نہ کھاؤ۔ پاکیزگی اور پرہیزگاری کی زندگی اختیار کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ اسکی یاد مین کھانا پینا تک بھول جاؤ۔ راہ خدا مین غریبون کی مدد کیلیئے خیرات کرو۔

اے **بادشاہ!** صرف اِس ایمان لانے پر ہمین وہ ایذائین دی گئی ہین کہ ہمین جلاوطن ہونا اور راہ غربت اختیار کرنا پڑا ہے ہمین اپنے دیس مین کہین پناہ نہ ملی تیرے انصاف اور رحم سے ہمین امید ہے کہ تو ہم غریبون پر ظلم نہ ہونے دیگا

جعفر نے اِس وقت بھرے دل سے اِس تقریر کو ادا کیا کہ نجاشی پر اسکا بہت اثر ہوا اور اسکا دل اُس رسول عربی کی کچھہ تعلیم سننے کا آرزومند ہوا۔ اس نے جعفر کو کہا کہ جو کلام تمہارے نبی پر اترا ہے ہمین سی بھی کچھہ پڑھکر سناؤ تب جعفر نے سورۃ مریم کی چند ابتدائی آیتین جو ولادت مسیح کے باب مین تھین پڑھکر سنائین ۔ †

† حاشیہ۔ مینے یہ بھی ایک روایت مین دیکھا ہے کہ کفار قریش نے شاہ حبشہ کو افروختہ کرنیکے لیئے یہ بھی اُس کے آگے کہدیا تھا کہ یہ لوگ حضرت عیسی کو گالیان دیتے اور توہین کرتے ہین اور انکا وہ درجہ نہین مانتے جو آپکے نزدیک

..... کی روایت سے حضرت عیسی کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی ایک قبر پر پتھر پایا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ عیسی کی قبر ہے یہ قصہ ابن جریر نے اپنی کتاب مین لکھا ہے جو نہایت معتبر اور آئمہ حدیث مین سے ہے مگر افسوس کہ پھر بھی متعصب لوگ حق کو قبول نہین

اِن آیتوں کو سن کر نیک دل شاہ حبش کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور دل سوزاں۔ وہ بول اُٹھا کہ یہ اسی نور کی شعاعیں ہیں جسکا جلوہ موسیٰ پہ ہوا تھا یہ کہکر اُس نے مظلوم مسلمانوں کو دشمنوں کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا وہ بار بار جعفر سے پوچھتا تھا کہ تم مسیح کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ جعفر کہتے کہ وہ ایک برگزیدہ بندۂ خدا تھا جسے اللہ نے اپنا نبی اور رسول بنا کر بنی اسرائیل کیلئے بھیجا تھا۔

ان تمام تقریروں اور مباحثہ کے بعد نجاشی صداقت کا قائل ہو گیا تھا اور کہا کہ اگر مہمات شاہی مہلت دیتیں تو میں خود عرب کو جاتا اور اس شاہِ عرب کا چاکر بنتا

اِس طرف ابوطالب کے مرنیکے بعد قریش نے آپ کو بہت دکھ دینا شروع کیا تب آپ نے یہ ٹھانی کہ آؤ اِس شہر سے طایف کو چلیں اور وہاں کے لوگوں کو وعظ و نصیحت کریں چنانچہ آپ زید بن حارث کو اپنے ساتھ لیکر طایف کو چلے۔ تقدیر کی بات ہے وہاں کے لوگ آپ کی وعظ سے ایسے برافروختہ ہوئے کہ اُنہوں نے آپ کو وہاں ٹھیرنے تک اجازت نہ دی اور پتھر روڑے اور اینٹیں مار مار کر اور لڑکے پیچھے لگا کر اسی وقت شہر سے نکال دیا آپ کے پاؤں ٹخنے پنڈلیاں پتھروں سے زخمی ہو گئیں۔ پنڈلیوں کا خون پونچھتے جاتے تھے اور آب دیدہ ہو کر اپنے خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے دعا کرنے لگے۔

کہ اے خداوند میں اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت اور پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں مجھ میں صبر کی طاقت اب تھوڑی رہ گئی ہے مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ میں سب لوگوں میں ذلیل اور رسوا ہو گیا ہوں تیرا نام ارحم الراحمین ہے تو رحم فرما!

غرض آنحضرت وہاں سے ناکام آئے اُس وقت قریش نے طیش میں آکر مکہ کے دار الندوۃ میں جو انکا کمیٹی گھر تھا ایک جلسہ کیا جسمیں قریش مکہ اور آس پاس کے قبیلوں کے کل سردار جمع ہوئے اتنا جم غفیر اس سے پہلے اِس مطلب کے لیئے مکہ میں کبھی جمع نہیں ہوا تھا

اب ہر ایک شخص اپنی اپنی رائے ظاہر کرتا تھا کوئی کہتا تھا کہ محمد صاحب کو عمر بھر کیلئے قید کرنا چاہیئے کوئی کہتا تھا کہ اسے جلا وطن کرنا چاہیئے مگر فیصلہ اس پر ہوا کہ انہیں قتل کرکے ملک کو مصیبتوں سے نجات دینی چاہیئے۔ اور **ابوجہل** نے یہ تجویز پیش کی کہ بہت سے آدمی مل کر ایک ہی دفعہ محمدؐ صاحب کے سینہ میں خنجر ماریں تا کہ قتل کا الزام کسی شخص پر نہ آنے پائے یہ تجویز سب نے پسند کی۔ اور قریش رات ہوتے ہی محمدؐ صاحب کے گھر کے آگے ڈٹ گئے کہ جس وقت وہ دروازہ سے نکلیں یہیں اُنکا ڈھیر کر دیا جائے مگر کسی جان نثار خادم نے آپ کو وقت پر خبر کر دی۔ آپ پچھلی طرف سے کود کر **ابوبکر** کے ہاں چلے گئے اور وہاں سے دونوں راتوں رات بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزین ہوئے۔

علی الصباح جب قریش نے دیکھا کہ محمدؐ صاحب بھاگ گئے† اور وہ اپنے ارادہ میں ناکام رہے تو مارے غصہ کے دیوانہ ہو گئے اور ہر طرف اُن کی تلاش کرنے لگے اُنہوں نے یہ اشتہار دیا کہ جو شخص محمدؐ صاحب کا سر کاٹ کر لائیگا اُسکو سو اونٹ انعام

حاشیہ † یاد رہے کہ پانچ موقعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہایت نازک پیش آئے تھے جنہیں جان کا بچنا محالات سے معلوم ہوتا تھا اگر آں جناب درحقیقت خدا کے سچے رسول نہ ہوتے تو ضرور ہلاک کیے جاتے۔ ایک تو وہ موقعہ تھا جب کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا اور قسمیں کھالی تھیں کہ آج ہم ضرور قتل کرینگے (۲) دوسرا وہ موقعہ تھا جبکہ کافر لوگ اُس غار پر معہ ایک گروہ کثیر کے پہنچ گئے تھے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع حضرت ابوبکر کے چھپے ہوئے تھے (۳) تیسرا وہ نازک موقعہ تھا جبکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے تھے اور کافروں نے آپ کے گرد محاصرہ کر لیا تھا۔ اور آپ پر بہت سی تلواریں چلائیں مگر کوئی کارگر نہ ہوئی۔ یہ ایک معجزہ تھا (۴) چوتھا وہ موقعہ تھا جبکہ ایک یہودیہ نے آں جناب کو گوشت میں زہر دیدی تھی اور وہ زہر بہت تیز اور مہلک تھی اور بہت وزن اس کا دیا گیا تھا (۵) پانچواں وہ نہایت خطرناک موقعہ تھا جبکہ خسرو پرویز شاہ فارس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کیلئے مصمم ارادہ کیا تھا اور گرفتار کرنیکے لئے اپنے سپاہی روانہ کئے تھے†† پس صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُن تمام پُرخطر موقعوں سے نجات پانا اور ان تمام دشمنوں پر آخر کار غالب ہو جانا ایک بڑی زبردست دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت آپ صادق تھے اور خدا آپ کے ساتھ تھا۔ اور یہ قول برہمو صاحب کا کہ جب گھر کا قتل کیلئے محاصرہ کیا گیا تو کسی جان نثار خادم نے آپ کو اطلاع دیدی تھی یہ قول صحیح نہیں ہے بلکہ وہ خدا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا اُس نے خود اطلاع دی تھی چونکہ برہمو مذہب ابھی معرفت کی منزل تک ہم نہیں پہنچا کہ خدا اپنے نبیوں کو خدا کی طرف سے وحی ہوا کرتی ہے۔ لہذا انہوں نے ایسا ہی لکھ دیا۔ منہ المؤلف۔

†† حاشیہ در حاشیہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ میری لئے بھی پانچ موقعے ایسے پیش آئے تھے جن میں عزت اور جان نہایت خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ (۱) اول وہ موقعہ جبکہ میرے پر ڈاکٹر مارٹن کلارک نے خون کا مقدمہ کیا تھا۔ (۲) دوسرے وہ موقعہ جبکہ پولیس نے ایک فوجداری مقدمہ مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی کچہری میں میرے پر چلایا تھا۔ (۳) تیسرے وہ فوجداری مقدمہ جو ایک شخص کرم الدین نام نے بمقام جہلم میرے پر کیا تھا۔ (۴) چوتھے وہ فوجداری مقدمہ جو اسی کرم دین نے گورداسپور میں میرے پر کیا تھا۔ (۵) پانچویں جب لیکھرام کے مارے جانے کے وقت میرے گھر کی تلاشی کی گئی اور دشمنوں نے ناخنوں تک زور لگایا تھا تا میں قاتل قرار دیا جاؤں۔ مگر وہ تمام مقدمات میں نامراد رہے منہ المؤلف۔

دیا جائیگا چارون طرف سے اُن کی جان کے پیاسے تلاش مین پہرتے تہے ایک دفعہ دشمن اس غار کے مُنہ تک ہی پُہنچ گئے ابوبکر کا دل لوگون کے پاؤن کی آہٹ سے بہت گہبرایا انہون نے کہا کہ ہم صرف دو آدمی ہین اب ضرور مارے جائینگے مگر محمد صاحب نے اُن کو تسلی دی اور کہا نہین ہم دو نہین ہین بلکہ تین ہین اور تیسرا ہماری ساتہہ وہ ہے جو سب سے زیادہ زور آور اور صاحب طاقت ہے حقیقت مین وہ تیسرا اُن کے ساتہہ تہا۔

پہر مضمون پڑہنے والے نے بیان کیا کہ قرآن بائبل کی نقل ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان لوگون کی بیباکی اور دروغگوئی مین کہان تک نوبت پُہنچ گئی ہے دُنیا مین کوئی شخص اس بات سے انکار نہین کر سکتا کہ قرآن شریف تیئس ۲۳ برس برابر یہود اور نصاریٰ کے روبرو اُترتا رہا مگر کسی نے یہ اعتراض نہ کیا کہ قرآن شریف بائبل کی نقل ہے اور خود ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمّی تہے اور نہ لکہہ سکتے تہے اور نہ پڑہ سکتے تہے اور نصاریٰ اور یہود کے علما سخت دشمن تہے اس صورت مین کیونکر ممکن تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نصاریٰ اور یہود کی کتابون مین سے کچہہ نقل کر سکتے تہے چنانچہ اس بارے مین قرآن شریف مین یہ آیات ہین وکذٰلك انزلنا الیك الکتاب ط فالذین اٰتینٰھم الکتاب یؤمنون بہ ط ومن ھٰؤلاءِ من یؤمن بہ ط وما یجحد باٰیٰتنا الا الکافرون ط وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك اذًا لارتاب المبطلون ط بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتوا العلم ط وما یجحد باٰیٰتنا الا الظالمون ط الجزو ۲۱ سورۃ العنکبوت

[illegible]

حاشیہ۔ یہ خوب سوچ لینا چاہیئے کہ کس قدر ظالم طبع کافرون کی شرارت بڑہ گئی تہی اور کیسے وہ ایک معصوم بیگناہ کے خون کے پیاسے ہو گئے تہے یہ واقعہ سر میور صاحب کی کتاب سوانح عمری کے صفحہ ۷۵ مین لکہا ہے جس کو ہم نے اس جگہ انہین کی کتاب کی عبارت مین نقل کر دیا ہے اور یہ تحریر صرف انہین کی ہاتہہ سے نہین نکلی بلکہ اُن سے پہلے بہت سے فاضل انگریزون نے جو اور تحقیق سے اِن تمام حالات کو بہ تفصیل بیان کیا ہے کہ کیسی تیرہ ۱۳ برس تک اہل اسلام کو مردون اور عورتون نے کافرون کے ہاتہہ سے تکلیفین اُٹہائین اور بہت لوگ بہیڑون بکریون کیطرح ذبح کیے گئے افسوس کہ اس زمانہ کے ظالم طبع دشمن اسلام اُن واقعات کو

(ترجمہ) اور اے پیغمبر جس طرح اگلے پیغمبروں پر ہمنے کتابیں اُتاری نہیں اسی طرح تجھہ پر یہ کتاب اُتاری ہے۔ پس جنکو تجھہ سے پہلے ہمنے کتاب دی ہے اُن کے سمجھہ دار اور سعید لوگ اسپر ایمان لاتے ہیں اور ان مشرکین اہل مکہ سے بھی سوچنے والے لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان دونوں فرقوں میں سے وہ لوگ ایمان نہیں لاتے جنہوں نے دیدہ و دانستہ کفر کو اپنے لیئے اختیار کر لیا ہے اور اے پیغمبر قرآن سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھتے تھے اور تم اپنے ہاتھہ سے کچھہ لکھہ سکتے تھے اگر ایسا ہوتا تو ان بے دین لوگوں کو شبہ کرنیکی کوئی گنجائش ہوتی مگر اب تو ان کا شبہ سراسر ہٹ دھرمی ہے یعنے جبکہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض ناخواندہ اور اُمّی تھے اور کوئی نہیں ثابت کر سکا کہ آپ لکھہ سکتے یا پڑھہ سکتے تھے تو پھر ایسے شبہات ایمانداری کے برخلاف ہیں اور پھر فرمایا کہ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جن لوگوں کو قرآن شریف کے حقایق اور معارف کا علم دیا گیا ہے اُن کے نزدیک تو قرآن شریف خدا کی کھلی کھلے نشان ہیں یعنے اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جو قرآن شریف میں کچھہ تدبر نہیں کرتے اور اسکے معجزانہ مرتبہ سے بیخبر ہیں اور تدبر کرنیوالے تو ایک ہی نظر سے شناخت کر جاتے ہیں کہ یہ کلام انسانی طاقتوں سے برتر ہے کیونکہ وہ اعجازی صفت اپنے اندر رکھتا ہے علاوہ اسکے یہ کہ وہ عین ضرورت کے وقت آیا ہے اور اس وقت آیا ہے جبکہ دُنیا خدا کے راہ کو بھول چکی تھی اور جن بیماروں کے لیئے آیا ان کو اس نے چنگا کر کے دکھلا دیا اور نہ توریت اور نہ انجیل وہ اصلاح کر سکی جو قرآن شریف نے کی کیونکہ توریت کی تعلیم پر چلنے والے یعنی یہودی ہمیشہ بار بار بت پرستی میں پڑتے رہے چنانچہ تاریخ جاننے والے اس پر گواہ ہیں اور وہ کتابیں کیا باعتبار علمی تعلیم کے اور کیا باعتبار عملی تعلیم کے سراسر ناقص تھیں اسلیئے ان پر چلنے والے بہت جلد گمراہی میں پھنس گئے انجیل پر ابھی تیس برس بھی نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی یعنے حضرت عیسٰی خدا بنائے گئے اور تمام نیک اعمال کو چھوڑ کر ذریعہ معافی گناہ یہ ٹھہرا دیا

کہ آن کے مصلوب ہونے اور خدا کا بیٹا ہونے پر ایمان لایا جائے پس کیا یہی کتابیں نہیں ہیں
جنکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کی بلکہ سچ تو یہ بات ہے کہ وہ کتابیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ تک ردی کیطرح ہو چکی تہیں اور بہت جہوٹ اُن مین ملائے گئے تہے
جیسا کہ کئی جگہ قرآن شریف مین فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں اور اپنی اصلیت
پر قایم نہیں رہیں چنانچہ اِس واقعہ پر اس زمانہ مین بڑے بڑے محقق انگریزون نے بہی
شہادت دی ہے پس جبکہ بائبل محرف مبدل ہو چکی تہی اور جو بائبل کے حامی تہے وہ
بقول پادری فنڈل اور دوسرے محقق عیسائیون کے اُس زمانہ مین نہایت درجہ بدچلن
ہو چکے تہے اور زمین پاپ اور گناہ سے بہر گئی تہی اور آسمان کے نیچے بجز معصیت اور
مخلوق پرستی کے اور کوئی عمل نہ تہا اس طرف آریہ ورت بہی خراب ہو چکا تہا اُسکے لئے پنڈت
دیانند کی گواہی ستیارتہہ مین کافی ہے اور قرآن شریف نے خود اپنے آنے کی ضرورت
یہ پیش کی ہے کہ اُس زمانہ مین ہر ایک قسم کی بدچلنی اور بد اعتقادی اور بدکاری زمین کے رہنے
والون پر محیط ہو گئی تہی تو اب خدا کا خوف کر کے سوچنا چاہیئے کہ کیا باوجود جمع ہونے اتنی
ضرورتون کے پہر بہی خدا نے نہ چاہا کہ اپنے تازہ اور زندہ کلام سے دنیا کو نئے سر زندہ
کرے کیا آپ لوگون مین سے کوئی شریف اور بہلا مانس اِس دلیل پر غور نہیں کرتا کہ قرآن
شریف تو خود فرماتا ہے کہ۔ اعلموا ان اللہ یحیی الارض بعد موتہا یعنے اے انسانو!
تمہیں معلوم ہو کہ زمین مر چکی تہی اور خدا نئے سرے اب اُسکو زندہ کر رہا ہے۔ پس قرآن
شریف کا یہی ایک نور تہا جس کے آنے سے پہر دُنیا نے توحید کی طرف پلٹا کہایا اور تمام جزیرۂ
عرب توحید سے بہر گیا اور ممالک ایران کی آتش پرستی بہی دور ہو گئی۔ پس اے عزیزو!
کچہہ تو خدا کا خوف کرو اور سیہ گنڈون اور شُہدون کیطرح آفتاب پرست تہو کہ جنہیں کوئی بہی
شرم اور حیا کا مادہ نہیں رہتا قرآن شریف نے تو توریت انجیل کی اصلاح کی اور ان دونوں کتابون
کے نقصان کو پورا کیا تو پہر وہ اُنکی نقل کیونکر ہو گیا؟ ظاہر ہے کہ توریت کی تعلیم یہ تہی کہ دانت

کے بدلہ دانت اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور انجیل کی یہ تعلیم تہی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ لیکن قرآن شریف نے اِن دونون تعلیمون کو ناقص ٹھہرایا اور فرمایا کہ جزاء سیئۃٍ سیئۃٌ مثلہا فمن عفیٰ واصلح فاجرہ علی اللہ اس آیت کے یہ معنے ہین کہ دراصل بدی کی جزا اسی قدر بدی ہے لیکن اگر کوئی ایسے طور سے اپنے گنہ گار کو معاف کرے کہ اس معافی سے اُسکی کچھہ اصلاح ہو جائے بعوض وہ معافی اُسکے لیئے مفید پڑے تو وہ اپنا بدلہ پائے گا۔

ایسا ہی ان دونون کتابون کے پیروؤن مین شراب اور قمار بازی کی کوئی حد نہین رہی تہی کیونکہ اِن کتابون ہین یہ نقص تہا کہ ان خبیث چیزون کو حرام نہین ٹھہرایا اور عیاش لوگون کو ان کے استعمال سے منع نہین کیا تہا اسی وجہ سے یہ دونون قومین اس قدر شراب پیتی تہین کہ جیسے پانی اور قمار بازی بہی حد سے زیادہ ہوگئی تہی مگر قرآن شریف نے شراب کو جوام الخبائث ہے قطعاً حرام کر دیا اور یہ فخر خاص قرآن شریف کو ہی حاصل ہے کہ ایسی خبیث چیز جسکی خباثت پر آج کل تمام یوروپ کے لوگ فریاد کر رہے ہین وہ قرآن شریف نے ہی قطعاً حرام کر دی ایسا ہی قمار بازی کو قطعاً حرام کیا۔

ایسا ہی توریت توحید کے بیان کرنے مین ناقص تہی اور انجیل بہی ناقص تہی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ عیسائیون نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا اگر توریت اور انجیل مین وہ تعلیم موجود ہوتی جو قرآن شریف مین موجود ہے تو ہرگز ممکن نہ تہا کہ اس طرح پر عیسائی گمراہ ہو جاتے پہر تعجب ہے کہ وہ کامل اور پاک کتاب جس نے توریت اور انجیل کا ناقص ہونا بکمال صفائی ثابت کر دیا اور اُن کے محرف اور مبدل ہونے پر مطلع کیا اور بد چلنی اور شرک کو اس ملک سے اُٹھا دیا اور ایک تازہ نور سے دُنیا کو منور کیا اُسی کتاب کو یہ لوگ انجیل توریت کی نقل سمجھتے ہین ایسے لوگون کا نام ہم کیا رکہین ؟ +

توریت انجیل کو تو الگ رہنے دو۔ وید جسکی اشاعت کی نسبت کروڑوں برسون کا دعوے

حاشیہ + قرآن شریف کی اعجازی خوبیون مین سے ایک بلاغت فصاحت ہی ہے کیونکہ جو انسانی بلاغت فصاحت سے بالکل ممتاز اور الگ ہے۔ کیونکہ انسانی بلاغت فصاحت کا میدان نہایت تنگ ہے اور جب تک کسی کلام مین مبالغہ یا جہوٹہ یا غیر ضروری باتین نہ ملائی جائین تب تک کوئی انسان بلاغت فصاحت کے اعلیٰ درجہ پر قادر نہیں ہو سکتا۔ (۲) دوسرے قرآن شریف کی ایک

کیا جاتا ہے اُس نے اتنی مدت میں کیا بنایا اور خواہ نخواہ اگنی۔ وایو۔ پانی اور چاند سورج کی عظمتیں بیان کر کے آریہ ورت کے لوگوں کو عناصر پرست اور آفتاب پرست بنا دیا بھلا کوئی بتلاوے کہ اگر آریہ ورت میں اِس آتش پرستی اور آفتاب پرستی اور گنگا وغیرہ کی پوجا کی اصل جڑھ وید نہیں ہے تو پھر وہ کونسی کتاب ہے جس نے یہ گند آریہ ورت میں پھیلا دیا؟ ہر ایک دانشمند رگوید کا پہلا صفحہ ہی دیکھ کر بلکہ پہلی سطر ہی دیکھ کر ضرور اس بات کا اقرار کرے گا کہ بلاشبہ یہ سب گند وید کے ذریعہ سے ہی پھیلا ہے۔ وید نے ایک جگہ بھی یہ بیان نہیں کیا کہ ان چیزوں کی پرستش نہ کرو اگر فرض کے طور پر سب پرمیشر کے نام تھے تو وید نے اس تصریح سے کیوں اپنا مُنہ پھیر رکھا اور کیوں خواہ نخواہ لوگوں کو ہلاک کیا آخر قرآن شریف ہی تھا جس نے وید کی تعلیم پر حملہ کر کے بلند آواز سے کہا۔ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ترجمہ۔ یعنی تم نہ سورج کی پوجا کرو اور نہ چاند کی پوجا کرو بلکہ اُس ذات کی پوجا کرو جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ایسا ہی دوسری طرف قرآن شریف نے بار بار عیسائیوں کو سمجھایا کہ مسیح ابن مریم صرف خدا کا رسول ہے تم خواہ نخواہ اُس کو خدا مت بناؤ پھر مجوسیوں کو اُنکے شرک اور آتش پرستی سے روکا اور سب کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور اپنا کام کر کے دکھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت تک انتقال فرما نہ ہوئے جبتک ہر ایک قسم کے شرک اور بُت پرستی سے عرب کے جزیرہ نما کو صاف نہ کر دیا اور باقی ماندہ ممالک کو اپنے خلفاء کے ذریعہ سے مخلوق پرستی سے نجات دی اور یہ کامیابی کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور آریہ ورت پر بھی قرآن شریف کا ہی احسان ہے کہ یہ ملک جو مخلوق پرستی سے پُر ہو چکا تھا اور اس کی حالت ایک متعفن مردار کی طرح ہو گئی تھی اُس نے اسی قوم میں سے کئی کروڑ موحّد پیدا کر دیئے پھر بھی کفران احسان کرتے ہیں انکا خاصۂ فطرت ہے۔

قرآن شریف وہ کتاب ہے جو عین ضرورت کے وقت آئی اور ہر ایک تاریکی کو دُور کیا اور ہر ایک فساد کی اصلاح کی اور توریت و انجیل کے غلط اور محرّف بیانات کو رد کیا اور علاوہ معجزات کے توحید باری پر عقلی دلائل قایم کیں تو اب یہ لوگ ہمیں بتلادیں کہ قرآن شریف نے کس بات میں توریت و انجیل کی نقل کی ہے کیا قرآن شریف کی تعلیم وہی ہے جو توریت کی تعلیم ہے! کیا توریت کی طرح قرآن شریف کا یہ حکم ہے کہ ضرور دانت کے بدلے دانت نکال دو یا آنکھ کے بدلے آنکھ نکال دو یا کیا قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ شراب پی لیا کرو! یا یہ حکم ہے کہ بجز اپنی قوم کے دوسروں سے سود لے لیا کرو؟

اور کیا عیسائیوں کے عقیدہ کی طرح قرآن شریف بھی حضرت عیسیٰ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتا ہے؟ یا شراب پینے کا فتویٰ دیتا ہے یا یہ تعلیم دیتا ہے کہ بہرحال بدی کا مقابلہ نہ کرو؟ پس یہ کسقدر خباثت اور بدذاتی ہے کہ قرآن شریف کو توریت اور انجیل کی نقل قرار دیا جاتا ہے اگر قرآن شریف توریت و انجیل کی نقل ہے تو پھر اسقدر اسلام اور ان فرقوں میں اختلاف کیوں پیدا ہوئے؟ اس صورت میں تو اسلام عین یہودیت اور یا عین عیسائیت ہونا چاہیئے تھا نقل جو ہوئی؟ اور اگر یہی حالت تھی کہ قرآن شریف توریت اور انجیل کی تعلیم کی نقل ہے تو کیوں یہودیوں اور عیسائیوں نے اسقدر اسلام کو مغایرت کی نظر سے دیکھا اور اسقدر مقابلہ سے پیش آئے کہ خون کی ندیاں بہ گئیں؟ ہاں یہ سچ ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب بعض باتوں اور بعض احکام میں مشترک ہوتے ہیں مگر کیا ہم اس اشتراک کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ بعض بعض کی نقل ہیں مثلاً ہر ایک مذہب کی یہی تعلیم ہے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی نہ دو۔ چوری نہ کرو ناحق کا خون نہ کرو۔ لوگوں سے ہمدردی کرو پس اگر اس توارد کی وجہ سے کسی کتاب پر چوری کا الزام آسکتا ہے تو پھر وید اس الزام سے کہاں بری ٹھہر سکتا ہے مجوسیوں کا اب تک یہ الزام چلا آتا ہے کہ وید اُنکی پاک کتابوں کے مضامین چرا کر لکھا گیا ہے اور بیاس کا ایران پہنچنا

اور ان بزرگوں کی شاگردی اختیار کرنا اسپر ایک دلیل بھی ہے جس سے انکار نہیں ہوسکتا اور چونکہ وید میں کوئی ذاتی روشنی نہیں ہے اور نہ کوئی ذاتی معجزانہ طاقت ہے اور صرف ایسی باتیں ہیں جو دوسری کتابوں سے نقل ہوسکتی ہیں اس لیے وید کا اس الزام سے بری ہونا مشکل ہے خاصکر ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ وید میں اگنی کی پوجا فارس کے گبروں سے لی گئی ہے اسی طرح رگوید کی بہت سی تعلیمیں ژند کی تعلیم کی سرقہ معلوم ہوتی ہیں لیکن قرآن شریف تو بجائے خود ایک عظیم الشان معجزہ ہے اور نہ صرف معجزانہ بلاغت و فصاحت رکھتا ہے بلکہ معجزات اور پیشگوئیوں سے بھرا ہوا ہے اور جن قوی دلائل سے وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت دیتا ہے وہ ثبوت نہ توریت کی رو سے مل سکتا ہے نہ انجیل کی رو سے حاصل ہوسکتا ہے اور جو کچھ عالم معاد کی نسبت قرآن شریف نے بیان کیا ہے وہ معارف و حقایق نہ توریت میں پائے جاتے ہیں نہ انجیل میں نہ کسی اور کتاب میں۔

اور جسقدر قرآن شریف میں قصے ہیں وہ بھی درحقیقت قصے نہیں بلکہ وہ پیشگوئیاں ہیں جو قصوں کے رنگ میں لکھی گئی ہیں ہاں وہ توریت میں تو ضرور صرف قصے پائے جاتے ہیں مگر قرآن شریف نے ہر ایک قصہ کو رسول کریم کیلئے اور اسلام کیلئے ایک پیشگوئی قرار دیدیا ہے اور یہ قصوں کی پیشگوئیاں بھی کمال صفائی سے پوری ہوئی ہیں غرض قرآن شریف معارف و حقایق کا ایک دریا ہے اور پیشگوئیوں کا ایک سمندر ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی انسان بجز ذریعہ قرآن شریف کے پورے طور پر خدا تعالیٰ پر یقین لاسکے کیونکہ یہ خاصیت خاص طور پر قرآن شریف میں ہی ہے کہ اسکی کامل پیروی سے وہ پردے جو خدا میں اور انسان میں حائل ہیں سب دور ہوجاتے ہیں ہر ایک مذہب والا محض قصہ کے طور پر خدا کا نام لیتا ہے مگر قرآن شریف اُس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلا دیتا ہے اور یقین کا نور انسان کے دل میں

حاشیہ: قرآن شریف کی معجزانہ تاثیرات سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اسکی کامل پیروی کرنے والے درجہ قبولیت کا پاتے ہیں۔ اور ان کی دعائیں قبول ہو کر خدا تعالیٰ اپنی کلام لذیذ اور پُر رعب کے ذریعہ سے اُن کو اطلاع دیتا ہے۔ اور خاص طور پر دشمنوں

داخل کر دیتا ہے اور وہ خدا جو تمام دنیا پر پوشیدہ ہے وہ محض قرآن شریف کے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے۔

پھر مضمون پڑھنے والے نے قرآن شریف پر یہ اعتراض کیا کہ اس میں لکھا ہے کہ خدا عرش پر کرسی نشین ہے اس لغو اعتراض کا جواب پہلے ہم مبسوط اور مفصل طور پر لکھ آئے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عاجز انسانوں کو اپنی کامل معرفت کا علم دینے کے لیے اپنی صفات کو قرآن شریف میں دو رنگ پر ظاہر کیا ہے۔

(۱) اول اس طور پر بیان کیا ہے جس سے اُسکی صفات استعارہ کے طریق پر مخلوق کی صفات کی ہمشکل ہیں جیسا کہ وہ کریم رحیم ہے محسن ہے اور وہ غضب بھی رکھتا ہے اور اُس میں محبت بھی ہے اور اس کے ہاتھ بھی ہیں اور اسکی آنکھیں بھی ہیں اور اُس کی ساقین بھی ہیں اور اُس کے کان بھی ہیں اور نیز یہ کہ قدیم سے سلسلہ مخلوق کا اس کے ساتھ چلا آیا ہے مگر کسی چیز کو اس کے مقابل پر قدامت شخصی نہیں ہاں قدامت نوعی ہے اور وہ بھی خدا کی صفت خلق کیلئے ایک لازمی امر نہیں کیونکہ جیسا کہ خَلق یعنی پیدا کرنا اُس کی صفات میں سے ہے ایسا ہی کبھی اور کسی زمانہ میں تجلّی وحدت اور تجرّد اُسکی صفات میں سے ہے اور کسی صفت کے لیے تعطّل دائمی جائز نہیں ہاں تعطّل میعادی جائز ہے۔

غرض چونکہ خدا نے انسان کو پیدا کر کے اپنی اُن تشبیہی صفات کو اُسپر ظاہر کیا جن صفات کے ساتھ انسان بظاہر شراکت رکھتا ہے جیسے خالق ہونا کیونکہ انسان بھی اپنی حد تک بعض چیزوں کا خالق یعنی موجد ہے۔ ایسا ہی انسانکو کریم بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنی حد تک کرم کی صفت بھی اپنے اندر رکھتا اور اسی طرح انسان کو رحیم بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہ اپنی حد تک قوّت رحم بھی اپنے اندر رکھتا ہے اور قوّت غضب بھی اُس میں ہے اور ایسا ہی آنکھ کان وغیرہ سب انسان میں موجود ہیں پس

ان تشبیہی صفات سے کسی کے دل میں شبہ پیدا ہو سکتا تھا کہ گویا انسان ان صفات میں خدا سے مشابہ ہے اور خدا انسان سے مشابہ ہے اس لیے خدا نے ان صفات کے مقابل پر قرآن شریف میں اپنی تنزیہی صفات کا بھی ذکر کر دیا یعنی ایسی صفات کا ذکر کیا جن سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کو اپنی ذات اور صفات میں کچھ بھی شراکت انسان کے ساتھ نہیں اور نہ انسان کو اُسکے ساتھ کچھ مشارکت ہے نہ اُسکا خلق یعنی پیدا کرنا انسان کی خلق کی طرح ہے نہ اس کا رحم انسان کے رحم کی طرح ہے نہ اُسکا غضب انسان کے غضب کی طرح ہے نہ اُس کی محبت انسان کی محبت کی طرح ہے نہ وہ انسان کی طرح کسی مکان کا محتاج ہے۔ ٭

اور یہ ذکر یعنی خدا کا اپنی صفات میں انسان سے بالکل علیحدہ ہونا قرآن شریف کی کئی آیات میں تصریح کے ساتھ کیا گیا ہے جیسا کہ ایک یہ آیت ہے لیس کمثلہٖ شیءٌ وھو السمیع البصیر یعنی کوئی چیز اپنی ذات اور صفات میں خدا کی شریک نہیں اور وہ سُننے والا اور دیکھنے والا ہے اور پھر ایک جگہ فرمایا اللہ لا الٰہ الا ھوالحی القیوم لا تأخذہ سنۃ ولا نومٌ لہ ما فی السموات وما فی الارض۔ من ذاالذی یشفع عندہٗ الا باذنہٖ۔ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ولا یحیطون بشیءٍ من علمہٖ الا بما شاء۔ وسع کرسیہ السموات والارض ولا یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم۔ ترجمہ حقیقی وجود اور حقیقی بقا اور تمام صفات حقیقیہ خاص خدا کے لیے ہیں کوئی اُن میں اُس کا شریک نہیں وہی بذاتہٖ زندہ ہے اور باقی تمام زندے اُس کے ذریعہ سے ہیں۔ اور وہی اپنی ذات سے آپ قائم ہے اور باقی تمام چیزوں کا قیام اُس کے سہارے سے ہے اور جیسا کہ موت اُسپر جائز نہیں ایسا ہی ادنیٰ درجہ کا تعطّل حواس بھی جو نیند اور اونگھ سے ہے وہ بھی اُسپر جائز نہیں۔ مگر دوسروں پر جیسا کہ موت وارد ہوتی ہے نیند

اور اونگھ بھی وارد ہوتی ہے۔ جو کچھ تم زمین میں دیکھتے ہو یا آسمان میں وہ سب اُسی کا ہے اور اُسی سے ظہور پذیر اور قیام پذیر ہے کون ہے جو بغیر اُس کے حکم کے اُس کے آگے شفاعت کرسکتا ہے وہ جانتا ہے جو لوگوں کے آگے ہے اور جو پیچھے ہے یعنی اس کا علم حاضر اور غایب پر محیط ہے اور کوئی اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کرسکتا لیکن جسقدر وہ چاہے۔ اس کی قدرت اور علم کا تمام زمین و آسمان پر تسلط ہے وہ سب کو اٹھائے ہوئے ہے یہ نہیں کہ کسی چیز نے اسکو اُٹھا رکھا ہے اور وہ آسمان و زمین اور اُنکی تمام چیزوں کے اُٹھانے سے تھکتا نہیں اور وہ اس بات سے بزرگ تر ہے کہ ضعف و ناتوانی اور کم قدرتی اُسکی طرف منسوب کیجائے اور پھر ایک جگہ فرماتا ہے ان ربّکم اللّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستّۃ ایّام ثمّ استویٰ علی العرش۔ (ترجمہ) تمہارا پروردگار وہ خدا ہے جس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا پھر اُس نے عرش پر قرار پکڑا یعنی اُس نے زمین و آسمان اور جو کچھ اُنمیں ہے پیدا کرکے اور تشبیہی صفات کا ظہور فرما کر پھر تنزیہی صفات کے ثابت کرنیکے لیے مقام تنزّہ اور تجرّد کی طرف رُخ کیا جو وراء الورار مقام اور مخلوق کے قرب و جوار سے دُور تر ہے وہی بلند تر مقام ہے جسکو عرش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے تشریح اسکی یہ ہے کہ پہلے تو تمام مخلوق چیز عدم میں تھی اور خدا تعالیٰ وراء الورار مقام میں اپنی تجلیات ظاہر کررہا تھا جس کا نام عرش ہے یعنی وہ مقام جو ہر ایک عالم سے بلند تر اور برتر ہے اور اُسی کا ظہور اور پرتو تھا اور اُسکی ذات کے سوا کچھ نہ تھا پھر اُس نے زمین و آسمان اور جو کچھ اُنمیں ہے پیدا کیا اور جب مخلوق ظاہر ہوئی تو پھر اُس نے اپنے تئیں مخفی کرلیا اور چاہا کہ وہ ان مصنوعات کے ذریعہ سے شناخت کیا جائے۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ دائمی طور پر تعطّل صفات الٰہیہ

کبھی نہیں ہوتا اور بجز خدا کے کسی چیز کے لیے قدامت شخصی تو نہیں مگر قدامت نوعی ضروری ہے اور خدا کی کسی صفت کے لیے تعطّل دائمی تو نہیں مگر تعطّل میعادی کا ہونا ضروری ہے اور چونکہ صفت ایجاد اور صفت افنا باہم متضاد ہیں اس لیے جب افنا کی صفت کا ایک کامل دَور آجاتا ہے تو صفت ایجاد ایک میعاد تک معطّل رہتی ہے۔ غرض ابتدا میں خدا کی صفت وحدت کا دَور تھا اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس دَور نے کتنی دفعہ ظہور کیا بلکہ یہ دَور قدیم اور غیر متناہی ہے بہر حال صفت وحدت کے دَور کو دوسری صفات پر تقدم زمانی ہے پس اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ ابتدا میں خدا اکیلا تھا اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھا اور پھر خدا نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ اُنمیں ہے پیدا کیا اور اُسی تعلق کی وجہ سے اُس نے اپنے اسماء ظاہر کیے کہ وہ کریم اور رحیم ہے اور غفور اور توبہ قبول کرنیوالا ہے مگر جو شخص گناہ پر اصرار کرے اور باز نہ آوے اُسکو وہ بے سزا نہیں چھوڑتا اور اُس نے اپنا یہ اسم بھی ظاہر کیا کہ وہ توبہ کرنیوالوں سے پیار کرتا ہے اور اُس کا غضب صرف اُنہیں لوگوں پر بھڑکتا ہے جو ظلم اور شرارت اور معصیت سے باز نہیں آتے اور اُس نے اپنی یہ صفات اپنی کتاب میں بیان فرمائیں کہ وہ دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور محبت کرتا ہے اور غضب کرتا ہے اور اپنے ہاتھ اور پَیر اور آنکھ اور کان کا بھی ذکر کیا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اُس کا دیکھنا انسان کے دیکھنے کی طرح نہیں اور اُس کا سُننا انسان کے سُننے کی طرح نہیں اور اُسکا محبت کرنا انسان کے محبت کرنیکی طرح نہیں اور اُس کا غضب انسان کے غضب کی طرح نہیں اور اُس کے ہاتھ پَیر اور آنکھ کان مخلوق کے اعضا کی طرح نہیں بلکہ وہ ہر ایک بات میں بے مثل ہے اور بار بار صاف فرما دیا کہ یہ اُسکی تمام صفات اس کی ذات کے مناسب حال ہیں انسان کی صفات کی مانند نہیں اور اس کی آنکھ وغیرہ جسم اور جسمانی نہیں اور اُسکی کسی صفت کو

انسان کی کسی صفت سے مشابہت نہیں٭ مثلاً انسان اپنے غضب کے وقت پہلے غضب کی تکلیف آپ اُٹھاتا ہے اور جوش و غضب میں فوراً اس کا سرور دُور ہو کر ایک جلن سی اُسکے دل میں پیدا ہو جاتی ہے اور ایک مادّہ سوداوی اُس کے دماغ میں چڑھ جاتا ہے اور ایک تغیّر اُس کی حالت میں پیدا ہو جاتا ہے مگر خدا ان تغیرات سے پاک ہے اور اُس کا غضب ان معنوں سے ہے کہ وہ اُس شخص سے جو شرارت سے باز نہ آوے اپنا سایۂ حمایت اُٹھا لیتا ہے اور اپنے قدیم قانون قدرت کے موافق اس سے ایسا معاملہ کرتا ہے جیسا کہ ایک غضبناک انسان کرتا ہے لہٰذا استعارہ کے رنگ میں وہ معاملہ اُس کا غضب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اُس کی محبت انسان کی محبت کی طرح نہیں کیونکہ انسان غلبۂ محبت میں بھی دُکھ اُٹھاتا ہے اور محبوب کے علیحدہ اور جدا ہونے سے اُسکی جان کو تکلیف پہنچتی ہے مگر خدا ان تکالیف سے پاک ہے۔ ایسا ہی اُسکا قرب بھی انسان کے قرب کی طرح نہیں کیونکہ انسان جب ایک کے قریب ہوتا ہے تو اپنے پہلے مرکز کو چھوڑ دیتا ہے مگر وہ باوجود قریب ہونیکے دُور ہوتا ہے اور باوجود دُور ہونیکے قریب ہوتا ہے۔ غرض خدا تعالیٰ کی ہر ایک صفت انسانی صفات سے الگ ہے اور صرف اشتراک لفظی ہے اس سے زیادہ نہیں اسی لیے خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لیس کمثلہٖ شیءٌ یعنی کوئی چیز اپنی ذات یا صفات میں خدا تعالےٰ کے برابر نہیں۔

٭ اب ناظرین با انصاف پر ظاہر ہو کہ اسی مطلب کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ اللہ الذی خلق السمٰوٰتِ والارض فی ستّۃِ ایّام ثم استوٰی علی العرش۔ یعنی خدا وہ ہے جس نے سب کچھ چھ دن میں پیدا کر کے پھر اپنے مقام وراء الورار کی طرف توجہ کی ٭٭اور عرش پر قرار پکڑا۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ عرش سے مراد قرآن شریف

٭٭حاشیہ۔ ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ اس آیت سے مطلب یہ ہے۔ کہ خدا نے اپنی تشبیہی صفات کا اظہار فرما کر پھر اس مقام کی طرف توجہ کی جو بے مثل و مانند ہونے کا مقام ہے جسکو زبان شرع میں عرش کہتے ہیں۔ جو تمام عالموں ... سے برتر اور وہم و خیال سے بلند ہے۔ اور عرش کوئی مخلوق چیز نہیں ہے۔ بلکہ محض وراء الوراء مقام کا نام عرش ہے۔ جس ... سے مخلوق کو کوئی اشتراک نہیں۔ منہ

میں وہ مقام ہے جو تشبیہی مرتبہ سے بالاتر اور ہر ایک عالم سے برتر اور نہاں در نہاں اور تقدس اور تنزہ کا مقام ہے وہ کوئی ایسی جگہ نہیں کہ پتھر یا اینٹ یا کسی اور چیز سے بنائی گئی ہو اور خدا اُس پر بیٹھا ہوا ہے اسی لئے عرش کو غیر مخلوق کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ جیسا کہ یہ فرماتا ہے کہ کبھی وہ مومن کے دل پر اپنی تجلّی کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ فرماتا ہے کہ عرش پر اسکی تجلی ہوتی ہے اور صاف طور پر فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز کو میں نے اُٹھایا ہوا ہے یہ کہیں نہیں کہا کہ کسی چیز نے مجھے بھی اُٹھایا ہوا ہے اور عرش جو ہر ایک عالم سے برتر مقام ہے وہ اُسکی تنزیہی صفت کا مظہر ہے اور ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ازل سے اور قدیم سے خدا میں دو صفتیں ہیں ایک صفت تشبیہی دوسری صفت تنزیہی اور چونکہ خدا کے کلام میں دونوں صفات کا بیان کرنا ضروری تھا یعنی ایک تشبیہی صفت اور دوسری تنزیہی صفت اس لئے خدا نے تشبیہی صفات کے اظہار کیلئے اپنے ہاتھ آنکھ محبت غضب وغیرہ صفات قرآن شریف میں بیان فرمائیں اور پھر جبکہ احتمال تشبیہ کا پیدا ہوا تو بعض جگہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ کہہ دیا اور بعض جگہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کہہ دیا جیسا کہ سورہ رعد جزو نمبر ۱۳ میں بھی یہ آیت ہے:-

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔

(ترجمہ) تمہارا خدا وہ خدا ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور پھر اُس نے عرش پر قرار پکڑا۔ اس آیت کے ظاہری معنی کے رُو سے اس جگہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پہلے خدا کا عرش پر قرار نہ تھا اس کا یہی جواب ہے کہ عرش کوئی جسمانی چیز نہیں ہے بلکہ وراء الوراء ہونے کی ایک حالت ہے جو اُسکی صفت ہے پس جبکہ خدا نے زمین و آسمان اور ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور ظلّی طور پر اپنے نور سے سورج چاند اور ستاروں کو نور بخشا اور انسان کو بھی استعارہ کے طور پر اپنی شکل پر پیدا کیا اور اپنے اخلاق کریمہ اُس میں پھونک دیئے تو اس طور سے خدا نے اپنے لئے ایک تشبیہ قایم کی مگر چونکہ وہ ہر ایک تشبیہ سے پاک ہے اسلئے عرش پر قرار پکڑنے سے اپنے تنزہ کا ذکر کر دیا۔ خلاصہ یہ کہ وہ سب کچھ

پیدا کر کے پھر مخلوق کا عین نہیں ہے بلکہ سب سے الگ اور وراء الوراء مقام پر ہے اور پھر سورہ طٰہٰ جزو نمبر ۱۶ میں یہ آیت ہے الرحمٰن علی العرش استوٰی (ترجمہ) خدا رحمٰن ہے جس نے عرش پر قرار پکڑا اس قرار پکڑنے سے یہ مطلب ہے کہ اگرچہ اُس نے انسان کو پیدا کر کے بہت سا قرب اپنا اُسکو دیا مگر یہ تمام تجلیات مختص الزمان ہیں یعنے تمام تشبیہی تجلیات اُسکی کسی خاص وقت میں ہیں جو پہلے نہیں تھیں مگر ازلی طور پر قرارگاہ خدا تعالیٰ کی عرش ہے جو تنزیہ کا مقام ہے کیونکہ جو فانی چیزوں سے تعلق کر کے تشبیہ کا مقام پیدا ہوتا ہے وہ خدا کی قرارگاہ نہیں کہلا سکتا وجہ یہ کہ وہ معرض زوال میں ہے اور ہر ایک وقت میں زوال اُس کے سر پر ہے بلکہ خدا کی قرارگاہ وہ مقام ہے جو فنا اور زوال سے پاک ہے پس وہ مقام عرش ہے

اِس جگہ ایک اور اعتراض مخالف لوگ پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ قرآن شریف کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دِن عرش کو آٹھ فرشتے اُٹھائیں گے جس سے اشارۃ النص کے طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں چار فرشتے عرش کو اُٹھاتے ہیں۔ اور اب اِس جگہ اعتراض یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ تو اِس بات سے پاک اور برتر ہے کہ کوئی اُس کے عرش کو اُٹھاوے۔ اِس کا جواب یہ ہے کہ ابھی تم سُن چکے ہو کہ عرش کوئی جسمانی چیز نہیں ہے جو اُٹھائی جائے یا اُٹھانے کے لائق ہو بلکہ صرف تنزّہ اور تقدس کے مقام کا نام عرش ہے اسی لئے اِسکو غیر مخلوق کہتے ہیں۔ ورنہ ایک مجسّم چیز خدا کی خالقیت سے کیونکر باہر رہ سکتی ہے اور عرش کی نسبت جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب استعارات ہیں۔ پس اِسی سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا اعتراض محض حماقت ہے۔ اب ہم فرشتوں کے اُٹھانے کا اصل نکتہ ناظرین کو سُناتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے تنزّہ کے مقام میں یعنی اِس مقام میں جبکہ اُسکی صفت تنزّہ اُسکی تمام صفات کو روپوش کر کے اُسکو وراء الوراء اور نہاں در نہاں کر دیتی ہے۔ جس مقام کا نام قرآن شریف کی اصطلاح میں عرش ہے تب خدا عقول انسانیہ سے بالاتر ہو جاتا ہے اور عقل کو طاقت نہیں رہتی کہ اُسکو دریافت کر سکے تب اُسکی چار صفتیں جن کو چار فرشتوں

کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ جو دنیا مین ظاہر ہو چکی ہین اس کی پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہین✝ (۱) اوّل ربوبیت جس کے ذریعہ سے وہ انسان کی روحانی اور جسمانی تکمیل کرتا ہے چنانچہ روح اور جسم کا ظہور ربوبیت کے تقاضا سے ہے اور اسی طرح خدا کا کلام نازل ہونا اور اسکے خارق عادت نشان ظہور مین آنا ربوبیت کے تقاضا سے ہے (۲) دوم خدا کی رحمانیت جو ظہور مین آچکی ہے یعنی جو کچھ اُس نے بغیر پاداش اعمال بیشمار نعمتین انسان کیلئے میسر کی ہین یہ صفت بہی اُسکے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے (۳) تیسری خدا کی رحیمیت ہے اور وہ یہ کہ نیک عمل کرنیوالون کو اول تو صفت رحمانیت کے تقاضا سے نیک اعمال کی طاقتین بخشتا ہے اور پہر صفت رحیمیت کے تقاضا سے نیک اعمال اُن سے ظہور مین لاتا ہے اور اس طرح پر اُن کو آفات سے بچاتا ہے یہ صفت بہی اُسکے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے (۴) چوتھی صفت مالک یوم الدین ہے یہ بہی اُس کے پوشیدہ وجود کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ نیکون کو جزا اور بدون کو سزا دیتا ہے یہ چارون صفتین ہین جو اُس کے عرش کو اُٹھائے ہوئے ہین یعنی اُسکے پوشیدہ وجود کا ان صفات کے ذریعہ سے اس دُنیا مین پتہ لگتا ہے اور یہ معرفت عالم آخرت مین دوچند ہو جائیگی گویا بجائے چار کے آٹھ فرشتے ہو جائین گے *

پہر مضمون پڑہنے والے نے یہ اعتراض پیش کیا کہ دُنیا کی پیدایش کا طریقہ قرآن شریف مین غلط بیان کیا گیا ہے۔ اگر اِس اعتراض سے معترض کا یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف مین یہ لکہا ہے کہ ہر ایک چیز خدا کے حکم سے پیدا ہوئی ہے اور کسی چیز کے وجود کو خدا کے حکم کے ساتہہ وابستہ کرنا علم طبعی کے قواعد کے برخلاف ہے تو یہ پوچ اور لغو اعتراض ہے کیونکہ جو شخص خدا تعالیٰ کی ہستی کو مانتا ہے اور ہر ایک چیز کا وجود اُسکے ارادہ سے جانتا ہے اسکو یہ ماننا پڑتا ہے کہ بغیر حکم خدا تعالیٰ کے کوئی چیز ظہور پذیر نہین ہو سکتی اور اگر خدا کے وجود کو نہین مانتا تو دلایل قویہ بدیہیہ اُسکو ملزم کرتے ہین اور اگر کہو کہ اعتراض یہ ہے کہ قرآن شریف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایکدم مین خدا تعالیٰ نے سب کچہہ پیدا کیا تو یہ جہوٹ ہے کیونکہ قرآن شریف سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ چہہ دن

✝ حاشیہ۔ خدا تعالیٰ نے تمام اجرام سماوی وارضی پیدا کرکے پہر اپنی وجود کو وراء الوراء مقام مین مخفی کیا جس کا نام عرش ہے اور یہ ایسا نہان در نہان مقام ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کی چار صفات ظہور پذیر نہ ہوتین۔ جو سورۃ فاتحہ کی پہلی آیات مین ہی درج ہین تو اس کی وجود کا کچہہ پتہ نہ لگتا یعنی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت۔ مالک یوم الجزا ہونا سو یہ چارون صفات استعارہ کی رنگ مین چار فرشتے خدا کی کلام مین قرار دیئے گئے ہین۔ جو اسکو عرش .... کو اٹھا رہے ہین یعنی اس وراء الوراء مقام مین جو خدا ہے اُس مخفی مقام سے اسکو دیکھلا رہے ہین ورنہ خدا کی شناخت کیلئے کوئی ذریعہ نہ تہا۔ منہ

میں پیدا کیا اور چھ دن سے مراد وہ دن نہیں ہیں جو انسانوں کے دن ہیں بلکہ بموجب تصریح قرآن شریف کے ہر ایک دن سے ہزار ہا برس مراد ہیں اور اگر کہو کہ قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے اجسام ارضی اور اجرام سماوی کو فلان فلان مادہ سے پیدا کیا تو یہ خدا کی قدرتوں میں بیجا دخل ہے۔ یا در کھو کہ انسان کی ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ ان تمام دقیق در دقیق خدا کے کاموں کو دریافت کر سکے بلکہ خدا کے کام عقل اور فہم اور قیاس سے برتر ہیں۔ اور انسان کو صرف اپنے اس قدر علم پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے کہ اسکو کسی حد تک سلسلہ علل معلولات کا معلوم ہو گیا ہے کیونکہ انسان کا وہ علم نہایت ہی محدود ہے جیسا کہ سمندر کے ایک قطرہ میں سے کروڑم حصہ قطرہ کا۔* اور حق بات یہ ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ خود ناپیدا کنار ہے ایسا ہی اُسکے کام بھی ناپیدا کنار ہیں اور اُسکے ہر ایک کام کی اصلیت تک پہنچنا انسانی طاقت سے برتر اور بلند تر ہے ہاں ہم اُسکی صفات قدیمہ پر نظر کر کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ خدا تعالیٰ کی صفات کبھی معطل نہیں رہتیں اسلیئے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں قدامت نوعی پائی جاتی ہے یعنی مخلوق کی انواع میں سے کوئی نہ کوئی نوع قدیم سے موجود چلی آئی ہے مگر شخصی قدامت باطل ہے اور باوجود اس کے خدا کی صفت افنا اور اہلاک بھی ہمیشہ اپنا کام کرتی چلی آتی ہے وہ بھی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ اور اگرچہ نادان فلاسفروں نے بہت ہی زور لگایا کہ زمین و آسمان کے اجرام و اجسام کی پیدائش کو اپنے سائنس یعنے طبعی قواعد کے اندر داخل کر لیں اور ہر ایک پیدائش کے اسباب قایم کریں مگر سچ یہی ہے کہ وہ اسمیں ناکام اور نامراد رہے ہیں اور جو کچھ وغیرہ اپنی طبعی تحقیقات کا انہوں نے جمع کیا ہے وہ بالکل ناتمام اور نامکمل ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی اپنے خیالات پر قایم نہیں رہ سکے اور ہمیشہ اُنکے خود تراشیدہ خیالات میں تغیر تبدل ہوتا رہا ہے اور معلوم نہیں کہ آگے کس قدر ہوگا اور چونکہ انکی تحقیقاتوں کی یہ حالت ہے کہ تمام مدار اُن کا صرف اپنی عقل اور قیاس پر ہے اور خدا سے کوئی مدد اُن کو نہیں ملتی اسلیئے وہ تاریکی سے باہر نہیں آسکتے اور درحقیقت کوئی شخص خدا کو شناخت نہیں کر سکتا جب تک اس حد تک اُسکی

* حاشیہ۔ یہ خیال ہی سراسر حماقت ہے کہ جس قدر قانونِ قدرت ظاہر ہو چکا ہے اسی پر خدا کی ارادوں اور مخفی قدرتوں کا قیاس کرنا چاہیئے کیونکہ قیاس کرنے کے لئے کم سے کم نسبت مساوات تو ضرور چاہیئے لیکن جس حالت میں انسان کا علم خدا کی قدرتوں کی نسبت اسقدر بھی نہیں۔ جیسا کہ ایک سوئی کے نوک کی تری ایک بحر اعظم کے پانی سے نسبت رکھتی ہے تو پھر اس قدر قلیل علم انسان کا ان مخفی قدرتوں کی معیار کیونکر ہو سکتا ہے۔ منہ

معرفت تک پہنچ جائے کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ خدا کی بیشمار کام ایسے ہین کہ جو انسانی طاقت اور عقل اور فہم سے بالاتر اور بلند تر ہین اور اس مرتبہ معرفت سے پہلے یا تو انسان محض دہریہ ہوتا ہے اور خدا کے وجود پر ایمان ہی نہین رکھتا اور یا اگر خدا کو مانتا ہے تو صرف اس خدا کو مانتا ہے کہ جو اسکے خود تراشیدہ دلایل کا ایک نتیجہ ہے نہ اس خدا کو جو اپنی تجلی سے اپنے تئین آپ ظاہر کرتا ہے اور جسکی قدرتوں کے اسرار اس قدر ہین کہ انسانی عقل اُن کا احاطہ نہین کر سکتی۔ جب سے خدا نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ خدا کی قدرتین عجیب در عجیب اور عمیق در عمیق اور وراء الوراء اور لا یدرک ہین۔ تب سے مین اِن لوگون کو جو فلسفی کہلاتے ہین پکے کافر سمجھتا ہون اور چھپے ہوئے دہریہ خیال کرتا ہون۔ میرا خود ذاتی مشاہدہ ہے کہ کئی عجائب قدرتین خدا تعالیٰ کی ایسے طور پر میرے دیکھنے مین آئی ہین کہ بجز اسکے کہ اُن کو نیستی سے ہستی کہین اور کوئی نام اُن کا ہم رکھ نہین سکتے جیسا کہ اِن نشانون کی بعض مثالین بعض موقعہ پر مینے لکھدی ہین۔ جس نے یہ کرشمہ قدرت نہین دیکھا اُس نے کیا دیکھا۔ ہم ایسے خدا کو نہین مانتے جسکی قدرتین صرف ہماری عقل اور قیاس تک محدود ہین اور آگے کچھہ نہین بلکہ ہم اُس خدا کو مانتے ہین جسکی قدرتین اُسکی ذات کی طرح غیر محدود اور ناپیدا کنار اور غیر متناہی ہین۔ ایسا ہی اُسکی قدرت کا یہ راز ہے کہ وہ نیست سے ہست کرتا ہے جیسا کہ اِس بات پر ہزار ہا نمونے ہماری نظر کے سامنے ہین بعض درخت ایسے ہین کہ اُن کے پھل جیسے جیسے پکتے جاتے ہین وہ پر دار کیڑون کی طرح بنتے جاتے ہین اور بعض درخت ایسے ہین کہ اُن کے پتون مین سے بڑے بڑے پرندے پیدا ہو جاتے ہین ان مین سے ایک آک کا درخت بھی ہے اور اسکی نظیرین ہزار ہا ہین نہ صرف ایک دو پس اس جگہ بجز اسکے کیا کہہ سکتے ہین کہ وہ نیستی سے ہستی ہے اور یہ ایک ایسا راز قدرت ہے کہ ہم اُسکی حقیقت تک نہین پہنچ سکتے اور کیا یہ بھی ضروری ہے کہ ایک ناچیز انسان خدا کے تمام اسرار پر اطلاع بھی پا جائے اور اُسکی تمام قدرتون پر محیط ہو جائے

یہ ایک فیصلہ شدہ بات ہے کہ اگر علم سائینس یعنے طبعی خدا تعالیٰ کے تمام عمیق کاموں پر احاطہ کر لے تو پھر وہ خدا ہی نہیں جس قدر انسان اُسکی باریک حکمتوں پر اطلاع پاتا ہے وہ انسانی علم اِس قدر بھی نہیں کہ جیسے ایک سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے اور اُس میں کچھ سمندر کی پانی کی تری باقی رہ جائے۔ اور یہ کہنا کہ اُس کی تمام باریک قدرتوں پر اطلاع پانے کیلئے ہمارے لئے راہ کشادہ ہے اِس سے زیادہ کوئی حماقت نہیں باوجودیکہ ہزارہا قرن اِس دُنیا پر گذر چکے ہیں پھر بھی انسان نے صرف اس قدر خدا کی حکمتوں پر اطلاع پائی ہے جیسا کہ ایک عالمگیر بارش میں سے صرف اس قدر تری جو ایک بال کی نوک کو بمشکل تر کر سکے۔ پس اس جگہ اپنی حکمت اور دانائی کا دم مارنا جھوٹی شیخی اور حماقت ہے۔ انسان باوجودیکہ ہزارہا برسوں سے اپنے علوم طبعیہ اور ریاضیہ کے ذریعہ سے خدا کی قدرتوں کے دریافت کرنے کیلئے جان توڑ کوششیں کر رہا ہے مگر ابھی تک اس قدر اُسکے معلومات میں کمی ہے کہ اسکو نامراد اور ناکام ہی کہنا چاہیئے۔ صدہا اسرار غیبیہ اہل کشف اور اہل مکالمہ الٰہیہ پر کھلتے ہیں اور ہزارہا راستباز اُنکے گواہ ہیں مگر فلسفی لوگ اب تک اُن کے منکر ہیں جیسا کہ فلسفی لوگ تمام مدار ادراک معقولات اور تدبّر اور تفکر کا دماغ پر رکھتے ہیں مگر اہل کشف نے اپنی صحیح رویت اور روحانی تجارب کے ساتھ معلوم کیا ہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے جیسا کہ میں پینتیس[35] برس سے اس بات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارف روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمہ علوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بشدّت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کوئیں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے اور اسمیں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے وہی خدا کا کلام ہے۔ پس ان تجارب صحیحہ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو+

حاشیہ۔ چونکہ دماغ منبت اعصاب ہے اسلئے علوم قلبیہ کا محسوس کرنا اسکا کام ہے اور اگر دماغ میں کوئی آفت پیدا ہو تو وہ علوم پردہ میں آجاتے ہیں جیسا کہ اگر ڈول یا اسکی رسی ناتمام ہو تو پانی کنوئیں میں سے نہیں آسکتا۔ منہ

اور اسمین کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے اور دماغ چونکہ منبت اعصاب ہے اس لیے وہ ایسی کل کیطرح ہے جو پانی کو کنوئین سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے یہ وہ راز ہے جو اہل حق نے مکاشفات صحیحہ کے ذریعہ سے معلوم کیا ہے جسمین مین خود صاحب تجربہ ہون ۔×

ایسا ہی جدید سائنس یعنے طبعی کی تحقیقات مین یہ ایک غلطی ہے کہ قطعی طور پر یہ خیال کیا گیا ہے جو ہر ایک مادی چیزون مین جو کیڑے پڑ جاتے ہین وہ ہوا سے آتے ہین یعنی ہوا کے کیڑے اس چیز مین داخل ہو جاتے ہین حالانکہ یہ قاعدہ کئی جگہ ٹوٹ جاتا ہے مثلاً جو نطفہ سے مثانہ کے اندر کیڑا بنتا ہے وہ سائنس والون کے اقرار کی رو سے ہوا سے نہین بنتا اور ہوا کو اسمین کوئی دخل نہین ایسا ہی جو گولر کے پھل مین چھوٹے چھوٹے کیڑے پردار بن جاتے ہین جن سے گولر کا پھل بگڑتا نہین بلکہ شیرین اور کھانے کے لائق ہو جاتا ہے ان کو بھی ہوا سے کچھ تعلق نہین کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے گولر کا کچا پھل انکے لئے بطور نطفہ کے ہوتا ہے اور جبتک وہ کچا ہوتا ہے اسمین کوئی کیڑا دکھائی نہین دیتا اور لوگ پکا پکا کر اسکو کھاتے ہین ۔ اور پھر جیسے جیسے آہستہ آہستہ وہ پکتا جاتا ہے تو اُسی کے مغز مین سے چھوٹے چھوٹے جانور پردار کسیقدر سبز چکدار بنتے جاتے ہین اور لوگ مع کیڑون کے اس پھل کو کھا جاتے ہین ۔ اب ظاہر ہے کہ ان جاندارون کا محض ایک پھل مین سے بنجانا ایک نرالا قانون قدرت ہے جسکو نیستی سے ہستی کہنا چاہیئے کیونکہ یہ ان کیڑون کی طرح نہین ہوتے جو ایک متعفن چیز مین پائے جاتے ہین جو ایک قسم کے زہریلے کیڑے ہوتے ہین ۔ یہی وجہ ہے کہ جب دال یا دودھ یا گوشت وغیرہ مین اس قسم کے کیڑے پڑتے ہین تو وہ چیز سخت متعفن ہو جاتی ہے اور اس مین سے نہایت گندی بدبو آتی ہے اور اسمین ایک قسم کی زہر پڑ جاتی ہے اسی وجہ سے اسکا کھانا مضر صحت ہوتا ہے لیکن یہ کیڑے گولر کے پھل کو مضر صحت نہین کرتے بلکہ وہ پھل تبھی کھانے کے لائق ہوتا ہے جب وہ کیڑے اسمین پیدا ہو جاتے ہین ایسا ہی ہم

اِس جگہ بہت سی ایسی مثالیں پیش کر سکتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے کیڑے ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ ہوا کا اُن میں کچھ بھی تعلق نہیں یہ بات تو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ گندی ہوا سے گندی چیزیں ہی پیدا ہوتی ہیں نہ ایسی پاک اور مفید صحت چیزیں جو کھانے کے لایق ہوں۔ پس یہ عقیدہ کہ تمام کیڑے جو پیدا ہوتے ہیں وہ دراصل ہوا کے کیڑے ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس جگہ یہ سوال بھی پیش ہو سکتا ہے کہ دراصل ہوا کیڑوں سے پاک ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ جیسے کسی اونچے پہاڑ کی بلندی پر چڑھیں جسکی سطح کھلی اور ہر ایک روک سے محفوظ ہو وہ ہوا کیڑوں سے خالی ہوتی ہے یا یوں کہو کہ بہت ہی کم اسمیں کیڑے ہوتے ہیں اسی وجہ سے ایسے پہاڑوں پر سل کی بیماری والوں کو فایدہ ہوتا ہے اور اِس سے اوپر کے طبقہ کی ہوا ایسی ہوتی ہے جو بالکل کیڑوں سے خالی ہوتی ہے اور اِس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ جو ہوا سطح زمین سے نزدیک ہے خاص کر جب وہ آفتاب کی حرارت سے پورا حصہ نہیں لیتی یا برف کی شدید سردی سے متاثر نہیں ہوتی وہی ہوا کیڑوں سے پُر ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بساطت پر باقی نہیں رہتی۔ پس اس سے ثابت ہے کہ دراصل ہوا میں کوئی کیڑا نہیں ہے بلکہ جب ایک عارضی غلاظت اور رطوبت اُس سے ملجاتی ہے تو اس سے وہ کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور چونکہ یہ ہوا تمام چیزوں پر محیط ہے اِس لئیے یہ گندی ہوا جب دوسری چیزوں پر اثر کریگی تو اُن میں بھی کیڑے پیدا ہو جائیں گے اور عجیب تر یہ ہے کہ اگر مثلاً ایک جگہ پچاس سنگترہ یا اور قسم کے میوے دیر تک رکھے رہیں تو بعض پھل تو بگڑ جاتے ہیں اور بعض مدت تک نہیں بگڑتے حالانکہ وہ ایک ہی ہوا کے اثر کے ماتحت ہوتے ہیں اور پھر یہ بھی ہے کہ جس قدر ہوا لطیف ہوگی اُسی قدر کیڑے کم پیدا ہوں گے اِس سے ثابت ہے کہ کیڑے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو گندی ہوا کی تاثیر سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور حکمت سے محض کسی سر سبز پتے یا سر سبز پھل سے پیدا ہوتے ہیں جیسے گولر کا پردار کیڑا یا آک کا جانور جو ملخ کے برابر ہوتا ہے اور جیسے نطفہ کا کیڑا اور جیسے وہ کیڑے جو زمین کے نہایت ہی

عمیق طبقوں مین پائے جاتے ہین اور دوسرے وہ کیڑے ہین جو گندی ہوا سے پیدا ہوتے ہین اور ایسی ہوا جب کسی ایسی غذا پر اپنا اثر کرتی ہے جس مین کیڑے پیدا ہو سکتے ہین تو اس ہوا کے اثر سے ہزارہا کیڑے اس غذا مین پیدا ہو جاتے ہین۔ پس یہ سائینس والون کی غلطی ہے کہ وہ ہر ایک پیدا ہونیوالے کیڑے کو گندی ہوا کیطرف منسوب کرتے ہین۔ اب یہ بات بھی بحث طلب ہے کہ وہ کیڑے جو دال وغیرہ چند دن مین پیدا ہوتے ہین وہ کہان سے پیدا ہوتے ہین۔ پس اصل بات تو یہ ہے کہ جب وہ گندی ہوا جسمین کیڑے پیدا ہو چکے ہین کسی کہانے والی یا کسی دوسری چیز پر اثر کرتی ہے تو اُسکے اثر سے اُس چیز مین کیڑے پیدا ہو جاتے ہین اگر محض یہی بات ہوتی کہ اُس ہوا کے کیڑے اس کہانے کے اندر داخل ہو جاتے ہین تو کوئی کہانا کیڑون سے بچ نہ سکتا ایک طرف ہم ایک کہانا تیار کرکے اپنے سامنے رکہتے۔۔۔ اور ایک طرف فی الفور ہزارہا کیڑے بلا توقف اُسمین پڑ جاتے کیونکہ جب کیڑے پہلے سے ہوا مین موجود ہین اور کہانا بھی کہلا پڑا ہے تو پہر توقف کی کوئی وجہ نہین اور اگر کہو کہ اول حالت مین باریک ہوتے ہین تو پہر تم خوردبین کے ذریعہ سے ہمین دکہلاؤ کہ اُس تازہ کہانے مین کہان کیڑے ہین۔ غرض یہ بھی سائینس والون کی ایک موٹی غلطی ہے وہ لوگ خدا کے اسرار کا معما کہولنا چاہتے ہین آخر مُنہ کے بل گرتے ہین۔ +

مضمون پڑہنے والے نے ایک یہ اعتراض قرآن شریف پر پیش کیا کہ خاوند کی مرضی پر طلاق رکہی ہے اِس سے شاید اُسکا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ عقل کی رو سے مرد اور عورت درجہ مین برابر ہین تو پہر اس صورت مین طلاق کا اختیار محض مرد کے ہاتہہ مین رکہنا بلاشبہ قابل اعتراض ہوگا۔ پس اس اعتراض کا یہی جواب ہے کہ مرد اور عورت درجہ مین ہرگز برابر نہین دُنیا کے قدیم تجربہ نے یہی ثابت کیا ہے کہ مرد اپنی جسمانی اور علمی طاقتون مین عورتوں سے بڑہکر ہین اور شاذ و نادر حکم معدوم کا رکہتا ہے پس جب مرد کا درجہ باعتبار اپنے ظاہری اور باطنی قوتون کے عورت سے بڑہ کر

+ حاشیہ۔ یاد رہے کہ بموجب اصول آریہ سماج کے وید نے ہر ایک جاندار کو خواہ وہ کیڑا ہے یا اور جاندار انسان قرار دیا ہے۔ یعنی یہ تعلیم دی ہے کہ وہ دراصل انسانی روحین ہین جو کسی اور جون مین واپس آئی ہے مگر وید نے جو واپس آنے کا طریق بیان کیا ہے۔ وہ ایسا بیہودہ اور خلاف عقل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وید کے بنانے والے علم اور عقل سے محض بے نصیب تہے اس بات کا بار ثبوت وید کے ذمہ تہا کہ وہ روح جو بدن سے

ہے تو پھر بھی قرین انصاف ہے کہ مرد اور عورت کے علیحدہ ہونے کی حالت مین عنان اختیار
مرد کے ہاتھ مین ہی رکھی جائے مگر تعجب ہے کہ یہ اعتراض ایک آریہ نے کیون پیش کیا!
کیونکہ آریون کے اصول کی رُو سے تو مرد کا درجہ عورت سے اس قدر بڑھکر ہے کہ بغیر لڑکا پیدا
ہونیکے نجات ہی نہین ہو سکتی۔ اسی بنا پر ایک آریہ کی عورت باوجود موجود ہونے خاوند
کے دوسرے مرد سے منہ کالا کراتی ہے تا کسی طرح لڑکا پیدا ہو جائے۔ پس ظاہر ہے کہ اگر
اُن کے نزدیک مرد اور عورت کا درجہ برابر ہوتا تو اس رسوائی اور فضیحت کی ضرورت ہی
کیا تھی؟ لیکن یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ اگر ایک آریہ کی چالیس لڑکیاں بھی ہون یا
فرض کرو کہ سَو لڑکی ہو تب بھی وہ اپنی نجات کیلئے فرزند نرینہ کا خواہشمند ہوتا ہے اور اُس کے
مذہب کی رو سے سَو لڑکیاں بھی ایک لڑکے کے برابر نہین ہو سکتین۔ پس اس سے ثابت
ہے کہ آریہ مذہب کی رو سے جس قدر لڑکے کو یعنے فرزند نرینہ کو دختر پر ترجیح دی گئی ہو
وہ اس قدر ترجیح ہے کہ دختر کو اپنی قدر و منزلت مین فرزند نرینہ کا سَووان حصہ بھی قرار
نہین دیا گیا ورنہ یہ صاف ظاہر ہے کہ اگر مذہب کی رو سے لڑکی اور لڑکا ایک درجہ پر سمجھے
جاتے تو پھر لڑکا ہونیکے لیئے یہ بیغیرتی کیون روا رکھی جاتی کہ اپنی منکوحہ عورت جس کیلئے
غیرت مند لوگ مرنے مارنے پر طیار ہو جاتے ہین وہ دوسرون سے ہم بستر کرائی جاتی؟ اور
کیون اس قدر لڑکا پیدا ہونیکے لیئے حرص بڑھائی جاتی کہ یہ روا رکھا جاتا کہ گو اس بدقسمت
عورت کو تمام دُنیا کے مردون سے ہم بستر کرایا جائے مگر لڑکا ضرور پیدا ہونا چاہیئے۔

ماسوا اسکے منو شاستر کو پڑھ کر دیکھ لو کہ اس مین بھی صاف لکھا ہے کہ اگر عورت
مرد کی دشمن ہو جائے یا زہر دینا چاہے یا اور کوئی ایسا سبب ہو تو مرد کو طلاق دینے کا اختیار
ہے۔ اور عملی طور پر تمام شریف ہندؤن کا یہی طریق ہے کہ اگر عورت کو بدکار اور بدچلن
پاوین۔ تو اُسکو طلاق دیدیتے ہین اور تمام دُنیا مین انسانی فطرت نے یہی پسند کیا ہے
کہ ضرورتون کے وقت مین مرد عورتون کو طلاق دیتے ہین اور مرد کا عورت پر ایک حق

زیادہ یہی ہے کہ مرد عورت کی زندگی کے تمام اقسام آسایش کا متکفل ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے وعلی المولود له رزقھن وکسوتھن یعنے یہ بات مردون کے ذمہ ہے کہ جو عورتون کو کہانے کیلئے ضرورتین ہون یا پہننے کیلئے ضرورتین ہون وہ سب اُن کیلئے مہیا کرین اِس سے ظاہر ہے کہ مرد عورت کا مربی اور محسن اور ذمہ وار آسایش کا ٹھیرایا گیا ہے اور وہ عورت کے لیئے بطور آقا اور خداوند نعمت کے ہے اِسی طرح مرد کو بہ نسبت عورت کے فطرتی قوٰے زبردست دیئے گئے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے مرد عورت پر حکومت کرتا چلا آیا ہے اور مرد کی فطرت کو جس قدر باعتبار کمال قوتون کے انعام عطا کیا گیا ہے وہ عورت کی قوتون کو عطا نہین کیا گیا۔ اور قرآن شریف مین یہ حکم ہے کہ اگر مرد اپنی عورت کو مروّت اور احسان کی رُو سے ایک پہاڑ سونے کا بھی دے تو طلاق کی حالت مین واپس نہ لے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ اسلام مین عورتون کی کس قدر عزت کی گئی ہے ایک طور سے تو مردون کو عورتون کا نوکر ٹھیرایا گیا ہے اور بہرحال مردون کیلئے قرآن شریف مین یہ حکم ہے کہ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنے تم اپنی عورتون سے ایسے حسن سلوک سے معاشرت کرو کہ ہر ایک عقلمند معلوم کر سکے کہ تم اپنی بیوی سے احسان اور مروّت سے پیش آتے ہو ؛

علاوہ اِسکے شریعت اسلام نے صرف مرد کے ہاتھ مین ہی یہ اختیار نہین رکھا کہ جب کوئی خرابی دیکھے یا ناموافقت پاوے تو عورت کو طلاق دیدے بلکہ عورت کو بھی یہ اختیار دیا ہے کہ وہ بذریعہ حاکم وقت کے طلاق لے لے۔ اور جب عورت بذریعہ حاکم کے طلاق لیتی ہے تو اسلامی اصطلاح مین اُسکا نام خلع ہے۔ جب عورت مرد کو ظالم پاوے یا وہ اسکو ناحق مارتا ہو یا اور طرح سے ناقابل برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ سے ناموافقت ہو یا وہ مرد دراصل نامرد ہو یا تبدیل مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی اور سبب پیدا ہو جائے جسکی وجہ سے عورت کو اُسکے گھر مین آباد رہنا ناگوار ہو تو ان تمام حالتون مین عورت یا اُسکے کسی ولی کو چاہیئے کہ حاکم

وقت کے پاس یہ شکایت کرے اور حاکم وقت پر یہ لازم ہوگا کہ اگر عورت کی شکایت واقعی درست سمجھے تو اس عورت کو اس مرد سے اپنے حکم سے علیحدہ کردے اور نکاح کو توڑ دے لیکن اس حالت میں اس مرد کو بھی عدالت میں بُلانا ضروری ہوگا کہ کیوں نہ اسکی عورت کو اُس سے علیحدہ کیا جائے۔

اب دیکھو کہ یہ کس قدر انصاف کی بات ہے کہ جیسا کہ اسلام نے یہ پسند نہیں کیا کہ کوئی عورت بغیر ولی کے جو اُسکا باپ یا بھائی یا اور کوئی عزیز ہو خود بخود اپنا نکاح کسی سے کرلے ایسا ہی یہ بھی پسند نہیں کیا کہ عورت خود بخود مرد کی طرح اپنے شوہر سے علیحدہ ہو جائے بلکہ جدا ہونے کی حالت میں نکاح سے بھی زیادہ احتیاط کی ہے کہ حاکم وقت کا ذریعہ بھی فرض قرار دیا ہے تا عورت اپنی نقصان عقل کیوجہ سے اپنے تئیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔ مگر وید میں یہ منصفانہ طریق کہاں ہے؟ میں اِس معترض کی حالت سے نہایت تعجب میں ہوں کہ کس قدر یہ شخص سچائی کا دشمن ہے جس سے مجبوری ہمیں کچھ وید کا حال بیان کرنا پڑتا ہے اگر یہ شخص ایسا بیہودہ اور لغو اعتراض نہ کرتا تو ہمیں کیا ضرورت تھی کہ ہم وید کا ذکر کرتے؟ ان لوگوں کی عجیب حالت ہے کہ اپنے وید کی خرابیوں پر کچھ بھی اطلاع نہیں رکھتے اور چاند پر تھوک رہے ہیں۔ افسوس !!!

پھر مضمون پڑھنے والے نے بیان کیا کہ قرآنی تعلیم سورج چاند کی بابت سچی تعلیم نہیں ہے اس بات کا جواب سجز اسکے کیا کہا جائے کہ اس بارہ میں قرآنی تعلیم کو وید کی تعلیم کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھنا چاہیئے۔ قرآن شریف نے سورج اور چاند کو خدا کی مخلوق ٹھیرایا ہے مگر وید ان دونوں کو خدا اقرار دیتا ہے اور ان کی پرستش کا حکم کرتا ہے اور یہ بیان کرتا ہے کہ گویا وہ دونوں خدا تعالیٰ کی طرح عالم الغیب اور قادر ہیں اور ہر ایک جو انکی پوجا کرے انکو مرادیں عطا کرتے ہیں جس کو اس بارے میں شک ہو وہ رگوید کی شرتیاں غور سے پڑھے۔ افسوس ان لوگوں کا وید بجائے خدا تعالیٰ کے سورج چاند کو خدا قرار دیتا ہے انکی ایسی باتوں سے

کچھ حیا کرنی چاہئے تہی کہ وہ ایسی کتاب پر حملہ کرین جو سورج اور چاند کو خدا نہین بناتی بلکہ خدا کی پیدایش قرار دیتی ہے۔ قرآن شریف مین ایک شاہزادی بلقیس نام کا ایک عجیب قصہ لکہا ہے جو سورج کی پوجا کرتی تہی شاید وید کی پیرو تھی حضرت سلیمان نے اُس کو بلایا اور اُسکے آنے سے پہلے ایسا محل طیار کیا جس کا فرش شیشہ کا تہا اور شیشہ کے نیچے پانی بہ رہا تہا جب بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے پاس جانیکا قصد کیا تو اس نے اُس شیشہ کو پانی سمجہا اور اپنا پاجامہ پنڈلی سے اوپر اُٹہا لیا حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ دہوکہ مت کہا یہ پانی نہین ہے بلکہ یہ شیشہ ہے پانی اسکے نیچے ہے۔ تب وہ عقلمند عورت سمجہ گئی کہ اس پیرایہ مین میرے مذہب کی غلطی انہون نے ظاہر کی ہے اور یہ ظاہر کیا ہے کہ سورج اور چاند اور دوسرے روشن اجرام شیشہ کی مانند ہین اور ایک پوشیدہ طاقت ہے جو ان کے پردہ کے نیچے کام کر رہی ہے اور وہی خدا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف مین اس جگہ فرمایا صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ + سو دنیا کو خدا نے شیش محل سے مثال دی ہے جاہل ان شیشون کی پرستش کرتے ہین اور دانا اُس پوشیدہ طاقت کے پرستار ہین مگر وید نے اس شیش محل کیطرف کچھہ اشارہ نہین کیا اور ان ظاہری شیشون کو پرمیشور سمجہ لیا اور پوشیدہ طاقت سے بیخبر رہا۔

اور پہر ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف مین فرماتا ہے وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا یعنے قسم ہے سورج کی اور اُسکی روشنی کی اور قسم ہے چاند کی جب سورج کی پیروی کرے یعنی چاند بغیر پیروی کے کچھ بہی چیز نہین اور اس کا نور سورج کے نور سے مستفاض ہے یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ انسان گو کیسا ہی اپنے اندر استعداد رکہتا ہے مگر جب تک وہ کامل طور پر خدا کی اطاعت نہ کرے اُسکو کوئی نور نہین ملتا۔ مگر افسوس کہ وید کو یہ بہی خبر نہین کہ چاند اپنی روشنی سورج سے لیتا ہے اور اسی وجہ سے اس نے برابر طور پر دونون سورج اور چاند کو معبود ٹہرایا ہے۔

پہر عجیب تر یہ بات ہے کہ معترض تو تعصب کی دیوانگی کی وجہ سے سورج چاند

+ یعنے یہ ایک محل ہے شیشون سے بنایا گیا ہے۔ منہ

تک پہنچ گیا ہے جو آسمانی اجرام ہین مگر اُس کے وید نے تو زمین کی چیزون مین بھی غلطی کہائی ہے اور وہ رُوح جس سے جاندار انسان زندہ ہوتے ہین اُسکی کیفیت صحیح طور پر بیان نہین کرسکا پس اِس معترض پر تو یہ شعر صادق آتا ہے ؎

تو کارِ زمین را نکو ساختی　؛　کہ با آسمان نیز پرداختی

کیا یہ وید کی فلاسفی درست ہے کہ روحین مع اپنی تمام قوتون اور طاقتون کے انادی اور غیر مخلوق ہین اور وہی بار بار دنیا مین آتی ہین اور کیا یہ بات عقل سلیم کے نزدیک سچ ٹھہر سکتی ہے کہ روح انسان کے مرنیکے وقت اکاش مین چلی جاتی ہے اور پھر رات کے وقت کسی گھاس پات پر گرتی ہے اور وہ گھاس پات کوئی مرد کہاتا ہے تو نطفہ کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہین کہ اِس سے لازم آتا ہے کہ روح دو ٹکڑے ہوکر گرتی ہو۔ ایک ٹکڑہ ایسی گھاس پر گرتا ہو جس کو مرد کہاتا ہو اور دوسرا ٹکڑہ ایسی گھاس پات پر پڑتا ہو جس کو عورت کہاتی ہو۔ کیونکہ پیدا ہونے والے بچہ مین روحانی اخلاق صرف مرد کی طرف سے نہین ہوتے بلکہ عورت کیطرف سے بھی ہوتے ہین۔ ماسوا اِس کے وہ گھاس پات کچا تو نہین کہایا جاتا بلکہ بخوبی آگ پر پکایا جاتا ہے اِس صورت مین ظاہر ہے کہ جو کچھ شبنم کیطرح گھاس پات پر پڑا تھا وہ آگ سے جل جاتا ہوگا اور اگر کیڑا تھا تو وہ مرجاتا ہوگا اور پھر ماسوا اسکے جو گوشت کہانیوالی قومین ہین جو صرف مچھلی یا مثلاً بکرہ یا بھیڈ کا گوشت کہاتے ہین کیا وہ رُوح جو شبنم کیطرح آسمان سے گرتی ہے وہ بکرہ یا بہیڈ کی کہال پر پڑتی ہے پس جس وید کی یہ فلاسفی ہے جو قدم قدم پر ٹھوکر کھاتا ہے اُس کے ساتھ فخر کرنا ایک ہمارے نادان کا کام ہے ؛؛

افسوس! یہ لوگ نہین سوچتے کہ اگر گھاس پات پر روح شبنم کیطرح پڑتی ہے۔ تو اگر فرض کرلین کہ وہ رُوح اس گھاس پات مین ایک کیڑے کی طرح پیدا ہو جاتی ہے لیکن پکانیکے بعد وہ کیڑا مرجاتا ہے اور پھر اگر وہ ساگ دو چار رون رکھا جائے اور سڑ جائے

اور اُس مین کیڑے پڑ جائین تو وہ کیڑے کس شبنم سے آتے ہین اور کیا اُس گندی ساگ کے کہانے سے جسمین ہزارہا کیڑے ہین اتنے ہی بچے پیدا ہو جائین گے - افسوس !!! دُنیا مین خدا ایک دانہ سے صدہا دانے پیدا کر دیتا ہے پہر بہی وید کہتا ہے کہ نیستی سے ہستی نہین ہوتی اے نادان اگر نیستی سے ہستی نہین تو تم ہی ایسا کر کے دکھلاؤ ٭

پہر مضمون پڑہنے والے نے بیان کیا کہ قرآن مین لکھا ہے کہ **عورتین کھیتون کی** مانند صرف شہوت رانی کا ذریعہ ہین - اب دیکھنا چاہئیے کہ یہ ناپاک طبع ہنود وافترا مین کہان تک بڑھتا جاتا ہے اور کیسے اپنی طرف سے الفاظ تراش کر قرآن شریف کی طرف منسوب کرتا ہے ایسے مفتری کے مقابل پر بجز اسکے ہم کیا کہہ سکتے ہین کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین قرآن شریف مین صرف یہ آیت ہے :- نساءکم حرث لکم فاتوا حرثکم انّی شئتم یعنی تمہاری عورتین تمہاری اولاد پیدا ہونے کیلئے ایک کھیتی ہین. پس تم اپنی کھیتی کیطرف جس طور سے چاہو آؤ - صرف کھیتی ہونیکا لحاظ رکھو یعنی اس طور سے صحبت نہ کرو جو اولاد کی مانع ہو - بعض آدمی اسلام کے اوائل زمانہ مین صحبت کے وقت انزال کرنے سے پرہیز کرتے تہے اور باہر انزال کر دیتے تہے اس آیت مین خدا نے اُن کو منع فرمایا اور عورتون کا نام کھیتی رکہا یعنی ایسی زمین جسمین ہر قسم کا اناج اُگتا ہے - پس اس آیت مین ظاہر فرمایا کہ چونکہ عورت درحقیقت کھیتی کی مانند ہے جس سے اناج کی طرح اولاد پیدا ہوتی ہے سو یہ جائز نہین ہے کہ اُس کھیتی کو اولاد پیدا ہونے سے روکا جاوے ہان اگر عورت بیمار ہو اور یقین ہو کہ حمل ہونے سے اُسکی موت کا خطرہ ہوگا ایسا ہی صحت نیت سے کوئی اور مانع ہو تو یہ صورتین مستثنیٰ ہین ورنہ عند الشرع ہرگز جائز نہین کہ اولاد ہونے سے روکا جائے ٭

غرض جبکہ خدا تعالیٰ نے عورت کا نام کھیتی رکھا تو ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسی واسطے اُسکا نام کھیتی رکھا کہ اولاد پیدا ہونے کی جگہ اُسکو قرار دیا اور نکاح کے اغراض مین سے ایک یہ بہی غرض رکہی کہ تا اس نکاح سے خدا کے بندے پیدا ہون جو اُسکو یاد کرین -

دوسری غرض خدا تعالیٰ نے یہ بھی قرار دی ہے کہ تا مرد اپنی بیوی کے ذریعہ اور بیوی اپنے خاوند کے ذریعہ سے بدنظری اور بدعملی سے محفوظ رہے۔ تیسری غرض یہ بھی قرار دی ہے کہ تا باہم اُنس ہو کر تنہائی کے رنج سے محفوظ رہیں۔ یہ سب آیتیں قرآن شریف میں موجود ہیں ہم کہاں تک کتاب کو طول دیتے جائیں ؛

پھر مضمون پڑھنے والے نے بیان کیا کہ خدا نے شیطان کو کیوں بنایا اُسکو سزا کیوں نہ دی؟ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات ہر ایک کو ماننی پڑتی ہے کہ ہر ایک انسان کے لئے دو جاذب موجود ہیں یعنے کھینچنے والے۔ ایک جاذب خیر ہے جو نیکی کی طرف اُسکو کھینچتا ہے دوسرا جاذب شر ہے جو بدی کیطرف کھینچتا ہے جیسا کہ یہ امر مشہود محسوس ہے کہ بسا اوقات انسان کے دل میں بدی کے خیالات پڑتے ہیں اور اُس وقت وہ ایسا بدی کیطرف مایل ہوتا ہے کہ گویا اسکو کوئی بدی کی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور پھر بعض اوقات نیکی کے خیالات اُسکے دل میں پڑتے ہیں اور اس وقت وہ ایسا نیکی کی طرف مایل ہوتا ہے کہ گویا کوئی اسکو نیکی کیطرف کھینچ رہا ہے۔ اور بسا اوقات ایک شخص بدی کر کے پھر نیکی کیطرف مایل ہوتا ہے اور نہایت شرمندہ ہوتا ہے کہ میںنے بُرا کام کیوں کیا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی کو گالیاں دیتا اور مارتا ہے اور پھر نادم ہوتا ہے اور دل میں کہتا ہے کہ یہ کام میںنے بہت ہی بیجا کیا اور اس سے کوئی نیک سلوک کرتا ہے یا معافی چاہتا ہے سو یہ دونوں قسم کی قوتیں ہر ایک انسان میں پائی جاتی ہیں اور شریعت اسلام نے نیکی کی قوت کا نام لمّہ ملک رکھا ہے اور بدی کی قوت کو۔۔۔۔ لمّہ شیطان سے موسوم کیا ہے۔ فلسفی لوگ تو صرف اس حد تک ہی قائل ہیں کہ یہ دونوں قوتیں ہر ایک انسان میں ضرور موجود ہیں مگر خدا جو ورا ء الورا ء اسرار ظاہر کرتا ہے اور عمیق اور پوشیدہ باتوں کی خبر دیتا ہے اس نے ان دونوں قوتوں کو مخلوق قرار دیا ہے جو نیکی کا القاء کرتا ہے اُسکا نام فرشتہ اور روح القدس رکھا ہے اور جو بدی کا القاء کرتا ہے اسکا نام شیطان اور ابلیس قرار دیا ہے مگر قدیم عقلمندوں اور فلاسفروں نے مان لیا ہے +

+ یہ دونوں قسم کی قوتیں ہر ایک انسان میں موجود ہیں۔ خواہ ان کو پاک روحیں کہو یا بد روحیں کہو یا فرشتے اور شیطان نام رکھو [illegible] بہرحال ہم ان دونوں داعیوں کے وجود سے انکار نہیں کرسکتے [illegible] یہ کہ جو [illegible] اسی حالت میں [illegible] نیک کام [illegible] جب نیکی [illegible] اس کو ثواب [illegible] کیونکہ وہ نیکی کی فطرت

کا خاصہ ہوتا لیکن اس حالت میں کہ اُس کی فطرت دو کششوں کے درمیان ہو اور وہ نیکی کی کشش کی اطاعت کرتا ہے اس کو اس عمل کا ثواب ملتا ہے۔ منہ

کہ القاء کا مسئلہ بیہودہ اور لغو نہیں ہے۔ بیشک انسان کے دل میں دو قسم کے القاء ہوتے ہیں نیکی کا القاء اور بدی کا القاء۔ اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں القاء انسان کی پیدائش کا جزو نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ باہم متضاد ہیں اور نیز انسان اُن پر اختیار نہیں رکھتا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں القاء باہر سے آتے ہیں اور انسان کی تکمیل اُن پر موقوف ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ان دونوں قسم کے وجودوں یعنے فرشتہ اور شیطان کو ہندوؤں کی کتابیں بھی مانتی ہیں اور گبر بھی اسکے قائل ہیں۔ بلکہ جس قدر خدا کی طرف سے دنیا میں کتابیں آئی ہیں سب میں ان دونوں وجودوں کا اقرار ہے۔ پھر اعتراض کرنا محض جہالت اور تعصب ہے۔ اور جواب میں اس قدر لکھنا بھی ضروری ہے کہ جو شخص بدی اور شرارت سے باز نہیں آتا وہ خود شیطان بنجاتا ہے جیسا کہ ایک جگہ خدا نے فرمایا ہے کہ انسان بھی شیطان بنجایا کرتے ہیں اور یہ کہ خدا اُن کو کیوں سزا نہیں دیتا اس کا جواب یہی ہے کہ شیطانوں کو سزا دینے کیلئے قرآن شریف میں وعدہ کا دن مقرر ہے پس اُس وعدہ کے دن کا منتظر رہنا چاہیے۔ کئی شیطان خدا کے ہاتھ سے سزا پا چکے اور کئی پائینگے *

پھر مضمون پڑھنیوالے نے یہ اعتراض پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پوتر نہیں تھی یعنے پاک نہیں تھی اور حیلہ اور مکر اور فریب سے عار نہ تھی۔ اور جیوانی خواہشات کی طرف بہت مائل تھے۔ ہم قبل اسکے جو اس بہتان کا جواب دیں اس قدر کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ یہ شخص بدزبانی میں لیکھرام سے بھی کچھ بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے جس نے ہماری جماعت کے معزز آدمیوں کو جو چار سو کے قریب تھے اپنی بدزبانی سے دُکھ دیا۔ یہ درصل تمام آریوں کی شرارت ہے جنہوں نے مکر اور فریب کی راہ سے یہ دعوے کر کے کہ تہذیب سے مضمون سُنائے جائینگے پھر اپنے اقرار کے مخالف ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس شخص کے مُنہ سے وہ گالیاں دلوائیں جن کے تصور سے بدن کانپتا ہے۔ سادہ طبع مسلمان ان منافق آریوں کے دھوکہ میں آکر

اس جلسہ میں حاضر ہوئے اور اس سفر میں ہزار ہا روپیہ کا خرچ اُٹھایا اور پھر ہر ایک نے فی کس چار آنہ کے حساب سے جلسہ میں داخل ہونیکے لیے آریوں کو فیس دی آخر کار ایسی سخت گالیاں سُن کر آئے کہ اگر کوئی وحشی قوم ہوتی تو اس جگہ خون کی ندیاں بہ جاتیں۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی گالی ہوگی؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ناپاک زندگی قرار دیا اور نعوذ باللہ آپ کو مکار اور فریبی اور نفسانی شہوات ..... کیطرف مائل ٹھہرایا۔

اب مذکورہ بالا اعتراض کا جواب یہ ہے کہ پوتر یعنے پاک ہونا یا ناپاک ہونا یہ ایک پوشیدہ امر ہے اور بجز خدا کی گواہی کے کسی کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ پاک ہے کیونکہ کسی انسان کے اندرونی حالات کا بجز خدا کے کسی شخص کو علم نہیں وہ خدا کا ہی علم ہے جو پاک اور پلید میں فرق کرکے دکھلاتا ہے۔ بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں کہ بڑی بڑی لمبی مالا اُن کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور سر سے پاؤں تک بھگوے کپڑے ہوتے ہیں اور کسی تالاب پر آنکھیں بند کرکے بیٹھے رہتے ہیں مگر اول درجہ کے بدمعاش اور خبیث اور چنڈال ہوتے ہیں۔ لیکن خدا کے نبیوں کی زندگی سادہ ہوتی ہے وہ اس نیت سے کوئی کام نہیں کرتے کہ انکو بزرگ سمجھا جائے۔ وہ خاص طور پر کوئی رنگدار کپڑہ نہیں پہنتے کوئی مالا اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتے اور کوئی ایسی خاص وضع نہیں بناتے جس سے یہ مقصود ہو کہ لوگ اُن کو بزرگ سمجھیں اور نہ اُن کو اس بات کی کچھ پروا ہوتی ہے کہ لوگ ان کو خدا رسیدہ خیال کریں۔ بلکہ وہ دُنیا کے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی تصور نہیں کرتے خدا کی محبت اُن کے دلوں پر ایسا کام کرتی ہے کہ اُن کے دل خدا کی عظمت قبول کرنیکے بعد کسی کی پروا نہیں رکھتے۔ سب پر رحم کرتے ہیں مگر اس طور پر کسی کی عظمت نہیں مانتے کہ بعد خدا کے وہ بھی کچھ چیز ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ اپنے تئیں لوگوں پر ظاہر کریں اور اپنی اندرونی پاکیزگی لوگوں کو دکھاویں۔ بلکہ وہ انگشت نما ہونے سے کراہت کرتے ہیں اُنکی فطرت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ شہرت سے ہزار کوس دور بھاگتے ہیں اور گمنام

رہنا چاہتے ہیں مگر وہ خدا جو اِن کے دلوں کو دیکھتا ہے اور اُن کو اس کام کیلیے لایق سمجھتا ہے کہ وہ اپنے گوشوں اور حجروں سے باہر نکلیں اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ کی دعوت کریں وہ جبراً ان کو خلوت سے جلوت کی طرف لے آتا ہے اور زمین پر اپنے قایم مقام بنا کر اُن کے ذریعہ سے دلوں کو سچائی کیطرف کھینچتا ہے اور اُن کیلیے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے اور دُنیا پر اُنکی عظمت ظاہر کرنیکے لیے اُن کی تائید میں وہ قدرت کی نمونے ظاہر کرتا ہے کہ آخر ہر ایک عقلمند کو ماننا پڑتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں اور چونکہ وہ زمین پر خدا کے قایم مقام ہوتے ہیں اسلیے ہر ایک مناسب وقت پر خدا کی صفات اُن سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور کوئی امر اُن سے ایسا ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ خدا کی صفات کے برخلاف ہو۔ بیشک یہ سچ بات ہے کہ جیسا کہ خدا حلیم وکریم ہے ایسا ہی حلم وکرم اُن سے بھی ظاہر ہوتا ہے اور جیسا کہ خدا قہار اور منتقم ہے ایسا ہی جس وقت زمین پاپ اور گنہ سے بھر جاتی ہے تو خدا اُن کے ذریعہ سے ہی زمین والوں کو سزا دیتا ہے اور ہر ایک نرمی اور سختی جو خدا خود بخود کرتا رہتا ہے ان کے ذریعہ سے ہی کرتا ہے کیونکہ وہ زمین پر خدا کے جانشین کی طرح ہوتے ہیں۔ پس اگر ایسے کاموں سے خدا پر اعتراض نہیں ہو سکتا تو اسی طرح ان پر بھی کچھ اعتراض نہیں ہو سکتا۔ *

غرض خدا کے نبیوں اور رسولوں کی نسبت کسی کو جایز نہیں اور نہ کسی کا حق ہے کہ وہ محض اپنی محدود عقل کی رو سے فیصلہ کرے کہ وہ پاک ہیں یا پلید ہیں بلکہ جسکے قرب اور تعلق کے وہ مدعی ہیں اور جس کے فرستادہ وہ اپنے تئیں خیال کرتے ہیں اسی کا یہ حق ہے کہ اگر وہ درحقیقت اسی کی طرف سے ہیں تو اپنی خاص تائیدوں اور خاص فضلوں اور خاص نصرتوں سے دُنیا پر یہ ظاہر کر دے کہ وہ اُسکے برگزیدہ بندے ہیں اور جب خدا کی زبردست نصرتوں اور خوارق العادت نشانوں سے انکا برگزیدہ ہونا ثابت ہو جائے تو پھر سراسر خباثت اور بے ایمانی اور کمینگی ہوگی کہ ادنیٰ ادنیٰ نکتہ چینیوں سے اُنکی عزت اور مرتبہ

* حاشیہ۔ خدا تعالیٰ اپنے خاص اور پیارے لوگوں کو اجنبی لوگوں کی آنکھ سے پوشیدہ رکھنے کیلیے بعض حالات اُن کے اس طور سے ظاہر کرتا ہے کہ وہ ایک متعصب نادان کی نظر میں قابل اعتراض ہوتے ہیں تا غیر ان سے دور رہے۔ منہ

پر حملہ کیا جائے کمینہ آدمی جیسا کہ اپنے اندر کمینگی رکھتا ہے ایسا ہی اس کے اعتراض بھی کمینگی پر مبنی ہوتے ہین اسکو خبر نہین ہوتی کہ کس حالت اور کن تعلقات کے ساتھ کوئی شخص خدا کا برگزیدہ بنجاتا ہے کمینہ طبع آدمی کے ہاتھہ مین صرف بدظنی کے طور پر چند اعتراض ہوتے ہین* مثلاً یہ کہ فلان شخص کیونکر خدا کا نبی ہوسکتا ہے کیونکہ وہ ایک سے زیادہ بیویان رکھتا ہے* مگر وہ نادان نہین جانتا کہ اس مین کیا حرج ہے بلکہ کثرت ازدواج کثرت اولاد کا موجب ہے جو ایک برکت ہے - اگر ایک عورت کا سو خاوند ہو تو اس کو سو لڑکا پیدا نہین ہوسکتا لیکن اگر سو عورت کا ایک خاوند ہو تو سو لڑکا پیدا ہونا کچھہ بعید نہین ہے پس جس طریق سے انسان کی نسل پھیلتی ہے اور خدا کے بندون کی تعداد بڑہتی ہے اس طریق کو کیون برا کہا جاوے؟ اگر کہو کہ یہ اعتدال کے برخلاف ہے تو یہ خیال باطل ہے کیونکہ جبکہ خدا نے ایک کو مرد بنایا اور زیادہ بچہ پیدا کرانیکا اسمین مادہ رکھا اور عورت کی نسبت اسکو بہت زبردست قوتین دین تو اس صورت مین اعتدال کو تو خدا نے اپنے ہاتھہ سے توڑ دیا جن کو خدا نے برابر نہین کیا وہ کیونکر برابر ہو جائین اُن کو برابر سمجھنا صریح حماقت ہے - ماسوا اس کے ہم پہلے بھی لکھہ چکے ہین کہ تعداد ازدواج مین کسی عورت پر ظلم نہین مثلاً اگر کسی شخص کی پہلی بیوی موجود ہے تو اب دوسری عورت جو اس سے شادی کرنا چاہتی ہے وہ کیون ایسے شخص سے شادی کرتی ہے جو پہلے ہی ایک بیوی رکہتا ہے ظاہر ہے کہ وہ تو تبھی شادی کریگی کہ جب تعدد ازدواج پر راضی ہو جائیگی - پھر جب میان بیوی راضی ہوگئے تو پھر دوسرے کو اعتراض کا حق نہین پہنچتا - جب حق دار نے اپنا حق چھوڑ دیا تو پھر دوسرے کا اعتراض محض جھک مارنا ہے اور اگر یہ پہلی بیوی ہے تو وہ خوب جانتی ہے کہ اسلام مین دوسری

*حاشیہ - جیسا کہ عرب کے کفار کا ایک یہ اعتراض خدا تعالی نے قرآن شریف مین لکھا ہے - کہ - یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق یعنے یہ تو کھانا کہاتا ہے اور بازارون مین پہرتا ہے اُن کے نزدیک روٹی کہانا یا عمدہ کہانا استعمال کرنا شان نبوت کے برخلاف تہا اور نیز یہ اعتراض تہا کہ نبی گوشہ گزین ہونا چاہیئے نہ یہ کہ بازارون مین پہرے - منہ

بیوی کر سکتے ہین تو وہ کیون نکاح کے وقت مین یہ شرط نہین کرا لیتی کہ اسکا خاوند دوسری
بیوی نہ کرے اس صورت مین وہ بہی اپنی خاموشی سے اپنا حق چہوڑتی ہے اور یہ بہی یاد رہے
کہ کثرت ازدواج خدا کی تعلق کی کچہہ حارج نہین اگر کسی کی دس ہزار بیوی بہی ہو تو اگر اُسکا خدا سے
پاک اور مستحکم تعلق ہے تو دس ہزار بیوی سے اُسکا کچہہ بہی حرج نہین بلکہ اس سے اُسکا کمال ثابت
ہوتا ہے کہ ان تمام تعلقات کے ساتہہ وہ ایسا ہے کہ گویا اُسکو کسی کے ساتہہ بہی تعلق نہین
اگر ایک گہوڑا بوجہہ کی حالت مین کچہہ چل نہین سکتا مگر بغیر سواری اور بوجہہ خوب چال نکالتا ہے
تو وہ گہوڑا کس کام کا ہے پس اسی طرح بہادر وہی لوگ ہین جو تعلقات کیساتہہ ایسے ہین کہ گویا
بے تعلق ہین۔ پاک آدمیون کی شہوات کو ناپاکون کی شہوات پر قیاس نہین کرنا چاہیے کیونکہ
ناپاک لوگ شہوات کے اسیر ہوتے ہین مگر پاکون مین خدا اپنی حکمت اور مصلحت سے آپ شہوات
پیدا کر دیتا ہے اور صرف صورت کا اشتراک ہے جیسا کہ مثلاً قیدی بہی جیلخانہ مین رہتے ہین اور
داروغہ جیل بہی مگر دونون کی حالت مین فرق ہے۔ دراصل ایک انسان کا خدا سے کامل
تعلق تبہی ثابت ہوتا ہے کہ بظاہر بہت سے تعلقات مین وہ گرفتار ہو۔ بیویان ہون اولاد ہو
تجارت ہو زراعت ہو اور کئی قسم کے اُس پر بوجہہ پڑے ہوئے ہون اور پہر وہ ایسا ہو کہ گویا
خدا کے سوا کسی کے ساتہہ بہی اُسکا تعلق نہین یہی کامل انسانون کے علامات ہین۔ اگر
ایک شخص ایک بن مین بیٹہا ہے نہ اُسکی کوئی جورو ہے نہ اولاد ہے نہ دوست ہین اور نہ
کوئی بوجہہ کسی قسم کے تعلق کا اُسکے دامنگیر ہے تو ہم کیونکر سمجہہ سکتے ہین کہ اُس نے تمام اہل
وعیال اور ملکیت اور مال پر خدا کو مقدم کر لیا ہے اور بے امتحان ہم اُسکے کیونکر قایل ہو سکتے
ہین۔ اگر ہمارے سید و مولے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیویان نہ کرتے تو ہمین کیونکر سمجہہ
آسکتا کہ خدا کی راہ مین جان فشانی کے موقعہ پر آپ ایسے بے تعلق تہے کہ گویا آپ کی
کوئی بہی بیوی نہین تہی مگر آپ نے بہت سی بیویان اپنے نکاح مین لاکر صدہا امتحانون کے موقعہ
پر یہ ثابت کر دیا کہ آپ کو جسمانی لذات سے کچہہ بہی غرض نہین اور آپ کی ایسی مجردانہ زندگی ہے

کہ کوئی چیز آپ کو خدا سے روک نہیں سکتی تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور سب کے سب فوت ہو گئے تھے اور آپ نے ہر ایک لڑکے کی وفات کے وقت یہی کہا کہ مجھے اس سے کچھ تعلق نہیں میں خدا کا ہوں اور خدا کی طرف جاؤں گا۔ ہر ایک دفعہ اولاد کے مرنے میں جو لخت جگر ہوتے ہیں یہی مونہہ سے نکلتا تھا کہ اے خدا ہر ایک چیز پر میں تجھے مقدم رکھتا ہوں مجھے اس اولاد سے کچھ تعلق نہیں کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ بالکل دنیا کی خواہشوں اور شہوات سے بے تعلق تھے اور خدا کی راہ میں ہر ایک وقت اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک جنگ کے موقعہ پر آپ کی انگلی پر تلوار لگی اور خون جاری ہو گیا تب آپ نے اپنی انگلی کو مخاطب کر کر کہا کہ اے انگلی تو کیا چیز ہے صرف ایک انگلی ہے جو خدا کی راہ میں زخمی ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے گھر میں گئے اور دیکھا کہ گھر میں کچھ اسباب نہیں اور آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور چٹائی کے نشان پیٹھ پر لگے ہیں تب عمرؓ کو یہ حال دیکھ کر رونا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تو کیوں روتا ہے۔ حضرت عمر نے عرض کی کہ آپ کی تکالیف کو دیکھ کر مجھے رونا آ گیا۔ قیصر اور کسریٰ جو کافر ہیں آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ ان تکالیف میں بسر کرتے ہیں۔ تب آنجناب نے فرمایا کہ مجھے اس دنیا سے کیا کام میری مثال اس سوار کی ہے کہ جو شدت گرمی کے وقت ایک اونٹنی پر جا رہا ہے اور جب دوپہر کی شدت نے اسکو سخت تکلیف دی تو وہ اسی سواری کی حالت میں دم لینے کے لیے ایک درخت کے سایہ کے نیچے ٹھہر گیا اور پھر چند منٹ کے بعد اسی گرمی میں اپنی راہ لی۔ اور آپ کی بیویاں بھی بجز حضرت عائشہ کے سب سن رسیدہ تھیں بعض کی عمر ساٹھ برس تک پہنچ چکی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکا تعدد ازدواج سے یہی اہم اور مقدم مقصود تھا کہ عورتوں میں مقاصد دین شایع کئے جائیں اور اپنی صحبت میں رکھ کر علم دین انکو سکھایا جائے تا وہ دوسری عورتوں کو اپنے نمونہ اور تعلیم سے ہدایت دے سکیں۔ یہ آپ ہی کی سنت مسلمانوں

ہیں اب تک جاری ہے کہ کسی عزیز کی موت کے وقت کہا جاتا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یعنی ہم خدا کے ہیں اور خدا کا مال ہیں اور اُسی کیطرف ہمارا رجوع ہے سب سے پہلے یہ صدق و وفا کے کلمے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے نکلے تھے پھر دوسروں کے لیے اِس نمونہ پر چلنے کا حکم ہو گیا۔ اگر آنجناب بیویاں نہ کرتے اور لڑکے پیدا نہ ہوتے تو ہمیں کیونکر معلوم ہوتا کہ آپ خدا کی راہ میں اس قدر فدا شدہ ہیں کہ اولاد کو خدا کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہیں سمجھتے *

اب تم مقابلہ کرو کہ ایک طرف تو وہ آریہ ہیں کہ جو اولاد حاصل کرنیکے لالچ سے اپنی بیویوں سے نیوگ کراتے ہیں جو سراسر حرامکاری ہے اور ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ہر ایک فرزند عزیز کے مرنے پر یہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی سے تعلق نہیں مجھے خدا تعالیٰ سے تعلق ہے۔ پس یہ پوشیدہ تعلق بجز ان امتحانوں کے کیونکر ثابت ہو سکتا تھا؟ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ یعنے اے نبی لوگوں کو کہدے کہ میں صرف خدا کا پرستار ہوں دوسری کسی چیز سے میرا تعلق نہیں اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا صرف اُس خدا کے لیے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ دیکھو اس آیت میں کیسی ماسوی اللہ سے بے تعلقی ظاہر کی گئی ہے ؎ چناں زندگی کن کہ با صد عیال ٭ نداری بدل غیر آں ذو الجلال *

افسوس! ہمارے مخالفوں کو انہیں باتوں نے ہلاک کیا ہے کہ وہ خوبیوں پر نظر نہیں ڈالتے اور ہر ایک امر جو اُن کو اپنی نادانی سے سمجھ نہیں آتا اسکو اعتراض کی صورت میں پیش کرتے ہیں وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ انسان کن اعمال سے خدا کا پیارا بنجاتا ہے کیا خدا تک پہنچنے کیلئے یہی راہ ہے کہ کوئی شخص بیوی نہ کرے اگر یہی بات ہے تو یہ نسخہ بہت سہل ہے اور اس سے لازم آتا ہے کہ جن کو بیوی میسر نہیں آتی یا ان امور پر قادر نہیں ہو سکتے وہ سب خدا کے ولی اور دوست سمجھے جائیں نہیں بلکہ وہ ہاہت دور ہے

اور وہ مقام اُنہین کو میسّر آتا ہے جو خدا کی راہ مین کہوئے جاتے ہین اور صدق اور وفا کے مرحلہ کو اس منزل تک طے کر لیتے ہین جو سچ مچ اور درحقیقت خدا کیلیے اپنے وجود سے مرہی جاتے ہین اُن کو خدا سے کوئی چیز نہین روکتی نہ وہ بیویان جو اُنکی پیاری اور عزیز ہوتی ہین اور نہ وہ اولاد جو اُنکے جگر گوشہ کہلاتے ہین عجیب قسم کے یہ پاک دل لوگ ہین جو باوجود ہزارہا تعلقات کے پھر بہی کسی سے تعلق نہین رکہتے۔ وہ ایسی ماسوائے اللہ سے بے تعلق ہوتے ہین کہ اگر اُنکی ہزارہا بیوی ہو اور ہزار لڑکا ہو پھر بہی ہم قسم کہا کر کہہ سکتے ہین کہ اُنکی ایک بہی بیوی نہین اور نہ اُنکا کوئی لڑکا ہے اُنکو یہ اندھی دُنیا نہین جانتی کہ وہ کس مقام پر ہین اور کون انکو جانتا ہے مگر وہی جس نے ان کو یہ پاک فطرت عطا کی ہے یا وہ جنکو اسکی طرف سے آنکہین دی جائین۔ دُنیا مین کروڑہا ایسے پاک فطرت گذرے ہین اور آگے بہی ہونگے لیکن ہمنے سب سے بہتر اور سب سے اعلےٰ اور سب سے خوب تر اس مرد خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی یٰایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ اُن قومون کے بزرگون کا ذکر تو جانے دو جن کا حال قرآن شریف مین تفصیل سے بیان نہین کیا گیا صرف ہم اُن نبیون کی نسبت اپنی رائے ظاہر کرتے ہین جن کا ذکر قرآن شریف مین ہے جیسے حضرت موسےٰ حضرت داؤد حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور دوسرے انبیاء السوہم خدا کی قسم کہا کر کہتے ہین کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا مین نہ آتے اور قرآن شریف نازل نہ ہوتا اور وہ برکات ہم بچشم خود نہ دیکہتے جو ہمنے دیکھ لیے تو ان تمام گذشتہ انبیاء کا صدق ہم پر مشتبہ رہ جاتا کیونکہ صرف قصّون سے کوئی حقیقت حاصل نہین ہو سکتی اور ممکن ہے کہ وہ قصّے صحیح نہ ہون اور ممکن ہے کہ وہ تمام معجزات جو اُنکی طرف منسوب کیے گئے ہین وہ سب مبالغات ہون کیونکہ اب ان کا نام و نشان نہین بلکہ ان گذشتہ کتابون سے تو خدا کا پتہ بہی نہین لگتا اور یقیناً سمجھ نہین سکتے کہ خدا بہی انسان سے

ہمکلام ہوتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے یہ سب قصے حقیقت کے رنگ مین آ گئے۔ اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتا ہے اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہین اور کس طرح دعائین قبول ہو جاتی ہین اور یہ سب کچھ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا اور جو کچھہ قصون کے طور پر غیر قومین بیان کرتی ہین وہ سب کچھہ ہمنے دیکھہ لیا۔ پس ہمنے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے سے

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا — کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی
اوسے خدا تو نہین کہسکون پہ کہتا ہون — کہ اسکی مرتبہ دانی مین ہر خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کرین جس نے ایسے نبی کی پیروی ہمین نصیب کی جو سعیدون کی ارواح کیلئے آفتاب ہے جیسے اجسام کیلئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جبتک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اُسکا نور ہر ایک زمانہ مین موجود ہے اور اسکی سچی پیروی انسان کو یون پاک کرتی ہے کہ جیسا ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑے کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا۔ اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اُسکے لئے کہولا نہ گیا لیکن افسوس کہ اکثر انسانون کی یہی عادت ہو کہ وہ سفلی زندگی کو پسند کر لیتے ہین اور نہین چاہتے کہ نور ان اندر داخل ہو۔ ایسا ہی اس سفلہ پن کی عادت نے بعض آریون کو کہا لیا ہے جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائیون مین مکر اور فریب سے کام لیا مگر وہ اپنے تعصب کی وجہ سے نہین جانتے کہ جب دشمن لڑائی کے وقت مین مکر اور فریب استعمال مین لاتا ہے تو مکر کے ساتھہ ہی اُسکا جواب دینا کیون حرام ہے مکر اور فریب بجائے خود کوئی بُری چیز نہین ہو بلکہ اسکی بد استعمالی بُری ہے جو امر صحت نیت سے سچائی کی مدد مین اور مظلومون کی امداد کی غرض

سے کیا جاتا ہے وہ گناہ مین داخل نہین ہے۔ خدا شریر مکار کو مکر کے ذریعہ سے ہی سزا دیتا ہے اور خدا ہمیشہ راستباز آدمی کا حامی ہوتا ہے اور خبیث اور چنڈال آدمی کو آخر کو وہ پکڑتا ہے اسی طرح وہ اپنے پاک نبیون کی مدد کرتا آیا ہے۔ چنانچہ آریون کو بھی اُس نے اپنی اس مدد کے نمونے دکھائے ہین اور ہیبت ناک نشانون کے ساتھ اُن کو دکھلا دیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کا دشمن ہے۔ منجملہ اُن نشانون کے لیکھرام کی موت بھی ایک بڑا نمونہ ہے۔ یہ شخص محض ایک نادان تھا جس نے خواہ نخواہ خدا کے پاک نبی کو گالیان دینا اپنا شیوہ اختیار کر لیا تھا مینے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا اور مجھ سے اُس نے نشان مانگا تب خدا نے اُسکے چھہ سال کے اندر قتل کیے جانے کا اسکو بطور پیشگوئی نشان دیا۔ اُس نے میرے ساتھ مباہلہ بھی کیا اور اپنی کتاب خبط احمدیہ مین وہنت پیس پیس کر یہ دعا مانگی کہ ایک طرف یہ شخص ہے جو قرآن کو خدا کا کلام جانتا ہے اور ایک طرف مین ہون جو وید کو سچا جانتا ہون اور قرآن کا مکذّب ہون۔ پس اے ایشور ہم دو نون مین سچا فیصلہ کر یعنے وہ جو جھوٹا ہے اُسکو جھوٹ کی سزا دے۔ پس خدائے عادل نے یہ فیصلہ کیا کہ اُسکو میری زندگی مین ہی بُری طرح ہلاک کر دیا۔ مگر اس فیصلہ سے آریہ قوم نے کچھہ بھی فایدہ نہین اُٹھایا حالانکہ جھوٹ اور سچ کے پرکھنے کیلیئے یہی نشان کافی تھا اگر آریہ مذہب سچا تھا تو یہ کیا بلا نازل ہوئی جو خدا نے جھوٹے کے حق مین فیصلہ کر دیا اس جگہ صرف پیشگوئی نہین تھی بلکہ باہمی مباہلہ بھی تھا اور پانچ برس سے لوگون کی آنکھین اس طرف لگی ہوئی تھین کہ کس کے حق مین فیصلہ ہوتا ہے آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کے مبارک دن مین قریبًا دن کے ۴ بجے کے وقت خدا نے یہ فیصلہ سنا دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لیئے یہ خدا کی گواہی ہے۔ وہ دل لعنتی ہے جو خدا کی گواہی سے بھی تسلی نہین پکڑتا +

اب ہم مضمون پڑھنے والیکے تمام اعتراضات کا جواب دے چکے ہین اور ثابت کر چکے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف پر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا ہان وید پر ایسے

اعتراضات وارد ہوتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ موجودہ وید گمراہ کرنیوالی کتاب ہے اور جن لوگوں نے بنام نہاد الہام کے ایسی کتاب آریہ ورت کو دی ہے وہ لوگ ہرگز منجانب اللہ نہیں ہو سکتے۔ بعد اسکے ہم اور چند مقاصد لکھیں گے چنانچہ منجملہ اُن کے ایک مقصد مندرجہ ذیل ہے

اِلہامی کتابوں کی غرض اصلی کے بیان میں

اور یہ کہ

سب سے اکمل قرآن شریف ہے

یہ تو ظاہر ہے کہ ہر ایک چیز کی بڑی خوبی یہی سمجھی جائیگی کہ جس غرض کے پورا کرنیکے لیئے وہ وضع کی گئی ہے اُس غرض کو بوجہ احسن پوری کر سکے مثلاً اگر کسی بیل کو قلبہ رانی کیلیے خرید اگیا ہے تو اُس بیل کی یہی خوبی دیکھی جائیگی کہ وہ بیل قلبہ رانی کے کام کو بوجہ احسن ادا کر سکے اسی طرح ظاہر ہے کہ اصلی غرض آسمانی کتاب کی یہی ہونی چاہیے کہ اپنی پیروی کرنیوالے کو اپنی تعلیم اور تاثیر اور قوت اصلاح اور اپنی روحانی خاصیت سے ہر ایک گناہ اور گندی زندگی سے چھوڑا کر ایک پاک زندگی عطا فرماوے اور پھر پاک کرنیکے بعد خدا کی شناخت کے لیے ایک کامل بصیرت عطا کرے اور اُس ذات بے مثل کے ساتھ جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے محبت اور عشق کا تعلق بخشے کیونکہ درحقیقت یہی محبت نجات کی جڑھ ہے اور یہی وہ بہشت ہے جسمیں داخل ہونیکے بعد تمام کوفت اور تلخی اور رنج و عذاب دور ہو جاتا ہے اور بلاشبہ زندہ اور کامل کتاب الہامی وہی ہے جو طالب خدا کو اِس مقصود تک پہنچاوے اور اُس کو سفلی زندگی سے نجات دیکر اس محبوب حقیقی سے ملاوے جس کا وصال عین نجات ہے اور تمام شکوک و شبہات سے مخلصی بخش کر ایسی کامل معرفت اُسکو عطا کرے کہ گویا وہ اپنے خدا کو

دیکھ لے اور خدا کے ساتھ ایسے مستحکم تعلقات اُسکو بخش دے کہ وہ خدا کا وفادار بندہ بنجائے اور خدا اُس پر ایسا لطف و احسان کرے کہ اپنی انواع اقسام کی نصرت اور مدد اور رحمت سے اُسمین اور اُسکے غیر مین فرق کر کے دکھلائے اور اپنی معرفت کے دروازے اُس پر کھول دے اور اگر کوئی کتاب اپنے اس فرض کو ادا نہ کرے جو اُسکا اصلی فرض ہے اور دوسرے بیہودہ دعووں سے اپنی خوبی ثابت کرنی چاہے تو اسکی یہی مثال ہے کہ ایک شخص مثلاً طبیب حاذق ہونیکا دعویٰ کرے اور جب کوئی بیمار اُسکے سامنے پیش کیا جائے کہ اسکو اچھا کر کے دکھلاؤ تو وہ یہ جواب دے کہ مین اسکو اچھا تو نہین کر سکتا لیکن مین کشتی کرنا خوب جانتا ہون یا یہ کہے کہ علم ہیئت اور فلسفہ مین مجھے بہت دخل ہے ظاہر ہے کہ ایسا آدمی مسخرہ کہلائے گا اور عقلمندون کے نزدیک قابل سرزنش ہوگا خدا کی کتاب اور خدا کے رسول جو دنیا مین آتے ہین بڑی غرض انکی یہی ہوتی ہے جو دنیا کو پاپ اور گناہ کی زندگی سے چھوڑا دین اور خدا سے پاک تعلقات قایم کرین انکی یہ غرض تو نہین ہوتی کہ دنیا کے علوم انکو سکھاوین اور دنیا کی ایجادون سے انکو آگاہ کرین +

غرض ایک عقلمند اور منصف مزاج آدمی کے نزدیک اس بات کا سمجھنا کچھ بہ مشکل نہین ہے کہ خدا کی کتاب کا فرض یہی ہے کہ وہ خدا کو ملا دے اور خدا کی ہستی کے بارہ مین یقین کے درجہ تک پہنچا دے اور خدا کی عظمت اور ہیبت دل مین بٹھا کر گناہ کے ارتکاب سے روکدے ورنہ ہم ایسی کتاب کو کیا کرین جو نہ دل کا گند دور کر سکتی ہے اور نہ ایسی پاک اور کامل معرفت بخش سکتی ہے جو گناہ سے نفرت کرنیکا موجب ہو سکے یاد رہے کہ گناہ کی رغبت کا جذام نہایت خطرناک جذام ہے اور یہ جذام کسیطرح دور ہی نہین ہو سکتا جبتک کہ خدا کی زندہ معرفت کی تجلیات اور اُسکی ہیبت اور عظمت اور قدرت کے نشان بارش کی طرح وارد نہ ہوں اور جبتک کہ انسان خدا کو اُسکی مہیب طاقتوں کے ساتھ ایسا نزدیک نہ دیکھے جیسے وہ بکری کہ جب شیر کو دیکھتی ہے کہ صرف وہ اُس سے دو قدم کے فاصلہ پر ہے انسان کو بہ ضرورت ہو

کہ وہ گناہ کے مہلک جذبات سے پاک ہو اور اس قدر خدا کی عظمت اُس کے دل میں بیٹھ جائے کہ وہ بے اختیار کرنیوالی نفسانی شہوات کی خواہش کو جو بجلی کی طرح اُس پر گرتی اور اُس کے تقوے کے سرمایہ کو ایکدم میں جلا دیتی ہے وہ دور ہو جاوے مگر کیا وہ ناپاک جذبات کہ جو مرگی کیطرح بار بار پڑتے ہیں اور پرہیزگاری کے ہوش وحواس کو کھو دیتے ہیں وہ صرف اپنے ہی خود تراشیدہ پرمیشر کے تصور سے دور ہو سکتے ہیں یا صرف اپنی ہی تجویز کردہ خیالات سے دب سکتے ہیں اور یا کسی ایسے کفارہ سے رُک سکتے ہیں جسکا دُکھ اپنے نفس کو چھوا بھی نہیں؟ ہرگز نہیں یہ بات معمولی نہیں بلکہ سب باتوں سے بڑھکر عقلمند کے نزدیک غور کرنیکے لایق یہی بات ہے کہ وہ تباہی جو اس بیباکی اور بے تعلقی کی وجہ سے پیش آنے والی ہے جسکی اصلی جڑھ گناہ اور معصیت ہے اُس سے کیونکر محفوظ رہتے تو ظاہر ہے کہ انسان یقینی لذات کو محض ظنی خیالات سے چھوڑ نہیں سکتا۔ ہاں ایک یقین دوسرے یقینی امر سے دست بردار کرا سکتا ہے مثلاً ایک بن کے متعلق ایک یقین ہے کہ اس جگہ سے کئی ہرن ہم بآسانی پکڑ سکتے ہیں اور ہم اس یقین کی تحریک پر قدم اٹھانے کیلئے مستعد ہیں مگر جب یہ دوسرا یقین ہو جائیگا کہ وہاں پچاس شیر ببر بھی موجود ہیں اور ہزارہا خونخوار اژدہا بھی ہیں جو منہ کھولے بیٹھے ہیں تب ہم اس ارادہ سے دستکش ہو جائینگے اسی طرح بغیر اس درجہ یقین کے گناہ بھی دور نہیں ہو سکتا۔ لوہا لوہے سے ہی ٹوٹتا ہے ✦ خدا کی عظمت اور ہیبت کا وہ یقین چاہیئے جو غفلت کے پردوں کو پاش پاش کر دے اور بدن پر ایک لرزہ ڈال دے اور موت کو قریب کر کے دکھلا دے اور ایسا خوف دل پر غالب کرے جس سے تمام تار و پود نفس امّارہ کے ٹوٹ جائیں اور انسان ایک غیبی ہاتھ سے خدا کی طرف کھینچا جائے اور اس کا دل اس یقین سے بھر جائے کہ درحقیقت خدا موجود ہے جو بیباک مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ پس ایک حقیقی پاکیزگی کا طالب ایسی کتاب کو کیا کرے جسکے ذریعہ سے یہ ضرورت رفع نہ ہو سکے؟

اِسلیے مین ہر ایک پر یہ بات ظاہر کرتا ہون کہ وہ کتاب جوان ضرورتون کو پورا کرتی ہے وہ قرآن شریف ہی ہے اُسکے ذریعہ سے خدا کی طرف انسان کو ایک کشش پیدا ہو جاتی ہے اور دُنیا کی محبت سرد ہو جاتی ہے اور وہ خدا جو نہایت نہان در نہان ہے اُسکی پیروی سے آخر کار اپنے تئین ظاہر کرتا ہے اور وہ قادر جسکی قدرتون کو غیر قومین نہین جانتین قرآن کی پیروی کرنیوالے انسان کو خدا خود دکہا دیتا ہے اور عالم ملکوت کا اُسکو سیر کراتا ہے اور اپنے انا الموجود ہونے کی آواز سے آپ اپنی ہستی کی اُسکو خبر دیتا ہے مگر وید مین یہ ہنر نہین ہے ہرگز نہین ہے اور وید اُس بوسیدہ گھٹڑی کی مانند ہے جس کا مالک مر جائے اور یا جسکی نسبت پتہ نہ لگے کہ یہ کیسکی گٹھڑی ہے جس پرمیشر کی طرف وید بلاتا ہے اُس کا زندہ ہونا ثابت نہین ہوتا۔ بلکہ وید اس بات پر کوئی دلیل قایم نہین کرتا کہ اسکا پرمیشر موجود بھی ہے اور وید کی گمراہ کنندہ تعلیم نے اس بات مین بھی رخنہ ڈال دیا ہے کہ مصنوعات سے صانع کا پتہ لگایا جاوے کیونکہ اسکی تعلیم کی رو سے ارواح اور پرماٹو یعنے ذرات سب قدیم اور غیر مخلوق ہین پس غیر مخلوق کے ذریعہ سے صانع کا کیونکر پتہ لگے ایسا ہی وید کلام الٰہی کا دروازہ بند کرتا ہے اور خدا کے تازہ نشانون کا منکر ہے اور وید کی رو سے پرمیشر اپنے خاص بندون کی تائید کے لئے کوئی ایسا نشان ظاہر نہین کرسکتا کہ جو معمولی انسانون کے علم اور تجربہ سے بڑھکر ہو پس اگر وید کی نسبت بہت ہی حسن ظن کیا جائے تو اس قدر کہین گے کہ وہ صرف معمولی سمجھ کے انسانون کی طرح خدا کے وجود کا اقرار کرتا ہے اور خدا کی ہستی پر کوئی یقینی دلیل پیش نہین کرتا۔ غرض وید وہ معرفت عطا نہین کرسکتا جو تازہ طور پر خدا کی طرف سے آتی ہے اور انسان کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پُہنچا دیتی ہے مگر ہمارا مشاہدہ اور تجربہ اور اُن سبکا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہین اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف اپنی روحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیرو کو اپنی طرف کہینچتا ہے اور اُس کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکہلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہین سکتے جو

ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے اور دعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے اور ہر ایک جو اُس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اُس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اُس بندہ کے ساتھ ہے جو اُسکے کلام کی پیروی کرتا ہے جیسا کہ اُس نے لیکھرام پر ظاہر کیا اور اُسکی موت ایسی حالت میں ہوئی کہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ خدا نے اسکی موت سے اسلام کے سچائی پر مُہر لگا دی۔ غرض اِس طرح پر خدا اپنے زندہ تصرفات سے قرآن شریف کی پیروی کرنیوالے کو کھینچتا کھینچتا قرب کے بلند مینار تک پہنچا دیتا ہے جو لوگ ہمیں وید کی طرف بلاتے ہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ جیسا کہ اندھا سوجاکھے کو کہے کہ میرے پیچھے چل وہ دائمی راحت اور سرور جس کا فطرتاً انسان طالب ہے اور جس کے بغیر وہ جہنمی زندگی میں مبتلا ہے وہ کیونکر انسان کو حاصل ہو سکتا ہے جبتک اُسکو اپنے ذاتی مشاہدہ سے یہ بھی خبر نہیں کہ خدا موجود بھی ہے اور کیونکر ایسی کتابوں سے جو محض قصوں کے رنگ میں ہیں وہ شیرین پھل مل سکتا ہے جو حقیقی معرفت کے نام سے موسوم ہے

اور یہ بھی ایک یقینی اور واقعی بات ہے کہ خدا کی راہ میں کوشش کرنیکے لیئے امید کا پایا جانا بھی ضروری ہے جو شخص ایک بند کوٹھے میں یہ خیال کر کے کہ اسمیں اسکا ایک عزیز ضرور مخفی ہے آواز دیتا ہے اور آواز پر آواز مارتا ہے کہ اے عزیز میں حاضر ہوں تو باہر نکل! اور مجھ سے ملاقات کر اور اُسکو کوئی جواب نہیں ملتا تب وہ خیال کرتا ہے کہ شاید وہ سوتا ہے اور اُس کے دروازہ پر صبر کر کے بیٹھتا ہے یہاں تک کہ جو سونے کا وقت اندازہ کیا جاتا ہے وہ بھی گذر جاتا ہے بلکہ اس کوٹھے میں اِس بات کے کچھ بھی آثار ظاہر نہیں ہوتے کہ اسمیں کوئی زندہ موجود ہے تب اُس شخص کی امید آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے اور جب اندازہ اور تخمینہ سے وقت گذر جاتا ہے تب امید بکلی منقطع ہو جاتی ہے اور پھر وہ شخص اس دروازہ پر بیٹھنا لاحاصل جانتا ہے

اِسی طرح جب انسان خدا کی طرف قدم اُٹھاتا ہے اور ایک عمر گذارنے کے بعد بھی اُس طرف سے کوئی آواز نہیں آتی اور زندہ خدا کے کوئی آثار اس پر ظاہر نہیں ہوتے تب اُسکی تمام امیدیں پاش پاش ہو جاتی ہیں اور بجائے اسکے کہ وہ ترقی کرے تنزل کیطرف جھکتا ہے یہانتک کہ ایک دن دہریوں کے رنگ میں ہو جاتا ہے اِس سے ثابت ہے کہ مبارک وہی کتاب ہے کہ جو اپنے تازہ نشانوں سے امید کو دن بدن بڑہاتی ہے اور خدا کے ملنے کے آثار ظاہر کرتی ہے۔ انسان کی تمام کوششیں امید پر مبنی ہیں جس زمین کی نسبت یہ امید ہی نہیں کہ اس سے پانی نکلیگا اُسکے کہودنے کیلیے انسان اپنا وقت ضایع نہیں کر سکتا۔ اگر تہوڑی کوشش کا نتیجہ انسان دیکھ لے تو بہت بھی کر سکتا ہے لیکن اگر کچھ بھی نتیجہ ظاہر نہ ہو تو رفتہ رفتہ ایمانی مدد منقطع ہو جاتی ہے آخر خدا کو چھوڑ کر دُنیا کی طرف جھک جاتا ہے ٭

دُنیا کے علوم میں انسان خواہ کتنی ہی ترقی کرے اور خواہ کیسا ہی وہ طبعی اور ہیئت کا ماہر بنجائے اور خواہ دُنیا کے تکمیل اسباب اور ایجادوں میں کتنی ہی فوقیت حاصل کرے مگر پہر بھی یہ سفلی کمالات اُسکو خدا تک نہیں پہنچا سکتے بلکہ اور بھی دل سخت کر دیتے ہیں اور ایک ناحق کی مشیخت اور تکبر کا موجب ہو جاتے ہیں۔ تمام راستبازوں کے تجربہ سے یہ فیصلہ شدہ بات ہے کہ خدا کو بجز خدا کی ہی تجلی اور توجہ کے پا نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی ایسی الہامی کتاب ہے کہ اپنی زندہ طاقت سے ہماری لیے کوئی دروازہ نہیں کہولتی اور صرف ہمارے ہی دماغی خیالات کے ہمیں حوالہ کرتی ہے تو اس کا ہم پر کیا احسان ہے اور کونسی نئی معرفت ہمکو عطا کرتی ہے کیا اس قدر معرفت ہم خود حاصل نہیں کر سکتے وہ کیسا پرمیشر ہے جو خود آریوں کے ہی دماغی خیالات کا ایک نتیجہ ہے اور اُس نے اپنے وجود کو اُن پر ظاہر نہیں کیا بلکہ وہ اُسکو خود ظاہر کر رہے ہیں ایسا پرمیشر تو ایک چوہے کے وجود سے بھی گرا ہوا ہے۔ چوہا بھی رات کے وقت اپنے پہرنے چلنے اور اپنی تیز حرکت یا کسی چیز کو کاٹنے سے خبر دیدیتا ہے

کہ میں موجود ہوں مگر وید کا پرمیشر تو اس قدر بھی خبر نہیں دے سکتا کچھ معلوم نہیں کہ اب وہ اس زمانہ میں زندہ بھی ہے یا نہیں۔ پس ایسے پرمیشر کو قبول کرنا جائے عار ہے جس سے اپنی ہستی کی خبر دینے میں ایک چوہا بھی سبقت لیجاتا ہے اور عقل سلیم ایسے خدا کی طرف رہنمائی نہیں کر سکتی۔ جو اپنا وجود آپ ظاہر نہیں کر سکتا۔

اسلام میں معمولی مذاہب سے زیادہ کیا بات ہے؟

اگرچہ یہ زمانہ مذہبی جنگوں کا زمانہ ہے اور ہر ایک شخص خواہ تہذیب سے اور خواہ غیر تہذیب سے یہی کوشش کر رہا ہے کہ اپنے مذہب کی حقانیت دوسروں پر ظاہر کرے لیکن یہ عجیب خدا کی قدرت ہے کہ باوجودیکہ ہمارے اس زمانہ میں ہزارہا مذاہب پھیل رہے ہیں مگر بجز اسلام کے ہر ایک مذہب صرف اپنی خشک منطق سے خدا کو ثابت کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کہ خدا اس مذہب کے پیرووں پر اپنا چہرہ آپ ظاہر کرے۔ پس دوسرے مذاہب گویا اپنے خدا پر احسان کر رہے ہیں کہ اُسکے گم گشتہ وجود کا محض اپنے زور بازو سے پتہ لگانا چاہتے ہیں مگر طالب حق ایسے پرمیشر یا خدا سے تسلی نہیں پاسکتا جس پر اسقدر کمزوری اور ناتوانی غالب ہے کہ ایک بیجان چیز کی طرح اپنے ظہور اور بروز میں دوسرے کے ہاتھ کا محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک خدا اپنے وجود کا آپ پتہ نہ دے اور اپنی انا الموجود کی آواز سے اپنی ہستی کو آپ ظاہر نہ کرے تب تک انسان کا صرف اپنا یکطرفہ خیال .... کہ خدا موجود ہے کب کسی دل کو پورے یقین تک پہنچا سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام اعمال حسنہ کی بنیاد یقین ہے اور یقین ہی کے پاک چشمہ سے نیک اعمال نشوونما پاتے ہیں خدا کا وجود ایسا عمیق در عمیق اور نہاں در نہاں ہے کہ بجز خدا کے ہی ہاتھ کے

جلوہ نما نہیں ہو سکتا اور خدا کی سچی اطاعت اور صدق اور خالص محبت اور وفاداری کا سبق وہی کتاب دے سکتی ہے جس کے آئینہ میں سے خدا خود اپنا چہرہ نمودار کرتا ہے یہ قدرتی امر ہے کہ انسان خدا کی راہ میں پوری وفاداری دکھلا نہیں سکتا اور نہ گناہ سے باز آسکتا ہے جب تک کہ پورے یقین کے ساتھ خدا کی ہستی اور اسکی عظمت اور جلال اسپر ظاہر نہ ہو اور بجز اسکے کوئی کفارہ انسان کو گناہ سے روک نہیں سکتا۔ پس گناہ سے محفوظ رہنے اور صدق اور وفاداری اور محبت میں ترقی کرنے کیلئے جس امر کو تلاش کرنا چاہیئے وہ محض اسلام میں موجود ہے نہ کسی اور مذہب میں اور اس سے میری مراد وہ نشان ہیں جو تازہ بتازہ اسلام میں ہمیشہ ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا کا وجود جو اس زمانہ میں ایک حل طلب معما کی طرح ہو رہا ہے اور اسکے چمکتے ہوئے جوہر پر دہریت کے خیالات نے ہزارہا گرد و غبار ڈال دیئے ہیں اس پاک جوہر کی چمک ظاہر کرنے کے لیئے اسی کے خوارق العادت نشان ذریعہ ہو سکتے ہیں اور نوع انسان کی نجات اسی چمک پر موقوف ہے نہ کسی اور بناوٹی منصوبہ پر۔ جس صلیب پر عیسائیوں کا بھروسہ ہے وہ گناہ سے تو نہیں چھڑا سکی لیکن خدا کی راہ میں نیک کاموں کے بجا لانے سے چھوڑ دیا اور سست کر دیا ہے اور اس سے بڑھکر اور کیا گناہ ہوگا کہ ایک عاجز انسان کو خدا کی جگہ دی گئی ہے اور دنیا کے لیئے سب کچھ کیا جاتا ہے لیکن خدا کے راہ میں ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ گئے ہیں اور ان کے نزدیک جو کچھ ہے یہی کفارہ ہے اور اس سے آگے خدا کی راہ کی تلاش کی ضرورت نہیں۔ اور وہ اپنے خیال میں ایسی منزل پر پہنچ گئے ہیں جو آخری منزل ہے۔ پس کوئی ڈاکو کسی کو ایسا نقصان نہیں پہنچا سکتا جیسا کہ اس کفارہ نے ان کو پہنچایا ہے۔ اس پوشیدہ طاقت سے وہ لوگ بالکل بے خبر ہیں جسکے قبضہ قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر چاہے تو ایک دم میں ہزارہا سچ

ابن مریم بلکہ اس سے بہتر پیدا کردے چنانچہ اُس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرکے ایسا ہی کیا اگرچہ اندھی دنیا اسکو شناخت نہ کرسکی وہ ایک نور تھا جو دنیا میں آیا اور تمام نوروں پر غالب آگیا اُسکے نور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا اور اُسی کی برکت کا یہ راز ہے کہ روحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آتی ہے ہم ایسی تازہ بتازہ برکتیں اس نبی کے دائمی فیض سے پاتے ہیں کہ گویا اس زمانہ میں بھی وہ نبی ہم میں موجود ہے اور اس وقت بھی اُسکے فیوض ہماری ایسی ہی رہنمائی کرتے ہیں کہ جیسا اُس پہلے زمانہ میں کرتے تھے *

اُسکے ذریعہ سے ہمیں وہ پانی ملا ہے جس کی ضرورت ہر ایک پاک فطرت محسوس کررہی ہے وہ پانی بڑی سرعت سے ہمارے ایمانی درخت کو نشوونما دے رہا ہے اور اُن مشکلات سے ہمنے رہائی پالی ہے جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں۔ اور اگر کسی کو ہم میں سے ابتدائی مرحلہ میں ..... مشکلات معلوم بھی ہوں مگر وہ ایسی نہیں ہیں جو آگے قدم بڑھانے سے مغلوب اور رفع نہ ہوسکیں اسلام میں آگے قدم بڑھانے کا وسیع میدان ہے نہ یہ کہ آریوں کی طرح تمام دین اس پر ختم ہے کہ ایک بدی کا ارتکاب کرکے پھر اسی زندگی میں اُس بدی کے تدارک کا راہ مسدود ہے جبتک کہ بیشمار جونیں نہ بھگتی جائیں + اور نہ عیسائیوں کی طرح آخری دوڑ صرف مسیح کے کفارہ تک ہے وبس۔ ایسے تنگ خیالات ہرگز عزت اور قدر کے لائق نہیں کہ انسانی قوتوں کو یا تو سراسر بیکار ٹھہراتے ہیں اور یا انکو معطل رہنے کی تعلیم دیتے ہیں اور پھر نتیجہ کچھ نہیں *

مینے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں بہت سے ایسے نشان لکھے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خدا جسکی شناخت اور محبت ہماری عین نجات ہے وہ اسلام کے ذریعہ سے ہی ملتا ہے اور اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے زندہ نشانوں کے چھری سے دہریت کے بُت کو ذبح کرتا ہے اور ناستک مت کی ہیکل کو توڑتا ہے۔

+ جبکہ آریوں کے نزدیک یہ دنیا سزا کا گھر ہے اور کسقدر جزا کا بھی یعنی نیکی کے بدلہ کا گھر تو ایک آریہ مثلاً جو پاپ کرتا ہے کسی شامت سے کتا بنایا گیا ہے چاہئے تھا کہ وہ سزا بھگت کر فی الفور اسی دنیا میں بچہ بن کے آدمی بنایا جاتا تا جونوں کا تماشا لوگ بچشم خود دیکھ لیتے اور تناسخ کا قطعی ثبوت مل جاتا مگر قدر یہ فضول بات ہے کہ سزا تو اسی دنیا میں دی گئی تھی اور نیز زندگی جونوں کے عوض میں دوسری جون بھی اسی دنیا میں ملتی تھی۔ پھر ناحق روح کو نکال کر کہیں کا کہیں لیجا کر رہائی سے فائدہ کیا ہوا آخر سزا کیلئے روح کو پھر دنیا میں واپس آنا پڑا ایسا ہی وید و دیا ہے۔ منہ

× میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا مگر میں اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ خدا جو ہمیشہ پوشیدہ چلا آیا ہے وہ اسلام کی پیروی سے اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے اگر کوئی قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور کتاب اللہ کے منشاء کے موافق اپنی اصلاح کیطرف مشغول ہو اور اپنی زندگی نہ دنیا داروں کے رنگ میں بلکہ خادم دین کے طور پر بناوے اور اپنے تئیں خدا کی راہ میں وقف کردے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے اور اپنی خود نمائی اور تکبر اور عجب سے پاک ہو اور خدا کے جلال اور عظمت کا ظہور چاہے نہ یہ کہ اپنا ظہور چاہے اور اس راہ میں خاک میں ملجائے تو آخری نتیجہ اسکا یہ ہوتا ہے کہ مکالمات الٰہیہ عربی فصیح بلیغ میں اس سے شروع ہوجاتے ہیں + اور وہ کلام لذیذ اور باشوکت ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے حدیث النفس نہیں ہوتا۔ حدیث النفس کا کلام آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ ایک مخنث یا بیمار بولتا ہے مگر خدا کا کلام پرشوکت ہوتا ہے اور اکثر عربی زبان میں ہوتا ہے بلکہ اکثر آیات قرآنی میں ہوتا ہے اور جو کچھ ہمارے تجربہ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ اول دل پر اُس کی سخت ضرب محسوس ہوتی ہے اور اس ضرب کے ساتھ ایک گونج پیدا ہوتی ہے اور پھر پھول کیطرح وہ شگفتہ ہوجاتا ہے اور اس سے پاک اور لذیذ کلام نکلتا ہے اور وہ کلام اکثر امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک شوکت اور طاقت اور تاثیر رکھتا ہے اور ایک آہنی میخ کی طرح دل میں دھنس جاتا ہے اور خدا کی خوشبو اُس سے آتی ہے یہ تمام لوازم اسلیے اُس کے ساتھ لگائے گئے ہیں کہ بعض ناپاک طبع انسان شیطانی الہام بھی پاتے ہیں یا حدیث النفس اُن کے نصیب میں آجاتے ہیں اسلیے خدا نے اپنے کلام کے ساتھ چمکتے ہوئے انوار رکھے ہیں تا دونوں میں فرق ظاہر ہو ٭

اور صرف اسی پر بس نہیں بلکہ خدا کے کلام کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ زبردست معجزات پر مشتمل ہوتا ہے اور وہ معجزات کیا باعتبار کثرت اور کیا باعتبار کیفیت اپنے اندر مابہ الامتیاز رکھتے ہیں یعنی

+ حاشیہ۔ اس راہ میں یعنی الہام کے بارے میں ہمارا تجربہ ہے۔ کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر اور بعض اوقات بغیر غنودگی کے خدا کا کلام ٹکڑہ ٹکڑہ ہو کر زبان پر جاری ہوتا ہے۔ جب ایک ٹکڑہ ختم ہو چکتا ہے۔ تو حالت غنودگی جاتی رہتی ہے۔ پھر ملہم کے کسی سوال سے یا خود بخود خدا تعالیٰ کی طرف سے دوسرا ٹکڑہ الہام ہوتا ہے اور وہ بھی اسی طرح کہ تھوڑی غنودگی وارد ہو کر زبان

کثرت مقدار اور صفائی کیفیت کی وجہ سے کوئی دوسرا اُنکا مقابلہ نہین کرسکتا اور جس طرح خدا کے ساتھ کوئی شریک نہین ہوسکتا اسی طرح خدا کے کلام کے ساتھ کوئی دوسرا کلام شریک نہین اور جس پر وہ کلام نازل ہوتا ہے اُسکو ایک خاص نصرت اور حمایت الٰہی ملتی ہے اور اُسمین اور اُسکے غیر مین ایک فرق رکھا جاتا ہے* جیسا کہ خدا مین اور اُسکے غیر مین فرق ہے

یہ بات سچ ہے کہ بغیر امتیاز مذہب و مشرب اور نیک اور بد ہونیکے ہر ایک فرقہ کے لوگ خوابین دیکھتے ہین اور بعض خوابین سچی بھی نکلتی ہین بلکہ بعض فاسقون اور فاجرون اور مشرکون کی بھی خوابین سچی نکلتی ہین اور الہام بھی ہوتے ہین مگر اس سے خدا کے رسولون اور نبیون کا سلسلہ مشتبہ نہین ہوسکتا بلکہ یہ عام لوگون کی خوابین بھی انہین کی گواہی کے لیئے ہین تا ایک دانشمند سمجھ سکے کہ خدا کے الہام کی تخم ریزی ہر ایک فطرت مین اسلیئے کی گئی ہے۔ کہ تا ہر ایک فطرت خدا کے نبیون کیلیئے بطور گواہ کے ہوجائے اور اسرار نبوت کو غیر ممکن نہ سمجھ لین اور ظاہر ہے کہ جیسا ایک درہم سے کوئی بادشاہ نہین کہلا سکتا اور یہ نہین کہہ سکتا کہ جو کچھ بادشاہ کے خزانون مین ہے وہ میرے پاس بھی ہے ایسا ہی کسی خواب یا الہام کے سچا ہونے سے کوئی شخص نہین کہہ سکتا کہ مین ان روحانی بادشاہون کے برابر ہون جو نبی اور رسول ہین اور اگر ایسا کہے تو وہ ہلاک کیا جائیگا کیونکہ اُس نے گستاخی کی خدا کے برگزیدون کا ایک یہ بھی معجزہ ہوتا ہے کہ جو شخص گستاخی کرکے اُن کا مقابلہ کرے تو انجام کار یا تو وہ شخص ہلاک ہوجاتا ہے یا سخت ذلیل کیا جاتا ہے یہ لوگ آسمانی سلطنت کے مقرب ہوتے ہین اور خدا کی غیرت نہین چاہتی کہ جو شخص انہین سے نہین ہے وہ ان کے ساتھ برابری کرے اور انکی کرسی پر بیٹھے اسلیئے خدا ایسے گستاخون کو سزا دیکر دنیا پر ظاہر کرتا ہے کہ اُسکے برگزیدہ اسکی جناب مین کس قدر عزت رکھتے ہین۔ غرض وہ خدا کی طرف سے اُس کے دین کے لیئے حجۃ اللہ ہوتے ہین اور آسمانی نشان اُن کے ذریعہ سے ظاہر ہوتے ہین یا بہ تبدیل الفاظ ہم یون کہہ سکتے ہین کہ وہ روحانی علوم کے سکھلانے کیلیئے ایسے استاد ہین جو ذاتی مشاہدات

* حاشیہ۔ جس شخص پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے اور سچے اور صحیح مکالمہ الٰہیہ سے شرف پاتا ہے اسکو اس مکالمہ کے ساتھ اور لوازم نصرت اور مدد بھی عطا کیئے جاتے ہین منجملہ ان کے یہ کہ اس پر کوئی غالب نہین آسکتا بلکہ وہ ہر ایک پر خود غالب ہوتا ہے۔ اور گو کتنی ہی دیر درمیان واقع ہوجائے مگر انجام کار فتح اُسی کی ہوتی ہے۔ اور اسکے دشمن خائب و خاسر رہ جاتے ہین۔ وہ باوجود ہزارون دشمنون کے پھر بھی سب پر غالب ہوجاتا ہے۔ اور دشمنون کے سارے منصوبے اسکے مقابل پر کالعدم ... ہوجاتی ہین اور ان کی بد دعائین انہین پر پڑجاتی ہین اور منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے۔ کہ اس کے زمانہ مین اس کا ظہور سب سے پہلے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تب ابھی جہوٹے نبیون کا نام و نشان نہ تھا۔ اور جب ان کا نور زمین پر خوب روشن ہوگیا تب مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور ابن صیاد وغیرہ جہوٹے نبی ظاہر ہوئے تا خدا دکھاوے کہ کسطرح وہ سچے کی حمایت کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ سچے نبی کے ظہور کے وقت ایک روشنی کا موسم آتا ہے اور آسمان پر انتشار روحانیت ہوتا ہے اور اکثر لوگون کو سچی خوابین شروع ہوجاتی ہین۔ الہام بھی ہونے لگتے ہین اسی دہوکہ سے بعض جہوٹے نبی اپنی حد سے بڑھ کر نبوت کا دعوی کرتے ہین۔ منہ

اور تجربہ سے معارف دینیہ پر اطلاع رکھتے ہیں۔ یہ کہنا سراسر غلطی ہے کہ دنیا کے فلاسفروں سے بڑھ کر کس استاد کی حاجت ہے کیونکہ دنیا کے فلاسفروں کی صرف اس حد تک رسائی ہے جو حواس ظاہری یا باطنی کے حدود ہیں مگر ان حواس سے بالاتر ایک اور عالم ہے جو روحانی حواس سے معلوم ہوتا ہے جو خدا کے برگزیدوں کو کامل طور پر دیئے جاتے ہیں اور اس عالم کا انکشاف بجز ذریعہ اُن برگزیدوں کے غیر ممکن ہے جن کو یہ حواس کامل طور پر عطا کیے جاتے ہیں اور جبکہ خدا نے ظاہری چیزوں کے معلوم کرنے کیلئے ظاہری حواس عطا فرمائے ہیں اور علوم معقولہ کے دریافت کرنے کیلئے جو امور باطنیہ ہیں حواس خمسہ باطنی عطا کیے ہیں پس اس صورت میں صاف طور پر سمجھ آسکتا ہے کہ ایسے امور جو عقل سے بالاتر ہیں اُن کے دریافت کیلئے بھی خدا نے کوئی ذریعہ رکھا ہوگا سو وہ ذریعہ وحی اور کشف ہے اور جیسا کہ انسانی فطرت کے لیے یہ وہبی عطیہ ہے کہ بجز ان لوگوں کے جو بہرے اور اندھے یا دیوانے ہوں ہر ایک انسان کو حواس خمسہ ظاہری اور باطنی اب بھی حسب تفاوت مراتب عطا ہوتے ہیں یہ نہیں کہ صرف پہلے عطا ہوتے تھے اور اب نہیں۔ ایسا ہی خدا کا قانون قدرت روحانی حواس کیلئے بھی اسی کے مطابق ہے کہ اب بھی وحی اور کشف کے حواس حسب مراتب ملتے ہیں اور جو اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے ہیں وہ ان روحانی حواس میں سب سے بڑھ جاتے ہیں اور جو کتاب انسانوں کو یہ تعلیم دے کہ وہ روحانی حواس اب نہیں ملتی بلکہ پہلے کسی زمانہ میں مل چکے وہ کتاب خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ نہ صرف قانون قدرت کے برخلاف بلکہ مشاہدہ اور تجربہ کے بھی برخلاف ہے۔ اور روحانی معلموں کی یہی نشانی ہے کہ وہ صرف اُن اخبار غیبیہ کو نہیں بتلاتے ہیں کہ جو دنیا کی ابتدا میں ظاہر ہو چکی ہیں اور نہ محض اُن اخبار غیبیہ کی خبر دیتے ہیں جو اس عالم کے انقطاع کے بعد ظاہر ہوں گے بلکہ ان اخبار غیبیہ سے بھی مطلع فرماتے ہیں جو وقتاً فوقتاً اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کیونکہ جو امور غیبیہ ہماری نظر کے سامنے نہیں اور جن کو ہم آزما کر اُن کا صدق و کذب ظاہر نہیں کر سکتے

وہ کسی سچے نبی اور رسول کی علامت نہیں ہو سکتی کیونکہ دُنیا سے پہلے اور دنیا کے مابعد کی خبریں دینا ایک ایسی سہل اور آسان بات ہے جسکو ایک جھوٹا اور مفتری بھی بیان کر سکتا ہے کیونکہ ایسی خبریں آزمائش اور تجربہ کی حد سے باہر ہیں مثلاً فقط یہی غیب کی خبریں دینا کہ پہلے صرف مولی گاجر کی طرح بہت سے انسان زمین میں سے پیدا ہو گئے تھے اور نیز یہ خبر کہ پرمیشر ہمیشہ آریہ ورت میں ہی اپنی کتاب نازل کرتا رہا ہے اور وید کی سنسکرت ہی خدا کا کلام ہے اور نیز یہ کہ مرنے کے بعد ایک میعادی مکتی ہوگی اور انہیں کو ملیگی جو وید کی تعلیم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ یہ اخبار غیبیہ نہیں کہلا سکتے بلکہ ہر ایک مفتری ایسی باتیں کہہ سکتا ہے۔ اسلئے خدا کے سچے رسول مبدء و معاد کے اخبار کے ساتھ دُنیا کے متعلق بہت سی اخبار غیبیہ بتلاتے ہیں تا اُن کے نبوت کے ذریعہ مبدء و معاد کی خبریں بھی ثابت ہوں۔ یہ کس قدر فریب ہے کہ صرف مبدء و معاد کی خبریں اور دُنیا کے متعلق کوئی خبر غیب ظاہر نہ کریں اسی بنا پر وید پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر وہ اخبار غیبیہ کے بیان کرنے پر قادر تھا تو اپنی اس قدرت کا یہ نمونہ اُس نے دُنیا کے اخبار کے متعلق کیوں نہ دکھلایا اگر وہ خدا کا کلام تھا تو چاہیے تھا کہ دُنیا کے متعلق بھی اخبار غیب بتلاتا تا اُس کا صدق آزمایا جاتا صرف مبدء اور معاد کی نسبت غیب کی خبر دینا تو ایسا ہے جیسا کہ کوئی سمندر کے عمیق اور گرداب کی جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہے کہ میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اِسکے نیچے ایک خزانہ ہے تم اپنی کوشش سے نکال لو سو یہ پیشگوئی تو ایک تمسخر ہے اور سچائی کا اسمیں نشان نہیں۔ قرآن شریف صرف مبدء اور معاد کی نسبت خبریں نہیں دیتا بلکہ وہ غیب کی خبریں بھی اس میں ہیں جو ہر ایک زمانہ کے لوگ اُنکی سچائی کے گواہ ہیں۔ ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ کتاب اللہ کیلئے مبدء اور معاد کی خبریں دینا اسلئے ضروری ہیں کہ تا انسان معلوم کرے کہ پہلے خدا کے فضل نے کیونکر اُسکو خلعت وجود بخشا اور پھر بعد تکمیل نفس اسپر کیا کیا فضل ہوگا اور کتاب اللہ کیلئے دُنیا کے امور غیبیہ سے اطلاع دینا اسلئے ضروری ہے کہ تا جو مبدء اور معاد

کی نسبت خبریں دیگئی ہیں اُن پر یقین آجائے اسلیئے ہر ایک سچا رسول دُنیا کے امور غیبیہ کی نسبت بھی خبریں دیتا آیا ہے مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا قدم سب سے بڑھکر ہے کیونکہ آنجناب کی اخبار غیبیہ صرف اُسی زمانہ تک ختم نہیں ہوئیں بلکہ ہمارے زمانہ تک بھی اُنکا سلسلہ جاری ہے۔ انسان کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ بغیر تجربہ کے کسی امر کا قایل نہیں ہوسکتا اور نہ قایل ہونا چاہیئے تا کسی جھوٹے کی پیروی کر کے ہلاک ہونا نہ پڑے۔ پس اسی وجہ سے عادت اللہ قدیم سے اس طرح پر جاری ہے کہ جو خدا کی طرف سے رسول آتے ہیں اُن کو خدا ایسے امور غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے جن کا علم انسانی طاقتوں سے برتر ہوتا ہے پس جب اُن کی وہ پیشگوئیاں بکثرت پوری ہو جاتی ہیں جو دُنیا کے حالات سے متعلق ہیں تو وہی پیشگوئیاں اُن خبروں کے لیئے معیار ہو جاتی ہیں جو برگزیدہ لوگ مبدء اور معاد اور اپنی رسالت کی نسبت دیتے ہیں لیکن افسوس کہ موجودہ وید اس طریق سے بالکل تہیدست اور محروم ہے۔ اور اُسکے ساتھ کوئی تائید اور نصرتِ حق پائی نہیں جاتی اگر اُس نے مبدء اور معاد کی نسبت کچھ خبریں دی ہیں تو کیونکر سمجھا جائے کہ وہ سچی خبریں ہیں کیونکہ مبدء اور معاد کی نسبت کوئی قطعی فیصلہ تو عقل کر نہیں سکتی اور اس راہ میں اس قدر عقل حیران اور حواس باختہ ہے کہ آجتک محض عقل کے ذریعہ سے خدا کی شناخت بھی نہ ہوسکی اور ہزاروں انسان جو بڑے بڑے عقلمند کہلاتے تھے اور بڑے بڑے علوم عقلیہ کے موجد تھے آخر کار وہ دہریہ ہو کر مر گئے اور اُن کو یہ بھی پتہ نہ لگا کہ خدا موجود ہے تو پھر مبدء اور معاد کی نسبت کیونکر صرف عقل کوئی صحیح اور قطعی فیصلہ کر سکتی ہے پس بلاشبہ مبدء اور معاد کی خبریں خواہ وہ وید دے اور خواہ تجربہ بیان کرے کسی دوسرے کامل ذریعہ سے تصدیق کی محتاج ہیں۔ سو وہ ذریعہ خدا کے پاک نبیوں کی وہ پیشگوئیاں ہیں جو دُنیا میں آفتاب کی طرح ظاہر ہو کر اپنا صدق دکھلا دیتی ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ معظمہ میں اُس گمنامی کے زمانہ میں اسلام کے عروج اور شوکت اور ترقی کی خبر دینا جبکہ آپ مکہ معظمہ کی گلیوں اور کوچوں میں محض تنہا پھرتے تھے اور کوئی آثار کامیابی کے نمایاں

نہ تھے محض تنہا پھرتے تھے اور آپ کا ایسے زمانہ مین اپنے عالمگیر اقبال کی پیشگوئی کرنا جبکہ یہ رائے ظاہر کرنا بھی ہنسی کے لائق سمجھا جاتا تھا کہ ایسا بیکس اور گمنام شخص بھی بادشاہی کے درجہ تک پہنچے گا اور اُس کا آسمانی تاج و تخت زمین پر بھی اپنا زبردست اور فوق العادت کرشمہ دکھائے گا۔ بلاشبہ ایسی خبرین انسانی طاقت سے باہر ہین اور پھر وہ خبرین ایسی صفائی سے پوری ہو گئین کہ جیسے دن چڑھ جاتا ہے۔ پس اُن کا پورا ہونا صاف طور پر یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بلاشبہ ایک صادق کیلیے خدا کی گواہی ہے ایسا ہی قرآن شریف بہت سی پیشگوئیون سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ روم اور ایران کی سلطنت کی نسبت ایک زبردست پیشگوئی قرآن شریف مین موجود ہے اور یہ اُس وقت کی پیشگوئی ہے جبکہ مجوسی سلطنت نے ایک لڑائی مین رومی سلطنت پر فتح پائی تھی اور کچھ زمین اُن کے ملک کی اپنے قبضہ مین کر لی تھی تب مشرکین مکہ نے فارسیون کی فتح اپنے لیے ایک نیک فال سمجھی تھی اور اس سے یہ سمجھا تھا کہ چونکہ فارسی سلطنت مخلوق پرستی مین ہمارے شریک ہے ایسا ہی ہم بھی اس نبی کا استیصال کرینگے جسکی شریعت اہل کتاب سے مشابہت رکھتی ہے تب خدا تعالیٰ نے قرآن شریف مین یہ پیشگوئی نازل فرمائی کہ آخر کار رومی سلطنت کی فتح ہو گی اور چونکہ روم کی فتح کی نسبت یہ پیشگوئی ہے اسلیے اس سورۃ کا نام سورۃ الروم رکھا گیا ہے اور چونکہ عرب کے مشرکون نے مجوسیون کی سلطنت کی فتح کو اپنی فتح کے لیے ایک نشان سمجھ لیا تھا اسلیے خدا تعالےٰ نے اس پیشگوئی مین یہ بھی فرمایا کہ جس روز پھر روم کی فتح ہو گی اس روز مسلمان بھی مشرکون پر فتحیاب ہون گے چنانچہ ایسا ہی ظہور مین آیا۔ اِس بارہ مین قرآن شریف کی آیت یہ ہے

الٓمّٓ ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۔ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

(ترجمہ) مین خدا ہون جو سب سے بہتر جانتا ہون۔ رومی سلطنت بہت قریب زمین مین مغلوب ہو گئی ہے اور وہ لوگ پھر نو سال تک تین سال کے بعد مجوسی سلطنت پر غالب ہو جائینگے

اُس دن مومنوں کیلئے بھی ایک خوشی کا دن ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور تین سال کے بعد نو سال کے اندر پھر رومی سلطنت ایرانی سلطنت پر غالب آگئی اور اسی دن مسلمانوں نے بھی مشرکوں پر فتح پائی کیونکہ وہ دن بدر کی لڑائی کا دن تھا جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئی تھی +

ماسوا اسکے قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بعض جدید حالات کی نسبت ایسی خبریں دی گئی ہیں جو ہمارے اِس زمانہ میں بہت صفائی سے پوری ہوگئی ہیں جیسا کہ انہیں ایک یہ پیشگوئی ہے کہ آخری زمانہ میں اونٹ بیکار ہو جائینگے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن دنوں میں ایک نئی سواری پیدا ہو جائیگی چنانچہ قرآن شریف کی پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنی وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی اور بیکار ہونا تبھی ہوتا ہے کہ جب ان پر سوار ہونے کی حاجت نہ ہو اور اس سے صریح طور پر نکلتا ہے کہ اونٹنیوں کی جگہ کوئی اور سواری پیدا ہو جائے گی اس آیت کی تشریح کتاب صحیح مسلم میں موجود ہے اسمیں یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھی ہے ویُترک القلاص فلا یُسعٰی علیھا یعنے مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں ترک کیجائینگی اور کسی منزل تک جلدی پہنچنے کیلیے اور دوڑ کر جانیکے لیے وہ کام نہیں آئینگی یعنے کوئی ایسی سواری پیدا ہو جائیگی کہ بہ نسبت اونٹنیوں کے بہت جلد منزل مقصود تک پہنچا ئیگی۔ غرض یُسعٰی کا لفظ جو حدیث میں ہے اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دوڑنیکے کام میں اونٹ سے بہتر کوئی اور سواری نکل آوے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ صحیح مسلم میں جس جگہ مسیح موعود کے زمانہ کا ذکر ہے اُسی جگہ یہ حدیث اونٹنیوں کے ترک کرنے کے بارہ میں ہے اور یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے تیرہ سو برس بعد پوری ہوئی چنانچہ ان دنوں میں یہ کوشش بھی ہو رہی ہے کہ ایک سال تک مکہ اور مدینہ میں ریل جاری کر دی جائے پس اُس وقت جب ریل جاری ہو جائیگی یہ نظارہ ہر ایک مومن کے لئے ایمان کو

+حاشیہ۔ قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت ایک یہ بھی پیشگوئی تھی کہ جب آخری زمانہ میں دوسرے آثار قیامت ظاہر ہونگے اُسی زمانہ میں ایک خاص وضع کا کسوف خسوف بھی ہوگا۔ جیسا کہ اس آیت میں بھی اشارہ ہے وجُمع الشمس والقمر۔ یعنی سورج اور چاند جمع کیے جائینگے۔ یہ آیت سورۃ قیامت کے ابتدائی سطروں میں ...... ہے اور اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ قیامت رکھا گیا ہے اور یہ کسوف خسوف آثار قیامت میں سے ٹھہرایا گیا جیسا کہ مسیح خاتم الخلفاء کو بھی آثار قیامت سے ٹھہرایا گیا اور اس آیت سے م

م پہلے یہ آیت ہے فاذا برق البصر۔ یعنی جس وقت پتھرا جائینگی آنکھیں۔ یعنی وہ ایسے دن ہونگے جو دنیا پر ہولناک عذاب نازل ہونگے ایک عذاب ختم نہیں ہوگا جو دوسرا موجود ہو جائے گا۔ پھر بعد کی آیت میں فرمایا یقول الانسان یومئذ این المفر۔ کلا لا وزر۔ یعنی اس دن انسان کہیگا کہ اب ہم ان متواتر عذابوں سے کہاں بھاگ جائیں اور بھاگنا غیر ممکن ہوگا۔ یعنی وہ دن انسان کیلئے بڑی مصیبت کے دن ہونگے اور ان کا ہولناک نظارہ بدحواس کر دیگا۔

زیادہ کرنے والا ہوگا۔ اور جس وقت ہزارہا اونٹ بیکار ہو کر بجائے اُن کے ریل گاڑیاں مکہ سے مدینہ تک جائینگی اور دمشق اور دوسری اطراف شام وغیرہ کے حج کرنیوالے کئی لاکھ انسان ریل گاڑیوں میں سوار ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچیں گے تب کوئی لعنتی آدمی ہوگا کہ اس نظارہ کو دیکھ کر اپنے سچے دل سے اس بات کی تصدیق نہیں کریگا کہ وہ پیشگوئی جو قرآن شریف اور حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے آج پوری ہوگئی*

یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کیلئے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے کہ آپ نے تیرہ سو ۱۳۰۰ برس پہلے ایک نئی سواری کی خبر دی ہے اور اس خبر کو قرآن شریف اور حدیث صحیح دونوں ملکر پیش کرتے ہیں اگر قرآن شریف خدا کا کلام نہ ہوتا تو انسانی طاقت میں یہ بات ہرگز داخل نہ تھی کہ ایسی پیشگوئی کی جاتی کہ جس چیز کا وجود ہی ابھی دنیا میں نہ تھا اُسکے ظہور کا حال بتایا جاتا جبکہ خدا کو منظور تھا کہ اس پیشگوئی کو ظہور میں لاوے تب اُس نے ایک انسان کے دل میں یہ خیال ڈال دیا کہ وہ ایسی سواری ایجاد کرے جو آگ کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچا دے۔

ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت اور بھی پیشگوئیاں ہیں اُنہیں سے ایک یہ پیشگوئی بھی ہے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ یعنی آخری زمانہ وہ ہوگا جبکہ کتابوں اور صحیفوں کی اشاعت بہت ہوگی گویا اس سے پہلے کبھی ایسی اشاعت نہیں ہوئی تھی یہ اُن کلوں کیطرف اشارہ ہے جن کے ذریعہ سے آجکل کتابیں چھپتی ہیں اور پھر ریل گاڑی کے ذریعہ سے ہزاروں کوسوں تک پہنچائی جاتی ہیں۔

ایسا ہی قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کہ اِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ یعنے آخری زمانہ میں ایک یہ واقعہ ہوگا کہ بعض نفوس بعض سے ملائے جاوینگے یعنی ملاقاتوں کے لیے آسانیاں نکل آئینگی اور لوگ ہزاروں کوسوں سے آئیں گے اور ایک دوسرے سے ملیں گے سو ہمارے زمانہ میں یہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی۔

ایک اور پیشگوئی قرآن شریف مین آخری زمانہ کی نسبت ہے اور وہ یہ ہے ۔ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۔ یعنے آخری زمانہ مین دریاؤن مین سے بہت سی نہرین جاری کی جائینگی چنانچہ یہ پیشگوئی بھی ہمارے زمانہ مین ظہور مین آگئی ۔ اِسی طرح قرآن شریف مین ایک یہ پیشگوئی ہے وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ۔ یعنی وہ آخری زمانہ ہوگا جبکہ پہاڑ چلائے جائین گے یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہاڑ اُڑائے جائینگے جیسا کہ اس زمانہ مین توپون کے ساتھہ پہاڑون کو اڑا کر اُن مین راستے بنائے گئے ہین ۔ سو یہ تمام پیشگوئیان قرآن شریف مین موجود ہین ۔ مگر اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ عشار اُن اونٹنیون کو کہتے ہین جو حمل وار ہون اور اگرچہ حدیث مین قلاص کا لفظ ہے مگر قرآن شریف مین اِس لیے عشار کا لفظ استعمال کیا گیا تا یہ پیشگوئی قیامت کی طرف منسوب نہ کی جائے اور حمل کے قرینہ سے یہ دنیا کا واقعہ سمجھا جائے کیونکہ قیامت کو حمل نہین ہون گے ۔

پھر جس قدر ہمنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات قرآن شریف سے لکھے ہین اُنہین پر حصر نہین ہے بلکہ احادیث صحیحہ اور اخبار اسلامیہ کی رو سے اِس تواتر سے بارش کی طرح معجزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ملتا ہے کہ جس سے بڑھکر کسی نبی یا رسول کے معجزات مروی نہین ہین ۔ بعض پیشگوئیان ایسی ہین کہ جن کتابون مین وہ لکھی گئی تہین وہ کتابین اُن پیشگوئیون کے پوری ہونیسے صدہا برس پہلے عموماً تمام اسلامی دنیا مین شائع ہو چکی تہین اگر ہم اس جگہ اُن معجزات کی تفصیل لکھین تو وہ تمام معجزات بیس جز مین بہی سما نہین سکتے اور تفصیل کی حاجت نہین کیونکہ وہ کتابین نہ صرف مسلمانون کے قبضہ مین ہین بلکہ اُسی پُرانے زمانہ مین بعض اتفاقات حسنہ سے وہ کتابین عیسائیون کو مل گئی تہین جو ابتک یورپ کے پُرانے کتب خانون مین موجود ہین تا وہ بہی ان معجزات کے گواہ ہو جاوین ۔

پھر ماسوا اسکے ہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن تائیدات اور

برکات کے بیان کرنے سے رہ نہیں سکتے جن کے تجربہ اور آزمائش کرنے والے ہم خود ہیں بلکہ ہم یہ بات بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اب تمام دنیا میں صرف ایک اسلام ہی ہے جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ فضیلت اور خصوصیت حاصل ہے کہ وہ تازہ نشانوں اور معجزات سے اُس پوشیدہ خدا کا چہرہ دکھاتا ہے جس سے دوسری قومیں بے خبر رہ کر مخلوق پرستی میں گرفتار ہوگئی ہیں اور یا یہ کہ اُسکے وجود سے ہی منکر ہو بیٹھے ہیں۔ پس بلاشبہ اس زمانہ میں خدائے غیب الغیب کا چہرہ دکھلانے والا صرف یہی دین ہے نہ اور کوئی دین فاعتبروا یا اولی الابصار!!

چونکہ تربیت اور پرورش کیلئے یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جس باغ کو مثلاً مالک اسکا ہمیشہ تازہ بتازہ رکھنا چاہتا ہے وہ اُسکی مناسب پرورش اور غور و پرداخت کے تعہد کو نہیں چھوڑتا اور ہمیشہ حاجت کے وقت اُسکی آبپاشی کرتا رہتا ہے اور اگر کوئی پھلدار بوٹا ضائع ہو جائے تو اُسکی جگہ اور بوٹا لگا دیتا ہے پس یہی قاعدہ خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ہے کہ وہ اسلام کے باغ کو جسکو ہمیشہ سرسبز اور پھلدار رکھنا اُسکا مقصود ہے اپنے خاص تعہد سے تازہ بتازہ اور سرسبز کرتا رہتا ہے اور جب وہ باغ آبپاشی کا محتاج ہو جاتا ہے تو اُسکو پانی دیتا ہے اور جب پہلے بوٹے نکمے اور بوسیدہ ہو جاتے ہیں تو نئے بوٹے لگاتا ہے یعنی ایک نئی قوم پیدا کرتا ہے جو پھل دیوے اور پانی دینے کا سرچشمہ ایک ایسے شخص کو بنا دیتا ہے جو خدا کی تجلیات کی بارش سے وحی الٰہی کا زندہ اور تازہ پانی پاتا ہے اور تم ہر روز خود دیکھتے اور مشاہدہ کرتے ہو کہ کیا کوئی باغ بغیر تعہد اور آبپاشی کے رہ سکتا ہے اور کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب کچھ بوٹے خشک ہو جاتے ہیں تو اُن کی جگہ اور لگائے جاتے ہیں اور اگر باغبان مر جاتا ہے تو اُسکی جگہ دوسرا آتا ہے سو اسلام کے باغ کے لئے بھی یہی قاعدہ ہے۔

اور چونکہ ہمارا زمانہ وہ زمانہ ہے جسمیں اسلام کے باغ کو بڑے بڑے صدمات

پہنچے ہیں اور کیا اندرونی طور پر اور کیا بیرونی طور پر اسلام انواع اقسام کے حوادث سے آفت رسیدہ ہو گیا ہے اور اندرونی طور پر تو کئی بوٹے خشک ہو کر جڑھ سے اکھڑ گئے ہیں یعنی جو لوگ اسلام کے مدعی تھے محض انکی زبان پر اسلام رہ گیا ہے اور حقیقت اسلام کی انکے دلوں میں سے مفقود ہو چکی ہے اور شکوک و شبہات سے اکثر سینے بھر گئے ہیں بعض لوگ تو مسلمان کہلا کر خدا کے وجود کے بھی قایل نہیں اور بعض نے نیچریت کا جامہ پہن لیا ہے یعنی طبعیوں اور فلسفیوں کا لباس پہن کر خدا تعالیٰ کی خارق عادت قدرتوں سے منکر ہو بیٹھے ہیں اور بے قیدی اور آزادی کے طور پر زندگی بسر کرتے ہیں اور نماز روزہ اور حج زکوٰۃ پر ٹھٹھا مارتے اور بہشت دوزخ پر بھی ہنسی کرتے ہیں اور ملایک اور جنات کے قطعاً منکر ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ وہ اس فکر میں پڑ گئے ہیں کہ کسی طرح اسلام میں کچھ تغیر تبدل کر کے اپنی طرف سے ایک نیا اسلام بنایا جاوے جسمیں تکالیف شرعیہ سے بکلی آزادی ہو۔ اور وضو اور غسل بھی نہ کرنا پڑے اور شراب وغیرہ محرمات کا بھی فتوے دیا جائے اور اسلام سے پردہ کی رسم بھی اٹھائی جائے۔ اور آہستہ آہستہ دین اسلام میں فسق و فجور کا دروازہ کھولا جائے اور نمازوں کا پڑھنا اور عبادت کرنا اور خدا تعالیٰ کے راہ میں مجاہدات بجالانا یہ تمام احکام منسوخ کر دیے جائیں۔ چنانچہ میرے خیال میں اس ملک میں کئی لاکھ ایسے آدمی ہونگے کہ جو اس قسم کے ہونگے جن میں سے بعض تو سید احمد خان کے پیرو اور بعض اُس سے بھی کئی قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں اور درحقیقت یہ لوگ اسلام کا چولہ اپنے بدن پر سے اتار چکے ہیں اور آہستہ آہستہ اسلام سے علیحدہ ہونا چاہتے ہیں مگر چونکہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے اسلیئے ابھی تک مسلمان ہی کہلاتے ہیں مگر کھلے کھلے طور پر تحریری اور تقریری سے اسلام کی مخالفت کرتے ہیں۔

اور ایک فرقہ ایسا بھی نکلا ہے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنن ماثورہ پر ٹھٹھا مارتا اور ہنسی کرتا ہے اور تمام احادیث کو رویات کا ذخیرہ سمجھتا ہے اور آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کو اتنی عزت بھی نہیں دیتا کہ وہ فہم قرآن میں دوسروں سے بڑھ کر ہیں اور یہ فرقہ بھی پنجاب میں کسیقدر پھیل گیا ہے۔

ماسوا اس کے عوام الناس میں جس قدر بدرسمیں پھیلی ہوئی ہیں جو مخلوق پرستی تک پہنچ گئی ہیں ان کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ بعض پیر پرستی میں اس قدر حد سے بڑھ گئے ہیں جو اپنے پیروں کو معبود قرار دیدیا ہے۔ بعض قبروں کی نسبت اس قدر غلو رکھتے ہیں کہ قریب ہے کہ ان قبروں کو ہی اپنا خدا تصور کر لیں بلکہ کئی لوگ قبروں پر سجدہ کرتے دیکھے گئے ہیں۔

اور وہ لوگ جو پیر اور سجادہ نشین کہلاتے ہیں اکثر لوگوں میں ان میں سے بدعملی حد سے بڑھ گئی ہے اور وہ لوگ خدا تعالیٰ کیطرف نہیں بلکہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور اکثر ان میں بڑے چالاک اور دین فروش ہوتے ہیں اور طرح طرح کے مکر اور فریب کرکے دنیا کماتے ہیں اور ان فریبوں کو اپنی کرامات قرار دیتے ہیں اور جو کچھ اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں وہ ایسے امور ہیں جو کتاب اللہ اور سنت نبویہ سے بالکل مخالف ہیں اور اکثر انکے ایسے جاہل ہیں جو کتاب اللہ کے معنی بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اور انکے ورد وظائف عجیب قسم کے ہیں کہ نہ انکا کتاب اللہ سے پتہ ملتا ہے اور نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور مال جمع کرنے اور اپنی دنیا کے فراہم کرنے میں دن رات مصروف رہتے ہیں اور اگر انکی کوئی غلطی ان پر ظاہر کیجائے تو سخت کینہ دل میں پیدا کرتے ہیں اگر ممکن ہو تو ایسے آدمی کو ہلاک کرنے تک بھی فرق نہیں کرتے۔ اور بعض فقرار صالح اور رشید بھی ہیں مگر وہ تھوڑے ہیں۔۔۔

اکثر علماء کے کام تقویٰ سے خالی ہیں ہیں وہ علوم نبویہ کے وارث کہلاتے ہیں مگر ان پاک علوم کے خلاف کام کرتے ہیں۔ روحانیت اور اخلاص اور صدق ووفا سے کچھ بھی ان کو خبر نہیں۔ اکثر علماء کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اسلام کے راہزن ہیں

نہ راستبازی کے طریق پر آپ قدم مارتے ہیں اور نہ کسی اپنے پیرو کو مارنے دیتے ہیں اور وہ خدا کے سلسلہ کے درندوں کی طرح دشمن ہیں تقوے طہارت سے ایسے الگ ہیں جیسے اندھیری رات روشنی سے الگ ہوتی ہے انکی مشیخت اور انانیت ان کو اجازت نہیں دیتی کہ حق بات کو قبول کر لیں۔ اور بعض اہل علم صالح اور رشید طبع بھی ہیں اور وہ تھوڑے ہیں۔

اس زمانہ میں اسلام کے اکثر امراء کا حال سب سے بدتر ہے وہ گویا یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صرف کھانے پینے اور فسق و فجور کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ دین سے وہ بالکل بے خبر اور تقویٰ سے خالی اور تکبر اور غرور سے بھرے ہوتے ہیں اگر ایک غریب اُن کو السلام علیکم کہے تو اُسکے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ بلکہ غریب کے مُنہ سے اس کلمہ کو ایک گستاخی کا کلمہ اور بیباکی کی حرکت خیال کرتے ہیں حالانکہ پہلے زمانہ کے اسلام کے بڑے بڑے بادشاہ السلام علیکم میں کوئی اپنی کسر شان نہیں سمجھتے تھے مگر یہ لوگ تو بادشاہ بھی نہیں ہیں۔ پھر بھی بیجا تکبر نے اُن کی نظر میں ایسا پیارا کلمہ جو السلام علیکم ہے جو سلامت رہنے کیلیے ایک دعا ہے حقیر کر کے دکھایا ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ زمانہ کس قدر بدل گیا ہے کہ ہر ایک شعار اسلام کا تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

یہ تو اس زمانہ کے اکثر مسلمانوں کا اندرونی حال ہے اور جو بیرونی مفاسد پھیل گئے ہیں اُنکا تو شمار کرنا مشکل ہے۔ اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر مسلمانوں میں سے ایک آدمی بھی مرتد ہو جاتا تھا تو گویا قیامت برپا ہو جاتی تھی مگر اب اِس ملک میں مرتد مسلمان جو عیسائی ہو گئے یا جنہوں نے اور مذہب اختیار کر لیا ہے وہ دو لاکھ سے بھی زیادہ ہیں بلکہ مسلمانوں کی ادنیٰ اور اعلیٰ قوموں میں سے کوئی ایسی قوم نہیں جنمیں سے ایک گروہ عیسائی نہ ہو گیا ہو اور وہی لوگ جو ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بغیر درود کے

کے نہیں لیتے تھے اب مرتد ہونے کے بعد جناب ممدوح کو گندی گالیاں دیتے اور گندی تصانیف شائع کرتے ہیں اور جو کتابیں اسلام کے رد میں لکھی گئیں اگر وہ ایک جگہ اکٹھی کیجائیں تو کئی پہاڑوں کے موافق انکی ضخامت ہوتی ہے۔ پس اس سے زیادہ کونسی ماتم کی جگہ ہے کہ نہ اسلام کی اندرونی حالت دل کو خوش کر سکتی ہے اور نہ اسکے بیرونی دشمن ایسے منصف مزاج نظر آتے ہیں کہ جو خدا سے ڈر کر اپنی شرارتوں سے باز آجائیں۔

اس زمانہ میں جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے خدا نے مجھے اصلاح کرنیکے لیے مامور کر کے بھیجا اور میرے ہاتھ پر وہ **نشان دکھلائے** کہ اگر ان پر ایسے لوگوں کو اطلاع ہو جنکی طبیعتیں تعصب سے پاک اور دلوں میں خدا کا خوف ہے اور عقل سلیم سے کام لینے والے ہیں تو وہ ان نشانوں سے **اسلام کی حقیت** بخوبی شناخت کر لیں۔ وہ نشان ایک دو نہیں بلکہ ہزارہا نشان ہیں جن میں سے بعض ہم اپنی کتاب **حقیقۃ الوحی** میں لکھ چکے ہیں۔ جب سن ہجری کی تیرہویں صدی ختم ہو چکی تو خدا نے چودہویں صدی کے سر پر مجھے اپنی طرف سے مامور کر کے بھیجا اور آدم سے لیکر اخیر تک جس قدر نبی گذر چکے ہیں سب کے نام میرے نام رکھ دیئے اور سب سے آخری نام میرا **عیسیٰ موعود** اور احمد اور **محمد معہود** رکھا۔ اور دونوں ناموں کے ساتھ بار بار مجھے مخاطب کیا ان دونوں ناموں کو دوسرے لفظوں میں مسیح اور مہدی کر کے بیان کیا گیا

اور جو معجزات مجھے دیئے گئے بعض ان میں سے وہ پیشگوئیاں ہیں جو بڑے بڑے غیب کے امور پر مشتمل ہیں کہ بجز خدا کے کسی کے اختیار اور قدرت میں نہیں کہ ان کو بیان کر سکے اور بعض دعائیں ہیں جو قبول ہو کر ان سے اطلاع دی گئی اور بعض بد دعائیں ہیں جنکے ساتھ شریر دشمن ہلاک کیے گئے اور بعض دعائیں از قسم شفاعت ہیں جن کا مرتبہ دعا سے بڑھکر ہے اور بعض مباہلات ہیں جن کا انجام یہ ہوا کہ خدا نے دشمنوں کو ہلاک اور ذلیل کیا اور بعض صلحائے زمانہ کی وہ شہادتیں ہیں جنہوں نے خدا سے

الہام پاکر میری سچائی کی گواہی دی۔ اور بعض ایسے صلحائے اسلام کی شہادتیں ہیں جو میرے ظہور سے پہلے فوت ہو چکے تھے جنہوں نے میرا نام لیکر اور میرے گاؤں کا نام لیکر گواہی دی تھی کہ وہی مسیح موعود ہے جو جلد آنیوالا ہے اور بعض نے ایسے وقت میں میرے ظہور کی خبر دی تھی جبکہ میں ابھی پیدا بھی نہیں ہوا تھا اور بعض نے میرے ظہور کے بارے میں ایسے وقت میں خبر دی تھی جبکہ میرے عمر شاید دس یا بارہ[۱۲] برس کی ہوگی اور اپنے بعض مریدوں کو بتلا دیا تھا کہ تم اس قدر عمر پاؤ گے کہ اُن کو دیکھ لو گے اور جو نشانیاں زمانہ مہدی معہود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی تھیں جیسا کہ اُسکے زمانہ میں **کسوف خسوف** رمضان میں ہونا اور **طاعون** کا ملک میں پھیلنا + یہ تمام شہادتیں میرے لئے ظہور میں

+ یہ دارقطنی کی حدیث ہے کہ مہدی موعود کی یہ بھی نشانی ہے کہ خدا اُس کے لیے اُسکے زمانہ میں یہ نشان ظاہر کریگا کہ چاند اپنی مقررہ راتوں میں سے (جو اُسکے خسوف کیلیے خدا نے راتیں مقرر کر رکھی ہیں یعنی تیرہ[۱۳] ہویں چودہ[۱۴] ہویں پندرھ[۱۵] ہویں) پہلی رات میں گرہن پذیر ہوگا اور سورج اپنے مقررہ دنوں میں سے (جو اُسکے کسوف کیلیے خدا نے دن مقرر کر رکھے ہیں یعنے ۲۷ و ۲۸ و ۲۹) درمیانی دن میں کسوف پذیر ہوگا اور یہ دونوں خسوف کسوف رمضان میں ہونگے اور ایک حدیث میں ہے کہ مہدی کے وقت میں یہ دو مرتبہ واقع ہونگے چنانچہ یہ دونوں دو مرتبہ میرے زمانہ میں رمضان میں واقع ہوگئے ایک مرتبہ ہمارے اس ملک میں دوسری مرتبہ امریکہ میں۔ اور ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں کسوف خسوف رمضان کے مہینہ میں ابتدائے دنیا سے آجتک کتنی مرتبہ واقع ہوا ہے ہمارا مدعا صرف اس قدر ہے کہ جب سے نسل انسان دنیا میں آئی ہے نشان کے طور پر یہ خسوف کسوف صرف میرے زمانہ میں میرے لیے واقع ہوا ہے اور مجھ سے پہلے کسیکو یہ اتفاق نصیب نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اُس نے مہدی موعود ہونیکا دعوےٰ کیا ہو اور دوسری طرف اُسکے دعوے کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقررکردہ تاریخوں میں خسوف کسوف بھی وقوع میں آگیا ہو اور اُس نے اُس کسوف خسوف کو اپنے لیے ایک نشان ٹھہرایا ہو اور دارقطنی کی حدیث میں یہ تو کہیں نہیں ہے کہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا۔ ہاں یہ تصریح سے الفاظ موجود ہیں کہ نشان کے طور پر یہ پہلے کبھی کسوف خسوف نہیں ہوا کیونکہ لم تکونا کا لفظ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ دارقطنی میں ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ ایسا نشان کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور اگر یہ مطلب ہوتا کہ کسوف خسوف پہلے کبھی ظہور میں نہیں آیا تو لفظ لم یکونا مذکر کے صیغہ سے چاہیے تھا نہ کہ لم تکونا کہ جو مؤنث کا صیغہ ہے جس سے

آگئیں اور اس وقت تک چودہویں صدی کا بھی مینے چہارم حصہ پالیا۔ یہ اس قدر دلایل اور شواہد ہیں کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جائیں تو ہزار جزو میں بھی سما نہیں سکتے۔

✗ لیکن یہ سب کچھ جو ظہور میں آیا یہ اسلیے ظہور میں نہیں آیا کہ اصل مقصود میری عظمت ظاہر کرنا تھا بلکہ اسلیے ظہور میں آیا کہ تا خدا تعالیٰ دین اسلام کی حجت دنیا پر قایم کرے میں تو خود حیران ہوں کہ میں خود کچھ چیز نہ تھا۔ لیکن میں خدا کے فضل اور نعمت کو کیونکر رد کروں آخر جبکہ بڑے بڑے صدمات اسلام پر وارد ہوکر تیرہویں صدی پوری ہوئی اور اس منحوس صدی میں ہزارہا قسم کے اسلام کو زخم پہنچے اور چودہویں صدی کا آغاز شروع ہوا تو ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کی قدیم سنت کے موافق موجودہ مفاسد کی اصلاح

حاشیہ: صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آیتیں ہے یعنی نشان کیونکہ یہ مؤنث کا صیغہ ہے پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ پہلے بھی کئی دفعہ خسوف کسوف ہوچکا ہے اُسکے ذمہ یہ بار ثبوت ہے کہ وہ ایسے مدعی مہدویت کا پتہ دے جس نے اس کسوف خسوف کو اپنے لیے نشان ٹھہرایا ہو اور یہ ثبوت یقینی اور قطعی چاہیے اور یہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ ایسے مدعی کی کوئی کتاب پیش کی جائے جس نے مہدی معہود ہونیکا دعوے کیا ہو اور نیز یہ لکھا ہو کہ خسوف کسوف جو رمضان میں دارقطنی کی مقرر کردہ تاریخوں کے موافق ہوا ہے وہ میری سچائی کا نشان ہے غرض صرف خسوف کسوف خواہ ہزاروں مرتبہ ہو ہو اس سے بحث نہیں نشان کے طور پر ایک اور حدیث نے ایک مدعی مہدویت کے وقت میں اپنے مضمون کا وقوع ظاہر کرکے اپنی صحت اور سچائی کو ثابت کردیا۔ اِسی طرح **نواب صدیق حسن خان** صاحب حجج الکرامہ میں اور حضرت **مجدد الف ثانی** صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ میں لکھا ہے کہ ستارہ دُنبالہ دار یعنی ذو السنین مہدی موعود کے ظہور کے وقت میں نمودار ہوگا چنانچہ وہ ستارہ ۱۸۸۲ء میں نکلا اور انگریزی اخباروں نے اسکی نسبت یہ بھی بیان کیا کہ یہی وہ ستارہ ہے کہ جو حضرت **مسیح** علیہ السلام کے وقت میں نکلا تھا۔
ایسا ہی اس زمانہ کے قریب جبکہ خدا نے مجھ کو مبعوث فرمایا ستارے اس کثرت سے ٹوٹے جنکی اُن سے پہلے نظیر نہیں دیکھی گئی اور شاید یہ نومبر ۱۸۸۵ء تھا اسی طرح اور کئی آسمانی آثار ظاہر ہوئے یہ خدا کے نشان ہیں۔ منہ

تجدید دین

اور دین کی تجدید کیلیے کوئی پیدا ہوتا۔ سو اگرچہ اِس عاجز کو کیسا ہی تحقیر کی نظر سے دیکھا جائے مگر خدا نے اِس اُمت کا **خاتم الخلفاء** اِسی اپنے بندہ کو ٹھیرایا* میرے بارے مین **شیخ محی الدین ابن العربی** نے ایک پیشگوئی کی تھی جو میرے پر پوری ہو گئی اور وہ یہ کہ خاتم الخلفاء جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے صینی الاصل ہوگا یعنی اُسکے خاندان کی اصل جڑھ چین ہو گی اور نیز وہ توام پیدا ہوگا ایک لڑکی اُسکے ساتھ ہوگی اور یہ صبح کے وقت پہلی پیدا ہوگی اور وہ بعد مین پیدا ہوگا پس اِسی طرح میری پیدائش ہوئی اور مین توام کے طور پر جمعہ کے دن صبح کے وقت پیدا ہوا تہا۔ ممکن ہے کہ یہ پیشگوئی شیخ محی الدین ابن العربی کا اپنا کشف ہو یا کوئی حدیث اِسکو پہنچی ہو۔ بہرحال وہ پیشگوئی میرے پیدا ہونیکے ساتھہ پوری ہو گئی اور اب تک اسلام مین میرے سوا کوئی ایسا پیدا نہین ہوا کہ وہ صینی الاصل بہی ہوا اور توام بہی پیدا ہوا ہو اور پہر اُس نے خاتم الخلفاء ہونے کا دعویٰ بہی کیا ہو۔ منہ

---

* شیخ محی الدین ابن العربی صاحب کی اس پیشگوئی سے خدا کا وہ کلام جو میری پر نازل ہوا اور میری کتاب براہین احمدیہ مین شایع کیا گیا بظاہر ایک تناقض کہتا ہے کیونکہ اس کلام مین مجھے فارسی الاصل ٹھیرایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ مین فرماتا ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس۔ (ترجمہ) توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اور پہر اسی براہین احمدیہ مین دوسری جگہ فرماتا ہے ان الذین صدوا عن سبیل اللہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ یعنی جو لوگ اسلام کے مخالف ہین اور خدا کی راہ سے روکتے ہین ایک فارسی نے (یعنی اس عاجز نے) اُنکا رد لکہا ہے خدا اُسکی سعی کا شکر گذار ہے۔ اور پہر تیسری جگہ اِسی براہین احمدیہ مین فرمایا ہے۔ لو کان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس یعنی اگر ایمان زمین پر سے اُٹھہ جاتا اور ثریا پر چلا جاتا تب بہی ایک انسان فارس مین سے (یعنی یہ عاجز) اُسکو وہان پہنچکر لے لیتا۔ اِس تناقض کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے شایع ہونیکے بعد بہت سے مسلمان چین مین جا آباد ہوئے تہے اور اُن کی تاثیر صحبت سے کروڑہا چینی مسلمان ہو گیا تہا اِسی وجہ سے اب بہی چین مین چھہ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہین سو ممکن ہے کہ بعض فارسی بہی وہان جاکر آباد ہو گئے ہون اور پہر اُس جگہ سے چینی کہلانا ایک لازمی امر تہا جیسا کہ بہت سے عرب جو ابتدا مین ہندوستان مین آئے تہے اب ہندی کہلاتے ہین چنانچہ تمام سادات اور قریش اسی قسم کے ہین اور اسمین کچھہ شک نہین کہ جیسا کہ بظاہر سمجھا جاتا ہے ہمارا خاندان مغلیہ خاندان مشہور ہے جو بلا شبہ صینی الاصل

✱ اور خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کہ میں اسکی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کیے جائیں تو انکی بھی اُنسے نبوت ثابت ہوسکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا اِسلیے خدا نے شیطان کو شکست دینے کیلیے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیے لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے اور محض افترا کے طور پر ناحق کے اعتراض پیش کر دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح خدا کا قایم کردہ سلسلہ نابود ہوجائے مگر خدا چاہتا ہے کہ اپنے سلسلہ کو اپنے ہاتھ سے مضبوط کرے جبتک کہ وہ کمال تک پہنچ جاوے ✱

میں ابھی لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ خدا نے میری تائید اور تصدیق کیلیے ہر ایک قسم کے نشان ظاہر کیے ہیں۔ بعض اُن میں سے تو پیشگوئیاں ہیں یعنی غیب کی خبریں جن پر انسان قادر نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ تمام دُنیا اتفاق کر کے اِسکی نظیر پیش کرنا چاہے اور بعض ایسی دعائیں ہیں کہ وہ بدرجہ قبول پہنچ کر بذریعہ خدا کی وحی کے میں انکی قبولیت سے مطلع کیا گیا۔

اور وہ دعائیں جن کا اوپر ذکر ہوا معمولی امور کے متعلق نہیں ہیں بلکہ ایک حصہ انہیں سے ان بیماروں کی شفا کے بارے میں ہے جنکی بیماری درحقیقت شدت عوارض کی وجہ سے موت کے مشابہ تھی مگر خدا نے میری دُعا سے اُن کو اچھا کیا اور بعض دُعائیں اُن لوگوں کے متعلق ہیں جو اولاد ہونے سے نومید ہو گئے تھے مگر خدا نے میری دُعا سے اُن کو اولاد دی۔ اور بعض دُعائیں اُن مصیبت زدوں کے متعلق تھیں جو بعض مقدمات میں مبتلا ہو کر جان کے خطرہ میں پڑ گئے تھے یا انکی عزت معرض خطر میں تھی یا مال کی تباہی اُن کو برباد کرنے والی تھی ایسا ہی اور انواع و اقسام کی دعائیں قبول ہوئیں۔

اور خدا نے میرے لیے یہ نشان بھی دکھلائے کہ اُس نے ہر ایک مباہلہ میں میرے دشمنوں کو ہلاک کیا یا اُن کے مقابل پر مجھے ہر ایک قسم کے انعام سے مشرف کیا اور اُن کو ذلت کی زندگی میں ڈالا یا ذلت کیساتھ دُنیا سے اٹھا لیا۔

اور خُدا نے میری تائید میں اِس قسم کے نشان بھی ظاہر کیے کہ میرے وجود سے بھی پہلے بعض صلحاء نے میرا نام لیکر میرے ظہور کی خبر دی تھی اور بعض نے میرے ظہور سے تیس۳۰ برس پہلے میرا نام لیکر اور میرے گاؤں کا نام لیکر میرے ظہور کی خبر دی۔

اور خدا نے میرے لیے ایک یہ بھی نشان ٹھہرایا کہ پہلے تمام نبیوں نے مسیح موعود کے ظہور کیلیے جس زمانہ کی خبر دی تھی اور جو تاریخی طور پر مسیح موعود کے ظہور کیلیے مدت مقرر کی تھی خدا نے ٹھیک مجھے اسی زمانہ میں پیدا کیا۔ ✝

× ایسا ہی اسلام کے تمام اولیاء کا اِس پر اتفاق تھا کہ اِس مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی سے تجاوز نہیں کریگا اور حدیث الآیات بعد المائتین بھی اِس پر دلالت کرتی تھی سو خدا نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مامور اور مخاطب فرمایا۔

✶ خدا نے قرآن شریف میں ایک جگہ یہ بھی فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں مذاہب کی جنگ ہوں گے اور دریا کی لہروں کیطرح ایک مذہب دوسرے مذہب پر گرے گا تا اُسکو نابود کردے اور لوگ اِسی جنگ و جدال میں مشغول ہونگے کہ اِس فیصلہ کے کرنیکے لیئے خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکیگا وہ قرنا کیا ہے؟ وہ اسکا نبی ہوگا جو اُسکی آواز کو پاکر اسلام اور توحید کیطرف لوگوں کو دعوت کریگا پس اِس آواز کے ساتھ خدا تمام سعیدوں کو ایک جگہ جمع کردیگا تب کوئی اسلام سے محروم نہیں رہیگا۔ مگر وہی جسکو شقاوت ازلی نے روک رکھا ہوگا۔ پس یقیناً سمجھو کہ یہ وہی دن ہیں جو خدا کے دن کہلاتے ہیں۔ اگر مجھ سے ٹھٹھا کیا گیا تو یہ نئی بات نہیں۔ دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یاحسرۃً علی العباد ما یاتیہم

✝ حاشیہ۔ بعض ناواقف یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا قرآن شریف میں کہاں ذکر ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ خدا کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں منجملہ اُن کے ایک نام اس کا خاتم الخلفاء ہے یعنی ایسا خلیفہ جو سب سے آخر آنیوالا ہے۔ سو ...اس نام کے ساتھ قرآن شریف میں مسیح موعود کے بارے میں پیشگوئی موجود ہے چنانچہ سورۃ نور میں خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ مسلمانوں میں سے آخری دنوں تک ان کے دین کی تقویت کے لیے خلیفے پیدا م کرتا رہیگا۔ اور ان کے ذریعہ سے خوف کے بعد امن کی صورت پیدا کر دیگا۔ آخری دنوں تک خلیفوں کا پیدا ہونا اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بموجب نص صریح قرآن شریف کے اسلام کا دور دنیا کے آخری دنوں تک ہی ہے پس ماننا پڑا۔ کہ اسلام میں بھی ایک خاتم الخلفاء ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ خاتم الخلفاء تھے۔ اور عجیب راز یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ سے بموجب قول یہود کے چودھویں صدی میں پیدا ہوئے اسی طرح اسلام کا خاتم الخلفاء اسی مدت کے بعد مبعوث ہوا۔ منہ

مَن رَسُولٍ اِلَّا کَانُوا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْن ۔ یعنی بندوں پر افسوس اُن کے پاس ایسا نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہیں کیا ۔

میرے مقابل پر جو میرے مخالف مسلمان مجھے گالیاں دیتے ہیں اور مجھے کافر کہتے ہیں یہ بھی میرے لیے ایک نشان ہے کیونکہ انہیں کی کتابوں میں یہ اب تک موجود ہے کہ مہدی معہود جب ظاہر ہوگا تو اُس کو لوگ کافر کہیں گے اور اُسکو ترک کر دینگے اور قریب ہوگا کہ علمائے اسلام اُسکو قتل کر دیں۔ چنانچہ ایک جگہ مجدد الف ثانی صاحب بھی یہی لکھتے ہیں ۔ اور شیخ محی الدین ابن العربی صاحب نے بھی ایک مقام میں یہی لکھا ہے سو اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزارہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لیے دکھلائے پھر بھی میں سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنے محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کیے گئے ہیں گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں۔ سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالیٰ کے جناب میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں ۔

درحقیقت دین وہی دین ہے جس کے ساتھ سلسلہ معجزات اور نشانوں کا ہمیشہ رہے تا اس دین کے پیرو کو بہت آسانی اور سہولت سے سمجھ آجائے کہ خدا موجود ہے لیکن جس دین میں خدا کے نشانوں کے ذکر کرنے کے وقت صرف قصوں کا حوالہ دیا جاتا ہے اُسکے ذریعہ سے خدا کی معرفت کیونکر حاصل ہو؟ **دوستو!!** خدا کے تازہ بتازہ نشانوں میں عجیب لذت ہے۔ اُس لذت کی کیفیت ہم کیونکر بیان کر سکتے ہیں؟ وہ کس قدر ایمان کی ترقی کا وقت ہوتا ہے جبکہ خدا کوئی غیب کی خبر ہمیں بتلا کر ثابت

کرتا ہے کہ مَیں موجود ہوں اور ساتھ ہی کسی مشکل کو حل کرکے ظاہر کرتا ہے کہ میں قادر ہوں اور ہمارے دشمن کو ہلاک کرکے اپنی وحی سے ہمیں مطلع کرتا ہے کہ مین تمہارا مؤید اور مددگار ہوں اور ہمارے دوستوں کی نسبت ہماری دعائیں قبول کرکے ہمیں اطلاع دیتا ہے کہ میں تمہارے دوستوں کا دوست ہوں۔

دشمنوں میں سے نمونہ کے طور پر میں بیان کرتا ہوں کہ آریوں میں سے لیکھرام نام ایک شخص اُٹھا اور توہین اور تکذیب میں حد سے زیادہ گذر گیا آخر میرے خدا نے اُسکی ہلاکت کی مجھے خبر دی۔ تب وہ ایک ایسے شخص کے ہاتھ سے مارا گیا جس کا آج تک پتہ نہ ملا کہ وہ کون تھا۔

پھر امریکہ میں عیسائیوں میں سے ایک شخص اُٹھا جس کا نام ڈوئی تھا اور اُس نے گمان کیا کہ میں بھی کچھ ہوں اور رسالت کا دعویٰ کیا اور اس بات پر اِصرار کیا کہ حضرت عیسےٰ خدا ہیں اور یہ ظاہر کیا کہ گویا خدا کی طرف سے اُسکو بھی الہام ہوا ہے۔ مینے اُسکو لکھا کہ تو خدا پر افترا کرتا ہے اسلیے تو سخت تباہی کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ سو اسی دن سے اُس کی تباہی شروع ہوئی یہانتک کہ فالج کے عذاب میں مبتلا ہوکر مرگیا اور اپنی موت سے ثابت کر گیا کہ مفتری کا یہ انجام ہوتا ہے۔

ایسا ہی مسلمانوں میں سے ایک شخص جو قصور ضلع لاہور کا رہنے والا تھا اُٹھا اور نام اُسکا غلام دستگیر تھا اور مولوی کہلاتا تھا اُس نے مجھے کاذب ٹھیرا کر دعا کے ذریعہ سے میری ہلاکت چاہی اور جھوٹے پر خدا کا عذاب مانگا اور اس بارہ میں ایک رسالہ بھی لکھا مگر اس رسالہ کو ابھی شائع کرنا نہ پایا تھا کہ وہ اپنی اُسی بد دُعا کے اثر سے ہلاک ہوگیا اور اُسکا تمام کارخانہ بگڑ گیا۔

ایسا ہی مسلمانوں میں سے ایک اور شخص اُٹھا جس کا نام چراغدین تھا اور جموں کا رہنے والا تھا اور اُس نے مجھے دجّال ٹھہرایا اور میری ہلاکت کی خبر دی تب

خدا نے اپنی وحی سے مجھے مطلع کیا کہ وہ طاعون سے ہلاک کیا جائیگا اور ایسا ہوا کہ ابھی اس نے اپنی مباہلہ کا مضمون لکھنے کیلیے کاتب کو دیا تہا کہ اسی رات طاعون مین مبتلا ہوکر اس جہان سے گذر گیا۔

ایسا ہی ایک شخص فقیر مرزا نام جو اپنے تئین اولیاء اللہ مین سے سمجھتا تہا اور اسکے بہت مرید تھے میرے مقابل پر کھڑا ہوا اور دعوے کیا کہ خدا نے مجھے عرش سے خبر دی ہے کہ آیندہ رمضان تک یہ شخص یعنی یہ عاجز طاعون سے ہلاک ہو جائیگا پس جب رمضان کا مہینہ آیا تو خود طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

اسی طرح ایک نہایت کینہ ور اور گندہ زبان شخص سعد اللہ نام لدہیانہ کا رہنے والا میری ایذا کے لیے کمربستہ ہوا اور کئی کتابین نثر اور نظم مین گالیون سے بھری ہوئی تالیف کر کے اور چھپوا کر میری توہین اور تکذیب کی غرض سے شایع کین اور پہر اسی پر اکتفا نہ کر کے آخر کار مباہلہ کیا اور ہم دونون فریق کو یعنے مجھے اور اپنے تئین خدا کے سامنے پیش کر کے جھوٹے کی موت خدا سے چاہی آخر تہوڑے دن بعد ہی طاعون سے ہلاک ہوا۔

× ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانون مین سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ ہان آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبد الحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جسکا دعویٰ ہے کہ مین اسکی زندگی مین ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤنگا۔ اور یہ اسکی سچائی کیلیے ایک نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعوی کرتا ہے اور مجھے دجّال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے۔ پہلے اس نے بیعت کی اور برابر بیس برس تک میرے مریدون اور میری جماعت مین داخل رہا۔ پہر ایک نصیحت کی وجہ سے جو مینے محض للہ اسکو کی تھی مرتد ہو گیا۔ نصیحت یہ تہی کہ اُس نے یہ مذہب اختیار کیا تہا کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نجات ہو سکتی ہے۔ گو کوئی شخص آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود کی خبر بہی رکہتا ہو۔ چونکہ یہ دعویٰ باطل تہا اور عقیدہ جمہور کے بہی برخلاف۔ اسلیے ہمنے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا آخر ہمنے اسکو اپنی جماعت سے خارج کر دیا۔ تب اُس نے یہ پیشگوئی کی کہ مین اسکی زندگی مین ہی ۴ ۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اسکے سامنے ہلاک ہوجاؤن گا۔ مگر خدا نے اسکی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب مین مبتلا کیا جائیگا اور خدا اسکو ہلاک کریگا اور مین اسکے شر سے محفوظ رہونگا سو یہہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتہہ مین ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر مین صادق ہے خدا اسکی مدد کریگا ×

یہ تو بطور نمونہ وہ نشان لکہے گئے ہین جو دشمنون کے متعلق تہے لیکن مین مناسب دیکھتا ہون کہ کچہہ نمونہ کے طور پر وہ نشان بہی لکہے جائین کہ جو دوستون کے متعلق ہین اور وہ یہہ ہین ☞

ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ میرے ایک مخلص دوست ہین جن کا نام ہے حافظ مولوی حکیم نورالدین ان کا ایک بیٹا تہا وہ فوت ہوگیا۔ تب ایک شریر دشمن نے اپنے ایک اشتہار کے ذریعہ سے اس لڑکے کی موت پر بڑی خوشی ظاہر کی اور مولوی صاحب ممدوح کا نام ابتر رکہا۔ میرا دل اس ایذا سے سخت بیقرار ہوگیا ہمنے بہت تضرع سے جناب الٰہی مین مولوی صاحب موصوف کیلیے دعا کی تب مجہے الہام ہوا کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا اور دعا کی قبولیت کی یہ نشانی قرار دی گئی کہ پیدا ہوتے ہی اُس کے بدن پر پہوڑے نکل آئینگے تب تہوڑے دنون کے بعد لڑکا پیدا ہوگیا جس کا نام عبدالحی ہے اور پیدا ہوتے ہی اُسکے بدن پر پہوڑے نکل آئے جن کے داغ اب تک موجود ہین اور بعد اسکے اور اولاد ہوئی اور اب مولوی صاحب کے گہر مین تین لڑکے ہین اور درحقیقت یہ اُسی دعا کا اثر ہے کہ دشمن تو ایک کی موت پر خوش ہوا تہا مگر خدا نے تین لڑکے دیئے عجیب بات ہے کہ اس دعا کے قبول ہونے کے ساتہہ خدا نے ایک نشانی بہی بیان کر دی یعنے ساتہہ ہی پہوڑونکا ذکر کر دیا۔

اور ایک نمونہ اُن نشانوں کا جو دوستوں کے متعلق ظاہر ہوئے نوّاب محمد علیخان صاحب کا لڑکا عبدالرحیم خان ہے وہ سخت بیمار ہو گیا تھا یہان تک کہ امید منقطع ہو چکی تھی ایسے نازک وقت مین اُسکے لیے دُعا کی گئی۔ دعا کے جواب مین ایسا معلوم ہوا کہ حیات کا رشتہ منقطع ہے۔ تب میرے مُنہ سے نکل گیا کہ اے میرے خدا اگر دعا منظور نہین ہوتی تو اِس لڑکے کے لیے میری شفاعت منظور کر تب جواب مین خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ من ذاالذی یشفع عندہٗ الّا باذنہ۔ یعنی کون ہے جو بغیر اذن خدا تعالیٰ کے شفاعت کر سکتا ہے۔ تب مین چُپ ہو گیا اور اِس بات پر صرف چند منٹ ہی گذرے تھے کہ پھر تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا۔ انّک انت المجاز یعنی تجھے شفاعت کی اجازت دیگئی۔ تب مینے بطور شفیع کے اُس لڑکے کے حق مین دعا کی۔ پس تھوڑے دنون کے بعد خدا نے اُسکو دوبارہ زندگی بخشی اور وہ تندرست ہو گیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اسی طرح کئی دوستون کے حق مین اُنکی مشکلات کے وقت مین بہت نمونے نشانون کے ہین اور کچھ اُن مین سے مینے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی مین درج بھی کئے ہین اور اِس جگہ ایک تازہ قبولیت دعا کا نمونہ جو پہلے اس سے کسی کتاب مین نہین لکھا گیا ناظرین کے فایدہ کے لیے لکھتا ہون ٭

وہ یہ ہے کہ نواب محمد علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ مع اپنے بھائیون کے سخت مشکلات مین پھنس گئے تھے منجملہ اُن کے یہ کہ وہ ولیعہد کے ماتحت رعایا کی طرح قرار دیے گئے تھے اور اُنھون نے بہت کچھ کوشش کی مگر ناکام رہے اور صرف آخری کوشش یہ باقی رہی تھی کہ وہ نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ سے اپنی دادرسی چاہین اور اِسمین بھی کچھ امید نہ تھی کیونکہ اُن کے برخلاف قطعی طور پر حکام ماتحت نے فیصلہ کر دیا تھا اس طوفان غم وہم مین جیسا کہ انسان کی فطرت مین داخل ہے اُنھون نے صرف مجھ سے ہی دعا کی درخواست نہ کی بلکہ یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر خدا تعالیٰ اُن پر رحم کرے اور اس عذاب سے

نجات دے تو وہ تین ہزار نقد روپیہ بعد کامیابی کے بلاتوقف لنگرخانہ کی مدد کیلیے ادا کرینگے۔ چنانچہ بہت سی دعاؤن کے بعد مجھے یہ الہام ہوا کہ **اے شیخ اپنا رخ اِس طرف پھیر لے** ۔ تب مینے نواب محمد علیخان صاحب کو اِس وحی الٰہی سے اطلاع دی۔ بعد اسکے خدا تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور صاحب بہادر وائسرائے کی عدالت سے اُن کے مطلب اور مقصود اور مراد کے موافق حکم نافذ ہو گیا۔ تب اُنہون نے بلاتوقف تین ہزار روپیہ کے نوٹ جو نذر منظور ہو چکی تھی مجھے دیدیے اور یہ ایک بڑا نشان تھا جو ظہور مین آیا۔

× مین پہلے ہی لکھ چکا ہون کہ یہ خدا کے نشان ہین جو بارش کی طرح برس رہے ہین اور ایسا کوئی مہینہ کم گذرتا ہے جسمین کوئی آسمانی نشان ظاہر نہ ہو لیکن یہ اس لیے نہین کہ میری روح مین تمام روحون سے زیادہ نیکی اور پاکیزگی ہے بلکہ اِس لیے ہے کہ خدا نے اس زمانہ مین ارادہ کیا ہے کہ اسلام جس نے دشمنون کے ہاتھ سے بہت صدمات اُٹھائے ہین وہ اب سرِ نو تازہ کیا جائے اور خدا کے نزدیک جو اُسکی عزت ہے وہ آسمانی نشانون کے ذریعہ سے ظاہر کی جائے مین سچ سچ کہتا ہون کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین دعا کرنیکے لیے ایکطرف کھڑے ہون اور ایک طرف صرف مین اکیلا اپنے خدا کی جناب مین کسی امر کیلیے رجوع کرون تو خدا میری ہی تائید کریگا مگر نہ اسلیے کہ سب سے مین ہی بہتر ہون بلکہ اسلیے کہ مین اُسکے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہون اور جانتا ہون کہ تمام نبوتین اس پر ختم ہین اور اسکی شریعت خاتم الشرائع ہے مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہین یعنی وہ نبوت جو اسکی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اُسکے چراغ مین سے نور لیتی ہے وہ ختم نہین کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اس کا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے اور اسی کا مظہر ہے اور اسی سے فیضیاب ہے خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف

متابعت کی وجہ سے وہ مرتبہ کثرت مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ بخشتے کہ جو اُس کے وجود مین عکسی طور پر نبوت کا رنگ

چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے مگر خدا اُس شخص سے پیار کرتا ہے جو اسکی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اُسکے رسول حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اُسکے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اُسکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اُسکو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اسکی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے اور جب اسکی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک **ظلّی نبوت** اُسکو عطا کرتا ہے جو **نبوت محمدیہ** کا ظل ہے یہ اسلیے کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے اور تا اسلام ہمیشہ مخالفوں پر غالب رہے۔ نادان آدمی جو در اصل دشمن دین ہے اس بات کو نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ کا جاری رہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مُردہ مذہبوں کی طرح ایک مُردہ مذہب ہو جائے مگر خدا نہیں چاہتا۔ **نبوت** اور **رسالت** کا لفظ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات الٰہیہ مراد ہیں اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ہر ایک شخص اپنی گفتگو میں ایک اصطلاح اختیار کر سکتا ہے لکلٍ ان یصطلح سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اُس نے نبوت رکھا ہے یعنے ایسے مکالمات جن میں اکثر غیب کی خبریں دی گئی ہیں۔ اور **لعنت** ہے اس شخص پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعوٰی کرے مگر یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے *

میں بار بار تمام دنیا پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں اسلام ہی صرف ایسا مذہب ہے جسکو زندہ مذہب کہنا چاہیے باقی تمام مذاہب قصوں کی پرستش میں گرفتار ہیں اور آریہ مذہب والے یوں تو ہر بات میں قانون قدرت کا حوالہ دیتے ہیں مگر اُن کے یہہ دکھلانیکے دانت ہیں کہلانے کے دانت نہیں ہیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ انکا مذہب آسمانی نشانوں سے بے نصیب ہے بلکہ اُن کا مذہب ہر ایک بات میں خدا کے قانون قدرت کے مخالف بھی ہے

مثلاً خدا کے قانون قدرت سے جانداروں کی پیدایش کی نسبت صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہرگز اس طرح پیدا نہیں ہوتے جیساکہ آریوں کا خیال ہے یعنی یہ کہ اُنکی روحیں شبنم کی طرح کسی گھاس پات پر پڑتی ہیں بلکہ مختلف قسم کے مادوں سے خواہ وہ نباتی ہیں خواہ جمادی یا حیوانی باذن باری تعالیٰ روحیں پیدا ہو جاتی ہیں شبنم کا اُن میں کچھہ دخل نہیں جیساکہ ہم پہلے بھی لکھہ چکے ہیں۔ پس یہ کس قسم کا فلسفہ ہے کہ روحوں کی پیدایش کا صرف شبنم پر مدار رکھا گیا ہے یعنے یہ کہ روح شبنم کی طرح آسمان سے کسی گھاس پات پر گرتی ہے۔

اگر کارخانہ قدرت پر نظر ڈالی جاے تو جانداروں کی پیدایش کے بارے میں انسانی عقل ہر ایک قدم میں اپنے عجز کا اقرار کرتی ہے ایک قسم کے وہ جاندار ہیں جو دریاؤں اور سمندروں میں عجیب طور پر پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں اور ایک قسم کے وہ جاندار ہیں جو زمین کے نیچے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعض جاندار یعنی کیڑے پہلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہماری اس کتاب کے تحریر کے وقت جو آم کے پھل لانیکا وقت ہے اور موسم بہار ہے آم کے پہول میں ایک کیڑا پیدا ہو گیا ہے جسکو اس ملک میں تیلا کہتے ہیں اور یہ آم کے پہول سے ہی پیدا ہوا ہے اور یقین تہا کہ آم کی فصل کو تباہ کر دیتا مگر اب بارش کے ہونے سے کسیقدر کم ہو گیا ہے۔ ایساہی کپاس کے درختوں کو ایک قسم کے کیڑے نے نقصان پہنچایا ہے کہتے ہیں کہ کپاس کا کیڑا خارجی تاثیر سے پیدا

نہین ہوتا بلکہ ایک انگریز محقق نے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ پودے کی جڑھ مین مٹی مین سے پیدا ہوتا ہے ۔

ایسا ہی اِس موسم بہار مین میوہ بیدانہ پر ہمیشہ ایک کیڑا دیکھا گیا ہے جو بہت خوبصورت اور بادامی رنگ ہوتا ہے۔

اور موتی کا کیڑا بھی ایک عجیب قسم کا ہوتا ہے اور بہت نرم ہوتا ہے اور لوگ اسکو کہاتے بھی ہین ۔خود پانی مین بھی کیڑے ہوتے ہین اور ایک قسم کے درخت ہین کہ ایک صفت اُن مین نباتی اور ایک حیوانی ہے جیسا کہ پہلے حکماء نے بھی بانس کے درخت مین یہ صفت ثابت کی ہے کہ اگر وہ کسی ایسی جگہ پر لگایا جائے جس کے اوپر چہت ہو تو ہنوز وہ درخت چہت تک نہین پہنچتا اور ایک دو ہاتھ باقی رہتے ہین کہ ایسی طرف اپنا رخ کر لیتا ہے جس طرف سے وہ بآسانی باہر کیطرف نکل آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمین بھی ایک حیوانی شعور ہے ۔ ایسا ہی لاجونتی کی بوٹی مین بھی حیوانی شعور پایا جاتا ہے کہ وہ ہاتھ لگانے سے فی الفور پژمردہ ہو جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا وجود بھی حیوان اور نبات مین مشترک ہے اور بعض درختون کے پہل جب پختہ ہوتے اور کہانے کے قابل ہو جاتے ہین تو وہ سب کے سب پرندے بنجاتے ہین اور دوسرے پرندون کی طرح پرواز کرتے ہین جیسا کہ گولر کا پہل بھی اِسی طرح کا ہے اور بعض سیاح صاحب تجربہ بیان کرتے ہین کہ افریقہ کے بعض جنگلون مین بہت سے ایسے درخت پائے گئے ہین کہ ان کے پہلے بھی گولر کی پہل کیطرح آخر کار چہوٹے چہوٹے پرندے ہو کر پرواز کرنے لگتے ہین ۔بعض پتے اس قسم کے ہین کہ عین سبز ہونیکی حالت مین اُن مین کیڑے پیدا ہو جاتے ہین پس ظاہر ہے کہ کارخانہ قدرت الٰہی کی کون حدبست کر سکتا ہے یہ تمام جہالتین ہین کہ اُسکے قدرت کے کامون کو محدود کیا جاوے اس وسیع کارخانہ قدرت پر ایک عمیق نظر ڈالنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تمام مدار حیوانی پیدایش کا یہ قرار دینا کہ رحمین شبنم

کی طرح آسمان سے گرتی ہیں ایسا خیال صرف جہالت ہی نہیں بلکہ جنون اور دیوانگی ہے۔

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ ان تمام کیڑوں کی پیدایش موسموں اور وقتوں سے وابستہ ہے مثلاً برسات میں اس قدر کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں کہ تمام سال میں اس قدر پیدا نہیں ہوتے پس کیا ہم گمان کر سکتے ہیں کہ برسات میں لوگ بڑے بڑے گناہ کرتے ہیں اسلئے اس موسم میں کیڑوں کی ادنیٰ جونیں انہیں نصیب ہوتی ہیں؟ شرم۔

ماسوا اسکے آریہ مذہب کا یہ عقیدہ قانون قدرت سے کس قدر برخلاف ہے کہ خدا تعالیٰ اس زمانہ میں لوگوں کی دعائیں سنتا تو ہے مگر بولنے پر قادر نہیں اس لیے جواب نہیں دے سکتا۔ اور صرف اُس زمانہ تک وہ بولتا تھا جبکہ وید کا زمانہ تھا پھر جبکہ وہ بولتا نہیں تو کیونکر معلوم ہو کہ وہ سنتا بھی ہے بلکہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے پس یہ کس قسم کا قانون قدرت ہے جو ہمارے زمانہ میں آکر معطل ہو گیا۔

پھر یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ خدا صرف آریہ ورت کا ہی خدا نہیں بلکہ تمام دنیا کا خدا ہے پھر یہ کس قسم کا قانون قدرت ہے کہ وہ پرمیشر مدتوں تک آریہ ورت سے ہی تعلق رکھتا ہے کہ انہیں کے ملک میں اپنی کتاب نازل کرتا ہے کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے؟ کہ آریہ ورت کو خدا سے کونسی خصوصیت ہے کہ ہمیشہ کے لیے خدا تعالیٰ کو انہیں کا ملک پسند آگیا۔ اور پھر کیا وجہ ہے کہ اس کام کیلیے ہمیشہ آریہ ورت کے چار رشی ہی منتخب کیے جاتے ہیں اور کیا وجہ ہے کہ پرمیشر اپنے عاجز بندوں کو انکی زبان میں ہی اپنے احکام نہیں سمجھاتا اور ایک اجنبی زبان جسکو بندے نہ سمجھ سکیں نہ بول سکیں انکے سامنے پیش کرتا ہے کہ انکی ہدایتوں پر چلو؟ اگر یہی بات ہے کہ پرمیشر انکی زبان سے نفرت کرتا ہے تو پھر وہ دعائیں جو اپنی اپنی زبان میں لوگ کرتے ہیں وہ کیونکر سن لیتا ہے؟

غرض آریہ مذہب خدا کے قانون قدرت کے بالکل مخالف ہے اور ہم بار بار بیان کر چکے ہیں کہ وید کی رو سے پرمیشر کا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ نہ یہ پرمیشر وید کی رو سے

کامل طور پر خالق ہے اور نہ کوئی تازہ نشان دکھا سکتا ہے تا اُسکی ہستی کا اس سے پتہ لگے اور نہ اسکی طرف توجہ کرنیوالا یہ امر محسوس کرتا ہے کہ پرمیشر نے اپنی کلام سے اُسکو اپنی وجود کی خبر دی ہے کہ میں موجود ہوں۔ عجیب بات یہ ہے کہ وید کی رُو سے مجرموں کو سزا دینے کیلئے اور نیز ایسی نیک جزا دینے کیلئے جس سے ایک بیل اپنی مشقت بھگت کر انسان بن سکتا ہے یہی دُنیا جزا و سزا کا گھر ہے مگر پھر بھی ہر ایک روح مرنیکے بعد دُنیا سے اُٹھائی جاتی ہے اور کسی سزا جزا کا ثمرہ اسی دنیا میں دست بدست دکھایا نہیں جاتا اور چاہیے تھا کہ جسوقت ایک بیل اپنی بداعمالی کی سزا بھگت لے تو فی الفور اس بیل کو انسان بنایا جائے۔ الہ گون کو بھی معلوم ہو کہ تناسخ برحق ہے جبکہ یہی دنیا۔۔ سزا جزا دینے کا گھر ہے تو ناحق روح کو دنیا سے اُٹھا لینا اور پھر واپس لانا کس قدر فضول حرکت ہے۔

حق کے طالبوں کیلئے ایک ضروری نصیحت

چونکہ دُنیا ایک ایسی دھوکہ دینے والی جگہ ہے کہ اس میں ہر ایک اچھی چیز کے مقابل پر بُری چیز بھی موجود ہے بلکہ بعض اوقات نادانوں کی نظر میں بُری چیز ایسی اچھی دکھائی دیتی ہے کہ گویا وہی عمدہ اور قابل تعریف ہے۔ مثلاً ہیرا جس کو خدا اپنی قدرت اور حکمت سے زمین میں سے پیدا کر دیتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ کوئلہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال کچھ ہو لیکن وہ ایسی قیمتی چیز ہے کہ اگر وہ اپنے پورے وزن اور پورے لوازم کے ساتھ پیدا ہو جائے تو کئی لاکھ روپیہ بلکہ اس سے بڑھکر اُسکی قیمت ہوتی ہے اور بجز خزائن ملوک کے کسیکو میسر نہیں آتا پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ بعض دوسرے پتھر بھی ایسے میں

کہ بڑے دانا جوہری بھی دھوکہ کھا کر انکو اعلےٰ درجہ کا ہیرا ہی خیال کرنے لگتے ہین بلکہ اپنی بیوقوفی سے خرید کر ہزار ہا روپیہ کا خسارہ اُٹھاتے ہین۔ میرے یہ دیکھنے کی بات ہے کہ قادیان مین ایک کابلی شخص وہ پتھر چکنے والے مدور شکل کے لایا جو بہت خوبصورت اور چمکدار تہا اور بیان کیا کہ یہ دو ہیرے ہین اور اُن مین سے شعلہ کیطرح چمک نکلتی تہی۔ میرے ایکدوست نے جو مدراس کے رہنے والے تھے ایک ٹکڑہ اس ہیرے کا خریدنا چاہا اور پانسوروپیہ قیمت ٹھہری مینے انکو منع کیا کہ اول یہ ٹکڑہ کسی جوہری کو دکہلا لینا چاہیے پہر جوہری کے پاس مدراس مین وہ ٹکڑہ بہیجا گیا آخر شاید ایک ہفتہ یا دس دن کے بعد جواب آیا کہ اس ٹکڑہ کی قیمت دو یا تین پیسے ہین اور معلوم ہوا کہ یہ اور ہی پتھر ہے جو ہیرے سے مشابہ ہوتا ہے۔

× پس اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ بعض نااہل آدمی اپنی جھوٹی چمک دکہلا کر ایسا ظاہر کرتے ہین کہ گویا وہ اولیاء الرحمٰن مین سے ہین اور درحقیقت وہ اولیاء الشیطان مین سے ہوتے ہین ہر ایک شخص کا کام نہین ہے کہ وہ عباد الرحمٰن اور عباد الشیطان مین فرق کر سکے ہان اگر ولایت حقہ کے جمیع لوازم مدنظر رکھکر اور اس معیار کو ہاتھ میں لیکر جو قرآن شریف نے عباد الرحمٰن کیلیے مقرر کیا ہے دیکھا جائے تو انسان دھوکہ کہانے سے بچ جائیگا اور کسی ابلیس کے ہاتھ مین ہاتھ نہین دیگا۔ مگر مشکل تو یہی ہے کہ اس زمانہ مین اکثر لوگ خدا کی پاک کلام قرآن شریف مین تدبر نہین کرتے اور نہین دیکھتے کہ قرآن شریف نے عباد الرحمٰن کے کیا کیا علامات لکھے ہین۔

علامات قرآن شریف مین دو قسم کے پائے جاتے ہین بعض وہ علامات ہین جو بندہ کے کمال تقوے اور کمال اخلاص اور حسن اعتقاد اور حسن اقتدا اور حسن عمل کے متعلق ہین اور بعض وہ علامات ہین جو خدا تعالیٰ کے فضل اور اکرام اور انعام کے متعلق ہین یہ دونو قسم کے علامات جس بندہ مین صحیح اور واقعی طور پر پائے جائینگے وہ بلاشبہ عباد الرحمان مین سے ہوگا

اور سب سے زیادہ جو خدا نے علامت رکھی ہے وہ یہ ہے جو مومن اور غیر مومن میں خدا نے ایک فرقان رکھا ہے اور مومن کامل مقابلہ کے وقت اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے اور اُسکی نصرت اور مدد کی جاتی ہے اور نیز یہ کہ مومن کامل کو بصیرت کامل بخشی جاتی ہے اور سب سے زیادہ معرفت کا حصہ بخشا جاتا ہے اور نیز یہ کہ اُس کا تقوےٰ معمولی انسانوں کے تقوے کیطرح نہیں ہوتا بلکہ اُسکے تقوے سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کے مقابل پر اپنے وجود کو بھی گناہ میں داخل سمجھتا ہے اور نیستی کے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اُسکا کچھ بھی نہیں رہتا بلکہ سب خدا کا ہو جاتا ہے۔ اور اُسکی راہ میں فدا ہونے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔ ×

اور چونکہ خدا کی غیرت عام طور پر اپنے بندوں کو انگشت نما نہیں کرنا چاہتی اسلئے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے خدا اپنے خاص اور پیارے بندوں کو بیگانہ آدمیوں کی نظر سے کسی نہ کسی ظاہری اعتراض کے نیچے لاکر محجوب اور مستور کر دیتا ہے تا اجنبی لوگوں کی اُن پر نظر نہ پڑ سکے اور تا وہ خدا کی غیرت کی چادر کے نیچے پوشیدہ رہیں یہی وجہ ہے کہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کامل انسان پر جو سراسر نور مجسم ہیں اندھے پادریوں اور نادان فلسفیوں اور جاہل آریوں نے اِس قدر اعتراض کئے ہیں کہ اگر وہ سب اکٹھے کئے جائیں تو تین ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ پھر کسی دوسرے کو کب امید ہے کہ مخالفوں کے اعتراض سے بچ سکے اگر خدا چاہتا تو ایسا ظہور میں نہ آتا۔ مگر خدا نے یہی چاہا کہ اُسکے خاص بندے دُنیا کے فرزندوں کے ہاتھ سے دُکھ دئیے جائیں اور ستائے جائیں اور اُن کے حق میں طرح طرح کی باتیں کہی جائیں۔ اِسی طرح انجیل سے ثابت ہے کہ بدقسمت یہودیوں نے حضرت عیسیٰ کو بھی کافر اور مکار اور گمراہ کرنیوالا اور فریبی ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ ایک چور کو اُن پر ترجیح دی۔ ایسا ہی فرعون نے بھی حضرت موسےٰ کو کافر کر کے پکارا جیسا کہ قرآن شریف میں فرعون کا یہ کلمہ درج ہے وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین یعنی اے موسیٰ جو کام تو نے کیا وہ کیا اور تو تو کافروں

مین سے ہے۔
پس یہ کفر عجیب کفر ہے کہ ابتداء سے تمام رسول اور نبی وراثت کے طور پر
نادانون کی زبان سے اسکو لیتے آئے یہان تک کہ آخری حصہ اُسکا ہمین بھی ملگیا
پس ہمارے لیے یہ فخر کی جگہ ہے کہ ہم اِس حصہ سے کہ جو نبیون اور رسولون اور صدیقون
کو قدیم سے ملتا آیا ہے محروم نہ رہے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ گذشتہ نبیون کی نسبت یہ
حصہ ہمین زیادہ ملا ہے۔
× اور یہ بات بھی یاد رہے کہنے کے لایق ہے کہ اولیاء اللہ کے بھی کئی درجات ہوتے
ہین اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فضلنا بعضھم علیٰ بعض بعض بعض پر فضیلت
رکھتے ہین بلکہ بعض اُس مقام تک پہنچ جاتے ہین کہ ادنیٰ درجہ کے صلحا اُنکو شناخت نہین
کر سکتے اور اُن کے مقام عالی سے منکر رہتے ہین اور یہ اُن کے لیے ابتلا اور ٹھوکر کا
باعث ہو جاتا ہے اصل بات یہ ہے کہ ربوبیت کی تجلیات الگ الگ ہوتی ہین جو
انص العب دہوتی ہین وہ اعلےٰ درجہ کی تجلی سے مخصوص کیے جاتے ہین دوسرون
کو اس تجلی سے کوئی حصہ نہین ملتا۔ اگرچہ خدا ایک ہی اور واحد لاشریک ہے مگر پھر بھی
مختلف تجلیات کے اعتبار سے ہر ایک کا جدا جدا رب ہے یہ نہین کہ رب بہت ہین رب
ایک ہی ہے جو سب کا رب ہے اور کثرت کا قایل کافر ہے۔ مگر تعلقات کے مختلف مراتب
کے لحاظ سے اور صفات الٰہیہ کے ظہور کی کمی بیشی کے لحاظ سے ہر ایک کا جدا جدا
رب کہنا پڑتا ہے جیسا کہ بہت سے آئینے اگر ایک چہرہ کے مقابل پر رکھے جائین جن مین
سے بعض آئینے اس قدر چھوٹے ہون کہ جیسے آرسی کا شیشہ ہوتا ہے اور بعض اس سے
بھی چھوٹے اور بعض اس قدر چھوٹے کہ گویا آرسی کے آئینہ سے پچاسوان حصہ ہین اور بعض
آرسی کے آئینہ سے کسی قدر بڑے ہین اور بعض اس قدر بڑے ہین کہ اُنہین پورا چہرہ
نظر آسکتا ہے پس اسمین شک نہین کہ اگرچہ چہرہ ایک ہی ہے لیکن جس قدر آئینہ چھوٹا ہوگا

چہرہ بھی اسمین چھوٹا دکھائی دیگا۔ یہانتک کہ بعض نہایت چھوٹے آئینوں میں ایک نقطہ کیطرح چہرہ نظر آئیگا اور ہرگز پورا چہرہ نظر نہیں آئیگا جبتک پورا آئینہ نہ ہو پس اسمین کچھ شک نہیں کہ چہرہ تو ایک ہے اور یہ بات واقعی صحیح ہے لیکن جو بظاہر مختلف آئینوں مین نظر آتا ہے اُسکی نسبت یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ باعتبار اُس نمائش کے ایک چہرہ نہیں ہے بلکہ کئی چہرے ہین اسی طرح ربوبیت الٰہیہ ہر ایک کیلیے ایک درجہ پر ظاہر نہیں ہوتی انسانی نفس تزکیہ کے بعد ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے جسمین ربوبیت الٰہیہ کا چہرہ منعکس ہوتا ہے مگر گو کسی کیلیے تزکیہ نفس حاصل ہو گیا مگر فطرت کے لحاظ سے تمام نفوس انسانیہ برابر نہیں ہین کسیکا دائرہ استعداد بڑا ہے اور کسیکا چھوٹا جسطرح اجرام سماویہ چھوٹے بڑے ہین۔ پس جو چھوٹی استعداد کا نفس ہے گو اس کا تزکیہ بھی ہو گیا مگر چونکہ استعداد کی رو سے اس نفس کا ظرف چھوٹا ہے اس لیے ربوبیت الٰہیہ اور تجلیات ربانیہ کا عکس بھی اسمین چھوٹا ہوگا۔ پس اس لحاظ سے اگرچہ رب ایک ہی لیکن ظروف نفسانیہ مین منعکس ہونیکے وقت بہت سی رب نظر آئینگے۔ یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز مین بھی کہتے تھے کہ سبحان ربی الاعلٰی۔ سبحان ربی العظیم یعنی میرا رب سب سے بڑا اور بزرگ ہے۔ پس اگرچہ رب تو ایک ہے مگر تجلیات عظیمہ اور ربوبیت عالیہ کی وجہ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب سب سے اعلیٰ ہے۔

پھر اس جگہ ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ مدارج قرب اور تعلق حضرت احدیت کے مختلف ہین اِسلیے ایک شخص باوجود خدا کا مقرب ہونیکے جب ایسے شخص سے مقابلہ کرتا ہے جو قرب اور محبت کے مقام مین اس سے بہت بڑھکر ہے تو آخر نتیجہ اُسکا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص جو ادنے درجہ کا قرب الٰہی رکھتا ہے نہ صرف ہلاک ہوتا ہے بلکہ بے ایمان ہو کر مرتا ہے جیساکہ موسیٰ کے مقابل پر بلعم باعور کا حال ہوا۔ پہلے تو وہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف تھا اور اُسکی دعائین قبول ہوتی تھین اور تمام ملک مین ولی کہلاتا تھا اور صاحب کرامات

تھا لیکن جب خواہ نخواہ موسیٰ کیساتھہ مقابلہ کر بیٹھا اور اپنی قدر کو شناخت نہ کیا تب ولایت اور قرب کے مقام سے گرایا گیا اور خدا نے کتّے کے ساتھہ اُسکو مثال دی۔ پس سوچنا چاہیے کہ تکبر اور مشیخت کس قدر خوف کا مقام ہے اور اُس درگاہ مین بجز عاجزی کے اور کچھہ منظور نہین۔ چاہیے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو دیکھے کہ وہ خدا سے تعلق محبت رکھتا ہے اور خدا اُسکی مدد اور نصرت کرتا ہے تو گو وہ کیسا ہی اپنے تئین پارسا یا ملہم سمجھتا ہے جلدی سے اُسکی توہین اور تکذیب کیلیے طیار نہ ہو تا بلعم باعور کی طرح اُسکا انجام بلنہ ہو۔ ×

خاتمہ کتاب

جسمین باوانانک صاحبکی گواہی اسلام کی نسبت لکھی گئی ہے

چونکہ یہ کتاب ہندوؤن کے مقابل پر تالیف ہوئی ہے یعنی آریون کے مقابل پر جو آجکل بد زبانی اور توہین مین ہر ایک قوم سے بڑھ گئے ہین اسلیے ہم اس کتاب کو ایک ایسے بزرگ کی شہادت پر ختم کرتے ہین جو ہندوؤن کی قوم مین سے ہے مگر اپنی روح کی پاکیزگی اور خوف الٰہی مین ہندوؤن کے اکثر بزرگون سے بڑھکر ہے۔

اس بزرگ سے ہماری مراد باوانانک صاحب ہین جو سکھون کے پیشوا اور رہبر ہین۔ ہمین بڑے شکر سے اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے یہودیون اور عیسائیون کی مقدس کتابون مین ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی نسبت پیشگوئی کی ہے اور بیان فرمایا ہے کہ وہ ایک سچا اور صادق رسول ہے جو آنے والا ہے ایسا ہی خدا تعالیٰ نے چاہا کہ ہندوؤن کی قوم کو بھی اس شہادت

سے محروم نہ رکھے سو خدا تعالیٰ نے اِس ملک پنجاب مین اس گواہی کے ادا کرنیکے لیے ایک ایسا شخص پیدا کیا جو آج بیس لاکھ سکھ اُس کے چیلے اور اُسکی راہ مین جان فدا کرنیکو طیار ہین یعنی **باوا نانک صاحب**۔

جس شخص کو باوا نانک صاحب کی سوانح سے اطلاع ہوگی اُسکو معلوم ہوگا کہ یہ وہی مردِ خدا ہے جس نے دنیاداری کے ہزاروں پردوں کو پھاڑ کر اور بیجا رسموں کی بندشوں کو توڑ کر خدا کو اختیار کیا تہا۔ اُسکی کلام اور اُسکے ہر ایک فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ وہ اُن لوگوں مین سے ہے جن کو خدا اپنے ہاتہہ سے صاف کرتا ہے اور جن کے دلوں کو دُنیا سے بیزار کرکے اپنی طرف کہینچ لیتا ہے اور جن کے سینوں مین وہ اپنی محبت کی آگ رکھ دیتا ہے اس کا کلام صاف ثابت کرتا ہے کہ اُس نے ہندوؤں کے ویدوں مین بہت غور کی مگر اُن سے کچہہ تسلی نہین پائی آخر ویدوں سے اُس کا دل بیزار ہوگیا اور اُس وقت کے خدا رسیدہ مسلمانوں سے اُس نے تعلق پیدا کیا اور ایک زمانہ دراز تک اُن کی صحبت مین رہا آخر اُنکے رنگ سے رنگین ہوگیا۔ اب تک اُنکی یادگار ہین وہ **چلہ کشی** کے مقام پائے جاتے ہین جس جس جگہ اُس نے **اولیاء اللہ** کے قرب وجوار مین خدا کی راہ مین مجاہدات کیے چنانچہ اِس نیت سے مین ایکمرتبہ ملتان پہنچکر ایک بزرگ کی خانقاہ پر گیا تو ایک دیوار پر باوا نانک صاحب کے ہاتہہ سے **یا اللہ** لکہا ہوا دیکہا اور مجاوروں نے مجہے چلہ کشی کا مقام دکہایا اور وہ مسجد بہی دکہائی جسمین وہ **نماز پڑہتے تہے** اصل بات یہ ہے کہ وہ زندہ خدا کا طالب تہا اور زندہ مذہب کو ڈہونڈہتا تہا آخر خدا اُس پر ظاہر ہوا اور راہِ راست اُسکو دکہلا دیا۔ باوا صاحب کے **تبرکات** بہی جو ابتک اُنکی اولاد یا جانشینوں کی اولاد کے ہاتہہ مین موجود ہین وہ تبرکات بہی بزبانِ حال بیان کر رہے ہین کہ باوا نانک صاحب اور جانشین اُن کے درحقیقت

مسلمان تھے اور حکمت الٰہیہ سے وہ مخفی رہے ہے وہ تمام تبرکات باوا صاحب کے اسلام پر ایک عجیب **شہادت** ہے اور میں نے اِن شہادتوں کے فراہم کرنے میں بہت محنت کی آخر خدا کے فضل سے کافی شہادتیں مجھے مل گئیں۔ چنانچہ ذیل میں باوا صاحب کے تبرکات میں سے ایک عجیب شہادت پیش کرتا ہوں۔

بمقام **گروہرسہائے** واقع ضلع فیروز پور سکھوں کے ایک نہایت معزز خاندان کے قبضہ میں باوا نانک صاحب اور اُن کے بعد کے گدی نشین گروؤں کے چند تبرکات چلے آتے ہیں۔ جن میں ایک تسبیح (جسکو ہندو مالا کہتے ہیں) باوا صاحب موصوف کی اور ایک **پوتھی** اور ایک **قرآن شریف** اور چند دیگر اشیاء ہیں۔ یہ قرآن شریف اور دیگر تبرکات نہایت ادب کے ساتھ بہت سے ریشمی غلافوں کے درمیان بند ہیں اور اُنکو کھولا نہیں جاتا جبتک کہ اُن کے درشن کرنیکا خواہشمند اُس گرو کو جس کے قبضہ میں وہ ہیں مبلغ ایک سو ایک روپیہ نقد نہ دے۔ اور اُسکو کھولنے سے پہلے وہ گرو ایک سو ایک دفعہ اشنان یعنے غسل کرتا ہے۔ تب وہ اپنے آپ کو اِس قابل خیال کرتا ہے کہ اُسکو کھولے اور ہاتھ لگائے۔ اِن تبرکات کے درشن کرنے کیواسطے اور اُن کے آگے سر جھکانے کے واسطے سکھ اور ہندو لوگ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ ڈیرہ اسمٰعیل خان۔ ڈیرہ غازیخان۔ کوہاٹ اور دیگر سرحدی علاقجات بلکہ کابل تک سے آتے ہیں۔ آجکل جس سکھ بزرگ کے قبضہ میں یہ تبرکات ہیں اسکا نام **گرو بشن سنگھ** ہے۔ یہ صاحب گرو رام داس کی اولاد میں سے ہیں جو کہ باوا نانک کے بعد چوتھے گرو سکھوں کے گذرے ہیں۔

فیروز پور گزٹیر مطبوعہ ۸۹-۱۸۸۸ء میں جو حالات سرکار انگریزی کے کارپردازان نے اِس خاندان کے متعلق لکھے ہیں ان میں مندرج ہے کہ اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ وہی گرو رامداس صاحب تھے جن کے نام نامی پر امرتسر کا مشہور سنہری مندر

نامزد ہے پہلے یہ تبرکات ضلع لاہور تحصیل چونیان کے ایک گانون محمدی پور نام مین تھے جہان سے اس خاندان کا بزرگ گرو جیون مل نقل مکان کرکے موجودہ مقام مین آگیا اور یہان اوس نے ایک گانون آباد کیا جس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر گرو ہرسہائے رکھا چنانچہ آجتک یہ گانو اسی نام سے مشہور ہے۔ گرو جیون مل کے بعد اسکا بیٹا گرو ہرسہائے گدی نشین ہوا اور اسکے بعد گرو اجیت سنگھ اور پھر گرو امیر سنگھ اور پھر گرو گلاب سنگھ اور پھر گرو فتح سنگھ (موجودہ گرو کا باپ) یکے بعد دیگرے جانشین ہوتے چلے آئے۔ ان تبرکات قرآن شریف وغیرہ کے سبب اس خاندان کا اثر ہمیشہ سکھ قوم پر زور آور رہا ہے انہین تبرکات کے سبب سے یہ خاندان ہمیشہ بڑی بڑی جاگیرون کا مالک رہا ہے۔ چنانچہ اب تک ۲۶ گاؤن ان کے قبضہ مین ہین جو ضلع فیروزپور مین ہین اور ان کے علاوہ ریاستہائے نابہ و پٹیالہ مین بھی انکی جاگیرین ہین۔ ان تبرکات کو دیکھنے کیواسطے اور اسی ... فیض حاصل کرنیکے واسطے بعض بڑے بڑے آدمی وہان جایا کرتے ہین چنانچہ ایک دفعہ گذشتہ مہاراجہ صاحب والئ ریاست فریدکوٹ بھی خود وہان گئے تھے اور مشہور ہے کہ انہون نے ایک ہاتھی اور ایک ہزار روپیہ نقد ان تبرکات کے سبب گرو صاحب کی نذر کیا تھا۔ قرآن شریف اور دیگر تبرکات مفصلہ ذیل صاحبان کو ۴۔ اپریل ۱۹۰۸ء شنبہ کے دن گوردیش سنگھ صاحب نے دکھائے چنانچہ قرآن شریف کو کھول کر پڑھا گیا۔ وہ ایک نہایت خوشخط لکھی ہوئی حمائل شریف ہے جسکا سائز تخمیناً ۳ انچ چوڑا اور ۴½ انچ لمبا ہے۔ ہر صفحہ پر چار دگرد سنہری لکیرین پڑی ہین اور بعض مقامات پر سنہری بیل ہے۔ موجودہ گرو صاحب کا بیان ہے کہ پرانے گرو صاحبان سے یہ قرآن شریف بطور تبرک کے چلا آتا ہے۔

ہماری جماعت کے معززارکان مین سے جس جس صاحب نے موقعہ پر پہنچکر اس قرآن شریف کی زیارت کی ہے اُن صاحبان کے نام یہ ہین۔

(۱) مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر اخبار بدر قادیان۔
(۲) مولوی محمد علی صاحب ایم اے اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان
(۳) میرزا محمود احمد (میرا بڑا لڑکا) اڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان۔
(۴) سید امیر علیشاہ صاحب سب انسپکٹر جلال آباد۔
(۵) حکیم ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری مالک کارخانہ ہمدم صحت لاہور۔
(۶) شیخ عبدالرحیم صاحب نومسلم (سابق جگت سنگھ)
(۷) چوہدری فتح محمد صاحب طالب علم گورنمنٹ کالج لاہور۔

اب ہم اس جگہ اس بات کے بیان کرنے سے خاموش نہیں رہ سکتے کہ یہ قرآن شریف کہ جو باوا نانک صاحب کے گدی نشین گرودن کے تبرکات میں نہایت عزت اور ادب کے ساتھ اب تک اس خاندان میں چلا آیا ہے جس کی زیارت کیلئے صدہا کوس سے سکھ لوگ آتے ہیں اور ہزارہا روپیہ بطور نذر چڑھاتے ہیں یہ اس بات پر صاف دلیل ہے کہ باوا نانک صاحب اور نیز ان کے گدی نشین اور پیرو صدق دل سے قرآن شریف پر ایمان لاتے تھے اور اسکو درحقیقت خدا کا کلام سمجھ کر اسکا ادب کرتے تھے اگر کوئی شخص تجاہل کے رو سے اسکا انکار کرے تو اس سے ہمیں کچھ غرض نہیں لیکن بلاشبہ باوا صاحب اور انکی گدی نشینوں کے اسلام پر یہ ایسا کھلا کھلا ثبوت ہے کہ اس سے بڑھکر متصور نہیں۔

پھر جب ہم اسکے ساتھ اس ثبوت کو دیکھتے ہیں جو اس تبرک سے ہمیں ملتا ہے جو ڈیرہ نانک ضلع گورداسپور میں موجود ہے جس کا ہمنے اپنی کتاب ست بچن میں مفصل ذکر کیا ہے یعنی **چولہ صاحب** جس پر بہت سی قرآن شریف کی آیتوں کے ساتھ یہ کلمہ شہادت بھی لکھا ہوا ہے کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ تو بلاشبہ ہمیں راستی کی پابندی سے کہنا پڑتا ہے کہ باوا نانک صاحب نہ صرف عام مسلمانوں کی طرح مسلمان تھے بلکہ ان کو اسلام

کے اُن اولیاء اور بزرگوں میں سے شمار کرنا چاہیئے جو اس ملک میں گذر چکے ہیں اب بعد اسکے ہم ذیل میں چند ملفوظات باوانانک صاحب جو گرنتھ اور جنم ساکھیوں میں لکھے ہوئے ہیں ذیل میں درج کرتے ہیں اور اس بات کا انصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ اگر ان تمام امور کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ باوانانک صاحب کو مذہب کی رو سے ہندوؤں سے کچھ بھی تعلق نہ تھا بلکہ وہ مرد خدا کامل مسلمانوں میں سے ایک مسلمان تھا وہ آریہ قوم میں اس غرض سے پیدا ہوا کہ تا خدا سے الہام پاکر اسلام کی سچائی کا اقرار کرے اور پھر اپنی اس گواہی سے تمام ہندوؤں کو ملزم کر کے خدا کے سامنے قیامت کے دن اُن پر نالش کرے۔ پس باوانانک صاحب کا وجود تمام ہندوؤں پر خدا تعالیٰ کی ایک حجّت ہے خاص کر سکھوں پر جو اُن کے پَیرو کہلاتے ہیں خدا نے آریوں میں سے ایک ایسا مقدس شخص پیدا کیا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اسلام سچّا ہے اور جو تکذیب کرتے ہیں وہ اُن کے مُنہ پر تھوکتے ہیں پس اے وہ تمام لوگو جو اس مقدس گورو کے سکھے ہو۔ خدا سے ڈرو۔ صرف میں ہی تمکو ملزم نہیں کرتا بلکہ وہ مقدس بزرگ بھی تم کو ملزم کر رہا ہے جسکی پَیروی کا تم کو دعوےٰ ہے اگر تم اس مقدس گورو کے سچے سکھ ہو تو ہندوؤں کا تعلق چھوڑ دو جیسا کہ اُس نے چھوڑ دیا تھا اور اس پاک مذہب کی روشنی سے تم بھی نور حاصل کرو جس کے نور سے وہ بزرگ سر تا پا روشن ہو گیا تھا۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میرے قول کی پَیروی مت کرو اور اگر میں سچ کہتا ہوں تو دھرم یہی ہے کہ سچ کو قبول کر لو۔

باوانانک صاحب مسلمانوں کے گھر میں پیدا نہیں ہوئے تھے وہ آریہ قوم میں سے تھے مگر خدا کا الہام اُن کو اسلام کی طرف کھینچ لایا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے یہ مذہب اسلام اختیار کر کے بعض ہندوؤں سے بڑے دُکھ اٹھائے

مگر اپنی ثابت قدمی سے ہر ایک دُکھ پر صبر کیا اُنہوں نے بصیرت کی راہ سے اسلام کو قبول کیا نہ صرف تقلید کے طور پر آجکل کے آریہ پنڈت ایسے ہیں کہ جیسے ایک اندھا اندھے کی رہبری کرتا ہے مگر خدا نے باوا نانک صاحب کو آسمانی نور عطا کیا تھا اُسی نور سے اُنہوں نے دیکھہ لیا کہ اسلام سچا ہے۔ تب بصیرت کی راہ سے نہ تقلید کے طور پر ہر ایک کو اُنہوں نے اسلام کیطرف بلانا شروع کیا اور کئی اسلامی بزرگوں کی خانقاہوں پر مجاہدات کیے اور تکالیف سفر اُٹھاکر پیادہ پا **مکہ معظمہ** کا حج بھی کیا اور **مدینہ منورہ** میں پہنچکر **روضۂ رسول** صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کی اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ اسلام قبول کرنے کے بعد اُن سے خوارق اور کرامات بھی ظہور میں آئے اور انکی روحانی کشش نے ہزاروں آدمیوں کو اپنی طرف کھینچا۔ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود ظاہر ہونیکے پھر بھی عوام کی نظر میں پوشیدہ رہے اور غالبًا اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر وہ اُسی زمانہ میں مسلمان ہوکر ہندوؤں سے الگ ہو جاتے تو پھر اُن کے تعلقات ہندوؤں سے منقطع ہوجاتے اور اُن کی روحانی تاثیر صرف تہیں کی ذات تک محدود رہتی مگر اب اُنکی روحانی تاثیر نے وہ کام کیا ہے کہ بیس لاکھہ ہندو بنام نہاد سکھہ اُن کے تابع ہیں اور وہ زمانہ قریب ہے کہ جب تعلیم کے ذریعہ سے اُن کی عقل اور فکر میں ترقی ہوگی تو وہ اپنے ایسے **مرشد کامل** کے مذہب سے علیحدگی پسند نہیں کرینگے۔

اور باوا نانک صاحب کی معرفت سے بھری ہوئی ہدایتیں یہ ہیں

شلوک گرنتھ صاحب

دوزخ پوندے کیوں رہیں ؟ جاں چت نہ آوے رسول

ترجمہ۔ وہ لوگ ضرور دوزخی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل نہیں کرتے۔

شلوک گرنتھ صاحب سے

ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکانے

ترجمہ۔ اے غافل صدق دل سے مسلمان ہو جا پھر تجھ کو نجات ابدی حاصل ہوگی۔

شلوک جنم ساکھی[1] بھائی بالا والی صفحہ ۱۷۲

کلمہ اِک پکاریا دُوجا ناہین کوئی۔

(ترجمہ) مین نے ایک ہی کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله کا ورد کیا ہے دوسرا کوئی نہین جس سے نجات

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۷۲

ہندو کہن ناپاک ہے دوزخ جاوین سوئی کہدو اللہ اور رسول کو اور نہ دوجہو کوئی

(ترجمہ) ہندو اللہ اور اسکے رسول کی شان مین ناپاک لفظ کہتے ہین تحقیق وہی دوزخی ہین

سچے دل سے اقرار کرلو کہ اللہ اور رسول برحق ہین اور اسکے سوا اور کچھہ نا بوجھو۔

بھائی بالا والی جنم ساکھی صفحہ ۱۴۲

اللہ تعالےٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ کو دُنیا کے اودہار کے لیئے بھیجا۔ اللہ تعالےٰ نے باوا نانک جی کو کہا کہ تیس سپارے قرآن شریف کے ہین اور چار کوٹ ورتلیئے اور ایک ہی نام کی مہا کرو اور دوسرا میرا کوئی شریک نہین سو یہ حکم نانک درویش کو آیا ہے کہ تو جگت مین جاکر اسداڈھنڈھورا پھیر جو کوئی حق راستی پر کہلو ولیگا سوئی پاک ہو ویگا۔

(ترجمہ) اللہ تعالی نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا کیلیے رسول بنا کر بھیجا اللہ تعالی نے باوا نانک جیکو فرمایا کہ قرآن شریف کے تیس سپارے ہین اے نانک تو چارون طرف پھر کر اس کا وعظ کر کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے جو کوئی حق اور راستی سے اللہ تعالی کا کلام سُنیگا وہی پاک ہوگا۔

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۴۲

باوا نانک جی نے عرض کینی کہ بولی ہورہے اِس بولی کو لوگ ہندو ڈرد ی ہین سمجھدے نہین

---

[1] یہ جنم ساکھی لیکسن پریس انارکلی لاہور کی طبع شدہ ہے۔ جو تیسری بار چھپی ہے۔

(ترجمہ) نانک جی نے عرض کی کہ اے خدا قرآن شریف عربی میں ہے ہندو اس زبان سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سمجھتے نہیں۔

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۳۵۔

خدا نے نانک نوں آکھیا کہ وڈیائی تسا نوں شیخ دی ملی ہے دیول دیوتے اور بہ اچین تیرتھ جو ہندوان دے ہین ادہناں نوں منسوخ کرو۔

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ نے نانک کو فرمایا کہ تم کو شیخ کا رتبہ عطا کیا گیا ہے دیوی اور دیوتے اور پرانے تیرتھ ہندوؤں کے جو شرک کی جڑھ ہیں انہیں منسوخ کرو۔

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۱۳۶

اے نانک مکہ مدینے جاکر حج کر

ایضاً صفحہ ۱۳۷

جد رکن دین قاضی مکہ دا نماز پڑھانے دے واسطے آیا تو قاضی رکن دین د بابے دی السلام علیکم ہوئی۔

ترجمہ۔ جب رکن دین قاضی مکہ کا نماز پڑھانے آیا تو باوا جی سے السلام علیکم ہوئی۔

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۱۳۹

چھٹسن سوئی نانکا مرشد جنہاں پناہ

(ترجمہ) نانک صاحب فرماتے ہیں کہ وہی لوگ نجات پائیں گے جن کے حامی و مددگار آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے۔

وہی جنم ساکھی صفحہ ۱۳۹

مسلمان کہاون مشکل۔ (ترجمہ) مسلمان بننا مشکل ہے۔

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۱۳۹

مسلمان کہاوے آپ ۔ صدق صبوری کلمے پاک۔

(ترجمہ) صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان کہاؤ۔

وہی جنم ساکھی صفحہ ۱۳۹

وہ پیغمبر ہویا اس دُنیا کے ماہین نام محمد مصطفےٰ رب ڈاڈا بے پرواہ
ڈٹھی ہین چار کتاب اکس باجہ نہ کوئی وحدہٗ لا شریک ہے دوجا ہوا نا ہوئی

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر دنیا مین بھیجا۔ چار کتابون کا مشاہدہ کیا مگر قرآن شریف کے بغیر دوسری کوئی کتاب نہین وہ وحدہٗ لا شریک ہے دوسرا اسکا ثانی کوئی نہین ۔

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۱۴۱

پاک پڑہو کلمہ رہدا محمد نال ملائے ہو معشوق خدائیدا ہوا تُل آپے

ترجمہ۔ پاک کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے مِل جاؤ۔ وہ اللہ تعالےٰ کا پیارا ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ پر نثار کر دیا۔

وہی جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۴۱

ڈٹھا نور محمدی ڈٹھا نبی رسول ۔
نانک قدرت وکیھ کر خودی گئی سب بہول

(ترجمہ) آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کا نور دیکہہ کر ایسا لطف آیا کہ اسے نانک مین خدا کی قدرت دیکہہ کر اپنے آپ کو بہول گیا۔

جنم ساکھی بھائی بالا والی صفحہ ۱۴۳

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ اوچڑہے جو کہے نا کلمہ پاک مکروہ تر کیہے روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کہائے حرام دا سرتے چڑہی عذاب آتش دوزخ ہاویہ پایا تہان نصیب

(ترجمہ) باوا نانک رحمۃ اللہ نے کہا کہ اسے رکن دین سچے جواب سنو جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف

مین فرمایا ہے۔ تحقیق وہ لوگ دوزخی ہین جو کلمہ نہین پڑہتے - اور روزے نہین رکہتے انکا کہانا پینا حرام ہے اور اُنکے سر پر عذاب پر عذاب چڑہ رہا ہے۔ جن لوگون کو شیطان نے گمراہ کر دیا بہلا وہ کیون نماز پڑہنے لگے۔ تحقیق ایسے لوگ دوزخی ہین جسے ہاریہ کہتے ہین اُس کی آگ مین ڈالے جاوینگے۔

جنم ساکہی صفحہ ۱۴۳

نانک آکہے رکن دین کلمہ سچ پچھان
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

(ترجمہ) باوا نانک نے رکن دین کو کہا کلمہ طیبہ کی معرفت حاصل کر تحقیق کلمہ ہی روح ایمان ہے اور اسی سے ایمان ثابت رہتا ہے۔

جنم ساکہی ایضاً صفحہ ۱۴۷

توریت - انجیل - زبور ترے پڑہ سُن ڈٹھے وید
رھیا قرآن شریف کل جگ مین پروار

(ترجمہ) باوا نانک فرماتے ہین کہ توریت - انجیل - زبور اور وید پڑہ سُن کر دیکھ لئے ہین تمام جہان مین صرف قرآن شریف ہی نجات کا ذریعہ ہے۔

جنم ساکہی ایضاً صفحہ ۱۴۷

تا سو کرم ترپنے روزہ نا نماز
عملان باہجون مومنون دوزخ دنی عذاب

(ترجمہ) جو روزہ اور نماز کے تارک ہین بغیر اعمال صالح کے بُرے لوگون کو دوزخ کے عذاب مین ڈالا جاویگا۔

شلوک صفحہ ۱۴۷ جنم ساکہی بہائی بالا والی

دوجی دنیا کفر ہے اندر رکہے چھپائے سچا اسلام خدا ایکا گو کن بانگ الہی

ترجمہ تحقیق دنیا اندر ہی اندر کفر کی طرف لے جاتی ہے بیشک اللہ کے نزدیک ایک اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ اللہ اکبر کے نعرے اس دین میں گونجتے ہیں

صفحہ ۱۴۸ جنم ساکھی بھائی بالا والی

رہی کتاب ایمانری سچ کتاب قرآن

ترجمہ تحقیق ایمان والی اور صداقت سے بھری ہوئی کتاب صرف قرآن شریف ہی ہے

جنم ساکھی ایضاً شلوک صفحہ ۱۴۹

نانک آکھے رکن دین سچا سنو جواب
چاروں کوٹ اسلام ہوتاں پاسیئے ثواب

ترجمہ باوا نانک نے فرمایا اے رکن دین سچا جواب سنو دنیا کی چاروں اطراف میں اسلام کی تبلیغ کی جاوے تبھی ثواب حاصل ہو گا۔

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۱۴۹

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

ترجمہ۔ باوا نانک صاحب فرماتے ہیں کہ وہ آدمی جو دنیا کے لالچ میں ہو کر قرآن شریف کی قسم کھاتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلاریب آگ میں ڈالے جائینگے

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۲۲۰ و ۲۲۲

سوال قاضی رکن الدین

آکھے قاضی رکن دین سنیے نانک شاہ | ترییہے حرف قرآن دسا جی آپ اللہ
معنے اک اک حرف دے کیجے کر تدبیر | جس مراتب کو پہنچے کیا سادھو کیا فقیر
الف بے فرما ایہہ معنے کر کے بیان | تسیں بھی آکھو شاہ جی سچی رب کلام

جواب باوا نانک صاحب

سُنو قاضی رکن دین آکھے نانک پند
سے ای سیانی گل ہے تس وچ بہتے بند
تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کین
تس وچہ بہت نصیحتان سن کر کرو یقین

ترجمہ۔ نانک رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی رکن الدین کو کہا اے قاضی رکن الدین ان نصیحتون کو بغور سُنو۔ تحقیق یہ عقلمندی کی بات اور اس مین بہت سے نکات ہین۔ بلاریب قرآن شریف کے تیس حروف ہین اور تیس ہی سپارے کیے گئے ہین اور اس مین بہت سی نصیحتین ہین انہین سُن کر یقین کرو۔

صفحہ ۲۲۱۔ جنم ساکھی بہائی بالا والی

بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ
نیون چل اگے سبس دے مندا کسی نہ آکھ

ترجمہ۔ خودی کو دل سے نکال دے اور شریعت کا پابند ہو خاکساری اختیار کر اور کسی کو برا منہ سے نہ کہو۔

صفحہ ۲۲۱ جنم ساکھی بہائی بالا والی

راحت ایمان کی او ہو دیکھے جائے
پنجو ورجوہ رکن دین سائین سوچت لائے

ترجمہ۔ ایمان کی راحت کو وہی محسوس کرسکتا ہے جو پانچون نمازون کا پابند ہو۔

جنم ساکھی ایضاً صفحہ ۲۲۱

صلوات گذشت کو آکھو مکھہ تے نت
خاصے بندے رب دے سرمتران دے مت

ترجمہ۔ گذری ہوئون پر روزمرہ درود پڑہو تحقیق وہ اللہ تعالیٰ سے پیار کرنیوالون کا سردار تہا۔

صفحہ ۲۲۲ جنم ساکھی بھائی بالا والی

کلمہ اک یاد کر اور نا بھاکھو بات

نفس ھوائی رکن دین تس سے ہووین مات

ترجمہ۔ صرف ایک لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہی ورد کرو اسی سے شیطانی خیالات دور ہوتے ہیں۔

صفحہ ۲۲۲ جنم ساکھی بھائی بالا والی

لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کرین

تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھون ہتھ گوین

ترجمہ۔ اُن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے جو نماز کو ترک کرتے ہیں۔ جو کچھ تھوڑا بہت کمایا ہے اُس کو بھی دست بدست ضایع کر رہے ہین۔

صفحہ ایضاً جنم ساکھی ایضاً

مرشد نون من نون من کتیبان چار

من نون اک خدائے نون خاصا جس دربار

ترجمہ۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مان اور چار کتابوں کو مان یعنی قرآن شریف توریت زبور انجیل اور ایک خدا کو مان جس کا دربار خاص ہے۔

شلوک گرنتھ صاحب سے

کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواج

ترجمہ۔ نیک کام کعبہ کے اختیار مین ہین۔ سچ بولنا مرشد کے اختیار مین اور کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کہنے سے قسمت کھلتی ہے۔

شلوک گرنتھ صاحب سے

پیر پیغمبر۔ سالک۔ شہدے اور شہید

شیخ۔ مشایخ قاضی ملان در درویش رسید

برکت تنکی اگلے جو پڑہتے رہن درود۔
ترجمہ۔ پیر۔ پیغمبر۔ سالک۔ شہدے وشہید۔ شیخ ومشائخ۔ قاضی اور ملان درویش
ان مین سے ان کو ہی برکت ملیگی جو جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بہیجتے ہین

صفحہ ۲۲۲ جنم ساکہی بہائی بالا والی

نانک آکہے رکن دین لکہیا وچ کتاب
درگاہ اندر ماریین جو پیندے بہنگ شراب
ترجمہ۔ باوا نانک نے رکن دین کو کہا کہ وہ لوگ جو بہنگ اور شراب پیتے ہین انہین سخت سزا ملیگی

جنم ساکہی بہائی بالا والی صفحہ ۲۲۲

وہانت کر دل مین اٹھے پہر نا سوئے
ایک پہر گہر جاگنا سائین سچ بگوئے
ترجمہ۔ اے یاورے دل مین سوچ آٹھ پہر مت سو۔ تانکو کم از کم ایک پہر جاگ کر اللہ کی عبادت کرے
یہ خدا کا حکم ہے۔

جنم ساکہی ایضاً صفحہ ۱۷۲

ستے پئے نابہاگ وہ سنی نہ بانگ اللہ
جو جاگے سو سنے سائین سندری سوئے
(ترجمہ) وہ لوگ بدبخت ہین جو نماز کے وقت سوتے ہین جو جاگے گا وہی اللہ تعالیٰ کی پیاری آواز سنیگا

شلوک۔ جنم ساکہی ایضاً

کلمہ اک پوکاریا دوجا ناہین کوئی
(ترجمہ) مینے اک لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا ہی ورد کیا ہے۔

صفحہ ۱۷۰ جنم ساکہی ایضاً

روزہ نماز بندگی اور ریاضت سار
کر کے عمل سدہارہ توں راہ طریقت ہار

ترجمہ۔ روزہ نماز بندگی و ریاضت کرو اور نیک عملوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حضور میں جاؤ کیونکہ سیدھا راستہ یہی ہے۔

شلوک جنم ساکھی ایضاً

کلمہ گو ناسترسن ہوکے بے ایمان

ترجمہ۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے بے ایمان ہوکر دوزخ میں نہیں جائینگے۔

شلوک جنم ساکھی ایضاً

کلمہ پاک رسول پڑھ جھاڑے وے گناہ

ترجمہ۔ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو جس کے کہنے سے تمام گناہ دور ہوجاتے ہیں۔

شلوک جنم ساکھی ایضاً

کلمہ پڑھیاں عذاب دین دنیا وا جائے

ترجمہ۔ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے دین اور دنیا کا عذاب دور ہوجاتا ہے

شلوک جنم ساکھی ایضاً

کلمہ جس نے آکھیا پھر تان کیون ملے سزائے

ترجمہ۔ جس نے صدق دل سے کلمہ کہا بھلا اُسے عذاب کیون ملیگا؟

جنم ساکھی ایضاً

کلمہ آکھیاں ایہہ گن ہوئے گناہ تون پاک

جنم ساکھی ایضاً

جگ جگ ایہ قبول ہو پنج تن پاک رسول

(ترجمہ) ہمیشہ پنج تن پاک رسول کو ہی قبول کرو۔

صفحہ ۱۹۸ جنم ساکھی ایضاً

بابا جی اک برس تک مکہ وچ روزے رکھدے رہے۔

جنم ساکھی بھائی بالے والی صفحہ ۱۹۵

پنج نماز ان پنج وقت روزے تریہہ۳۰ پچھان

ترجمہ - پانچ نمازیں ہیں اور پانچ ہی وقت کیے گئے ہیں اور تیس روزے ہیں -

جنم ساکھی صفحہ ۱۹۵

جنت راہ شیطان دی جنہاں کی قبول
سو درگہ ڈھوئی نا ملے شفاعت نہ بہری رسول

(ترجمہ) وہ لوگ جنہوں نے شیطان کی راہ اختیار کی وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور پھینکے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکی شفاعت نہیں کرینگے -

جنم ساکھی صفحہ ۱۹۶

ہے پیغمبر مصطفےٰ تس دے چارے یار
عمر خطاب - ابو بکر - عثمان - علی دی چار
چارون یار مسلمی چار مصلّے کین
پنجوان نبی رسول ہے جن کیتا ثابت دین
اینہاں پچھے امام چار اعظم شافعی جان
مالک احمد آکھدے ثابت چار امام
چارون یار مسلمی کدی نا آوے جا
جو اینہاں فرمائیا او چلائے راہ

(ترجمہ) پیغمبر مصطفےٰ برحق ہے اور اسکے چار دوست ہیں - عمر خطاب - ابوبکر - عثمان علی تحقیق یہ چار دوست ہیں اور چار ہی مصلے کیے گئے ہیں ان کے بعد چار امام اور ہیں - اعظم شافعی مالک احمد اور پانچویں جناب محمد مصطفےٰ ہیں جنہوں نے اسلام کی صداقت کو ثابت کیا اور وہ چار امام مسلم ہیں جو انکا راستہ ہے وہی اختیار کرنا چاہیے -

صفحہ ۲۰۱ جنم ساکھی بھائی بالا والی

عملاں اوتے نبڑے ورگہ پوے قبول
حجت حاجت نا کسے کم آکھے نبی رسول

(ترجمہ) عملوں پر ہی فیصلہ ہوگا وہ قبولیت حاصل کرینگے بہانہ سازی کام نہیں آئیگی پاک رسول نے یہ فرمایا ہے۔

صفحہ ۲۰۳ جنم ساکھی بھائی بالا والی

کن وچہ انگلیاں پاکے بابے بانگ دتی

صفحہ ۲۰۴ جنم ساکھی ایضاً

پڑھیا خطبہ نبی دا ہویا سگل انند

(ترجمہ) جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ پڑھا اور دل کو تسلی ہوئی۔

شلوک صفحہ ۲۰۵ جنم ساکھی بھائی بالا والی

اک کرن دسے کارنے آیا نبی رسول
لالچ دسے وچ لگ کے دنیا گئی ہے بھول

(ترجمہ) وحدہ لاشریک کی پرستش کروانے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے مگر افسوس دنیا لالچ میں پھنس کر بھول گئی۔

صفحہ ۲۰۷ جنم ساکھی بھائی بالا والی

پھر نیلا جبہ پہن کر بیٹھا تکے آن
اکو اک خدائے ہے آکھے موہوں کلام
نیلا باناں پہن کر دھریا مصلے سیس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی حدیث

(ترجمہ) پھر باوا جی نیلہ جبہ پہن کر مکے بیٹھے۔ خداوند وحدہٗ لاشریک ہے یہ کلام منہ

سے پکاری اور نیلی پوشاک پہن کر نماز کے لیئے مصلی پر سجدہ کیا عصا اور کوزہ پاس کہا کیونکہ یہ نمازیون کی نشانیاں ہین اس لیئے یہ حدیث بھی پوری کی۔

(خالصہ تواریخ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی صفحہ ۵۵)

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھون نام خدائے دے ہوسین بہت خوار

(ترجمہ) پانچ وقت نماز پڑھنے سے خدا کے نام کو جمع کر کیونکہ بغیر خدا کے نام کے اور کوئی چیز مددگار نہین۔

(خالصہ تواریخ حصہ اول مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی صفحہ ۲۶۲)

باباجی جدّے جا اُترے ایتھے مائی حوّا دی قبر تون پورب دے رُخ دریا دے کنارے بابے دا مکان ہے اِسے نانک قلندر دا ڈیرہ آکھدے ہن عرب وچ باواجی عصا۔ اشاوہ (کوزہ) مصلے۔ کتاب (قرآن شریف) نیلے رنگ دے بستر ولق (پشمینے کا لباس جو اکثر صوفی لوگ پہنتے ہین) دی ٹوپی رکھدے سن تے ساتھیان کو اون بھی رکھاوندے سن۔

(خالصہ تواریخ مؤلفہ بھائی گیان سنگھ جی گیانی حصہ اول صفحہ ۲۶۴)

بابے جی نے اپنیان ساتھیان نون آکھیا تسین سچّے حاجی نہین اس راستے وچ مہر اور محبت اور خیرات کردے جائیے تا فیض پائیدا ہے۔ جے حجت بازی مسخری کردے جائیے تان حاجی نہین ہوندا۔

(ترجمہ) باواجی (یعنی نانک رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے ساتھیون کو کہا کہ تم سچے حاجی نہین ہو اس راستے مین مہر محبت و خیرات کرتے جائین تو ثواب ہوتا ہے اگر حجت بازی اور ہنسی اور ٹھٹھا مسخری راستے مین کرتے جائین تو حاجی کا درجہ نہین ملتا۔

تمت

قابل توجہ ناظرین

اے پیارے ناظرین خدا آپ صاحبوں کے دلوں میں سچائی کا الہام کرے اور میری کوشش کو جو میں نے سراسر ہمدردی اور نیک نیتی سے کی ہے آپ لوگوں کے لئے مفید بناوے۔ آمین! اس کتاب کا پہلا حصہ جو میری طرف سے آریہ سماج کے جلسہ میں سنایا گیا تھا مَیں نے وہ حصہ اس کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔ اور مَیں نے یہی مناسب سمجھا کہ اوّل اُن تمام اعتراضات کا جواب لکھوں جو نہایت بُرے پیرایہ اور بد تہذیبی سے آریہ صاحبوں کی طرف سے ایک عام مجمع میں حاضرین کا دِل دُکھانے کے لئے پڑھے گئے تھے۔ اور بعد میں کتاب کے آخر میں اپنا وہ مضمون شامل کردوں جو میری طرف سے اس جلسہ میں پڑھا گیا تھا۔ اور اسی غرض سے مَیں نے اُس پہلے حصہ کی اشاعت اس وقت تک روک رکھی تھی جب تک کہ مَیں آریہ صاحبوں کے اعتراضات کا جواب لکھ لوں۔ سو الحمدُللہِ و المنّۃ کہ وہ جواب پُورے طور پر لکھا گیا

اس لیئے میں نے وہ مضمون جو جلسہ میں پڑھا گیا تھا اس رسالہ کے آخر میں لگا دیا ہے ہمیں آریہ صاحبوں پر یہ افسوس نہیں کہ انھوں نے اسلام اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر کیوں اعتراض کیئے۔ کیونکہ منکر کو تہذیب اور شرافت کے ساتھ اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے۔ بلکہ ہمارا تمام افسوس اس بات پر ہے کہ انھوں نے شرافت اور تہذیب سے کام نہیں لیا۔ بلکہ اپنے مضمون میں نہایت درندگی اور ناپاکی سے کام لیا۔ اور اپنے مضمون کو ایک گالیوں کا مجموعہ بنا دیا اور کھلے کھلے طور پر ارادہ کیا کہ اُن معزز مسلمانوں کا دل دُکھایا جائے جن کو آپ ہی دھوکہ دے کر بلایا اور آپ ہی شرط لگا دی تھی کہ مُہذّبانہ طور پر مضمون سُنائے جائینگے۔ اس بات کو کون نہیں سمجھ سکتا کہ اگر بدنیتی نہ ہو تو ایک شخص اپنے اعتراض کو نیک اور پاک پیرایہ میں بیان کرسکتا ہے۔ ورنہ ایک مُفسد آدمی ایک سیدھی بات کو بھی جو نرمی اور شرافت سے ادا کرسکتا تھا گالی اور ہنسی ٹھٹھے کے پیرایہ میں بیان کرسکتا ہے سو ہم نے ان لوگوں کے جواب میں جس قدر تلخی اور مرارت بعض مقامات میں استعمال کی ہے وہ کسی نفسانی جوش کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمنے اُن کی شورہ پشتی کا تدارک اسی میں دیکھا۔ کہ جواب تُرکی بتُرکی

دیا جائے۔ ہمیں اس طریق سے سخت نفرت ہے۔ کہ کوئی تلخ اور ناگوار لفظ استعمال کیا جائے۔ مگر افسوس! کہ ہمارے مخالف انکار کے جوش میں آکر انجام کار گالیوں پر اُتر آتے ہیں۔ اور آریہ صاحبان اگر ذرہ اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھیں تو اُنھیں معلوم ہوگا کہ اسلام پر اعتراض کرنے کا ان پر بالکل راہ بند ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ اسلام میں کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہندوؤں کے کسی فرقہ سے مطابقت اور توارد نہ رکھتا ہو یہ تو ظاہر ہے کہ وید کی پیروی کا دعوے کرنے والے صرف آریہ سماج والے ہی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو ایک نیا فرقہ سمجھا جاتا ہے۔ اور پرانے فرقے جو وید پر چلنے کے مدعی ہیں جو اس ملک پنجاب اور ہندوستان میں کروڑہا پائے جاتے ہیں۔ اُن کی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیا کیا عقاید رکھتے ہیں۔ انھیں میں آتش پرست بھی پائے جاتے ہیں۔ اور انھیں میں آفتاب پرست بھی اور انھیں میں سے بت پرست بھی ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو ہر سال کئی لاکھ ہردوار کے میلہ پر جمع ہوتے اور گنگا مائی سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اور وہ بھی جو جگنناتھ جی کا درشن کرنا اور پہیہ کے نیچے کچلے جانا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں جو ابتک کانگڑہ کے مندر پر جانوروں کی قربانیاں چڑھاتے ہیں۔ اور وہ بھی جو انسانی قربانی کو بھی روا رکھتے ہیں اور جل پرواہ کی رسم کے بھی حامی ہیں۔

آخر یہ سب لوگ یہی دعوے کرتے ہیں کہ وہ وید کے پیرو ہیں۔ بلکہ نیاگت مت والے بھی تو اسی قوم میں سے ہیں جو فسق و فجور میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ بدکاریوں کا میدان اس قدر انھوں نے فراخ کر دیا ہے جو حقیقی ماں یا بہن یا لڑکی سے بھی حرام کاری کرنا کچھ مضایقہ نہیں سمجھتے۔ کیا وہ آریہ نہیں ہیں۔ پھر جبکہ وید کی پیروی کرنیوالے فسق و فجور اور شرک اور مخلوق پرستی میں اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کہ دنیا میں اُن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ تو کیا لازم تھا کہ **اسلام** جیسے پاک مذہب پر اعتراض کیا جاتا؟ کیا یہ سچ نہیں کہ اسلام میں کوئی بھی ایسا امر نہیں کہ جو ہندو مذہب کی کسی نہ کسی شاخ میں نہ پایا جاتا ہو؟ اور اسلام اپنی کامل توحید کے ساتھ ایسا مخصوص ہے۔ کہ وید میں اس کا نمونہ تلاش کرنا لاحاصل ہے تاہم ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ گو موجودہ تعلیم وید کی ایک گمراہ کرنیوالی تعلیم ہے لیکن کسی زمانہ میں وہ ان بیہودہ تعلیموں سے پاک ہوگا۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اس ملک میں خدا کے نبی ہوئے ہیں کیونکہ جس جگہ بیمار ہے اس جگہ طبیب کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ آریہ صاحبوں نے مسلمانوں کو اپنے گھر پر بلا کر وہ گندہ نمونہ اپنے اخلاق کا دکھلایا جس کو ہم کبھی نہیں بھولینگے۔ آخر شرافت بھی کچھ چیز ہے ✦

راقم مرزا غلام احمد قادیانی ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء